خطباتِ حرمین

تمام ادیان وشرائع کی کامل ترین شکل: دین اسلام اور شریعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

1/1/1425ھ، 27/2/2004

حمدوثناء کے بعد!

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اس قدر جتنا کہ اس کا حق ہے اور اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو تھامے رکھو اور یاد رکھو کہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہی ہمیشہ کا گھر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"جس نے برائی کی اسے بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہاں انہیں بے شمار رزق ملے گا۔" (المؤمن:40)

مقصد تخلیق انسان اور یہ کائنات:

اے مسلمانوں! اور اے بنی بشر! زمانہ ماضی وعہد قدیم میں اور طویل زمانوں سے قبل جن کی طوالت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس کائنات کی تخلیق سے بھی پہلے صرف اللہ ہی تھا۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی نہیں تھا۔ وہ بلا ابتداء اوّل ہے اور وہ بلا انتہاء آخر بھی ہے۔ وہ ہر چیز پر ظاہر وغالب ہے۔ اس سے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہی باطن بھی ہے اور اس سے ماوراء کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے۔ اس نے کسی وقت یہ فیصلہ فرمایا کہ مخلوقات کو بنائے، جانوں کو تخلیق فرمائے، تب اس نے آسمانوں، زمین اور ان کے مابین کی تمام چیزوں کو بنایا۔ اس نے فرشتوں کو بنایا جو اس کے احکام واوامر میں سے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز وکام کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ نے جنوں کو پیدا فرمایا اور انہیں انسانوں کی نظروں سے اوجھل رکھا اور پھر اس نے اپنے مکرم ہاتھوں سے ہمارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور ان سے نسل انسانی کا اجراء کیا۔ اور جن وانس کا مقصد تخلیق بیان فرماتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ[56] مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ[57] إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾

"میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، مجھے ان سے رزق نہیں چاہیئے اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ خود بہت ہی زیادہ رزق دینے والا، بہت ہی قوت کا مالک (زور آور) اور مضبوط ہے۔" (الذاریات:56-58)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ غنی وبے نیاز ہے۔

امت واحد اور اختلافات:

حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں اور وہی سب سے پہلے نبی بھی ہیں۔ اللہ نے انہیں صرف اللہ غالب ولائق ستائش کے لئے خالص عبادت اور اس کی وحدانیت ویکتائی کا حکم فرمایا۔ ان کے لئے شریعت مقرر فرمائی اور ان کی اولاد میں یکے بعد دیگرے انبیاء کرام کا

سلسلہ شروع فرمایا تاکہ وہ انبیاء مخلوق کی قیادت و راہنمائی کریں۔انہیں حق کی راہ دکھلائیں جسے لوگوں کے لئے خود اللہ تعالی نے پسند فرمایا ہے۔شروع میں تمام لوگ اسی اصل پر قائم تھے سب کے سب ہی اسلام و توحید پر تھے۔سارے کے سارے ہی راہ ہدایت پر تھے کیونکہ وہ فطرت سلیمہ (اسلام) پر رہتے ہوئے اپنے اپنے نبی کی اتباع و پیروی کیا کرتے تھے۔وہ سب ایک ہی امت تھے،ایک دین کو مانتے تھے،صرف ایک ہی معبود حقیقی کی عبادت کیا کرتے تھے،یہاں تک کہ شیطان نے انہیں بہکا دیا اور وہ سیدھے دین سے پھر گئے اور صراط مستقیم سے منحرف ہو گئے اور یہ اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہی رونما ہو گیا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: كان بينَ نوحٍ وآدمَ عشرةُ قُرونٍ، كُلُّهم على شَريعةٍ مِن الحقِّ، فاختَلَفوا۔

"حضرت آدم ونوح علیہما السلام کے مابین دس قرنوں (نسلوں یا ہزار سال) کا عہد وزمانہ ہے۔اس دوران کے تمام لوگ مسلمان تھے اور پھر ان کے مابین دینی اختلاف واقع گیا"۔[1]

جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا﴾

"لوگ ایک ہی امت تھے اور پھر وہ باہم اختلاف میں پڑ گئے"۔(یونس:19)

سبب اختلافات شرک:

اس اختلاف کے وقوعہ کا سبب ان کا اپنے انبیاء کی اتباع و پیروی کو ترک کرنا اور آسمان تک پہنچی ہوئی رسی سے تمسک و تعلق قائم نہ رکھنا تھا۔ انہوں نے اللہ کے سوا اس کے شریک بنا لئے اور انہیں معبود ٹھہرا لیا۔قرآن کریم میں ان کے چند معبودوں کا ذکر آیا ہے جو یہ ہیں::﴿وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾(نوح:23)

یہ دراصل ان کی قوم کے نیک و صالح افراد کے نام ہیں جن کے مر جانے کے بعد ان کی قوم نے ان کی صورتیں (بت) بنا کر عبادت میں ہمت و نشاط حاصل کرنے کے لئے ان کا ذکر شروع کر دیا۔پھر ان کے بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کی تعظیم شروع کر دی یہاں تک کہ ان کی عبادت شروع ہو گئی جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے۔تب اللہ تعالی نے ان کی طرف اپنے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:﴿فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا﴾

"پچاس کم ایک ہزار سال ان کے مابین رہے"۔(العنکبوت:14)

وہ انہیں توحید کی دعوت دیتے رہے اور ایک اللہ کی خالص عبادت کی طرف بلاتے رہے مگر حسب ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ﴾

"ان کے ساتھ بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے"۔(ھود:40)

انہیں اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو اللہ تعالی نے نجات دی اور باقی تمام لوگوں کو طوفان میں غرق کر دیا،اور اس کے بعد اللہ تعالی نے

[1] صحیح بخاری:4920۔

اپنے رسول مسلسل بھیجے لیکن: ﴿كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّةً رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ﴾

"جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا۔" (المؤمنون:44)

انہی رسولوں میں سے حضرت ھود و صالح علیہما السلام بھی ہیں۔

انتشارِ شرک اور ضربِ خلیل:

اس کے بعد بتوں کے شرک کے علاوہ دنیا ستاروں کی عبادت کے شرک سے بھر گئی۔ شرک کی یہ قسم روئے زمین پر عام ہوگئی حتی کہ روئے زمین پر حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام اور ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی مومن و موحد نہ تھا تب اللہ تعالی نے موحدین کے امام حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو کہ ابو الانبیاء، ملت خالصہ و موحدہ کی اساس و بنیاد اور باقی رہنے والے کلمہ تھے، ان کے ہاتھوں اللہ تعالی نے ان شرور و شرک کا خاتمہ کروایا، بتوں کو تڑوایا اور طاغی و سرکش لوگوں کو خود اللہ تعالی نے ہلاک کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی اور پھر انہیں دو انتہائی بابرکت بیٹے اور بڑی تکریم والے نبی حضرت اسماعیل و اسحاق علیہما السلام عطا فرمائے، حضرت اسماعیل علیہ السلام بنی جرہم، عمالقہ، حجاز اور یمن والوں کے لئے تھے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ تعالی نے شام اور اس کے مضافات و متعلقات کی طرف مبعوث فرمایا اور پھر اللہ تعالی نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا فرما کر نبی بنایا اور وہی اسرائیل ہیں جن کی نسل سے انبیاء و ملوک کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام آئے، پھر حضرت موسی و ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، یحییٰ، زکریا اور عیسی علیہم السلام آئے، حضرت موسی علیہ السلام رسالت و کتاب کے ساتھ مبعوث ہوئے۔ ان کی کتاب تورات اور ان کی شریعت یہودیت تھی، اور پھر حضرت عیسی علیہ السلام آئے جو کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے آخری نبی تھے۔ آپ کی کتاب انجیل اور شریعت نصرانیت تھی۔

بعثت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارتیں:

تمام انبیاء بشر تھے، آتے گئے اور فوت ہوتے گئے اور ان کے بعد آنے والے اہل علم بھی بھولتے گئے، خطائیں کرتے رہے بلکہ ان میں سے کئی تحریف اور تغیر و تبدل کے مرتکب بھی ہوئے اور اللہ نے ان تمام انبیاء کی رسالتوں کی بقاء کا ذمہ نہ لیا اور اپنی کسی حکمت کے تحت ہی ان کی کتابوں کے تحفظ کی ذمہ داری بھی نہ اٹھائی۔ اور اللہ تعالی نے تمام انبیاء کرام کی طرف یہ وحی کی کہ اپنی اپنی قوم کو نبی کریم، رسول خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے رہیں، جن کی رسالت و شریعت دائمی (قیامت تک کے لئے) ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب بھی ہر طرح کی تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہے گی۔ وہ نبی اس امانت کا بار اٹھائیں گے جسے آپ سے پہلے انبیاء و رسل نے اٹھایا. جنہوں نے اس نبی کی رکاب کو تھامے رکھا اور ان کے نقش قدم پر چلتے گئے وہ نجات پا جائیں گے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب و انکار کیا اس نے گویا پہلے تمام انبیاء و رسل کی بھی تکذیب کی اور انکار کر گئے۔ اور وہ اللہ کے رسول قریشی و ہاشمی حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالی نے

سابقہ تمام شرائع سماویہ سے اکمل ترین شریعت عطا فرمائی جوکہ تمام انسانوں کے لئے عام وشامل ہے۔آپ ﷺ ملت ابراہیمی (توحید وحنیفیت) کی طرف دعوت دیا کرتے تھے، اوراپنے سے پہلے انبیاء کے قبل از تحریف دین صحیح کی طرف بلاتے تھے اوروہ دین ہی صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنا اور تمام عبادات کو صرف اللہ تعالی ہی کے لئے خالص کرنا، نبی اکرم ﷺ نے زمین کو عبادت اوثان اورشرک کی تمام آلائیشوں سے پاک کردیا جبکہ آپ سے قبل روئے زمین کے اہل کتاب یہود ونصاری کی غالبیت واکثریت شرک میں لت پت ہوچکی تھی۔

نوید وبشارت:

محمد رسول اللہ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نوید اور پہلے انبیاء کی بشارت تھے، آپ ﷺ کا ذکر جمیل اٹھارہ بشارتوں میں آیا ہے ان میں سے گیارہ بشارتیں تو عہد قدیم (تورات) میں ہیں اور بقیہ سات بشارتیں عہد جدید (انجیل) میں آئی ہیں۔اہل کتاب کے علماء سوء نے نبی ﷺ کے بارے میں آمدہ بشارتوں کو اپنی کتابوں میں سے حذف کردیا ہے یا ان کی تحریف وتاویل کردی ہے اور ان کی تمام تر تحریفوں اور تاویلوں کے باوجود بھی وہ صرف اور صرف ہمارے ہی نبی امت مسلمہ حضرت محمد ﷺ پر صادق وفٹ آتی ہیں۔اللہ تعالی نے بعض یہودی احبار وعلماء اور نصرانی رہبان واہل علم کو راہ حق کی ہدایت دی۔انہوں نے حق کی تلاش میں جدوجہد کی اور وہ حقیقت کو پاگئے۔

تمام انبیاء کا مشترکہ دین ودعوت:

مسلمانو! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء ورسل کی سیرت پر نظر ڈالنے والا شخص بآسانی اس حقیقت کو پالیتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا دین ایک اور ان کا راستہ وصراط مستقیم بھی ایک ہی تھا۔ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾

”بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔“ (آل عمران:19)

تمام انبیاء دین جامع کے ساتھ مبعوث کئے گئے تھے اور وہ دین جامع یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور لوگوں کو اس راہ کی طرف لگایا جائے جو انہیں اسی تک پہنچادے، لوگوں کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، حساب وکتاب ہونے اور جزاء وسزا کے بارے میں صحیح صحیح معلومات مہیا کی جائیں۔انھیں حیات بعد الممات کا تعارف کروایا جائے۔اور یہ وہ عظیم اکائی ہے جو تمام رسولوں اور ان کی رسالتوں کے مابین مشترک تھی، اور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بھی یہی مقصود ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ۔

”ہم انبیاء کی جماعت کے افراد ایک باپ کی اولاد سے بھائی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ الگ ہیں لیکن دین سب کا ایک ہی ہے۔“[1]

(متفق علیہ)

---

[1] صحیح بخاری:3443۔

اصل عام یہ ہے کہ تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے البتہ ان کی شریعتیں الگ الگ ہیں اور یہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ کوئی بھی نبی ایسا ہرگز نہیں گزرا جس نے توحید کی دعوت نہ دی ہو۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾

”ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہے اسے ہی یہ وحی بھی کی ہے کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں لہذا صرف میری ہی عبادت کرو“۔ (الانبیاء:25)

اور سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

”ہم نے ہر امت وقوم میں ایک رسول بھیجا (جس کے ذریعے انہیں حکم دیا) کہ تم سب اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (اللہ کے سوا پوجی جانے والی چیزوں) سے اجتناب کرو“۔ (النحل 36)

اللہ نے کسی بھی نبی کے لئے یہ ہرگز روا نہیں کیا کہ وہ کبھی بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرے بلکہ اللہ نے تو خود انبیاء کو الہ ومعبود بنا لینے کو بھی کفر قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد گرامی ہے: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ[79] وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ جب اللہ اسے کتاب وحکمت اور نبوت سے سرفراز کر دے تو پھر وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے (عبادت کرنے والے) بن جاؤ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ) تم ربانی (رب والے) ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (الہی) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو، اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، بھلا جب تم مسلمان ہو چکے ہو تو اسے کہاں زیبا ہے کہ وہ تمہیں کافر ہونے کو کہے“۔ (آل عمران:79-80)

جامع شریعت ودین:

اللہ نے ہمارے لئے بھی وہی چیزیں بطور شریعت مقرر فرمائی ہیں جو پہلی امتوں دور سابقہ رسولوں کے لئے شریعت بنائی تھیں اور وہ شرائع اسلامیہ ہی ہیں جو کہ اللہ کا دین ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾

”اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا جسے اختیار کرنے کا (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو حکم فرمایا تھا اور جس کی (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا (حضرت ابراہیم وموسی وعیسی علیہم السلام) کو حکم دیا تھا۔ (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا“۔ (الشوری:13)

یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی موت سے قبل اپنی اولاد (بیٹوں) کو اکٹھا کرتے ہیں تا کہ سفر آخرت سے پہلے اپنے بیٹوں کی ڈگر (روش) کے بارے میں اطمینان کر لیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾

"بھلا جس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام وفات پانے لگے تو تم لوگ اس وقت موجود تھے؟ جب انھوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ آپ کے معبود حقیقی اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیم واسماعیل واسحاق کے معبود برحق کی ہی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔" (البقرہ:133)

اللہ تعالی نے یہود ونصاریٰ پر نکیر کی ہے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کے بارے میں غلو ومبالغہ آمیزی سے کام لیا اور غیر اللہ کی عبادت شروع کر دی اور ان کے اس فعل کو اللہ تعالی نے شرک وکفر کا نام دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ [30] اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

"یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی انھیں کی ریس کرنے لگے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟ انہوں نے اپنے احبار ورہبان (علماء ومشائخ) اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک معبود (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

(التوبہ:30-31)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے:﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾

"وہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (حضرت) عیسی مسیح اللہ ہیں حالانکہ خود مسیح یہود سے کہا کرتے کہ اے بنی اسرائیل! صرف اس اللہ ہی کی عبادت کیا کرو جو کہ میرا اور تمہارا رب ہے، (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا، اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانا (جہنم کی) آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔" (المائدہ:72)

اور ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ﴾

"اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملے میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے (حضرت

عیسی علیہ السلام مریم نہ اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے بلکہ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں۔ اس اعتقاد سے باز آجاؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے، اللہ ہی معبود واحد ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو۔" (النساء:171)

انہی قدیم بنیادوں اور اسی عقیدہ پر جو کہ تمام انبیاء کا دین رہا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کو استوار و قائم کیا گیا ہے جو آخری شریعت اور دائمی نبوت و رسالت ہے اور اس میں تمام سابقہ انبیاء اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، شریعت اسلامیہ سابقہ تمام شریعتوں کے کمالات کی جامع اور ان تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے۔

آخر کب تک؟

کیا اب بھی اہل کتاب اور خصوصاً ان کے علماء کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ فہم و بصیرت سے کام لیں تا کہ انہیں پتہ چلے کہ یہ اسلام دراصل سابقہ تمام شریعتوں ہی کا مجموعہ اور ان کی اکمل ترین شکل ہے اور یہی وہ دین ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے لئے اللہ تعالی نے پسند فرمایا ہے۔ اللہ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اور ملت اسلامیہ کے سوا کسی ملت کو ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد رب کائنات ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

"جو اسلام کے سوا کسی اور (نظریئے) کو دین ماننا چاہے گا اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔" (آل عمران:85)

لمحۂ فکریہ:

تمہیں اس نقطہ پر غور وفکر کرنا چاہیئے کہ دنیا میں اسلام کے سوا دوسرا وہ کون سا دین ہے جس نے تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے اور پہلے تمام انبیاء و رسل کی تصدیق کرنے کو اپنا ایک رکن قرار دیا ہو بلکہ جس دین کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہا ہو کہ وہ اور ان کے پیروکار پہلے انبیاء کے زیادہ حقدار و اولی ہیں جن کی پیروی کا یہ لوگ دم بھرتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود مدینہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ

"ہم تم سے بھی زیادہ حضرت موسی علیہ السلام پر حق رکھتے ہیں۔"[1]

اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان کر رہے ہیں کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو سابقہ تمام اقوام و امم کے لوگوں کے لیے اکلوتی اور آخری پناہ گاہ و آماجگاہ ہے اور یہی وہ واحد راستہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکتا ہے۔

[1] صحیح بخاری:2004۔

تاریخ کی شہادت:

کیا آپ اس بات پر توجہ مبذول نہیں کرتے کہ پندرہ صدیوں کے دوران تاریخ نے آج تک اپنے اوراق میں اس بات کو جگہ نہیں دی کہ کسی ایک بھی مسلمان عالم دین نے عیسائیت یا یہودیت کو قبول کیا ہو جبکہ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد ہیں اور اس میں سنہری حروف و نورانی کلمات سے لکھا ہے یہودیوں کے احبار و علماء اور عیسائیوں کے رہبان و اہل علم کی جماعتوں کی جماعتیں شریعت اسلامیہ کو برضاء و رغبت قبول کر چکی ہیں۔ اور انہوں نے اپنا رشتہ اللہ کے اس آخری دین سے جوڑ لیا ہے جسے اس نے تمام بنی نوع بشر کے لئے پسند فرمالیا ہے اور اہل کتاب میں سے اسلام لانے والے ان احبار و رہبان کو اللہ تعالیٰ نے دوہرا اجر و ثواب عطا فرمایا۔

اسلام قبول کرلیں:

اسی بات کے پیش نظر میں اس منبع رسالت و نبوت، اس مہبط وحی اور اس کعبہ و بیت اللہ کے منبر سے، جس بیت اللہ کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنایا تھا اور حضرت عیسی و موسی علیہما السلام نے جس کا حج کیا تھا اسی گھر کے منبر سے تمام غیر مسلم لوگوں کو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے ان مبارک الفاظ میں دعوت دیتا ہوں جن میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ”اسلام میں داخل ہو جاؤ، امن و سلامتی پالو گے، اسلام لے آؤ، سلامت رہو گے اسلام قبول کرلو اللہ تمہیں دو مرتبہ اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تو تمہیں اپنے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ بھی ہوگا اور جو جہالت کی بناء پر تمہاری دیکھا دیکھی و پیروی میں اسلام قبول نہ کریں گے ان کا گناہ بھی تمہارے سر آئے گا۔“ (حدیث رسول ﷺ)

ہم آپ کو قبول حق کی دعوت دیتے ہیں اور اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ صدق دل سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ وہ صحیح اسلام جو رسول ہدایت حضرت محمد ﷺ لے کر آئے تھے اور جو حقیقی اسلام ہے وہ تمام بدعات و خرافات سے بری ہے، بشری کوتاہیوں اور مخالفتوں سے منزہ و پاک ہے اور ان خطاؤں سے بھی قطعاً بری الذمہ ہے جو اس کے بعض ماننے والوں سے سرزد ہوئی یا ہوتی آرہی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾

”(اے نبی!) کہہ دیں کہ اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے مابین یکساں (مسلّم) ہے اس کی طرف آجاؤ اور وہ بات یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے، اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دیں کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔“ (آل عمران:64)

دین کے نام پر ظلم و بربریت:

آج بنی نوع بشر انتہائی شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہے اور یہ سب مفاہیم کو خلط ملط کرنے کے اس دور میں صرف اس وجہ سے ہے کہ بعض سیاست دانوں نے مختلف ادیان میں سے ایک دین کو کڈنیپ کر کے اپنے گھر کی باندی بنا رکھا ہے اور اب اسے دوسری اقوام پر ظلم و ستم

ڈھانے کے لئے آلۂ کار بنایا ہوا ہے یا پھر اسے دوسرے ادیان والوں پر تسلط کا ذریعہ بنالیا ہوا ہے، جیسا کہ عالمی صہیونی طاقتوں نے یہودیت کے ساتھ کیا، یا پھر جس طرح علمانی و بے دین حکومتیں مختلف اقوام پر ظلم و بربریت کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں۔ اور کئی ملکوں پر قبضے کر رہی ہیں اور یہ سب کچھ دین اور دینداری کے نام سے کیا جا رہا ہے اور وہ اپنے بیانات میں اس کی نفی کرتے ہیں مگر کسی نہ کسی موقع پر ان کی زبانیں لڑکھڑاتی ہیں اور ان کے اندر کا لاوا پھر ان کے منہ سے نکل ہی جاتا ہے اور اس سلسلہ میں ان کے کئی صریح و واضح بیان سامنے بھی آچکے ہیں۔

علماء ادیان سے مطالبہ:

ان ادیان کے اہل علم سے ہمارا پرزور مطالبہ ہے کہ وہ اپنی حکومتوں کے ان ظالمانہ اقدامات کا واضح ردّ کریں اور کھلے طور پر انہیں بتائیں کہ ان کے یہ اقدامات خود ان کا دین جائز قرار نہیں دیتا۔ اور جو کچھ وہ دین کے نام سے کر رہے ہیں ان کا دین انہیں اس کی دعوت ہرگز نہیں دیتا تاکہ وہ لوگ جو اس دین کو ماننے والے ہیں اور انھیں ان ظلم و ستم کی گرم بازاریوں میں محض استعمال کیا جا رہا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں کوشاں ہیں، انہیں پتہ چل سکے کہ وہ سیاست دانوں کے ہاتھوں میں محض ایک کھلونا بنے ہوئے ہیں اور وہ ان کی خواہشات کی تکمیل کے لئے خدم و حشم کا کردار ادا کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر ان کی کوئی وقعت نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ ان کے کام کی کوئی قیمت ہے۔ اور وہ جو ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں اسے نہ کوئی دین برقرار رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی اخلاقی نظام اسے روا قرار دے سکتا ہے۔ ان ادیان کے علماء کا خاموشی اختیار کرنا یا شرماتے ہوئے کچھ نہ کہنا اس بات کو شہ دے رہا ہے جسے ان لوگوں نے روایت کیا ہے۔ تہذیبوں کی آویزش یا تہذیبوں کے ٹکراؤ کا نام دے دیا ہے، فلسطین میں مسلمانوں کی غصب کردہ زمین پر جو عنصری دیوار کھڑی کی جا رہی ہے وہ اسی کا ایک حصہ ہے۔

عقیدہ ایمان سے تعلق میں گہرائی:

مسلمانو! ایک آخری بات جو آج آپ کے گوش گزار کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے یقین میں مزید بڑھیں، امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ اس بات کا بھرپور اعتقاد رکھے کہ وہ حق پر ہیں اور دین حق کو ماننے والے ہیں جو کہ اسلام ہے اور یہ تمام ادیان عالم میں سے آخری دین ہے اور قرآن کریم وہ آخری آسمانی کتاب ہے اور پہلی تمام کتب سماویہ سے بالا ہے اور دین اسلام کے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام انبیاء و رسل کے خاتم و آخری نبی ہیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پہلی تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور ان امور میں سے کسی بھی چیز سے ذرہ برابر دست برداری ہرگز روا نہیں ہے چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

بعض شکست خوردہ ذہن:

یہ بات ہم ایسے وقت میں کہہ رہے ہیں جبکہ شکست خوردہ ذہنوں کے مالک، پسپائی اختیار کرنے والے لوگ، منسوخ و محرف قدیم شریعتوں اور دین اسلام کو باہم خلط ملط کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور سبز باغ دکھلائے جا رہے ہیں کہ یہ تقریب اتحاد ادیان کی ایک صورت ہے۔

عجیب سوچ:

اسی طرح آج وہ وقت بھی ہے جبکہ بعض لوگوں کا ایمان کمزور ہو چکا ہے اور وہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہوسکتا ہے تمام ادیان ہی صحیح وصواب ہوں اور ان میں سے بعض کی زبانوں سے یہ زہریلے کلمات نکل بھی گئے ہیں اور بعض کی تجاویز وحرکات سے اسی ذہن کا اندازہ لگ رہا ہے، یوں لگتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالی کا وہ ارشاد سنا ہی نہیں جس میں اس نے فرمایا ہے:﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

"جس نے اسلام کے سوا کوئی دین چاہا (اختیار کیا) اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ ونقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔" (آل عمران:85)

وہ لوگ ان آیات قرآنیہ سے کہاں جائیں گے؟ وہ سورہ الفاتحہ، سورہ البقرہ اور آل عمران سے کہاں بھاگیں گے؟ اور سورہ النساء اور سورہ المائدہ کو کیا منہ دکھلائیں گے؟

تجدید دین:

اور کچھ لوگ محض تجدید دین کی طرف دعوت دیں تو حق یہ ہے کہ ہم واقعی اس بات کے حاجت مند ہیں کہ ہم نئے سرے سے دین کی جڑیں مضبوط کریں اور یہ جڑیں کیسے مضبوط ہوں گی اس کا طریقہ صرف وہی ہے جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے کہ تجدید شریعت کی ذمہ داری ادا کی جائے اور دین اسلام کے وہ گوشے جو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو رہے ہیں انہیں از سرِ نو نمایاں کیا جائے اور وہ سنتیں جو متروک ہو رہی ہیں انہیں از سرِ نو زندہ ومعمول بہ کروایا جائے۔

اے اللہ! ہمیں حق کو سمجھنے اور اسے اپنانے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں باطل کو جاننے اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔

یوم عاشوراء کا روزہ: شکرِ الٰہی:

اللہ آپ پر رحم فرمائے! یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ اللہ کے اس ماہ محرم کی دس تاریخ (یوم عاشوراء) کا روزہ سابقہ پورے ایک سال کے گناہوں کو مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا 10 محرم کا روزہ ضرور رکھیں اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھیں یہی آپ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے جبکہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا جو اس بات کے شکرانے کے طور پر تھا کہ اس دن اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دلائی تھی اور فرعون کو اس کے لشکروں سمیت (دریائے نیل میں) غرق کیا تھا۔

یہ ماتم ونوحہ خوانی:

یہ بھی کس قدر عجیب اتفاق ہے کہ اسلام سے نسبت بتانے والے بعض لوگوں نے اس باسعادت دن کو دائمی ماتم ونوحہ خوانی کا دن بنا کر رکھ دیا ہے اور وہ اس سے کسی صورت میں بھی ہٹنے کو تیار نہیں۔ جو دین سے کھلی جہالت کا نتیجہ اور عقل سلیم سے بے بہرہ وگمراہ لوگوں کی اتباع وپیروی کا ثمرہ ہے۔

اے اس روش ماتم ونوحہ خوانی پر چلنے والوں! اللہ کی طرف اپنی ڈگر کو سیدھا اور اپنا قبلہ درست کرلو اور جنت کی بشارتیں دینے اور جہنم سے ڈرانے والے بشیر ونذیر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت وطریقہ کی پیروی کرو۔

سبحان ربّك ربّ العزة عمّا يصفون و سلام على المرسلين و الحمد لله ربّ العالمين

فتنۂ انحراف مفاہیم: تشخیص، اسباب، علاج ونجات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

14/1/1425ھ 5/3/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ سے ڈرو! میں اپنے آپ کو اور آپ تمام حضرات کو اللہ کا خوف وتقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں، کیونکہ یہی بہترین وصیت ہے اور اہل تقوی اس کائنات کے بہترین لوگ ہیں، جس میں یہ صفت پیدا ہوگئی وہ اعلیٰ مقاصد اور مراتب کو پا گیا اور ہر قسم کے فتنوں اور بلاؤں سے محفوظ ہوگیا اور اس کے لئے اس دنیا کی ہر چیز برابر ہوگئی وہ سونا ہو یا مٹی اور وہ کوئی میٹھی چیز ہو یا تلخ وتکلیف دہ۔ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کل (قیامت) کے لئے کیا (عمل) بھیج رہا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تمہارے تمام اعمال وافعال کو جانتا ہے۔" (الحشر:18)

مصائب امت:

مسلمانو! شب وروز مسلسل گزرتے چلے جا رہے ہیں اور ماہ وسال کی گردش بھی پیہم جاری ہے اور ہماری امت اسلامیہ بھی تا حال مصائب ومشکلات سے دو چار اور فتنوں میں مبتلا ہے۔ اسے آزمائشوں کے جھکڑ ہلا کر رکھ چکے ہیں اور پریشانیوں کی موجوں نے اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکال دی ہے۔

فتنۂ عقل وفہم:

آج کے دور میں فتنے نے تو یکے بعد دیگرے چلے ہی آرہے ہیں اور دور حاضر کے مصائب ومشکلات بھی بکثرت اور طرح طرح کی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے ہار کے موتی بکھر چلے آرہے ہیں یا آسمان سے برستی موسلا دھار بارش کا سیلاب امڈا چلا آرہا ہے۔ لیکن ان تمام فتنوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک، سب سے گہرے اثر اور سب سے بڑھ کر ضرر ونقصان پہنچانے والا فتنہ "فتنۂ عقل وفہم" ہے کہ انھیں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مراد اور سلف صالحین رحمہ اللہ کے منہج وطرز سے بھر دیا جائے۔

انحراف عقل وفہم:

مسلمانو! جو شخص امت اسلامیہ کی طویل تاریخ میں اس کی روش پر گہری نگاہ رکھنے والا شخص ہے وہ بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ بعض انحرافات وگمراہیاں بہت ہی خطرناک ہوتی ہیں جن سے یہ امت دو چار کی گئی۔ لیکن عقل وفہم کا انحراف تو گویا تاریخی انحراف کی تمام اشکال کا ایک تلخ ترین خلاصہ ہے۔ بعض غیور مسلمانوں کا خیال ہے کہ آج امت مسلمہ جن مصائب مہلکہ میں مبتلا ہے، یہ اس کے اپنے ہی فعل و کردار کے انحرافات کا نتیجہ ہیں لیکن ان تمام انحرافات میں سے بلا شک وشبہ سب سے خطرناک ترین انحراف: "افکار ومفاہیم کا انحراف" ہے۔

انحراف عقل اور انحراف کردار:

کوئی داعی دو آدمیوں کو پاتا ہے ان میں سے ایک کا عقل وفہم سلیم ہیں البتہ اس کے قول و کردار میں انحراف و کجی پائی جاتی ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس کے کردار و عمل کی کجروی کے ساتھ ساتھ ہی اس کی عقل وفہم میں انحراف کجی موجود ہے ۔ داعیہ کو پہلے شخص کے کردار کی اصلاح کے لئے بہت معمولی سے محنت کرنی پڑے گی جبکہ دوسرے کی اصلاح کے لئے سخت جدو جہد کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس دوسرے کے لئے پہلی ضرورت یہ ہے کہ اس کے عقل وفہم کی اصلاح کی جائے اور پھر اس کے قول وفعل اور کردار وعمل کے فساد و بگاڑ کی اصلاح کی جائے ۔

انحراف عقل وکردار کا مجموعہ:

آج کے دور میں ہماری امت کے بکثرت افراد کی تلخ حالت کی حقیقت یہی ہے ۔ان کے انحراف میں اتنی وسعت آچکی ہے کہ وہ عملی انحراف اور کردار کے آگے بڑھ کر عقل وفہم کے بگاڑ و انحراف کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں ۔اور عقل وفہم کا انحراف بھی اس قدر آگے تک جا چکا ہے کہ اس دین قویم اسلام کے چوٹی کے مفاہیم میں بھی وہ انحراف میں مبتلا ہو گئے ہیں اور دین اسلام اسی غربت و بیگانگی کا شکار ہو گیا ہے جس کی پیشین گوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں اور دوسری کتب حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا ،وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا ،فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ

"اسلام غربت و بیگانگی سے شروع ہوا تھا اور بالآخر پھر یہ غربت و بیگانہ (اجنبی سا) بن کر رہ جائے گا۔"[1] (صحیح مسلم)

بقول شاعر:

"ہماری اس غربت و بیگانگی اور دین سے اجنبیت سے بڑھ اور غربت کیا ہوگی ،ہماری تو حالت بایں جا رسید کہ دشمن ہم پر حکومت کر رہے ہیں اور اپنی مرضی چلا رہے ہیں ۔"

فہم صحیح کی نعمت:

برادران ایمان ! فہم صحیح بہت ہی اہم مسائل میں سے ہے جس پر خصوصی توجہ دینی چاہیے خصوصا فتنوں کے زمانے میں تو اس کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے ۔کیونکہ ان حالات میں مخلوق حق تک پہنچنے میں مختلف درجات میں بٹ جاتی ہے ،اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کو فہم صحیح اور عقل سلیم سے نواز ا تھا اور اس پر ان کی تعریف بھی فرمائی اور حضرت داود علیہ السلام کو علم اور حکمت و نبوت اور حکومت عطا فرمائی تھی ۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا﴾

"ہم نے (معاملہ فہمی وفیصلہ کا طریقہ) سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں (داود اور سلیمان) حکم (حکمت و نبوت) اور علم بخشا تھا۔" (الانبیاء:79)

---

[1] صحیح مسلم:145۔

تفقہ اور معاملہ فہمی کی تلقین:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنے مکتوب گرامی میں لکھ بھیجا تھا: الفَهمَ الفهمَ فيما أُدلي إليك۔

"جو معاملہ تمہارے سامنے رکھا جائے اس میں صحیح فہم وفراست سے کام لینا۔"[1]

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: مَا أَعْلَمُهُ إِلَّا فَهْمًا يُعْطِيهِ اللهُ رَجُلًا فِي الْقُرْآنِ۔

"یا پھر وہ فہم (نعمت الہی ہے) جو اللہ اپنے کسی بندے کو اپنی کتاب قرآن کریم کا عطا فرمادے۔"[2]

اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا بِرَسُولِ اللهِ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں علم رکھنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاننے والے تھے۔[3]

"اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے اللہ سے دعاء فرمائی تھی کہ: اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ وہ انہیں دین کی سمجھ وتفقہ عطا کرے اور قرآن کے علم تفسیر وتاویل سے نوازے۔"[4] اور یہ بہت علم بڑے مرتبے والی چیز ہے۔

اسلام کے بعد دو بڑی نعمتیں:

الامام العلامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صحت فہم اور حسن قصد ونیت اللہ کی ان نعمتوں میں سے دو انتہائی عظیم نعمتیں ہیں جن سے اللہ تعالی نے اپنے بندے کو نوازا ہے، بلکہ نعمت اسلام کے بعد ان دونوں سے بڑی کوئی عطا نہیں ہے جو کسی کو دی گئی ہو، بلکہ یہ دونوں چیزیں جسد انسان کے لئے دو پنڈلیوں کی مانند ہیں جن پر وہ قائم ہے اور انہی دونوں کی بدولت انسان اللہ کے غضب یافتہ لوگوں (یہود) کے طریق سے بچ سکتا ہے جن کی نیت وقصد میں فساد و بگاڑ آگیا تھا اور انہی کی بناء پر بندہ گمراہ لوگوں (نصاری) کی راہ سے محفوظ رہ سکتا ہے جن کے عقول وافہام میں فساد و بگاڑ آگیا تھا۔ اور انہی کی وجہ سے بندہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے جن پر اللہ تعالی کا انعام واکرام ہو، جن کے عقل وفہم درست اور مقاصد ونیتیں صاف ہوئیں اور وہ صراط مستقیم پانے والے ہیں جسے پانے کی دعائیں کرنے کا ہمیں اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے کہ ہم ہر نماز میں ان لوگوں کی راہ پر چلنے اور ہدایت پانے کی دعائیں مانگیں۔ صحت فہم ایک نور ہے، جو اللہ بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے اسی کی بدولت وہ صحیح وغلط، حق و باطل، ہدایت وگمراہی اور ہدایت وراہ راست میں تمیز کرسکتا ہے۔"[5]

آگے چل کر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"کوئی مفتی اس وقت تک حق کے ساتھ فتوی نہیں دے سکتا اور نہ ہی کوئی ثالث وحاکم اس وقت تک حق کے ساتھ فیصلہ کرسکتا ہے جب تک کہ

---

[1] اخرجہ الدارقطنی فی سننہ: 4/ 206۔
[2] صحیح بخاری: 3047۔
[3] صحیح بخاری: 3654۔
[4] صحیح ابن حبان: 7055۔
[5] إعلام الموقعین: 1/ 87-88۔

انہیں دو طرح کے فہم عطا نہ کئے گئے ہوں، پہلا حالات و واقع کا فہم اور اس کے بارے میں علم و تفقہ اور دوسرا حالات کے بارے میں واجب کا فہم اور یہ اللہ کے اس حکم کا فہم و سمجھ ہے جس کا اس نے اپنی کتاب قرآن کریم میں فیصلہ فرمایا ہے یا پھر اپنے رسول ﷺ کی زبان ان حالات میں کوئی فیصلہ صادر کروایا ہے اور پھر ان حالات و فیصلوں کو موجودہ حالات پر قیاس کر کے فیصلہ کیا جائے۔"

بالآخر علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:

"جو شخص شریعت پر غور و فکر کرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسائل و قضایا پر گہری نظر ڈالے وہ بآسانی اس بات کو پا سکتا ہے کہ وہ اس چیز سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جو شخص اسے چھوڑ کر کوئی دوسرا راہ اختیار کرے گا وہ لوگوں کے حقوق کو ضایع کرے گا مگر وہ اسے بے جا طور پر اس شریعت کی طرف منسوب کر دے گا جو اس نے اپنے نبی ﷺ کو عطا کر کے آپ ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچائی ہے"۔

سوءِ فہمی یا غلط فہمی کے نتائجِ بد:

برادرانِ عقیدہ! تاریخ میں رونما ہونے والے بڑے بڑے واقعات و حوادث کا احاطہ کرنے والا شخص اس نکتہ کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس امت بلکہ پوری نوعِ بشر پر جتنی بھی مشکلات آئیں اور اس پر جس قدر بھی مصائب نازل ہوئی ان میں سے ہر کسی کے پیچھے اسی سوءِ فہمی کا ہی ہاتھ تھا ابلیس لعین دربارِ الٰہی سے بے خیر و رندۂ درگاہ ہوا تو اسی وجہ سے۔ ہابیل نے قابیل کو قتل کیا تھا تو اس کا سبب یہی سوءِ فہم تھا، اہلِ کتاب میں جو اختلافات سامنے آئے وہ سب، اسی کی بناء پر تھے اور امتِ مسلمہ میں جو تفرقہ آیا ہے تو وہ بھی محض اسی چیز سے، مسلمانوں کا خون بہایا گیا تو بنیاد میں یہی وجہ تھی اور مسلمانوں پر دشمن مسلط ہوا تو اس کی بنیاد میں بھی یہی سبب کارفرما تھا۔

اس امتِ اسلامیہ کے بڑے بڑے سپوتوں حضرت عثمان علی، علی بن ابی طالب، حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور بن جبیر رضی اللہ عنہم کو خاک و خون میں تڑپایا گیا تو صرف اسی وجہ سے۔

ابومسلم کے فتنہ میں بھی اسی کی بناء پر خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اسی غلط فہمی کے نتیجہ میں ہی ظلم کی چکی میں پیسا گیا اور ان کے مبارک بدن پر کوڑے برسائے گئے حتیٰ کہ اللہ کی مخلوق چلا اٹھی اور خلقِ کثیر جیلوں میں بند رہی تو اسی وجہ سے، تاتاریوں کی تلواریں دیارِ اسلامیہ پر لٹکتی رہیں تو اسی کی بدولت اور الحاد و زندیقیت، نفاق، خوارج اور گمراہ فرقوں کی راہ ہموار کرنے والی چیز یہی غلط فہمیاں اور سوءِ مفاہیم ہی تھیں۔ بقول شاعر:

"ان کے پاس نصوص و عبارات تو موجود ہیں مگر وہ انہیں سمجھنے سے قاصر ہیں کیونکہ انھیں علم و معرفت کی دولت میں تقصیر و کمی دی گئی ہے۔"

غلط فہمی اور موجودہ مصائب و مشکلات:

اے امتِ مسلمہ! آج کس قدر کل سے ملتا جلتا ہے، غلط فہمی و سوءِ فکری کے نتیجہ میں ہی عالمی آویزشیں اور چیلنج سامنے آرہے ہیں۔ فکری یلغار کی موجیں، عقائد و اخلاق کی لہریں اور موجودہ ذرائع ابلاغ کا طوفان بدتمیزی اسی مفاہیم کی جنگ ہی کا دوسرا نام ہے۔ اپنے فکری و ثقافتی طرز کو جبراً منوانے کی خواہش۔ گلوبلائزیشن عالمی بستی کے نام سے اصلاحات کی من مانی کوشش اور حریت و آزادی کے حوالے سے من مانی

چیزوں کا نفاذ انہی مفاہیم کے معرکوں کا ہی نتیجہ ہے ۔امت مسلمہ پر بہتانوں کی بوچھاڑ کر دی گئی ہے،انہیں دہشت گرد کہا جا رہا ہے،حقوق انسانی کی رعایت نہ رکھنے والے قرار دیا جا رہا ہے،انھیں یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ لوگوں کی آزادی کے دشمن ہیں ان سے حریت کا حق چھین لیتے ہیں، حق وعدل اور امن وسلامتی کے مناہج سے انہیں دور سمجھا جاتا ہے،اعلی اخلاقی اقدار اور شریفانہ اطوار پر طعن وتشنیع کی جارہی ہے اور اسلامی مسائل ومعاملات کے سلسلہ میں دورخی اور دوہری پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے تو یہ سب امور دراصل مفاہیم کی آویزش ہی کا نتیجہ ہیں ۔

غلط مفاہیم کو مسلمہ حقائق بنانا اور دوغلی پالیسیاں:

اللہ آپ سب کی حفاظت فرمائے ۔ذرائع ابلاغ کے زور پر غلط مفاہیم کو مسلمہ حقائق کی شکل میں بکثرت لوگ تسلیم کر چکے ہیں ۔دہشت گردی کا مفہوم ایسا نہیں کہ اس کے خلاف جنگ چھیڑی جا سکے سوائے اس کے کہ بعض اہل اسلام کی خطا کو بہانہ بنا لیا جائے لیکن املاک کی تباہی، مقامات مقدسہ کی بے حرمتی اور بلڈوزروں کی جنگ جو اسرائیلی یہودیوں نے فلسطین میں ہمارے مسلمان بھائیوں کے خلاف شروع کر رکھی ہے ۔اسے تو یہ عالمی جھوٹے دہشت گردی نہیں سمجھتے جبکہ اپنے جائز وآئینی حقوق کا دفاع کیا جا رہا ہو اور اپنے دین وآبرو کا تحفظ کریں تو یہ ان کے نزدیک دہشت گردی ہے،اب اس سے بڑھ کر مفاہیم کے ساتھ کھلواڑ اور کیا ہوگا؟اگر یہ چیز آج کے دور میں باعث تعجب نہیں اور خصوصا ہمارے اپنی ہی لوگوں کے نزدیک جو باچھیں چیر چیر کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر دشمن کا دفاع کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور فکری طور پر شکست خوردہ اور غیروں کے ذہنی غلام ہیں،تو پھر اہل اسلام کے مابین اختلاف میں مفاہیم کے آثار کا ظاہر ہونا اور انھیں خونی آویزشوں میں بدل دینا ایسا امر ہے جو کہ یقینا قابل تعجب ہے ۔

مقبوضہ عراق کی حالت زار:

غیور لوگوں نے وہ سب دیکھا اور دیکھ رہے ہیں جو کہ مقبوضہ سرزمین عراق میں ہوا اور ہو رہا ہے اور وہاں جو خون کی ہولی کھیلی گئی ۔اور کھیلی جا رہی ہے وہ انتہائی قابل مذمت ونفرت ہے اور گھات میں عرصہ سے بیٹھے دشمن کو عراق کی دولتوں اور املاک کو ہڑپ کرنے کا موقع مہیا کر رہی ہے ۔لہٰذا بھرپور درددل دجلہ وفرات کے دیس میں بسنے والے اپنے بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہتھیار ڈال دیں اور یہ خانہ جنگی بند کریں اور خونریزیاں روکیں،بے قصور ومعصوم لوگوں کے خون کی ندیوں کے آگے بند باندھیں اور عراق کے مسلمان عوام کی یکجہتی واتحاد کو قائم رکھیں ۔اپنے دینی وشرعی مفادات کا خیال کریں،اور روشن کتاب وسنت کے مفاہیم پر متفق رہیں اور ان کے مخالف جو کچھ دیں اسے دور نکال پھینکیں ۔

عقائد کی غلط فہمیاں:

برادران اسلام!مسلم امہ مفاہیم کی جن جنگوں سے دوچار ہوئی ہے ان میں سے شائد سب سے خطرناک جنگ عقائد کی غلط فہمیوں کی جنگ ہے جس کا تعلق شہادت توحید ورسالت،توحید عبادت،توحید اسماء وصفات،قضاء وقدر،(تقدیر خیر وشر) پر ایمان،اللہ کے لیے ہی محبت اور اسی کی خاطر ہی نفرت (الولاء والبراء) شرک،ممنوع وناجائز وسیلہ،غلط تبرک،شفاعت وسفارش،ولایت جماعت،تکفیر،غلو ومبالغہ آمیزی،محبت،

خصائص نبویہ،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں موقف اور روز آخرت میں کیا ہوگا۔اور انہی جیسے دیگر عقائدی امور سے ہے ۔

عبادات ومعاملات کی غلط فہمیاں :

اسی طرح مفاہیم عبادات ومعاملات،عقود وایگریمنٹس ،قضاء وفیصلہ واپیل ،زندگی،کائنات اور انسان کی طرف سے نظر،زمین کی آباکاری جیسے تمام مفاہیم ہیں اور کچھ اسی طرح ہی دعوت وتبلیغ ،امر بالمعروف ونہی عن المنکر یا احتساب ،جہاد،حریت وآزادی اور فکر وثقافت سے متعلقہ مسائل وقضایا،حجاب و پردہ،عورت اور نوجوان کے مسائل ،مذاکرات واصلاح اور دور حاضر میں رونما ہونے والے جدید فقہی مسائل ہیں ۔ یہ تمام امور صحیح مفاہیم کی اساس چاہتے ہیں کہ ان کی تخم ریزی اور پھر انہیں کی آبیاری کی جائے اور امام شاطبی جیسے نابغہ روزگار لوگ جسے فقہ المآلات، فقہ نتائج وانجام اور فقہ واقعی قرار دیتے ہیں،اس کا اہتمام کیا جائے فقہ کی ترجیحات واوّلویات کو سامنے رکھا جائے اور امت جن مراحل قوت و ضعف سے گزر رہی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس پر نص ہے،اس فقہ کا لحاظ کیا جائے اور ان کے بارے میں نصوص پر توجہ دی جائے ۔ان سے استدلال کے لئے منظم ومضبوط انداز اختیار کیا جائے ،نصوص سے استنباط کی صحت کا خیال رہے اور مقاصد شریعت کو بہتر طور پر استعمال میں لایا جائے اور ان میں قواعد فقہیہ کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے ۔

اسلام کے بارے میں تصحیح مفاہیم کی اپیل :

ہمارے دین اسلام اور ہماری شریعت الٰہیہ کے بارے میں مفاہیم ونظریات کو درست کر لینے کی یہ ایک مخلصانہ دعوت واپیل ہے ۔سب سے پہلے اس کا آغاز ہم اہل اسلام خود اپنے آپ سے کریں،اور ہمارے مسلمان بھائی کریں ،اپنے عقائد ونظریات اور افکار وتصورات کی اصلاح کی جائے اور پھر دوسرے غیر مسلم لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی بگڑی ہوئی بھیانک تصویر کو صاف واضح کیا جائے ۔کیونکہ افسوس ہے کہ! دنیا کی بہت اقوام وملل اور معاشروں کے سامنے اسلام کی تصویر کو انتہائی خوفناک بنا کر پیش کیا گیا ہے جو کہ ان کے ذہنوں کے پردوں پر نقش ہو رہی ہے ۔اس بھیانک تصویر کو صاف کیا جائے ۔

مطالعۂ اسلام کے طریقہ کی تصحیح اور اصلاح مفاہیم :

اس دین قویم کے بارے میں فہم وادارک حاصل کرنے کے لئے اس کے بارے میں مطالعہ کا طریقہ بھی تصحیح طلب ہے کہ طرز مطالعہ و معرفت کی بھی اصلاح ہو۔اب ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے یہاں مفاہیم میں خلط واختلاط آیا ہوا ہے جبکہ خود ان کے اندر اختلاط،تلبیس اور توہم پرستی موجود ہے،وہ نور وحی سے بہت دور اور سرور کائنات کی سنت کی مشعل راہ سے بہت ہی ہٹے ہوئے ہیں ۔ان پر گمراہیوں اور وہموں کی کیچڑ نے ڈیرا ڈال رکھا ہے،اور باطل وگمراہ کن خیالات ونظریات ان پر سایہ فگن ہیں ۔ یہاں تک کہ اجنبی مفاہیم اور غیروں کے نظریات وافکار کے پیچھے واقع اندھیر نگری میں صحیح مفاہیم چھپ کر رہ گئے ہیں اور صحیح مناہج کے سفینے،بیمار فکر کے سمندروں اور غلط نظریات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں یہ چیز اس امت کے سفینے کے کشتی بانوں یا کپتانوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اہل علم وفضل اور اہل دعوت وتبلیغ لوگ جو اصلاحی امور میں کوشاں ہیں وہ اٹھیں اور اصلاح مفاہیم کی سنجیدگی سے کوشش کریں اور امت کے موجودہ افراد کو خیر

القرون کے لوگوں علیہم من اللہ الرحمۃ والرضوان ۔ کے مفاہیم کے ساتھ مربوط کر دیں تا کہ امت کو نیا صحیح وسلامت پار (ساحل مراد پر) لگ سکے ۔

فہم سلف کو ترجیح دینا:

امام شافعی فرماتے ہیں: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء ہماری اپنی آراء سے بہت اچھی اور اولی ہیں ۔"[1]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا سنت ہے، اس کے لئے دعاء کرنا قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے، ان کی اقتداء کرنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا وسیلۂ نجات ہے اور ان کے آثار واقوال کو اختیار کرنا باعث فضیلت ہے ۔"[2]

امام شاطبی رحمہ اللہ فرمائے ہیں:

"شرعی دلائل پر نظر رکھنے والے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس کے بارے سلف صالحین کے فہم کو ضرور پیش نظر رکھے اور انہوں نے اس پر کیسے عمل کیا اسے بھی نظر انداز نہ کریں ۔ یہی چیز صحت وصواب کے لئے ضروری ہے ۔ اور علم وعمل کے لئے صحیح وسیدھی راہ ہے ۔"[3]

اگر ہر شخص دوسروں کے مفاہیم کی تصحیح کا مطالبہ کرتا جائے تو پھر اس سلسلہ میں سلف صالحین امت کا فہم فیصلہ کن ہو گا ۔ اور اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾

"تم جس معاملہ میں اختلاف وتنازع کر بیٹھو تو اس کا فیصلہ اللہ (ہی کی طرف ہے اسی) سے کروالو ۔" (الشوری:10)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف، اگر تمہارا اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے ۔" (النساء:59)

اللہ والو! اللہ سے ڈرو اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور سلف امت کے فہم پر متحد رہو، دنیا وآخرت میں سعادت پاؤ گے اور فوز و فلاح تمہارا ہوں مقدر ہوں گے ۔

مرض کی تشخیص اور اسباب:

برادران گرامی: احباب کرام! مفاہیم میں اختلاط نہ ہوئے پائے ۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ بیماری کی تشخیص کر کے اس کے لئے دوا کا نسخہ بھی طے کر دیا جائے ۔ مفاہیم میں خلل واختلاط کے اہم اسباب میں سے جہالت، خواہشات نفس کی پیروی، تعصب، مذموم فرقہ پرستی، دنیا کو

---

[1] مناقب الشافعی للبیہقی: 1/ 442۔
[2] السنۃ: 78۔
[3] الموافقات: 3/ 77۔

ترجیح دینا،مخلوق کی خوشامد و چاپلوسی ،ضعف ایمان ،ترک تقوی ،شہرت پانے کے پیچھے بھاگنا،محکمات (فیصلہ کن آیات) کو ترک کرنا، متشابہات کے پیچھے پڑنا،مسائل میں شاذ آراء کو اختیار کرنا وغیرہ ہیں ۔

امام بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ، فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَمَّى اللهُ، فَاحْذَرُوهُمْ ۔

" جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کا پیچھے کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی اللہ تعالی نے مذمت کی ہے ۔"[1] (بخاری و مسلم)

امام دارمی اور دار قطنی وغیرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "إِنَّهُ سَيَأْتِي نَاسٌ يُجَادِلُونَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوهُمْ بِالسُّنَنِ فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللَّهِ"

" کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو قرآن کی متشابہ آیات کے ذریعے تمہارے ساتھ مناظرے و مجادلے کریں گے ۔ان کا مقابلہ سنن و احادیث کے ذریعے کرو کیونکہ اہل سنن (محدثین) کتاب اللہ کو زیادہ جاننے والے ہیں ۔"[2] (دارمی،دار قطنی)

اہل سنت والجماعت:

اہل سنت والجماعت کا سنہری سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے شروع ہوتا ہے، پھر پورے خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے تابعین آتے ہیں،ان کے بعد آئمہ اربعہ،امام اوزاعی امام لیث ،امام سفیان ثوری ،امام سفیان بن عیینہ اور دوسرے آئمہ حدیث ہیں ۔اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور امام دعوت و اصلاح شیخ محمد بن عبد الوہاب وغیرہم رحمہم اللہ جمیعا ۔کی باری آتی ہے ۔

اہل علم کی طرف عدم رجوع:

مفاہیم میں خلل و اختلاط آ جانے کے اسباب میں سے ہی معتبر اہل علم و فضل حضرات کی طرف رجوع نہ کرنا بھی ہے ۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾

" اگر یہ لوگ اس (امن یا خوف کی خبر) کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اپنے میں سے باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں (فقہاء) کے حوالے کر دیتے تو وہ لوگ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے ۔" (النساء:83)

عہد شباب میں غلط فہمیوں کا امکان:

نو عمری و شباب بھی غالب حالات میں غلط فہمیوں کا زمانہ ہوتا ہے، چنانچہ ان کی بعض فاسد تاویلات بیان کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ۔آج جبکہ ذرائع ابلاغ اور سیٹلائیٹ چینلز جو حریت و استقلال کے نام سے کام کر رہے ہیں وہ اس امت کے صحیح مفاہیم و نظریات میں تشکیک پیدا کرنے کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں ۔اس کے رموز و امتیازات پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں،اور امت مسلمہ کے خلاف کیچڑ اچھال رہے ہیں،اور

---

[1] صحیح بخاری:4547،مسلم:2665۔

[2] سنن الدارمی فی المقدمہ:119۔

امت کے ثوابت اور ان کے ناموں میں کیڑے نکالے جا رہے ہیں اور اس کے علماء وفضلاء اور عظیم شخصیات پر نقد و جرح کرتے ہیں ۔ ہر قوم کا کوئی وارث ہوتا ہے ۔ یہ لوگ شور مچا رہے ہیں اور اس امت کے فکر اور اس کی موروثی تہذیب کی شاندار اور صحیح وسالم عمارت کو مسمار کرنے کے درپے ہیں ۔

علاج مرض:

اس درد کا درماں؟ ان امراض اور بیماریوں کا علاج کیا ہے؟ اللہ تعالی آپ کا نگہبان ہو ۔ ان کا علاج حسن نیت، تلاش حق، اللہ کے تقوی اور اسلاف کے موقف کو اختیار کرنے میں پنہاں ہے وہ علم کی بناء پر ایک موقف طے کر گئے ہیں اور گہری بصیرت کے ساتھ انہوں نے ایسی تمام روؤں کا مقابلہ کیا تھا ۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر یاد رکھیں کہ مفاہیم کے فتنے ایک ایسا غرق وتباہ کر دینے والا سمندر ہیں کہ جن کا کوئی ساحل و کنارہ نہیں ہے، کتنے ہی لوگ علم کے ذریعے دوسروں کو فتنوں میں مبتلا کر رہے ہیں اور کتنے ہی ایسے ہیں جو محض اندھی تقلید کی وجہ سے ان فتنوں میں پھنستے چلے جا رہے ہیں ۔ آج کے دور اور اہل زمانہ نے بیشمار وہ صورتیں جمع کر دی ہیں جو کہ غلط فہمیوں کا نتیجہ ہیں اور شاذ ہی اتنی مثالیں اور صورتیں کبھی کسی دوسرے عہد میں یکجا نہ ہوئی ہوں گی حتی کہ آج ان غلط مفاہیم کی اصلاح کے لئے فقہ و سمجھ بہت ہی کم رہ گئی ہے، اور ان کے لئے کوشش کرنے کو اپنے لئے بہت بھاری عمل سمجھا جا رہا ہے، اور یہ سب اس لئے ہو رہا ہے، کہ غلط مفاہیم کے مالک سمجھتے ہیں کہ صحیح وصواب صرف وہی ہے جسے وہ صحیح وصواب سمجھ رہے ہیں ۔ ان کے سوا کسی کے پاس حق وصواب نہیں ہے ۔ ان کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے کسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾

”کیا وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے (وہ ہدایت یافتہ شخص جیسا ہے؟ یقین مانو کہ) اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے ۔“ (فاطر:8)

الزام تراشیاں:

صحیح مفاہیم والوں کو کتنے برے برے ناموں سے پکارا گیا، انہیں مجسمہ، حشویہ اور وہابیہ کے نام دیے گئے اور کتنے ہی صحیح اقوال کو غلط مفاہیم اور بیمار افکار قرار دیا گیا ۔ حتی کہ بعض مغرب سے شکست خوردہ ذہنوں کے مالک لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ آج تہذیب وترقی کے لئے دین کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا، اس کے مفاہیم اور اقدار پر کیچڑ اچھالنا، اس کے ثوابت و امتیازات میں کیڑے نکالنا اور اس کے تمام محکمات ومسلمات کو بھی مذاکرات اور فکر ونظر کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہو گیا اور وہ بھی واقعی اس کے مطالبے کرنے لگے اور ان میں سے بعض نے تو فساد و بگاڑ کو ہی اصلاح سمجھ لیا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ[11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

”جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد و بگاڑ مت پیدا کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح ہی کر رہے ہیں، خبردار! وہی فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں مگر انہیں اس بات کا شعور و سمجھ نہیں ۔“ (البقرہ:11)

پہلےلوگوں (بنی اسرائیل) میں سے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ﴾

"مجھے خدشہ ہے کہ یہ تمہارا دین کو بدل دے گا یا پھر یہ دنیا میں فساد و بگاڑ پیدا کردے گا" (المؤمن:26)

سنبھل جاؤ:

اے فریب خوردہ لوگو! سنبھل جاؤ سنبھل جاؤ، اے شکست خوردہ ذہنوں کے مالکو! ذرا آہستہ، ذرا ٹھہر تو لیں۔ اے امور شریعت میں دخل اندازی کرنے والو! یہ پردہ اٹھ گیا ہے، حق واضح و روشن ہو کر سامنے آ گیا ہے بلکہ حق ڈنکے کی چوٹ سر بلند ہو رہا ہے بلکہ اس کا جادو تو اب سر پر چڑھ کر بول رہا ہے۔ مفاہیم کو ان کے صحیح مقام پر لے آیا گیا ہے، اب کسی معاند کے پاس کوئی آسرا نہیں رہا اور نہ ہی کسی جدل و مناظرہ باز کے پاس کوئی حجت رہ گئی ہے۔

نجات امت کا ذریعہ: تصحیح افہام و مفاہیم:

امت کو اس گڑھے سے نکالنے اور ان آویزشوں سے نجات دلانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے آپ میں مفاہیم کی تصحیح کریں اور پھر دوسروں میں پھیلی غلط فہمیوں کو دور کریں اور اس کام کو کرنے کے لئے دور حاضر کے تمام ذرائع، ٹیکنالوجی اور میڈیا کی تمام خدمات کو بروئے کار لایا جائے اور یہ کام اس بیماری کے مزید بڑھ جانے اور اس کے علاج کے محال یا اس کے لاعلاج ہو جانے سے پہلے پہلے کر لیا جانا چاہیئے۔

عبرت و بصیرت:

ہمارے لئے تاریخ میں مذکور غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے ان لوگوں کی زندگیاں باعث عبرت و بصیرت ہیں جو اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوئے اور اپنی حیرت و اضطراب کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔"

ان کی روحیں ان کے اپنے ہی جسموں سے خوفزدہ و وحشت خوردہ ہیں اور انہیں دنیا سے اذیت و وبال کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور دوسرا سارے معاہد و اداروں میں گھوم پھر بیٹھا اور اس کی نگاہ ان ہی نشانوں میں چلتی پھرتی رہتی ہے اور اس کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی آدمی حیران و پریشان ہو کر ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے بیٹھا ہو یا ندامت سے سر جھکائے پڑا ہو۔

اے اس گروہ سے یا اس جماعت کے لوگو! قبل اس کے کہ وقت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اس درد کا کوئی درماں کر لو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

"پھر اگر یہ آپ کی بات نہ مانیں تو آپ یقین کر لیں کہ یہ صرف اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا بغیر اللہ کی راہنمائی کے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (القصص:50)

ابتلاء وآزمائش اور فتنے: اسباق و دروس اور صحیح طرز عمل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

1425/1/21ھ 2004/3/11ء

حمد وثناء کے بعد

مسلمانو! یہ زندگی اپنی تمام تر شیرینیوں اور سجاوٹوں کے باوجود بہت ہی مصائب ومشکلات کا گھر ہے، جو شخص اس میں آئے اور رہے گا وہ کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور ہی مبتلا ہوگا یا وہ ایسے عجیب وحالات سے دو چار ہوگا جو اسے گھیرے میں لے لیں گے، اور انسان اس زندگی کے معرکوں میں جدو جہد کرتا ہے تاکہ سعادت وخوشی پائے اور ہنگامی حالات سے نپٹنے کے لئے وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے تاکہ وہ ایسی زندگی جیئے جو اس زمین کی آبادکاری کے لئے اس کے شایان شان ہو اور اس سلسلہ میں ہر شخص کوشاں ہے، ہر کوئی صبح گھر سے نکلتا ہے اور اپنے نفس کا سودا کرتا ہے کوئی تو اسے جہنم کی آگ سے آزاد کروالیتا ہے اور کوئی اسے تباہی میں دھکیل بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ﴾

"اے انسان! تو اپنے رب کی طرف پہنچنے میں خوب کوشش کرتا ہے سو اس سے جا ملے گا۔" (الانشقاق:6)

تعارف دنیا بزبان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس دنیا کا جو تعارف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ اس سے بہتر کوئی تعارف ووصف ہو ہی نہیں سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے: أَلَا إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللهِ، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ۔

"یہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کے ذکر اور اس کے جو اللہ سے تعلق رکھتا ہے۔"[1] (مسجد میں دینی کتابیں اور دینی مدارس وغیرہ جسے اللہ پسند کرتا ہے)۔

ہتھیار مت پھینکیں:

جب اس زندگی میں اپنا دفاع کرنا انسانی فطرت کے امور میں سے ایک ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں سے بہت سارے لوگ زندگی کے معرکوں میں ہتھیار پھینک دیتے اور پیٹھ پھیر جاتے ہیں اور ان کی قوتیں جواب دے دیتی ہیں، خصوصا جب انہیں بلا استثناء زندگی کے ہر موڑ پر نت نئے نئے حالات اور نیرنگی زمانہ اپنے جال میں لے لیتے ہیں، آپ انہیں ان حالات میں دیکھیں گے کہ وہ ادھر ادھر جھانکے بغیر اور کسی کی پرواہ کئے بغیر چڑھائی کی جانب چڑھنے میں کوشاں ہیں حالانکہ ان کے خیر خواہ اور ان سے شفقت ومحبت رکھنے اور ان کے معاملے میں ڈر رکھنے والے ہیں، وہ انہیں پیچھے سے پکار رہے ہوتے ہیں لیکن وہ طرح طرح کے خوف وخطر اور اوہام پرستی میں مبتلا رہنے اور انہی میں پھنسے رہنے کو ترجیح دیئے جا رہے ہیں، مایوسیوں میں مبتلا ہیں، ہاتھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی زندگی میں امید کی کوئی کرن نہ پائیں گے نہ ہی فال حسن کا نام ونشان ملے گا اور نہ ہی اصلاح کرنے اور افضل کی طرف قدم بڑھانے کی کوشش کے آثار ونشان ملے گا۔ ان

---

[1] ترمذی:2322۔

کے یہاں صرف یہی ہے کہ وہ فوراً بے صبری اور چیخ و پکار پر اتر آتے ہیں اپنے حق سے فوراً دست بردار ہو جائیں گے اور گھبرا کر جزع وفزع شروع کر دیں گے اور ڈر جائیں گے۔ اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے:﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا[19] إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا[20] وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا[21] إِلَّا الْمُصَلِّينَ﴾

"اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان بے حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے سوائے ان کے جو کہ نماز گزار ہیں۔" (المعارج:19-22)

یہ مایوسی یہ نا امیدی:

یہ سب لوگ بنی آدم انسان ہیں البتہ ان پر مایوسی و نا امیدی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے اور ذلت وخواری کا یہ عالم ہے کہ انہیں اپنے اسلامی و انسانی تشخص پر سنجیدہ فخر اور اعتزاز بھی بھول چکا ہے اور وہ بشری طبیعت میں ودیعت کئے گئے خصائص قوت وصبر اور ڈٹ جانے کو بھی بھلا چکے ہیں۔ ان کی حالت یہ ہوگئی کہ عمل کرتے ہوئے متردد رہتے ہیں، اپنی نسبت پر شرماتے ہیں اور نتائج کے بارے میں مبتلائے وسواس رہتے ہیں اگرچہ وہ خوش کن ہی کیوں نہ ہوں حتی کہ اب ہمتیں کمزور پڑ کر رہ گئی ہیں اور عزائم میں ضعف آ گیا ہے، اب زندگی سے نافرمانی کر کے بھاگے ہوئے لوگ زندگی کے کندھوں پر سوار ہو گئے ہیں، اور ہم میں سے اکثر لوگ مصائب ومشکلات میں مبتلا ہونے کے نتیجہ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں اور یہی وہ یقینی سبب ہے کہ جس نے سمندر میں چلنے والے جہاز کے کپتان کو کنوؤں سے پانی لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور چھوٹے لوگ تو ساحل مراد پہ جا پہنچے ہیں جبکہ اکابر و بڑے لوگ کونوں کھدروں میں گھسے بیٹھے ہیں۔

ابتلاء و آزمائش: قدیم سنت:

اللہ والو! موجودہ ہنگامی حالات میں اور مسلمان ممالک پر دشمنوں کے جبر و اکراہ اور زبردستی اپنی بات منوانے کے اسباب کوئی آج کی پیداوار نہیں بلکہ ابتلاء و آزمائش تو پرانی سنت چلی آ رہی ہے بلکہ آزمائش صرف شر و برائی اور مصیبت میں ہی منحصر نہیں بلکہ خیر و بھلائی بھی باعث آزمائش ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾

"اور ہم تمہیں تنگی و آسودگی میں مبتلا کر کے آزماتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔" (الانبیاء:35)

اصل مصیبت: منفی طرز عمل:

آزمائش کا اللہ کی پرانی سنت ہونا باعث مصیبت نہیں، مصیبت تو یہ ہے کہ اس آزمائش کے ساتھ منفی طریقے سے ڈیل کرتے ہیں، کیونکہ واجب تو یہ ہے کہ مومنوں کا موقف اس آزمائش کے سلسلہ میں از روئے ایمان بالکل واضح و جلی ہو کہ یہ مصیبت و آزمائش اللہ کی طرف سے ہے اور پھر انہیں اس بات کا بھی ادراک ہو کہ آزمائش و مصیبت اگرچہ بظاہر ہمارے لئے شر و مشکل ہے لیکن یہ اپنے اندر اہل توفیق کے لئے بیشمار خیرات و برکات کو سمیٹے ہوئے ہے، اور اس بات کا سب سے واضح ترین پتہ وہ مشہور واقعہ تہمت دیتا ہے۔ جس میں اولاد آدم علیہ السلام کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداک آبی وامی (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو) کی عزت (ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عصمت) کو

داغدار کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾

"بیشک جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے وہ تم ہی میں سے ایک جماعت ہے، اسے اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے اچھا ہے۔"

(النور:11)

مصائب وفتن سے حاصل ہونے والے اسباق و دروس:

لوگوں میں سے سعادت مند وہ شخص ہے جو ان آندھیوں اور طوفانوں میں بھی اپنے لئے امید کا دامن پا لیتے ہیں، اور صاحب عقل و دانش وہ ہے جو مصائب ومشکلات میں بھی انعامات کا پہلو نکال لیتا ہے اسلامی ممالک پر جو زبردست ومہلک اور تباکن یلغار کی جا چکی ہے اس میں ہمارے لئے جو دروس واسباق پائے جاتے ہیں وہ بھی کوئی کم نہیں ہیں۔

(1) انحراف ومایوسی نہیں:

ان اسباق و دروس میں سے اہم ترین سبق یہ ملا ہے کہ مسلمان چاہے کتنے بھی بلند مقام ومرتبہ، فراغت بال اور استقرار حال والے ہو چکے ہوں وہ پھر بھی کسی نہ کسی رنگ کی آزمائش کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ لہٰذا ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے اس مقام و درجہ اور مقام ومرتبہ پر اطمینان کر کے نہ بیٹھ جائیں اور نہ ہی وہ کسی مایوسی وناامیدی میں مبتلا ہوں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہمیشہ خوشیوں اور مسرتوں کا ہی اپنے نفس کو عادی کر لینا مسلمانوں پر نازل ہونے والے امتحانات ومصائب یا ان کے قریب والوں پر گرنے والی بجلیوں کے وقت ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے اور اللہ کی طرف سے امتحان ہوتا ہے تو ایسے میں لوگ دین سے منحرف ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ سے امید کھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ہی ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾

"اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر اسے کوئی (دنیوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب وہ مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت آن پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے۔ (یعنی پھر کافر ہو جائے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی یہی تو واضح وصریح نقصان ہے۔" (الحج:11)

(2) کھرے کھوٹے ایمان کی پہنچان:

اللہ کے بندو! فتنے اور آفات وامتحانات ہی ایمان کے دعوے کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں اور کھوٹے یا کھرے ایمان کی پہچان کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ﴾

"بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جب انہیں اللہ (کی راہ) میں کوئی ایذاء پہنچتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذاء کو (یوں) سمجھتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب ہو۔" (العنکبوت:10)

(3) کالی بھیڑوں (منافقین) کی پہچان:

موجودہ حالات سے ایک اہم درس یہ بھی ملتا ہے کہ مسلمانوں کی صف میں گھسے ہوئے وہ لوگ کھل کر سامنے آجاتے ہیں جو کہ مسلمانوں میں سے ہی ہوتے ہیں، انہی کی بولی بولتے اور اپنی ایک خاص شناخت و پہچان رکھتے ہیں اور ان کا انداز گفتگو بھی خاص ہی ہوتا ہے اور اللہ ان کے اسرار و بھید خوب جانتا ہے۔ یہ لوگ دراصل دشمن کے ایجنٹ و معاون ہوتے ہیں، اور ان کی حقیقت صرف امتحانات اور جنگوں میں ہی کھل کر سامنے آتی ہے۔ اور یہ حقیقت مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ہر وقت چوکنے رہیں اور اس بات سے کبھی غافل نہ ہوں بلکہ اس اہم امر کا ہر وقت دھیان رکھیں اور مسلمانوں کے ممالک پر ضروری نہیں کہ بلغار و حملہ صرف باہر سے ہی ہو اور ہم داخلی محاذ کو نظر انداز کر کے بیٹھے رہیں اور اس سے چشم پوشی کریں بلکہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ حملہ وہیں سے ہو جائے ہم جسے ہم مقام امن سمجھتے بیٹھے ہوں۔

اللہ والو! اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ جن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وآبرو پر وار کیا تھا وہ مسلمانوں کی اپنی صف میں سے ہی اٹھے تھے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی صفوں کی خوب چھان بین کر کے ان کی تطہیر کی جائے اور فتنوں یا مصائب کے زمانے میں کالی بھیڑوں کو الگ کر دیا جائے جیسا کہ غزوۂ احد کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ [166] وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ﴾

"اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو وہ اللہ کے حکم سے (واقع ہوئی) اور (اس سے) یہ مقصد تھا کہ اللہ تعالی مومنوں کو اچھی طرح معلوم کرلے اور منافقوں کو بھی معلوم کر لے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے۔ یہ اس ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ یہ چھپائے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔"

(آل عمران:166-،167)

(4) گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے:

اللہ کے بندو! اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فساد و بگاڑ کا بیرونی دشمن کی نسبت اندرونی کالی بھیڑوں سے زیادہ ہوتا ہے اس کی یہ بات کوئی دور کی کوڑی نہیں ہے، اور یہ کہ قرابت و رشتہ داروں کا ظلم غیروں کی تیز دھار تلوار سے بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہوتا ہے۔ جو شخص کتاب اللہ قرآن کریم کو غور و تدبر کے ساتھ پڑھے گا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کریم میں پینتیس (35) سے زیادہ

مرتبہ منافقین کا ذکر کیوں آیا ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے نبی ﷺ نے آخر زمانہ میں متنبہ رہنے کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ. قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟ قَالَ: قَوْمٌ يَسْتَنُّونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ. فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، صِفْهُمْ لَنَا. قَالَ: نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا.

"اے اللہ کے رسول ﷺ ہم جاہلیت وشر میں مبتلا تھے تو اللہ تعالی نے ہمیں اس خیر (اسلام) سے نوازا۔ کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر رونما ہونے والا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہاں، میں نے عرض کیا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر و بھلائی بھی ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہاں ہوگی، مگر اس میں کچھ خرابی بھی ملی ہوگی۔" میں نے عرض کیا: وہ خرابی کہاں ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "لوگ میری سنت وطریقہ چھوڑ کر دوسرے طریقے اختیار کرلیں گے، آپ یہ چیز ان میں پائیں گے اور ان پر نکیر کریں گے۔" میں نے عرض کیا: کیا اس خیر و بھلائی کے بعد پھر کسی شر کی توقع ہے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر بیٹھے لوگوں کو اپنی طرف بلا رہے ہوں گے جس نے ان کی آواز پر لبیک کہہ دیا وہ اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں ان کا مکمل تعارف کروا دیں نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ لوگ ہماری اپنی ہی قوم وامت مسلمہ کے افراد ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے.."[1] (صحیح مسلم)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ آئے ہیں: وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ۔

"ان میں کچھ لوگ وہ ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے ہوں گے مگر وہ انسانی سینوں میں چھپے ہوں گے۔"[2]

اللہ والو! ان لوگوں کے اوصاف یہ ہیں اور یہی ان کا تعارف ہے اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے جب ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ [41] وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوحِينَ﴾

"اور ہم نے انہیں پیشوا بنایا تھا وہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائیگی، اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور وہ قیامت کے روز بھی بدحالوں میں ہوں گے۔" (القصص:41-42)

(5) فتنوں کے سامنے گھٹنے مت ٹیکیں:

اللہ والو! فتنوں کے چلتے طوفانوں میں ہمارے لئے ایک بڑا اہم سبق یہ بھی پنہاں ہے کہ بعض مسلمان جو حادثات و ناگہانی حالات کے سامنے

---

[1] صحیح مسلم:1847۔

[2] صحیح مسلم:1847۔

گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور ان کے سامنے ذلیل وخوار بن جاتے ہیں کوئی اس معاملہ میں تھوڑا جھکے یا زیادہ بہر حال یہ فطرت انتہائی خطرناک ہے کیونکہ ایسے لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جب دیکھا شر وخطر مسلمان ممالک پر حملہ آور ہورہا ہے تو وہ بھی اس شر کی طرف ڈھل جاتے ہیں بلکہ اسی میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں اور سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اب ان کا اس حالت میں اکیلے باقی رہ جانا کوئی منطق نہیں رکھتا، اور لوگوں کی اکثریت اس رنگ میں رنگی جاچکی ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ اس شر کا لوگوں میں منتشر ہوجانا ہی اس کے حکم کے بدل جانے کے لئے کافی ہے اور وہ یہ بھی سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اب اس شر کے طوفان بدتمیزی کے سامنے کھڑے ہونا ایسے ہی ہے جیسے کوئی زبردست اور تند تیز سیلاب کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے، جبکہ اللہ والو! حق اس نظریہ کے برعکس ہے۔ مؤمن صادق وآزاد وہ ہے جو لوگوں کی عادات سے ہٹ کر صرف حق و صواب کی راہ اختیار کرتے ہیں اگرچہ اس سلسلہ میں انہیں اکثریت کو ٹھکرانا ہی کیوں نہ پڑے کیونکہ حق و باطل کا معیار اس پر چلنے والوں کی اکثریت وقلت نہیں۔ ارشادالٰہی ہے: ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾

"آپ (اے نبی!) اگرچہ بھر پور تمنا وکوشش بھی کریں ان میں سے اکثر لوگ ایماندار نہ ہوں گے۔" (یوسف:103)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾

"اگر آپ (اے نبی ﷺ!) اہل زمین میں اکثر لوگوں کی بات مان لیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے۔" (الانعام:116)

اسی لئے اللہ تعالی نے فتنوں میں اکثریت کے پیچھے تابع مہمل ہو کر لگ جانے کا اثر وانجام بیان فرمادیا ہے اور بتادیا ہے کہ اس میں کسی کو اس کی مسئولیت و ذمہ داری معاف نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ واقعہ تہمت کے ضمن میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لئے اتنا ہی وبال ہے اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا (حصہ نہ ڈالا)، اسے بڑا عذاب ہوگا۔" (النور:11)

(6) اپنے دین پر فخر واعتزاز کا رویہ:

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور فتنوں کے ان طوفانوں اور مصائب ومشکلات اور امتحانات کے ان جھگڑوں میں اپنے دین پر فخر واعتزاز کا رویہ اپناؤ، پر عزیمت وہمت رہو، اور نرم نہ پڑنے والے ارادوں پر ڈٹے رہو، ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے راستے کی روشن جانب نظر ڈالنے کی عادت بنائیں اور چیزوں کو وہ معنی ومفہوم دیں اور ان امور کی ایسی تفسیر وتوجیہ کریں جو ہمارے دلوں میں امید کی کرنیں پیدا کرے اور اللہ کے ساتھ امیدیں وابستہ کرنے کا داعیہ پیدا کرے۔

(7) اللہ کا ہاتھ مومنوں کے ہاتھ پر:

ہمیں اس بات کا بھرپور یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کا ہاتھ مؤمنوں کے ہاتھوں پر، اس کی مدد ہمیشہ ان کے ساتھ ہے چاہے جیسے بھی حادثات رونما اور حالات درپیش ہوں اور چاہے مصائب ومشکلات کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائیں۔ ارشادالٰہی ہے: ﴿فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

" پھر جو عہد شکنی کرے تو عہد شکنی کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔" (الفتح:10)

چند سوالات:

ہم نے جو باتیں ذکر کی ہیں ان کے پیشِ نظر بعض لوگوں کے ذہنوں میں کئی سوالات اٹھ سکتے ہیں، مثلاً

(1) کیا یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہوں جو کہ ان کی راہ کی رکاوٹ یا ان کی عمارت کی حالت کو مخدوش بنانے پر تلے ہوئے ہوں؟

(2) کیا یہ بات واقعی معقول ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کے مابین ایسی کالی بھیڑیں بھی چھپی ہوئی ہیں جو اسلام کی عمارت کو گرانے کے لئے اپنی مرضی سے دشمنوں کے ہاتھ کی کدال بلکہ اس سے بھی زیادہ تباہ کن ہتھیار بنے ہوئے ہوں؟

(3) کیا یہ واقعی یہ بات ممکن ہو سکتی ہے کہ ہم اس حال کو پہنچ گئے ہیں جس میں ہم دشمنوں کے لگائے ہوئے زخموں سے بھی زیادہ اپنے ہی ہم دین و ہم مذہب اور ہم زبان لوگوں کے زخموں سے کراہ رہیں ہیں؟

جواب ان سوالوں کا:

ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں واقعی ایسا ہوا ہے اور یہ کوئی باعث تعجب و انہونی بات نہیں ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ نبی صادق و مصدوق ﷺ اس کے بارے میں پیشین گوئی فرما کر گئے جیسا کہ ہماری ابھی ابھی ذکر کردہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں آیا ہے۔ اگر معاملہ ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالی ان لوگوں کو وعید نہ سناتا اور نہ ہی سرزنش کرتا جو مسلمانوں میں گمراہی و فحاشی پھیلانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

" اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی و بے حیائی پھیل جائے، انہیں دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔" (النور 19)

بکی ہوئی قلمیں اور تہذیب غرب کے گندے انڈے بچے:

اللہ والو! اس میں کوئی اچنبھے والی بات نہیں کہ کچھ قلمیں بکی ہوئی ہیں جنہوں نے ان اہل قلم لوگوں کے پوروں کو ٹیڑھی فکر اور الٹی سوچ کو پھیلانے پر لگا رکھا ہو، یا کچھ ایسے لوگ ہوں جو اسلام کے رواں دواں اور سدا بہار قافلے کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے پر لگے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنے افکار کے نطفے پھیلا دیئے ہیں تاکہ ہر کس و ناکس کی دہلیز پر یہ گندے انڈے بچے جنم لیں اور انہی کی بدولت وہ کبھی تو دین اسلام کے قواعد و ثوابت اور امتیازات کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں شک کا زہر گھولتے ہیں اور اکثر وہ اشاروں کنایوں سے کام لیتے ہوئے انگلیوں اور کن اکھیوں سے اشارے کرتے اور عیب جوئی کے ذریعے ہمارے قواعد اسلام اور معاملات دین کے بارے میں تشویش

پیدا کرتے رہتے ہیں۔ان میں سے بعض کا اہم ترین مشغلہ ہی صرف یہ ہے کہ وہ عورت کے بارے میں شریعت اسلامیہ کے موقف کو تنقید کا نشانہ بنائیں، انہوں نے عفت وعصمت کے ضامن حجاب و پردہ کا مذاق اڑایا،گھر میں مرد کی قوامیت و برتری کے خلاف زبان درازی کی اور دشمنانان دین کے سامنے مسلمانوں کی پسپائی وکمزوری کو دینی مناہج کی خلل وکوتاہی کا نتیجہ قرار دیااور یہ گمان بد کر بیٹھے کہ اصلاح تو ان دینی مناہج کی ہونی چاہیے۔

بعض اداروں کی بے حیائی کی انتہاء:

اسی طرح اس بعض ٹی وی اسٹیشن اور سیٹلائیٹ چینلز ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو صرف اسی کام کے لئے شعوری یا غیر شعوری طریقے سے اور یہ شعوری وغیر شعوری دونوں ہی مصیبت ہیں مگر انہوں نے اپنے آپ وقف کر رکھا ہے کہ وہ ہر اس چیز کو نشر کریں جو عفت وعصمت و پاکدامنی کا خاتم کرنے اور حشمت وشرافت کا نام ونشان مٹانے والی ہے۔وہ گناہ کو بلاشرم وحیاء پوری عریانی سے نشر کر رہے ہیں، انہوں نے شرعی حدود وقیود سے عاری ایسی کلبیں بنا کر انہیں نشر کرنا شروع کر رکھا ہے جوکہ نوجوان لڑکوں اور دوشیزاؤں میں مفاہمت کی حسّ کو بیدار کریں تاکہ وہ اسلامی وعربی ،عزت وکرامت ،غیرت ونخوت اور قواعد حیات کا دلیرانہ مذاق اڑائیں اور ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔انہوں نے ان کلب ٹائپ پروگراموں کو اسلام کا مذاق اڑانے کا درس کورس بنادیا ہوا ہے،اس عریانی وفحاشی اور بے حیائی کی نشر واشاعت کے نشے میں وہ فلسطین وعراق اور چیچنا (وبوسنیا) وغیرہ کے بے آسرا لوگوں اور یتیم بچوں کو بھلا ہی بیٹھے ہیں۔اب ان کے غم میں رونے والا کوئی نہیں رہا۔مسلمانوں کی بے آسرا عورتوں کا کوئی پرسان حال نہیں رہا،انہوں نے انہیں اپنے دماغوں کے پنہاں خانے یا کسی کونے میں پھینک دیا ہے۔ان کے مسائل کو حل کرنے،ان سے ہمدری جتانے کا ان کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہیں رہا کہ وہ گناہ کو پھیلائیں،بدخوئی کو نشر کریں اور عفت وعصمت جیسی بافضیلت زندگی کو خیرباد کہنے کی تلقین کریں۔

بے حیائی کی پذیرائی:

اللہ والو!اگر تعجب ہی کرنا ہے تو اس بات پر تعجب کریں کہ فحاشی و بے حیائی پھیلانے والے ان پروگراموں کو سخت پذیرائی حاصل ہو رہی ہے ۔ان کی صدائے بازگشت ہمارے اپنے لوگوں میں سے غافل اور نوخیز اور کبیر السن ہر طرح کے لوگوں میں سنی جارہی ہے۔

اہل علم و اصلاح کی کوتاہی:

اس کے ساتھ ہی دوسرے افسوسناک پہلو یہ بھی ہیں کہ اہل علم واصلاح ،تربیت وتعلیم کے ذمہ دار،وعظ وارشاد کے ادارے اور انسانی حقوق کی تنظیموں میں سے کوئی بھی اس طوفان بدتمیزی کو ننگا نہیں کررہا اور نہ ہی روک رہا.نہ ان کی کچیلوں سے پردہ اٹھا رہے ہیں اور نہ ہی موجودہ نسل اور آئندہ نسلوں کے لئے ان کے نقصانات وخطرات کو واضح کر رہے ہیں،اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ ایسی صورت میں مسلمانوں میں خلل وخرابی بڑھے گی،نفس تساہل برتیں گے،اخلاق گراوٹ وکمینگی پھیلے گی،اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے کا میلان اور بیماریوں میں مبتلا ہونے کی کثرت ہوگی۔

اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنا:

مسلمانو! خبردار ہوجاؤ، اللہ سے ڈرو، اس سے بچ کر رہا کرو کہ ہم اپنے ہی ہاتھوں اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مار بیٹھیں اور خود اپنی ہی دشمنی کرتے رہیں اور ہمیں پتہ ہی نہ چل پائے کہ ہم اپنے ہی مال و دولت کو خرچ کر کے اپنے ہی افکار کے ذریعے اپنے ہی ملکوں میں بلائیں داخل کر دیں۔

حلال وحرام میں تمیز:

حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین کچھ امور ایسے ہیں جو کہ مشتبہ ہیں۔ خبردار ہو حق بالکل واضح ہے اور باطل اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اور ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾

"اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانوروں سے بدترین وہ بہرے اور گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔" (الانفال:22)

شریعت: روز روشن کی طرح تابناک:

شریعت الٰہی روز روشن کی طرح ہے اس کی تورات بھی دن کی طرح عیاں ہے، اس سے صرف ہلاک ہونے والا ہی بھٹکتا ہے۔ اور ارشاد الٰہی ہے:﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾

"پس حق کے بعد گمراہی ہی گمراہی ہے۔" (یونس:32)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿فَمَن بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ﴾

"جو شخص (وصیت کو) سننے کے بعد بدل ڈالے تو اس (کے بدلنے) کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اسے بدلیں۔" (البقرہ:181)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

ابوابِ خیر: اعمال صالحہ کی وسعتیں: افضل اعمال اور لوگوں کے مختلف درجات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

28/1/1425ھ 3/19/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کا تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈرو اور جسے فلاح و کامیابی مطلوب ہو وہ اہل تقویٰ کا سامان کرے اور جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ اس کا ولی و کارساز بنے تو اسے سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے: ﴿وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ﴾

”اللہ تو اہل تقوی (پرہیزگاروں) کا دوست ہے۔“ (الجاثیہ:19)

اور اللہ کے نزدیک معزز ترین شخص سب سے زیادہ تقوی والا ہے جیسا کہ سورہ الحجرات میں ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

اور ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

”اور تیرے رب کے پاس آخرت (کی کامیابی) متقی و پرہیزگار لوگوں کے لئے ہے۔“ (الزخرف:35)

اللہ کے در کو چھوڑ کر دوسروں کی چوکھٹوں کی طرف جانے والا شخص گرتے پھسلتے قدموں والا ہے اور اللہ کی نعمتوں کو چھوڑ کر دوسروں کے احسانات پر ان کی شکر گزاری کرنے والا اپنی نعمتوں کو سلب کروانے والا ہے، عمر کا حساب کتاب لیا جائے گا، ہر شخص کا عمل لکھا ہوا ہے، وقت بادلوں کی سی تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور روزِ حساب (قیامت) وعدے کا دن ہے اور آپ کا رب رزق دینے والا ہے، اور انجام خیر صرف تقویٰ کا ہی ہے، لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ تقویٰ کو اپنا لو۔

لوگوں کے مختلف درجات:

مسلمانو! ہمتوں کے اعتبار سے لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور طبیعتوں کے لحاظ سے بھی وہ الگ ہیں اور ان کی رغبتیں اور میلانات بھی طرح طرح کے ہیں لیکن مجموعی طور پر وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک مکمل شکل اختیار کر جاتے ہیں اور بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں کے لئے مسخر کئے گئے ہیں، ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾

”کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لے لیں اور جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں۔ آپ کے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔“

(الزخرف:32)

لوگوں کی مختلف اقسام:

اللہ اپنی مخلوق کے بارے میں طرح طرح کے رنگ اختیار فرماتا ہے، اس کے احکام وسنن ان میں نافذ ہوتے ہیں، اس نے ان کے مابین ان کے ملکے اور صلاحیتیں تقسیم کر رکھے ہیں، اسی طرح ان کی روزیاں، طبیعتیں اور اخلاق بھی الگ الگ مقدار میں عطا کر رکھے ہیں، جس طرح ان کی زبانوں اور رنگوں میں فرق پایا جاتا ہے اسی طرح ان کی عقلوں اور فہم وشعور میں بھی کمی بیشی موجود ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہی آسمانوں اور زمین کا بنانا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا الگ الگ ہونا بھی ہے۔" (الروم:22)

اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اس کا خالق وہی ہے۔" (الصافات:96)

مختلف لوگ: مختلف اعمال:

برادران گرامی: اللہ تعالیٰ نے ان تمام مخلوقات کو اپنی عبادت واطاعت کے لئے بنایا ہے لیکن اللہ نے اس سلسلہ میں ان کے حصے الگ الگ تقسیم کئے ہیں اور محنت وکوشش کے اعتبار سے انہیں ایک دوسرے سے متفاوت ومختلف بنایا ہے، ان میں سے کسی کو تو اس نے عاجزی کر کے نمازیں ادا کرنے والا بنایا ہے، اور انہی میں سے بعض کو اس نے خلوص ونیک نیتی کے ساتھ صدقہ وخیرات کرنے والا بنایا ہے، انہی میں سے کسی کو روزہ رکھنے کا حظ وافر نصیب فرمایا ہے اور کسی کے حصہ میں جہاد کرنا لکھا ہے، اللہ ان کے لئے نوافل اور فرض کفایہ جیسی عبادات میں سے مطلوبہ اطاعتوں کے دروازے کھولتا ہے، جن میں شائقین لوگ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، اور میدان مارنے والے امتیازی حیثیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس عبادت واطاعت میں جسے جتنا حظ وافر ملا وہ جنت میں اتنا بڑا مقام ومرتبہ پائے گا۔

جنت کے ساتوں دروازوں سے داخلے کی دعوتیں:

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے، اس حدیث پر غور فرمائیں جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابٍ يَعْنِي: الْجَنَّةَ يَا عَبْدَ اللهِ هَذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ، وَبَابِ الرَّيَّانِ" فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا عَلَى هَذَا الَّذِي يُدْعَى مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ، وَقَالَ: هَلْ يُدْعَى مِنْهَا كُلِّهَا أَحَدٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ يَا أَبَا بَكْرٍ۔

"جس نے کسی بھی چیز کی جوڑی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی، اسے جنت کے دروازوں میں سے آوازیں لگائی جائیں گی کہ یہاں سے داخل ہو جاؤ یہ بہتر ہے، جو شخص بکثرت نفل نمازیں پڑھنے والا ہوگا، اسے "باب الصلوۃ" نماز کے دروازے" سے آوازیں دی جائیں گی، جو اللہ کی راہ

میں جہاد کرنے والوں میں سے ہوگا، اسے "باب الجہاد" میں سے بلایا جائے گا، جو بکثرت صدقہ وخیرات کرنے والا ہوگا اسے "باب الصدقہ" میں سے پکارا جائے گا، اور جو شخص بکثرت روزے رکھنے والا ہوگا اسے "باب الصیام اور باب الریان" سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ان سب دروازوں میں سے کسی کے بلائے جانے کی تو کوئی ضرورت نہیں کہ آدمی داخل تو صرف ایک ہی سے ہوگا لیکن کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی شخص ایسا بھی ہوگا کہ ان سب ہی دروازوں سے بلایا جائے گا؟" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ہاں، اور اے ابوبکر! مجھے امید ہے تو انہی لوگوں میں سے ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَأَنْتَ هُوَ يَا أَبَا بَكْرٍ

"اے ابوبکر! وہ شخص تو ہوگا"[2]

جبکہ مسند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں صحیح سند سے مروی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: لِكُلِّ عَامِلٍ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يُدْعَى مِنْهُ بِذَلِكَ الْعَمَلِ۔

"ہر عمل کرنے والے کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہوگا، اسے اس کے اس عمل کے حوالے سے پکارا جائے گا"[3]

اعمال صالحہ اور نشر و اشاعت علم و معرفت:

اور لیجئے امام مالک رحمہ اللہ کا یہ اثر بھی سنئے کہ ایک عابد شخص عبد اللہ العمری نے انھیں خط لکھا جس میں اس نے امام صاحب کو عزلت گزینی و خلوت نشینی (تنہائی میں عبادت اختیار کرنے) کی ترغیب دلائی تو امام مالک نے اسے لکھا:

"بیشک اللہ تعالی نے اعمال بھی اپنے بندوں میں تقسیم کر رکھے ہیں جس طرح کہ اس نے روزیاں تقسیم کی ہوئی ہیں کسی شخص کے لئے نماز کا دروازہ کھول رکھا ہے مگر اس کے لئے نفل روزے کا دروازہ نہیں کھولا گیا، دوسرے شخص کے لئے صدقہ وخیرات کا دروازہ کھلا ہے لیکن اسے روزہ رکھنے کی توفیق نہیں ہوگی۔" اس کے بعد امام مالک نے لکھا:

"علم کی نشر و اشاعت نیکی کی افضل ترین قسم ہے اور میرے لئے اللہ نے جو یہ دروازہ کھول رکھا ہے (کہ میں لوگوں کو علم سکھلاؤں) تو میں اس پر راضی ہوں، اور میں نہیں سمجھتا کہ جو میں کر رہا ہوں اس میں ویسا اجر وثواب نہ ہوگا جو کہ تم کر رہے ہو، اور مجھے امید ہے کہ ہم دونوں کا عمل ہی نیکی و بھلائی ہے۔"[4]

امام عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

"میں نے امام مالک کی طرح رفعت و بلند مقام پانے والا کوئی دوسرا نہیں دیکھا، وہ کوئی زیادہ نمازیں پڑھنے اور نہ ہی زیادہ روزے

[1] صحیح بخاری: 3666۔
[2] صحیح ابن حبان: 6867۔
[3] مسند احمد: 2/449۔
[4] التمہید: 7/185۔

رکھنے والے تھے البتہ یہ کہ وہ صاف نیت و پاک دل تھے۔"[۱]

امام ذہبی نے اس پر مزید لکھا:

"امام مالک نے علم کی جو نشر و اشاعت کی وہ اللہ کی رضاء کے لئے نفلی نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے والے سے بھی افضل عمل تھا۔"[۲]

سبھی اعمال صالحہ کے دروازے کم لوگوں کے لئے کھلنا:

مسلمانو! خیر و بھلائی اور نیکی کے بہت سارے راستے ہیں اور عمل صالح کے دروازے بھی بکثرت ہیں اور اہل علم نے کہا ہے:

" نیکی کے تمام تر دروازے ہی عموماً صرف ایک آدمی کے لئے نہیں کھولے جاتے ۔ اگر کسی کے لئے ان میں سے کوئی کھولا جاتا ہے تو دوسرے کئی نہیں کھولے جاتے اور بہت کم لوگوں کے لئے متعدد دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اسی سلسلہ میں حضرت ابو بکر سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا:" اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم انہی لوگوں میں سے ہو" (جنہیں سبھی دروازوں سے بلایا جائے گا)

مختلف اشخاص و اوقات کے مختلف افضل اعمال:

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر و بھلائی سے بہت محبت اور عمل صالح کا شدید شغف تھا، اسی لئے وہ عموماً نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کرتے تھے:" افضل عمل کونسا ہے؟ اور پوچھا کرتے تھے:" اللہ کو محبوب ترین عمل کون کون سے ہیں؟ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات انسان کے بس میں نہیں کہ وہ تمام ہی اعمال بجالائے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے ان سوالات پر مختلف اوقات و احوال کے حساب سے متعدد جواب دیئے تھے، اور اہل علم رحمہم اللہ نے متعدد جوابات کی حکمت بھی بیان کی ہے اور مختلف مواقع پر نبی اکرم ﷺ کے مختلف جوابات دینے کے بارے میں لکھا ہے کہ سوال کرنے والوں کے حالات اور اوقات کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے الگ الگ جوابات عنایت فرمائے تھے۔ آپ ﷺ نے ہر سائل کو اس چیز و عمل کی خبر دی جس کی اسے ضرورت تھی یا جس عمل میں آپ ﷺ نے اس کی رغبت و دلچسپی محسوس فرمائی یا پھر جو اس کے مناسب حال اور اس کے لائق تھا۔

متعدد افضل اعمال:

اللہ تعالی آپ کو راہ اعتدال اور توفیق خیر سے نوازے نبی اکرم ﷺ کے ان جوابات کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں:

(1) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا . قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ". قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ". قَالَ: حَدَّثَنِي بِهِنَّ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي

" اللہ کو سب سے زیادہ محبوب اعمال کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا" میں نے عرض کیا: اس

---

[۱] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ :6/330۔

[۲] سیر أعلام النبلا :8/97۔

کے بعد کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "والدین کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کرنا۔" میں نے عرض کیا: اس کے بعد کونسا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" وہ فرماتے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ اعمال بتائے اور اگر میں اور بھی پوچھے چلا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے چلے جاتے۔"[1] (متفق علیہ: یہ الفاظ صحیح بخاری کے ہیں)

(2) مسند احمد میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھا: "افضل ترین عمل کونسا ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الإيمانُ باللهِ وحدَه، ثمَّ الجهادُ، ثمَّ حَجَّةٌ بَرَّةٌ تفضلُ سائرَ الأعمالِ كما بينَ مطلعِ الشَّمسِ إلى مغرِبِها

"اللہ وحدہ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، اور پھر حج مقبول ومبرور ہے جو تمام اعمال پر اتنی فضیلت رکھتا ہے جتنی مسافت سورج کے مطلع اور مقام غروب میں ہے۔"[2] (یہ تو مسند احمد کے الفاظ ہیں جبکہ اسی طرح یہ حدیث صحیح بخاری ومسلم اور سنن اربعہ میں بھی ہے۔ (بخاری، مسلم، سنن اربعہ ومسند احمد)

(3) سنن نسائی میں ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَا عِدْلَ لَهُ۔

"تم روزہ رکھا کرو، اس کا مقابلہ دوسرا کوئی عمل بھی نہیں کرسکتا۔"[3] (سنن نسائی)

(4) صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سب سے افضل عمل کونسا ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الْإِيمَانُ بِاللهِ، وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، قَالَ: قُلْتُ: أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا، وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا، قَالَ: قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: تُعِينُ صَانِعًا، أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ؟ قَالَ: تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ۔

"اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔" انہوں نے عرض کیا: "سب سے زیادہ ثواب کونسی گردن آزاد کرنے میں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو قیمت میں سب سے زیادہ اور مالکوں کے نزدیک سب سے نفیس ترین ہو۔" انہوں نے عرض کیا: "اگر میں ان میں سے کچھ بھی نہ کر پاؤں تو کیا خیال ہے کہ کیا کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسی کاریگر کی مدد کرو یا ایسے شخص کے لئے کچھ بنادو جو کوئی کام وہنر نہیں جانتا ہو۔" انہوں نے عرض کیا: "اگر میں اس سے بھی کمزور پڑ جاؤں تو کیا کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "شر وبرائی سے باز رہو، یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے جو تم اپنے ہی نفس پر کرتے ہو۔"[4] (صحیح مسلم ومسند احمد)

(5) حضرت زرارہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: "کونسا عمل افضل ترین ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] صحیح بخاری: 527۔
[2] مسند احمد: 4/ 342۔
[3] سنن نسائی: 2222۔
[4] صحیح مسلم: 84۔

فرمایا: اَلْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ. قَالَ: وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ؟ قَالَ: الَّذِي يَضْرِبُ مِنْ أَوَّلِ الْقُرْآنِ إِلَى آخِرِهِ، كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ.

"پڑاؤ ڈالنے والا اور روانہ ہونے والا ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس سے کون مراد ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ قاریٔ قرآن جو قرآن کریم کی شروع سے لے کر آخر تک تلاوت کرتا ہے۔ اور اسے مکمل کرتا ہے تو پھر شروع سے آغاز کر دیتا ہے۔"[1]

(یہ حدیث سنن دارمی کی ہے اور اس کی ایک شاہد حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ غازي ہے جو ایک جہاد ختم کرے تو دوسرا شروع کر دے۔ (بحوالہ الغات الحدیث)

(6) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سے پوچھا گیا: "کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: أَدْوَمُهَا، وَإِنْ قَلَّ، وَقَالَ: اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ

"جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ وہ چھوٹا سا ہی کیوں نہ ہو۔" اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ کام کیا کرو جس کی تم طاقت رکھتے ہو۔"[2] (صحیح بخاری)

(7) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: "کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَنْ تَمُوتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللهِ۔

"تم اس حال میں مرو کہ تمہاری زبان ذکر الٰہی سے تر ہو۔"[3] (صحیح ابن حبان)

(8) ابو داؤد میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ.

"نماز، روزہ اور ذکر الٰہی، اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرنے سے سات سو گنا زیادہ اجر وثواب رکھتے ہیں۔"[4] (ابو داؤد)

(9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے فقراء صحابہ نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي، وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ: أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ، إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونَ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرًا۔

"اے اللہ کے رسول ﷺ! مالدار لوگ اجر وثواب کما لے گئے ہیں، وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے ہیں ہماری طرح ہی روزے رکھتے

---

[1] ترمذی: 2948۔
[2] صحیح بخاری: 6465۔
[3] صحیح ابن حبان: 818۔
[4] ابو داؤد: 2498۔

ہیں لیکن اس پر مستزاد یہ کہ وہ اپنے زائد اموال میں سے صدقہ بھی کرتے ہیں، اہل علم نے کہا ہے کہ ان فقراء نے یہ سمجھ لیا تھا کہ صدقہ صرف مال سے ہی ممکن ہے اور وہ ان کے پاس نہیں ۔اس پر نبی ﷺ نے انہیں اس بات کی خبر دی کہ تمام نیکیاں، ان کی تمام اقسام اور احسان سب صدقہ ہیں: چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:" اللہ نے تمہارے لئے بھی وہ چیزیں بنائی ہیں جس سے تم صدقہ کرو؟ ہر تسبیح (سبحان اللہ کہنے) پر صدقے کا ثواب ہے، ہر تکبیر (اللہ اکبر کہنا) صدقہ ہے، اور ہر تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، اور تم میں سے کسی کا (اپنی بیوی و کنیز سے) جماع وہمبستری کرنا بھی صدقہ ہے۔"[1]

(10) اللہ والو! خیر وبھلائی اور نیکی واحسان کے بکثرت طریقے ہیں اور عمل صالح کا دروازہ بھی بہت کھلا ہے بلکہ ایک ہی عمل کی بجا آوری پر اس کے عاملین کو اللہ کے دیئے یقین قوی، اخلاص صادق، تزکیہ وطہارت نفس اور کمال توکل کی بناء پر متفاوت درجوں کا کم وبیش اجر وثواب دیتا ہے، چنانچہ سنن ابو داوٗد و نسائی میں حضرت عبد اللہ خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا:" سب سے افضل عمل کونسا ہے؟" نبی ﷺ نے فرمایا: "إِيمَانٌ لَا شَكَّ فِيهِ، وَجِهَادٌ لَا غُلُولَ فِيهِ، وَحَجَّةٌ مَبْرُورَةٌ". قِيلَ: فَأَيُّ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "طُولُ الْقُنُوتِ". قِيلَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "جُهْدُ الْمُقِلِّ". قِيلَ: فَأَيُّ الْهِجْرَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ". قِيلَ: فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ". قِيلَ: فَأَيُّ الْقَتْلِ أَشْرَفُ؟ قَالَ: "مَنْ أُهْرِيقَ دَمُهُ وَعُقِرَ جَوَادُهُ.

"ایسا ایمان جس میں شک وشبہ کا کوئی شائبہ تک نہ ہو، اور حج مبرور۔" نبی ﷺ سے عرض کیا گیا:" نماز کونسی افضل ترین ہے؟" نبی ﷺ نے فرمایا:" جس میں طویل قیام کیا جائے۔" آپ ﷺ سے پوچھا گیا:" صدقہ کونسا افضل؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:" نادار و کم مال والے شخص کا حسب مقدور کوشش۔" آپ سے پوچھا گیا:" ہجرت کونسی افضل ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا:" جس نے اس چیز سے ہجرت کی (چھوڑ دیا) جسے اللہ عزوجل نے حرام قرار دیا ہے۔"[2] (ابوداود، ونسائی)

(11) سنن ابی داوٗد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الْغَزْوُ غَزْوَانِ، فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللهِ وَأَطَاعَ الْإِمَامَ وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ كَانَ نَوْمُهُ وَنُبْهُهُ أَجْرًا كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا رِيَاءً وَسُمْعَةً وَعَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَا يَرْجِعُ بِالْكَفَافِ۔

"غزوے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جس میں مجاہد کو اللہ کی رضاء مقصود ہو، امام و امیر کی اطاعت کرے، اپنا نفیس وحلال مال خرچ کرے، اپنے ساتھی کے لئے آسانی پیدا کرے، اور فساد و بگاڑ پیدا کرنے سے اجتناب کرے، اس مجاہد کی نیند و بیداری سب اجر وثواب ہیں اور دوسرا وہ ہے کہ جس میں شرکت کرنے والے کی نیت محض فخر ومباہات اور ریاکاری و دکھلاوا ہو، امیر کی نافرمانی کرے، اور زمین میں فساد و بگاڑ پھیلائے اسے اجر وثواب میں سے کچھ نہ ملے گا۔"[3] (ابوداود)

---

[1] صحیح مسلم:1006۔

[2] ابوداوٗد:2526۔

[3] ابوداوٗد:2515۔

(12) قرآن کے ساتھ خاص شغف:

مسلمانو! اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔ جب معاملہ یہ ہے کہ تو پھر آپ کو ان رنگارنگ عبادتوں، اطاعتوں اور محنتوں کو دیکھنا چاہیئے جن کے دروازے اللہ تعالی اپنے بندوں پر کھولتا ہے، اور نیکی و بھلائی میں سبقت لے جانے کے طریقوں پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ جب آپ ایسا کریں گے تو دیکھیں گے کہ کسی کے لیے اللہ تعالی نے قرآن کا اہتمام کرنے اس کی تلاوت کرنے اور نماز میں قیام یا نماز کے باہر اٹھتے بیٹھتے اور دن ہو یا رات لیٹتے جاگتے بکثرت تلاوت کرنے کا دروازہ کھول رکھا اور اس توفیق سے نواز رکھا ہے۔ کسی پر اللہ تعالی نے یہ عمل آسان کر رکھا ہے کہ وہ قرآن کو سیکھتا ہے اور پھر دوسروں کو سکھلاتا پڑھاتا ہے، اسے حفظ کرنے، اس کا فہم پانے وحاصل کرنے کا اور اس میں پختگی پانے کے حظ وافر سے شرفیاب ہے۔ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کے لئے اللہ تعالی نے یہ عمل آسان کر رکھا ہے کہ وہ علم پڑھتے پڑھاتے ہیں یا علم کے متعدد ابواب و اقسام میں سے علم توحید، حدیث، فقہ، اور تفسیر میں مہارت حاصل کر جاتے ہیں، اور بعض دوسرے لوگوں کو وہ دوسرے علوم و معارف مثلا لغت و تاریخ، سیرت اور تجرباتی علوم میں مہارت عطا کر دیتا ہے۔

درس و وعظ و تصنیف: بعض لوگ وہ ہیں جو درس و تدریس کا ملکہ رکھتے ہیں، کوئی وعظ و ارشاد اور دعوت و تبلیغ میں ید طولی کے مالک ہوتے ہیں اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو تصنیف و تالیف اور جمع تدوین کے فن کے ماہر ہوتے ہیں۔

(14) بکثرت نوافل نمازیں:

اللہ کے بندوں میں کچھ لوگوں پر نماز کی بکثرت ادائیگی کا دروازہ کھول دیا گیا ہوتا ہے، وہ اسی عمل میں مشغول رہتے ہیں، دن رات اسے خشوع و خضوع کے ساتھ، لمبے لمبے قیام میں اور گڑگڑاتے ہوئے ادائیگی کرنے میں مزہ آتا ہے۔

(15) بکثرت نفلی روزے:

کسی کو نفلی روزے رکھنے کی توفیق سے نوازا گیا ہے وہ مستحب ایام کے روزے بکثرت رکھتا ہے جیسے سوموار اور جمعرات کے روزے، چاند کی 13، 14، 15، تاریخ کے روزے، داؤدی روزے کہ ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن چھوڑ دیتا ہے، اسے بکثرت روزے رکھنے کی وہ طاقت حاصل ہو جاتی ہے جو دوسرے کو نہیں ملی ہوئی۔

(16) والدین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک:

اسی دوران آپ کچھ ایسے لوگ کو بھی پائیں گے جنہیں اللہ تعالی نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت و خاطر داری کی بہت زیادہ توفیق دے رکھی ہے، وہ صلہ رحمی کرتے رشتہ داروں کی خبر گیری کرتے اور ان کی زیارت و ملاقات کرتے نہیں تھکتے، ان کے حال احوال کے بارے میں معلومات کرنا، ان کے ساتھ نیکی و احسان کرنے اور ان سے ربط و تعلق مضبوط رکھنے میں کوشاں رہتے ہیں اور ان کی نیکی و احسان کے کاموں میں سے کسی کے عوض میں وہ کسی سے کسی انعام و احسان اور بدلے کی بھی تمنا نہیں کرتے۔

(17) حاجتمندوں کا تعاون:

انہی میں سے آپ کچھ ایسے لوگ بھی دیکھیں گے جو اللہ کی عنایت سے محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، اندرون ملک اور بیرون ملک پریشان اور

بے یارومددگارلوگوں کاتعاون کرتے ہیں،مساکین وبیواؤں اورفقراءاورغرباءکی دادرسی کرتے ہیں،وہ فنڈزاکٹھے کرنے،مالدارلوگوں کے دروازوں پردستک دینے،اہل ثروت واحسان تک پہنچنے اوروہ امدادمستحق لوگوں تک پہنچانے سےنہیں تھکتے.وہ کرب وبلامیں مبتلالوگوں کی مشکلات حل کرنے،قرض دارلوگوں کےسروں سےقرضوں کے بوجھ اتروانے،یتیموں کی کفالت ونگرانی کرنے،ان سےشفقت ہمدری کرنے،ان کی تعلیم وتربیت کاانتظام کرنے،اوران کےتحفظ سےغافل نہیں ہوتے بلکہ مسلسل یہ خدمت سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

(18)تعمیرمساجداوراوقاف کاقیام:

بعض اہل خیرکواللہ نے یہ توفیق دے رکھی ہےکہ مساجدتعمیرکروانےاوردینی ورفاہی کاموں کے لئے بڑے بڑے وقف قائم کردیتے ہیں جن سے ایسے کاموں کے لیے آمدنی کے مستقل ذرائع بن جائیں اورانہیں اس بات کاپوری طرح احساس ہےکہ آج اللہ نے دواءداروا ورعلاج معالجے،اسی طرح ڈاکٹری آلات ومشینری کی کس قدرراہیں کھول رکھی ہیں،اس کے ساتھ ہیں انہیں اس بات کی بھی معلومات مہیاہیں کہ آج کے دورمیں لوگوں میں کتنی دائمی قسم کی بیماریاں اورمعذوریاں پھیلی ہوئی ہیں،اورطبی آلات وادویہ کتنی مہنگی ہوچکی ہیں۔

(19)نیکی کاحکم دینااوربرائی سے روکنا:

کچھ اللہ والے وہ ہیں جنھیں اللہ تعالی نے محاسبے کاذوق دے رکھاہے،وہ نیکی کاحکم دیتے اوربرائی سے روکتے نہیں تھکتے،اس راہ میں پہنچنے والی ایذاؤں سےنہیں گھبراتے اورانہیں اس شعبے میں بلااکتاہٹ مسلسل خدمات سرانجام دینے کی وہ توفیق ملی ہوئی ہےکہ جودوسروں کی قسمت میں نہیں ہے..

(20)سفارش وشفاعت:

لوگوں میں سے ایک جماعت ان لوگوں کی ہے جوکارخیرمیں اپنااثرورسوخ استعمال کرتے اورشفاعت وسفارش کرکے اجرکماتے ہیں اسی طرح وہ ناراض دلوں میں صلح ومحبت کی کوشش کرتے رہتے ہیں،قیدیوں کوآزادکرواتے ہیں،خون ریزی کی راہیں روکتے ہیں،مکروہ ناپسندیدہ افعال کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں،حق کی مددکرتے اورباطل کامنہ توڑتے ہیں اورظالم کاہاتھ روکتے ہیں۔اس شعبے میں ان کی خدمات ایسی ہیں کہ دوسرے ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ارشادالٰہی ہے:﴿قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى﴾

”جس نے صدقہ وخیرات دینے کے بعد(لینے والےکو)ایذاءدی جائے اس سےتونرم واچھی بات کہہ دینااور(سامنے والے کی بےادبی کرنے پر)اسےمعاف کردینابہترہے۔“(البقرہ:263)

اورارشادباری تعالی ہے:﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾

”ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیاں(مشاورتیں)اچھی نہیں،ہاں جوخیرات یانیک بات یالوگوں میں اصلاح کرنے کوکہے،اورجوکوئی اللہ کی خوشنودی ورضاءحاصل کرنے کے لئے ایسے کام کرے گا،توہم اسے اجرعظیم عطاکریں گے۔“(النساء:114)

عمل صالح کے مفہوم کی وسعتیں:

مسلمانو! عمل صالح کے میدان بڑے وسیع اور اس کا مفہوم بھی ہر نیکی کے کام کو شامل ہے، جتنے بھی اقوال و اعمال کا تعلق دل یا اعضاء جسم سے ہے۔ مقاصد میں ظاہری و باطنی اعمال و خدمات ہیں، ذاتی صلاحیتیں اور ملکے ہیں، جو خاص و عام اور انفرادی و جماعتی رنگ میں بروئے کار لائے جائیں اور ان سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچایا جائے، مہمان کی عزت و میزبانی، مریض و بیمار کی عیادت و مزاج پرسی، جنازے میں شرکت، دعوت قبول کرنا، مظلوم کی مدد و نصرت، فقیر و محتاج کے ساتھ ہمدری پیاسے کو پانی پلانا، مصیبت زدہ کی مشکل دور کرنے میں اس کی مدد کرنا، تنگدست کو قرضے کی ادائیگی میں مہلت دینا، بھٹکے ہوئے مسافر کو راستہ دکھلانا (گمراہ کو راہ راست پر لانا) کام کاج اور محنت و مزدوری کے مواقع مہیا کرنا، یہ تمام اعمال ہی عمل صالح اور نیکی کے مفہوم کے تحت آجاتے ہیں حتیٰ کہ جانوروں کی خدمت کرنے میں بھی اجر و ثواب موجود ہے۔

اسی طرح جس نے کوئی کھیتی بوئی، پھلدار درخت لگایا اور اس سے کسی انسان پرندے یا جانور نے کچھ کھالیا تو اس کے عوض بھی اجر و ثواب ملے گا۔

اور اسی طرح یہ بھی باعث اجر و ثواب ہے: ”جس نے کسی غازی و مجاہد کو جہاد پر جانے کے لئے (اسلحہ و خرچہ سے) تیار کیا، وہ بھی اسی طرح ہی ہے جس طرح کہ وہ خود غزوے میں شریک ہے۔“

توفیق مزید کے حصول کا طریقہ:

برادران اسلام! کسی بھی نیک عمل کی توفیق مزید اس طرح ملتی ہے کہ اسے دلی محبت کے ساتھ اور بکثرت سرانجام دیا جائے، اس میں پورے احسان و خلوص کو بروئے کار لایا جائے، پوری رغبت و دلچسپی سے کیا جائے۔ اس میں بھرپور محنت و کوشش کی جائے اور اس پر پوری طرح سے توجہ دی جائے۔ اور جو شخص کسی کام کو بکثرت کرتا ہے وہ اسی کی وجہ سے معروف ہو جاتا ہے۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے! اعمال خیر و بر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ کے فرشتے بنی آدم میں سے نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور انہیں نیکی کرتے دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں، آپ کو بلند ہمت ہونا چاہیئے۔

صالحین کی تکریم و توقیر:

کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہیں جنت کے تمام ہی دروازوں سے پکارا جائے گا جو ان کی عزت و توقیر کے لئے ہوگا اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ بکثرت روزے رکھنے والے، بکثرت نمازیں پڑھنے والے، بکثرت اعمال خیر سرانجام دینے والے ہوں گے انہیں اختیار دے دیا جائیگا کہ وہ جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہیں داخل ہو جائیں۔

بلند ہمتی کی ضرورت:

اعمال صالحہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لئے بلند ہمتی ہونی چاہیئے اور بھلائی کے کاموں میں دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش

کرتے رہیں اور اللہ نے جس کے لئے نفلی اعمال اور فرائض کفایہ میں سے جس جس کے لئے بھی توفیق کے دروازے کھولے ہیں انہیں بجا لانے کے لئے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ [6] فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ [7] وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

"اس دن (بروز قیامت) جبکہ لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ انہیں ان کے اعمال دکھلا دیئے جائیں تو جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔" (الزلزال:-6-8)

دوسروں کو نقص عیب والا نہ سمجھنا:

مسلمانو! ایک ایسی چیز کی طرف توجہ مبذول کروانا مناسب معلوم ہوتا جس سے بکثرت لوگ غافل ولاپرواہ ہیں، اور وہ چیز یہ ہے کہ بعض لوگوں کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں میں اس بات کو نقص وعیب سمجھتے ہیں کہ ان کے لئے نفل نمازوں اور روزوں کے دروازے وافر نہیں کئے گئے۔ ایسا ہر گز نہیں ہونا چاہیئے، جس کے لئے اللہ نے ان کاموں کی توفیق ارزاں فرمائی ہے وہ اللہ کی حمد وثناء اور شکر کریں اور ان اعمال کی بجا آوری کی پابندی کریں بلکہ خیر وبھلائی میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ لیکن یہ ہر گز درست انداز نہیں کہ وہ دوسروں لوگوں کو عیب ونقص والے شمار کرتے ہوئے انہیں تحقیر آمیز نگاہوں سے دیکھیں۔ ان پر ناراض ونالاں ہوں ہوسکتا کہ آپ کے اس بھائی پر اللہ نے اعمال خیر میں سے ان کاموں کے دروازے کھول رکھے ہوں جنہیں آپ نہیں دیکھ پاتے یا آپ نہیں جانتے یا آپ ان کا ادراک نہیں رکھتے مثلاً صلہ رحمی، طلب علم، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، احسان وتعاون کرنا، دوسرے کی مدد وتعاون کرنا اور لوگوں کے جائز کاموں کے کروانے کے لئے شفاعت وسفارش کرنا وغیرہ ہیں۔

مختلف اعمال صالحہ سے برتری پانا:

وقد كان عبد الله بن مسعود رضی الله عنه مقلّا من صوم التطوّع، فلمّا سُئل عن ذلك قال: (إنه يضعفني عن قراءة القرآن، وقراءة القرآن أحب إلى منه).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: آپ روزے بہت کم رکھتے ہیں، انہوں نے فرمایا: "روزہ مجھے تلاوت قرآن سے کمزور کر دیتا ہے اور تلاوت قرآن مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔"[1]

امام احمد کی کتاب العلل میں ہے: "حسن بصری نے کلام کیا اور علم کی بلندی تک پہنچ گئے اور انھوں نے یہ صرف اللہ کی رضاء کے لئے کیا اور ابن سرین نے خاموشی اختیار کی تو انہوں بھی یہ صرف اللہ کی رضاء وخوشنودی کے لئے ہی کیا۔"[2]

امام اوزاعی کہتے ہیں: "حسن بصری وعظ وارشاد کے ذریعے دوسروں پر سبقت لے گئے اور عطاء مناسک وعبادت کے ذریعے دوسروں

---

[1] مصنف ابن ابی شیبۃ: 2/274۔
[2] رواہ البیہقی فی الشعب: 4/269۔

سے آ گے نکل گئے۔"[1]

اوران سب سے بھی واضح اورظاہر بات وہ ہے جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشادفرمائی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ، وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ، وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

"میری امت پرسب سے زیادہ رحم کرنے والاابو بکر ہے،اوراللہ کے معاملہ میں سب سے سخت ترین شخص عمر ہے،حقیقی حیاءداری میں عثمان کا کوئی ہم پلہ نہیں،کتاب اللہ کاسب سے زیادہ پڑھنے جاننے والاابی بن کعب ہے۔فرائض (وراثت کے مسائل میں زیدبن ثابت جتناکوئی ماہرنہیں۔حلال وحرام کی معرفت رکھنے میں معاذبن جبل کاکوئی ہمسر نہیں۔اور ہرامت کاکوئی نہ کوئی امین ہوتاہےاورمیری امت کاامین ابو عبیدہ بن جراح ہے۔"[2] (سنن ترمذی۔حسن صحیح سنن کبری نسائی)

دنیائے دل کی خبر گیری کرتے رہنا:

اللہ تعالی آپ پررحم فرمائے،اللہ کاتقوی اختیارکریں اوراعمال قلوب میں سے خوف الٰہی،اخلاص نیت،اللہ کواپنانگران سمجھنے جیسے امور کے سلسلہ میں اپنے دل کی دنیاکوٹٹولتے رہا کریں اوراس کی خبر گیری کرتے رہا کریں،اسی طرح غیبت سے دوری اختیار کریں،حسد سے بچیں، حقدوکینہ سے اجتناب کریں،دوسروں کونقص والے اورمعیوب نہیں سمجھنا چاہیئے۔مکروفریب سے کام نہ لیں اوردوسرےلوگوں کی عزتوں سے نہ کھیلیں نہ ان کی پگڑیاں اچھالیں۔یہی سب وہ افعال ہیں جوکہ نیکیوں کوکھاجاتے ہیں اوراعمال صالحہ کوبربادکرکے رکھ دیتے ہیں اگرچہ وہ پہاڑوں کے برابرہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ تعالی ہم سب کومحفوظ رکھے۔ہمیں امام مالک رحمہ اللہ کاقول زرین ہروقت اپنے ذھن میں رکھنا چاہیے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم دونوں ہی خیروبھلائی اورنیکی کرنے میں مصروف ہیں اورہوسکتاہے کہ سامنے والے آپ سے بھی بہتر کام اوراعلی کارخیر میں مشغول ہو۔ چنانچہ جب آپ اپنے کسی مسلمان بھائی کودیکھیں کہ وہ ابواب خیر میں مشغول ہے جوآپ کے زیرعمل ابواب خیر سے مختلف ہیں تویہ کہہ دیں کہ:" ہم دونوں ہی خیر و برکی راہ پر ہیں۔" ہمارے رب نے اپنی کتاب محکم میں ارشادفرمایاہے:﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اورجولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے (محنت کرتے) ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھلائیں گے اوربیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔" (العنکبوت:69)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

[1] العلل ومعرفۃ الرجال:1140۔

[2] سنن ترمذی:3790۔

قافلہ شہداء اسلام میں اضافہ: فقید دعوت و جہاد کی سزاواری اور صبر وشکیب کا رویہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

5/2/1425ھ 26/3/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اور اس کی توحید، اس کے ذکر وشکر، اس کی بہترین عبادت، اس کے احکام کی پیروی اور اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرکے اپنے ان اعمال کو اس کی رضاء وخوشنودی کے حصول کے لئے وسیلہ بناؤ۔

زندگی کی انتہاء: موت کے ساتھ:

مسلمانو! حسن خاتمہ یا خاتمہ بالخیر وہ تمنا ہے جو اہل عقل وخرد میں سے ہر کسی کے دل میں اہم ترین ہے، تمام نیک لوگوں کے دل اس کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور ہر کسی کی نگاہ اس کی طرف اٹھتی ہے، کیونکہ اس دنیوی زندگی کی انتہاء اور اس کا خاتمہ موت سے ہی ہوگا جو اللہ تعالی نے ہر اس شخص کے لئے لکھ رکھی ہے جو اس روئے زمین پر آیا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[26] وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

"اس (زمین) پر جو بھی ہے وہ فنا ہونے والا ہے، اور صرف (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کے رب ذو الجلال والاکرام کی ذات گرامی ہی باقی رہے گی۔" (الرحمن:27)

اللہ تعالی نے اپنے بندے، رسول اور اپنی ساری مخلوق کے افضل ترین شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾

"اور ہم نے آپ سے پہلے (بھی) کسی فرد بشر کے لئے ہمیشہ کی زندگی (حیات جاویداں) نہیں بنائی اگر آپ وفات پا جائیں گے تو کیا وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔" (الانبیاء:34)

خاتمہ بالخیر:

یہ موت بنی انسان کا یقینی انجام ہے جو اللہ والوں کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ ان کے نامۂ اعمال کے خاتمہ پر وہ کوئی ایسا عمل کر گزریں جو باقیات صالحات کے بیلنس اور اعمال صالحہ کے خزانے کا سب سے عمدہ و افضل عمل ہو، کیونکہ وہ ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ارشاد اپنے پیش نظر رکھتے ہیں جو کہ صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ۔

"ہر بندے کو اسی حالت (عمل) پر اٹھایا جائے گا جس پر وہ فوت ہوا۔"[1] (صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ)

[1] صحیح مسلم:2878۔

مقام ومرتبۂ شہادت:

یہ ارشاد رسالت مآب ﷺ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ بندہ اپنے دین کے لئے ہر عمدہ ونفیس چیز قربان کردے، اور پورے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کے حضور نذرانہ پیش کردے اور اس سلسلہ میں جہاں اخلاص وللہیت کا خاص خیال ہونا چاہیئے وہیں نبی اکرم ﷺ کی سنت وطریقہ کی پیروی کے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں ہے، اور اس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ بندے کے پاس قربان کرنے کے لئے سب سے نفیس ترین اور قیمتی چیز اس کی جان ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنے نفس نفیس اور جان کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے اور شہادت کا درجہ حاصل کرنے کا اسلام میں بہت ہی اونچا درجہ اور بلند مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ[169] فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[170] يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

”جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں انہیں مردے مت سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جارہا ہے، انہیں اللہ نے اپنے جس فضل وکرم سے نوازا ہے وہ اس پر بڑے خوش ہیں اور جولوگ ان سے پیچھے رہ گئے ہیں (شہید ہوکر) ان میں شامل نہیں ہو سکے ان کی نسبت خوشیاں منارہے ہیں کہ (بروز قیامت) انہیں بھی کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے، اور وہ اللہ کے انعامات اور فضل و کرم سے خوش ہورہے ہیں اور اس سے (خوش ہورہے ہیں) کہ اللہ مومنوں کا اجروثواب ضایع نہیں کرتا۔“ (آل عمران:169-71)

شہداء اسلام کے قافلے میں اضافہ:

شہادت کے اسی عظیم مرتبہ کی وجہ سے اس پر تعجب کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ امت اسلامیہ میں شہداء ابرار کی جماعتوں کی جماعتیں نظرآتی ہیں، کیونکہ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس بلند مرتبہ کو پالے اور اللہ کے وعدوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے، دعاۃ مبلغین اور غازیان ومجاہدین کے لئے روشن مثال قائم کرنے والے اور انہیں سوگوار چھوڑ جانے والے شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ (مؤسس وقائد حماس) انہی لوگوں میں سے تھے، جنہوں نے اپنے قول وکردار سے اس رتبۂ بلند کو پانے کے لئے عزیمت وشجاعت کے ساتھ سر اٹھا کر کام کیا، اور دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق کہتے رہے، میرا بلکہ ہم سب کا ان کے بارے میں یہی حسن ظن ہے، اور اصل حقائق کو جاننے اور صحیح حساب وکتاب رکھنے والا تو اللہ ہی ہے اور ہم اللہ کے مقابلے میں کسی کی مدح سرائی وتزکیہ بیانی نہیں کرتے۔

شیخ احمد یاسین کی شہادت یہودی دہشت گردی کی دلیل:

اللہ کے بندو! یہود کی یہ مجرمانہ کاروائی جس کا نشانہ ایک معذور واپاہج اور بیمار شخص بنا ہے، یہ اس بات کی ایک نئی اور انتہائی واضح دلیل ہے جسے پہلے دلائل کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے، جو یہودیوں کے شب وروز دہشت گردی کرنے کا پتہ دیتے ہیں جو وہ سرزمین اسراء ومعراج میں شب وروز کرتے آرہے ہیں، اور دہشت گردی کے ایسے اور اتنے خونچکاں واقعات رونما ہوچکے ہیں کہ ہر ایک پر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور دل

ریزہ ریزہ ہوتا ہے، اور یہ ساری دہشت گردی اپنے ذاتی دفاع کے نام پر کی جارہی ہے، اگر غاصب وظالم اور باغی وسرکش کو یہ حق حاصل ہے تو پھر ان مظلوموں کا حق کہاں گیا؟ جن کی زمین وملک غصب کیئے گئے ہیں؟ جن کے مقامات مقدسہ کی حرمت کو پامال کیا گیا ہے؟ جن کے خون کی ندیاں بہائی گئی ہیں؟ اور جن کے بال بچوں کو بے گھر کیا گیا ہے؟ کیا ان لوگوں کو اپنا دفاع کرنے کا حق حاصل نہیں؟ انسانی حقوق والے اب کہاں ہیں؟ انسانی حقوق کا شور مچانے والے اب کہاں گئے ہیں؟ کیا ان میں فلسطینی عوام کا بھی کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ اور ان میں مسلمانوں کا بھی کوئی حق تسلیم کیا گیا ہے یا نہیں؟ اور جو بلند بانگ دعوے کیئے جارہے ہیں کہ دنیا میں عدل وانصاف قائم کیا جارہا ہے اور ہر جگہ قانون کی بالادستی کے نعرے بلند کیئے جارہے ہیں ان میں کہاں تک صداقت پائی جاتی ہے؟

اللہ کی طرف سے ظالم کو ڈھیل:

اللہ کے بندو! ہروہ مسلمان جس کا دل اس مجرمانہ کاروائی اور ایسی ہی دوسری دہشت گردی پر مبنی کاروائیوں پر کانپا اور وہ لرزہ براندام ہوا ہے، اس پر واجب ہے کہ وہ کبھی بھی اس بات سے غفلت شعاری اختیار نہ کرے کہ بہترین تدبیر اور مضبوط تقدیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کی رسی ڈھیلی کردیتا تا کہ وہ گناہ وبغاوت اور برائیوں کے سمندر میں خوب اچھی طرح سے غرق ہوجائے اور پھر وہ اسے کسی غالب وقدرت رکھنے والے کی طرح دبوچ لیتا ہے۔ اسے ایسے طریقے اور اتنی مضبوطی سے پکڑتا ہے کہ وہ اس سے کسی بھی طرح بچ نہ سکے۔ جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ۔

"اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے حتی کہ جب وہ اسے پکڑتا ہے تو وہ اس سے بچ نہیں پاتا۔" اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾

"اور آپ کا رب جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے، بیشک اس کی پکڑی بڑی سخت اور المناک ہے۔"[1] (ہود:102)

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ کا پتہ دیتی ہے، اسی طرح ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ﴾

"اور میں انہیں مہلت دیئے جاتا ہوں، میری تدبیر (وپکڑ) بڑی مضبوط ہے۔" (الاعراف:183، القلم:45)

اسی طرح یہ ارشاد الٰہی بھی برحق ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾

"وہ (اللہ) ہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے دن ان کے گھروں سے نکال دیا، تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے، مگر اللہ نے انہیں وہاں سے آلیا جہاں سے انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہی ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے

[1] صحیح بخاری:4686۔

اجاڑنے لگے، اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔" (الحشر:2)

مصائب ومشکلات پر صبر وشکیب:

اللہ کے بندو! مصائب ومشکلات کے نزول کے وقت صبر وشکیب کی وصیت کرنا نہ تو منفی رویہ اختیار کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نہ ہی اپنے واجبات اور ذمہ داریوں کی ادائیگی ترک کر کے بیٹھ جانے کا پتہ دیتا ہے بلکہ یہ تو وہ وصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمائی اور اسی ارشاد کی تعمیل ہم بھی کرتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ﴾

"آپ صبر کریں، بغیر توفیق الٰہی کے آپ صبر بھی نہیں کر سکتے اور ان کے حال پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور جو مکر وفریب یہ کرتے رہتے ہیں، ان سے تنگ دل نہ ہوں۔" (النحل:127)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ﴾

"پس (اے نبی ﷺ!) آپ ایسا صبر کریں جیسا کہ اولو العزم (عالی ہمت) رسولوں نے کیا۔ اور ان کے لئے (طلب عذاب میں) جلدی نہ کریں۔" (الأحقاف:35)

صبر کے ثمرات وثواب:

اسی طرح صبر وہمت اختیار کرنے میں اللہ کی توحید پر ایمان کی پختگی اور اس کی قضاء وقدر پر یقین کا اظہار پایا جاتا ہے، ایسے ہی اس میں اللہ کے دشمن کی رسوائی اور رنجیدگی کا سامان پایا جاتا ہے، شیطان اور اس کی شرارتوں کی سرکوبی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ اس صبر وثبات سے آپ ﷺ کے دل کی تقویت اور عزم کی پختگی مطلوب تھی، اور اس صبر سے ہی وہ عظیم اجر وثواب پانا بھی ممکن ہوتا ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

"صبر کرنے والوں کو ان کا اجر وثواب بے حساب وبیشمار دیا جائے گا۔" (الزمر:10)

یہی وجہ ہے کہ مؤمن کے ہر معاملہ میں خیر ہی خیر ہے خوشی ملے یا غم، سبھی خیر وبھلائی پر منتج ہوتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ چنانچہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ

"مؤمن کے معاملہ پر تعجب ہے کہ اس کا ہر معاملہ ہی خیر وبھلائی پر مشتمل ہوتا ہے، اور یہ شرف صرف مؤمن کو ہی حاصل ہے (کہ ہر معاملہ ہی خیر والا ہو) اگر اسے کوئی نعمت وخوشی نصیب ہو تو وہ شکر بجا لاتا ہے، یہ شکر کرنا بھی اس کے لئے بہتر (باعث اجر وثواب) ہے۔ اور اگر اسے کوئی

تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ صبر کرنا بھی اس کے لئے بہتر اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اللہ والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہمیشہ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہو۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

---

[1] صحیح مسلم:2999۔

عالم اسلام پر کفر کی یلغار: صہیونی جرائم، امتِ مسلمہ اور مسلم سربراہوں کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

12/2/1425ھ، 2/4/2004ء

اللہ کے بندو! میں آپ کو اور اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں کیونکہ اس دنیا میں جس نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرلیا وہ سعادت وخوشی اور رفعت وترقی پا گیا اور آخرت میں بلند درجات سے سرفراز ہوگیا. اللہ آپ پر رحم فرمائے ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں. اس فضل وکرم والے بلند و بالا رب کی توفیق سے موجودہ حالات اور انجام سب سنور جائیں گے اور اہلِ ضلالت وگمراہی کے حالِ بد سے سلامتی مل جائے گی.

تمام اقوامِ کفر کی مسلم امہ پر یلغار:

مسلمانو! ہماری امت اسلامیہ کے موجودہ حالات کے بارے میں یہ رائے قائم کرنا کوئی محنت طلب اور مشکل کام نہیں کہ آج ہماری امت اپنی طویل تاریخ کے تلخ ترین دور سے گزر رہی ہے اگر یہ دور مطلقاً پوری تاریخ اسلامی کا تلخ ترین دور نہیں تو کم از کم تلخ ترین ادوار میں سے ضرور ہے. موجودہ بحران سابقہ بحرانوں جیسا نہیں اور شاید اکثر امور اور میدانوں میں امت جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے ایسے حالات کا اس سے پہلے کبھی بھی سامنا نہیں کرنا پڑا، یہ چیلنجوں کے خطرناک ہونے آویزشوں کے سخت ترین ہونے اور سازشوں کے انتہائی مہلک ہونے کی وجہ سے ہے اور نتیجہ یہ کہ آج تمام کافر قومیں باہر سے اس امت پر جھپٹ پڑی ہیں اور عملی طور پر اس کے اپنے افراد اس ذلت ناک حالت کو پہنچ گئے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جھاگ قرار دیا گیا ہے کہ وہ بالکل بے جان و بے کار ہو کر رہ گئے ہیں چنانچہ سنن ابوداوٗد وغیرہ میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ"

"قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں (وہن) ڈال دے گا" تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! (وہن) کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"۔[1] (أبو داوٗد)

اعترافِ کوتاہی: آغازِ اصلاح:

مسلمانو نبی اکرم ﷺ نے اس وقت جس چیز سے خبردار کیا تھا آج وہ واقع ہو چکی ہے. کافر قومیں جو کہ مسلمانوں پر جھپٹ پڑی ہیں وہ

---

[1]) أبو داوٗد: 4297۔

انتہائی ترقی کر کے دنیا کی قیادت کا منصب سنبھال چکی ہوئی ہے جبکہ امتِ اسلامیہ انتہائی ذلت و رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دی گئی ہے۔ اگرچہ غیور لوگوں نے اس المناک صورتحال سے متعلق اس تلخ حقیقت کا اعتراف تو کر ہی لیا ہے مگر وہ اس دور کے ایک ہدف پر بھی نگاہیں جمائے بیٹھے ہیں اور وہ یوں کہ اپنی غلطی اور تقصیر و کوتاہی کا اعتراف کر لینا بھی اصلاح و تبدیلی کی راہ پر چلنے کا آغاز اور پہلا قدم ہوتا ہے اور اس تعمیر و اصلاح کے مراحل میں سے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں صحیح اعتقاد، قوی ایمان، خالص اللہ کی عبادات اور روشن فکر اور اخلاقِ کریمانہ کی تخم ریزی کی جائے۔

تباہی کی سخت ترین قسم:

برادرانِ عقیدہ! افراد اور معاشروں کی تباہی و خلل کی سخت ترین قسم یہ ہے کہ امت کے دین و عقیدہ میں نقص و عیب واقع ہو جائے۔ اس کی فکر و ثقافت اور تہذیبی ورثے عیب دار ہو جائیں اور وہ فکر و ثقافت کے ڈاکوؤں اور اخلاق کے ان دلالوں کے پیچھے تابع مہمل ہو کر لگ جائے جو کہ امت کو انتہائی ذلت اور رذیلت کے گہرے دلدل کی طرف گھسیٹے لئے جا رہے ہیں اور اباحیت و آوارگی اور فحاشی کے گھڑے میں پھینکنے والے ہیں اور امتوں کی شکست و ناکامی کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک اہم سبب یہی ہے۔ اس کی وجہ سے قبائل و شعوب سر کے بل اوندھے گرتے ہیں، عظمتیں چھنتی اور مٹتی اور تہذیبوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔

چار بالشت کا ملک: سارے عالم اسلام کے لئے چیلنج:

ہماری امت مسلمہ نے بھی اسی گروہ کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھائے ہے۔ اس نے اسے ترقی کے اوجِ ثریا سے تنزل و ادبار کی خاک میں ملا دیا اور تحت الثریٰ تک پہنچا دیا ہے۔ اسی مہلک پسماندگی کے ساتھ ساتھ کے جس سے امت دو چار ہو گئی ہے۔ آج اسے وہن و کمزوری اور ضعف و لاچاری نے بھی آن گھیرا ہے اور یہ صرف عالمی قوتوں کے سامنے ہی نہیں بلکہ ایک چھوٹے سے ملک یا بالکل معمولی سی قوت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔ جو بذاتہ بہت ہی کمزور سا ملک اور انتہائی پسماندہ تشخص والا ہے لیکن اس نے امت پر غلبہ پانا شروع کر دیا ہے۔ وہ امت مسلمہ کے افراد کے سامنے شیر بن کر آتے ہیں اور موقع بموقع پر ریوڑ کی بکریوں کو چیر پھاڑ جانے کی طرح مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیتے ہیں۔ اس جماعت کے ممالک میں دندناتے پھرتے ہیں۔ اس کے خزانوں پر دن دہاڑے ڈاکے ڈال رہے ہیں، ان کی دولتیں چھین رہے ہیں، ان کے جذبات و قدرات کے ساتھ کھیل رہے ہیں، ان کے مقامات مقدسہ کے تقدس اور عزتوں و حرمتوں کو پامال کر رہے ہیں اور ان کے ممالک و اراضی پر غاصبانہ قبضہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمان ممالک کو ایک ایسی کھلی چراگاہ سمجھ لیا ہے کہ کوئی بھی آئے اور جس جگہ کو چاہے اپنے قبضے میں لے لے۔

پاجی لوگوں کی دخل اندازی:

اسی پر بس نہیں بلکہ فکری ضیاع، اخلاقی سقوط و انحطاط تربیت کے فقدان اور ثقافتی و ذرائع ابلاغ کی کوتاہ نظری کا یہ عالم ہے کہ وہ دین کو رجعت پسندی و تنزل سمجھنے لگے ہیں اور بات یہیں تک آکر ختم نہیں ہوئی بلکہ معاملہ اس سے بھی بہت آگے بڑھ کر اس حد تک پہنچ چکا ہے جو انتہائی

سخت اور تکلیف دہ والمناک ہے اور وہ ہے ایسی نسلوں کا اپنے لیے پناہ گاہیں بنانا کہ جن کی پہچان تک مسخ ہو چکی ہے، جن کا تشخص بھی چھن چکا ہے، جن کے افکار انتہائی زہریلے کر دیئے گئے ہیں اور وہ دین ومعاشرے کو نت نئے نعرے دے رہے ہیں وہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور ان بحرانوں کی آڑ میں اپنے اغراض ومقاصد پورے کرتے جا رہے ہیں۔ اپنے پرانے حساب چکائے جاتے ہیں۔ حالات یہ بن چکی ہے کہ چونّی بھی کہہ رہی ہے کہ مجھے گھی سے کھاؤ۔ قوم کے پاجی اور ذلیل وحقیر لوگ امت وعوام کے معاملات میں دخل اندازی کرنے لگے ہیں۔ بہت سے اہل قلم نے تو حلال وحرام جیسے مسائل میں بے جا دخل اندازی بلکہ دخل درمعقولات کا رویہ اپنا لیا ہے اور مفتی بن بیٹھے ہیں۔ آج شریعت کے معاملات میں دخل اندازی کا یہ عالم ہے کہ جیسے اس کے لیے کسی تخصص کی ضرورت نہیں جو چاہیں زبان کھول دے اور اس ذلت ناک حالت سے خلاصی پانے کے لیے بعض لوگوں نے تشدد کی راہ اختیار کر لی ہے جبکہ تشدد وتخریب کا کلچر کوئی حل تو نہیں۔

عرب وعجم مسلمانوں پر صہیونی یلغار:

اے مسلم امہ: ہمارے علاقے کا خطرناک واقعہ اور ناگہانی آفت وہ ہے جس کے تلخ نتائج سے آج تک امت کا حلق کڑوا ہے اور اس تلخی میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا ہے اور وہ آفت ہے امت مسلمہ پر ظالم صہیونی طاقت کا حملہ اور کھلی یلغار۔ آجکل صہیونی طاقت عجیب افراتفری مگر امت مسلمہ کے لیے مکروفریب کی گہرائی میں اتری ہوئی ہے۔ اس کے دین، مقامات مقدسہ اور اس کے رموز وامتیازات کے نقصان وبے حرمتی کے درپے ہے اور اس کے بدترین جرائم ومظالم کی سلسلہ وار کہانی کا فی الحال آخری سین وہ واردات ہے جس کا ارتکاب پر اس ظالم یہودی نے کیا جس سے امت اسلامیہ کو سخت رنج وتکلیف پہنچی اور خاص طور پر یہ مسئلہ فلسطین سخت متاثر ہوا ہے۔ اور وہ ہے شیخ احمد یاسین رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ کا نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلنے پر میزائلوں سے وحشت وبربریت کے ساتھ قتل۔ اللہ تعالی انہیں صدیقین اور شہداء اسلام میں سے کرے۔ اہل رشد وہدایت میں ان کا درجہ بلند کرے، علیین میں انہیں اعلی مقام پر فائز کرے اور اس کے پسماندگان کو اللہ ان کا خلف صدق بنائے۔ یہی وہ لوگ ہے کہ ان ہی جیسوں پر آنسو بہائے جانے چاہیے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسمِ بامسمّی مجرم: شرون:

اس بدترین ومجرمانہ قتل کی ساری کاروائی کی نگرانی اور اس بدترین حادثے کی سرپرستی اس وحشی انسان "شرون" نے کی جس کے نام کی شین سراسر شرو برائی، راء کھلا ارہاب اور دہشت گردی وغنڈا گردی ہے۔ جس کے نام کی واوَ قساوت وسنگدلی کا پتہ دیتی ہے اور جس کے نام کا آخری حرف نون قومی عنصریت ونسلی تعصب، عدوان وزیادتی اور طغیان وسرکشی کی علامت ہے۔

بقول شاعر:

آپ کی آنکھوں نے بہت کم کسی ایسے شخص کو دیکھا ہو گا کہ اگر اس کے نام ولقب پر آپ اچھی طرح غور وفکر کریں گے تو اس کا معنیٰ پوری طرح اس شخص کے کردار میں پایا جاتا ہو گا۔

مجرمانہ قتل کی عالمی مذمت:

اس بدترین و مجرمانہ قتل نے پوری امت کے جذبات کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور صرف مسلمان ہی کیا جو شخص بھی حق وصداقت، عدل وانصاف اور انسانی حقوق کی قدروں پر ایمان رکھنے والا ہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی قوم ومذہب سے تعلق رکھنے والا ہوں وہ اس حادثے پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکا اس ساری واردات کا ایک ایک منظر اس غداری وظلم وخیانت اور کمینگی کا چلا چلا کر پتہ دیتا ہے جسے ان صیہونی و یہودی افراد نے اپنا رکھا ہے. اسرائیل کا ایک بوڑھے معذور اور اپاہج اور بیمار مجاہد کو اللہ ان پر رحمتوں اور رضاوخوشنودی کی بارش برسائے. اس خوفناک طریقے سے قتل کرنا تمام انسانی اقدار اور عالمی وثائق ومعاہدات اور عرف عام کی خلاف ورزی ہے. یہ تمام ریڈ لائنز سے گزرجانے کی ایک بدترین مثال ہے اور ان لوگوں کے غداری کے خونچکاں ڈرامے، بدترین مکروفریب اور کھلے حقد وبغض اور نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے. اس واقعہ سے ان کے سیاہ چہرے سے نقاب اتر گیا ہے اور ان کا یہ کرتوت مختلف قوموں میں عنصریت وتعصب کی آگ بھڑکانے کا باعث ہے.

اسلام: دین رحمت:

اسلام اگرچہ دین رحمت، راہِ معافی تلافی اور امن وامان کا داعی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ ہزیمت وشکست خود سپردگی، ہاتھوں پر ہاتھ رکھے ظلم سہتے اور اس کی چکی میں پستے بیٹھے رہنے اور ذلت ورسوائی کو قبول کرنے سے بھی کلی انکار کرتا ہے۔

وقت آگیا ہے!

اے اسلامیہ کیا ابھی تک وہ وقت تو نہیں آیا کہ سرزمین فلسطین بلکہ ہر جگہ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہانے کو روکا جائے اور اس خونریزی کے سامنے بند باندھے جائے اور یہودیوں کے قتل وغارت گری اور فساد وخونریزی کوئی انوکھی حرکت اور قابل تعجب کرتوت نہیں. ان کی تاریخ انبیاء وصالحین اور مجاہدین کے قتل وخون کی تاریکیوں سے پہلے ہی سیاہ ہو چکی ہے جبکہ ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی کتاب تورات تو سراسر رحم وکرم کا درس تھی، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً﴾

"اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب لوگوں کے لیے رہنما اور رحمت تھی۔" (الأحقاف:12)

تمام اخلاقی وانسانی قدروں سے عاری اس قوم کے وحشیانہ انداز میں رحم وکرم کہا ہے یا پھر شاید یہ ان کے خاتمے کی ابتداء وآغاز ہے.

عالمی برادری کا فرض:

عالمی برادری کا فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کا فوری حل تلاش کرے اور یہودی سے تشدد کی مسلسل سیاست کو بند کروائے اور فلسطین میں ہمارے مسلمان بھائیوں کی جو حالت زار ہے اس کے لیے کوئی مضبوط موقف اختیار کرے اور مسلمان فلسطینی عوام کے خون اور جانوں کے تحفظ کی خاطر خواہ ضمانت مہیا کرے کیونکہ یہودیوں کی یہ گندی وتشدد پسندانہ سیاست مزید تشدد، حالات کی خرابی اور لاقانونیت کی طرف لئے جارہی ہے اور سرزمین اسراء ومعراج پر جو خونچکاں ڈرامہ کھیلا جارہا ہے اسے روکنے کی سنجیدہ کوششوں کی راہ میں رکاوٹ بڑھتی جارہی ہے۔

قوتِ عقیدہ وایمان:

کیاامت اسلامیہ ان المناک حادثات وواقعات سےکوئی سبق حاصل کریں گی اورکیاوہ اس بات کوذہن نشین کرلے گی کہ اصل وحقیقی قوت عقیدہ وایمان کی قوت ہی ہے اور چوٹی پر پہنچنا قوت اور بلند ہمتی میں مضمر ہے اور امت کے ساتھ ولاء و دلی تعلق کا معنی یہ ہےکہ اس کے عقیدے اور منہج وطرز زندگی کے ساتھ پیارکیا جائے محض شخصیات سے تعلقات رکھنے پرہی اکتفانہ کیا جائے یہ بات سمجھنے کی بھی سخت ضرورت ہےکہ امت اسلامیہ کامعرکہ اس دشمن کے ساتھ ہے:﴿لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ﴾

"وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قرابت کالحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کااور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔" (التوبہ:12)

ہر چیز قربان:

یہ معرکہ دراصل عقیدہ وتشخص اورانجام کی جنگ ہے اورہماری امت مسلمہ شکست خوردہ ہونے کاانکارکرتی ہے۔یہ پگھل کرمٹ جانے پرکبھی تیار نہیں ہوسکتی اورمقابلے کی روح دلوں میں خندقیں کھوددیتی ہے تاکہ وہ اللہ کے دین کی خاطرنہ صرف مال ودولت بلکہ دنیاکی قیمتی ترین چیز جان قربان کرنے کے لئے تیارہوجائے اورامت کے غموں اورمسائل کوحل کرنے کے لیےکسی چیز سے دریغ نہ کریں۔

مسائل سے بیگانہ:

وہم وسراب،جھوٹے وعدوں اوررنگین خوابوں کے پیچھے چلنااورکافروں کے سرسبز باغوں کے جھانسے میں آنادراصل مسلمانوں کوان کے حقیقی مسائل سے انہیں بیگانہ کردینے والی چیزیں ہیں۔دشمن انہیں ان چیزوں کے نشے میں دھت کرکے انہیں ان کے مسائل سے دورکرناچاہتا ہے۔آج مسلمانوں پرجوبیت رہی ہے یاآئندہ وقت میں انہیں جن حالات سے دوچارہوناپڑے گایہ دراصل ایک امتحان وآزمائش ہے جس کےخوش کن نتائج جلدی یابدیراللہ کے فضل سے خوشخبریاں لےکرآنے والے ہیں جوکہ امت کوغفلت سے بیدارکرنے اورٹھوکرکھاکرگرنے کے بعدپھراٹھ کھڑے ہونے کاذریعہ ہے۔یہ اس کی تہذیبی قوت کوبیدارکرنے والے اس کی معنوی طاقت کوایڑ لگانے والے اورمادی قوت کومہمیزکرنے والے ہیں یہاں تک کہ اللہ کے فضل وکرم سے فتح ونصرت امت مسلمہ کے قدم آچومے گی۔

مسجدِ حرام کے منبر سے دعوت واپیل:

مسجدحرام مکہ مکرمہ کے منبر سے جوکہ مبارک مسجداقصی کے ساتھ ایک تاریخی وعقائدی کے ارتباط رکھتی ہے۔ہم اتنے مبارک سرزمین فلسطین پر یہودی سے برسرپیکارمجاہدین کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ وہ ظالم یہودی دشمن کے مقابلے میں صف واحدبن کرڈٹ جائے اوراپنے اندرونی تمام اختلافات وتنازعات اورذاتی جھگڑوں کے تمام عوامل واسباب کوزائل کردے۔ہم انہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ سب کتاب وسنت کومضبوطی سے تھام لیں اوران لوگوں کوکوئی ایساموقع نہ دیں جوگدلے پانی میں شکارکرناچاہتے ہیں۔ابن الوقت ہی اورہواکارخ دیکھ کر چلنے اوراپنے مفادات کی دستیابی کے قائل ہیں۔

ڈٹے رہو، جمے رہو ہم تمہارے ساتھ ہیں:

انبیاء ورُسل کی بعثت ورسالت کے مقام فلسطین میں بسنے والے ہمارے بھائیو! وہ ارض مقدس جو کہ بڑے بڑے سپوتوں کو جنم دینے والی ہے اے مجاہدین اسلام کے بیٹو! تم نے اپنے مبارک جہادی عمل سے امت کے دلوں میں امیدوں کے چمن آباد کر دیے ہیں، امنگیں جگا دی ہے۔ آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ نیک نامیوں اور کامرانیوں میں سے کسی ایک یعنی فتح ونصرت یا شہادت کے حصول تک جمے رہو ڈٹے رہو اور صبر وثبات سے کام لو۔ ہمارے دل تمہارے ساتھ ہیں، ہم تمہارے لئے دعائیں کر رہے ہیں اور امت مسلمہ آپ کے تعاون میں مال و دولت خرچ کرنے اور آپ کے مسئلہ کی تائید کے لیے کسی بھی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی کیونکہ یہ مسئلہ صرف تمہارا اپنا مسئلہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ اور پہلا مسئلہ ہے اور اللہ اپنی فتح ونصرت کا وعدہ پورا کریں گا اور وہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرتا۔

مسلم حکمرانوں سے اپیل:

اے مسلمان حکام وقائدین! اے وہ لوگو جنہیں اللہ تعالی نے اس زمین پر حکومت اور بندوں کی قیادت وسیادت بخشی ہے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصی پوری امت کے لئے ایک امانت ہے اور پوری امت بہت جلد اور پہلی فرصت میں آپ کی سربراہی میں عالمی کانفرنس کے انعقاد کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں تاکہ آپ کوئی ایسا مضبوط عملی موقف اختیار کرے جو تمام کمزور مسلمانوں خصوصاً عراق و فلسطین کے عوام کی مدد کر سکے اور یہودیوں کے خطرات اور ان کی زیادتیوں کی راہ میں بند باندھا جا سکے جو کہ وہ اس عرب علاقے اور پورے عالم اسلام پر کر رہے ہیں۔ اللہ آپ کو توفیق خیر سے نوازے آپ کی محنت میں برکت فرمائے۔ مسلمانو! صدق وسچائی کو اختیار کرو۔ اے مجاہدو! صبر وہمت کا دامن تھامے رکھو۔

حسنِ انجام: اہل تقویٰ وایمان کیلئے:

اس بات کا ہر شخص کو یقین رکھنا چاہیے کہ یہ ایک شرعی حقیقت ہے جو کسی کے ذہن سے ہرگز غائب نہیں ہونی چاہیے کہ قوتوں کے مابین مقابلے اور حق و باطل کی آویزش میں حسن انجام اور بہترین نتائج بالآخر اہل تقویٰ وایمان کا ہی مقدر ہوتے ہیں۔ یہ خوشخبری مسلمانوں کو مبارک ہو اور مومنوں کی آنکھیں اس سے ٹھنڈی ہوں اور ان کے سینوں کو چین وسکون ملے اور اس خوشخبری سے ان کے دلوں کا غیظ وغضب دور ہو جائے جلد یا بدیر فتح ونصرت بہر حال اسلام اور مسلمانوں ہی کا مقدر ہے۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اِخلاص وصدق دل اختیار کریں اور جدو جہد اور سعی و عمل کی راہ اپنائیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

”اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔“ (یوسف:21)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

”اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کا ساتھی ہے۔“

(العنکبوت:69)

اللہ والو! اللہ سے ڈرو. ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

”اوراس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ (البقرہ:281)

اخلاقی تباہی کے اڈے:

برادران اسلام، احبابِ کرام! آج جب کہ امت موجودہ زبوں حالی پر آنسو بہارہی ہے، ساتھ ہی ساتھ امت ایک بہت بڑے اخلاقی حادثے سے بھی دو چار ہورہی ہے. جو اخلاق واقدار کی تباہی کر رہا ہے اوراس کا سبب غیر ذمہ دار سیٹلائٹ چینلز کا وہ گندا مواد ہے. جو وہ نشر کر رہے ہیں جو اخلاقی انحطاط لارہا ہے. فضیلت و اخلاق اورعفت تباہ کر رہے ہیں اورعریانی وفحاشی کے مناظر میں رذالت و اخلاق باختگی کا جھنڈا بلند کیا جارہا ہے ایسے مناظر جنہیں فطرت سلیمہ کا مالک کوئی شخص بھی قبول کرنے کو تیار نہیں ہے نہ ہی پاکیزہ نفوس اسے گوارا کرنے پر رضامند ہیں اور نہ اعلیٰ ذوق اسے پسند کرتا ہے چہ جائیکہ اسے وہ دیندار لوگ پسند کرے جو کہ اس عفت وعصمت، شرم وحیاء اورعزت وآبرو کے چوپائے وہ لوگ امت اسلامیہ کے اخلاق و اَقدار کے خلاف ایک جنگ چھیڑے ہوئے ہیں اوران کے پاس عفت وعصمت کی تباہی، اخلاق وتہذیب کی بربادی اور ہر قسم کی اچھائیوں کا خاتمہ کرنے والا تباہ کن اسلحہ موجود ہے جو کہ کھلے طور پر مذہبی معاشرے کی چاردیواری میں بھی دراڑیں پیدا کر رہا ہے اوراس امت کے ممتاز اخلاقی ڈھانچے میں خلل رونما کر رہا ہے اورافراد معاشرہ کو ان کی اخلاقی اقدار کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر اکسا رہا ہے اوروہ اخلاقی نظم وضبط سے نکلتے جا رہے ہیں۔

نوجوانوں پر توجہ:

یہ سب کچھ ایسے دور میں سامنے آرہا ہے جبکہ امت ایسے مشکل دور سے گزر رہی ہے جس میں نوجوان نسلوں کے ساتھ خاص اہتمام کی اشد ضرورت ہے اورانہیں اس نئی روشنی وترقی، تغییر وانقلاب اورمغرب پرستی کی موجوں سے محفوظ رکھنے کی سخت کوشش کرنا ضروری ہے وہ موجیں جو کہ شرعی قواعد وضوابط اوردینی آداب کی پرواہ کیے بغیر ہی امت پر چھاتی جارہی ہے اور یہ چیز پورے معاشرے اورخصوصاً اپنے خاندان وقبیلے اوران میں سے بھی بالخصوص نوجوان لڑکوں اوردوشیزاؤں میں صحیح دینی تعلیم کی روح بیدار کرنا ایک فرض اورذمہ داری بن گیا ہے۔

سیٹلائٹ کے ذمہ داران:

جہاں تک کہ ان سیٹلائٹ اور دوسرے چینلوں کے ذمہ داران کا تعلق ہے تو انہیں ہم اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ وہ ایسے پروگراموں کی نشر و اشاعت کو فوراً روکے جو کہ اہل ایمان میں فحاشی وگندگی پھیلا رہے ہیں جو کہ درحقیقت امت مسلمہ کے لئے باعثِ ننگ وعار ہیں، اس کے زخموں

پر نمک چھڑکنے کا سبب ہے، اس کے مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان میں خیانت کی علامت ہے اور اس کے اہتمام امور کی راہ کی رکاوٹ ہیں۔

مسلم امہ میں خیر کے پہلو:

اس سب کے باوجود عقل وحکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ناامیدی ومایوسی امید وتمنا کے مابین میانہ روی اختیار کرے نہ بلا وجہ کی امیدیں وابستہ کئے رکھے اور نہ ہی اسے مایوسی گھیر لے کیونکہ مایوسی اسے دل شکستہ کر دے گی، اسے توڑ کر رکھ دے گی اور وہ ہاتھوں پر ہاتھ رکھے عمل اور کام کاج چھوڑ کر بیٹھ جائے گا مگر سلبی جوانب اور کوتاہیوں کے بارے میں گفتگو میں افراط بھی نہیں ہونا چاہئے. اللہ کے فضل وکرم سے امت مسلمہ میں خیر وبھلائی کے پہلو بھی بکثرت ہیں اور ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں امید اور خیر سگالی کی روح بیدار کرنے میں بروئے کار لائیں۔

بقول شاعر:

حق ہمیشہ منصور مظفر ہے لیکن اسے امتحان وآزمائش کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے اور اس کے آزمائے جانے پر تعجب نہ کرے یہ تو اللہ تعالی کا طریقہ ہے اور وہ اہل حق کو ہمیشہ آزماتا آرہا ہے۔

مصیبت سے بھی نعمت:

آزمائشوں میں بھی اللہ تعالی کے بکثرت انعامات پنہاں ہوتے ہیں. مصائب ومشکلات میں بھی اللہ کی نعمتوں کے کئی پہلو چھپے ہوتے ہیں. یہ اللہ کی کونی وشرعی سنت ہے اور تاریخ نے اس سلسلے میں کئی بہترین گواہ کو محفوظ کر رکھے ہیں جو کہ اللہ کی ذات پر اس کا اعتماد ووثوق بڑھاتے ہیں اور اس کے اپنے دین کی مدد ونصرت کرنے کا یقین دلاتے ہیں اور اس سلسلے میں کسی گرا دینے والی مایوسی، قاتل ناامیدی اور جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے نہ ایسے جوش کی ضرورت ہے جو زائل ہو جانے والا ہے اور صحیح توفیق یافتہ شخص وہ ہے جسے زمانے کے دروس و اسباق سیدھا کھڑا کر دیں اور مواقف وعبرتیں اس کی فکر وروش کو منور کر دیں وہ واقعات وحادثات کے اول وآخر کا ادراک کر سکے. ان کے آثار واسرار اور ان کے انجام کو سمجھ سکے. اللہ ہی اپنی مخلوق کو راہ ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ وہی ہے جس سے مدد طلب کی جائے، اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امت کی زبوں حالی: اسباب، علاج

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

19/2/1425ھ 9/4/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

تقویٰ کے بعض فوائد وثمرات:

لوگو! میں آپ سب کو اور اپنے آپ کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خوشی وغم ہو یا تنگی وآسانی ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرنے اور اسے ہی اپنا مرجع اور ملجا وماوی بنانے کی تلقین کرتا ہوں جس نے اس کا ڈر اپنا لیا وہ کبھی خائب وخاسر اور نامراد نہ ہوگا اور جس نے اس سے امیدیں وابستہ کرلیں وہ کبھی مایوس نہیں ہوتا اور جس نے اس کی رسی اور ڈر کا سہارا لے لیا وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"جو اللہ سے ڈر گیا، اللہ اس کے لئے (مشکل سے نکلنے کی) راہیں بنا دیتا ہے۔ اور اسے وہاں سے رزق مہیا کرتا ہے جہاں سے اس نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔" (الطلاق: 2)

قیادت وسیادت: اہل ایمان کا مقدر:

مسلمانو! اللہ تعالی نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے: ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا﴾

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں وہ زمین کا حاکم وخلیفہ بنا دے گا، جیسا ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے مستحکم و پائیدار کر دے گا اور خوف کے بعد انہیں امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔" (النور: 55)

اللہ تعالی نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھلایا اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے۔ اس نے جس چیز کا وعدہ فرمایا وہ اپنے نبی ﷺ کے لئے پورا کر دکھلایا۔ تب سے اس دین کی امانت کو ایسے لوگوں اور قائدین نے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور اپنے سر لیا جنہیں ان کے نبی ﷺ نے یہ سکھلایا تھا کہ بندہ اپنے رب کے سوا کسی سے نہ ڈرا کرے اور وہ کسی کے سامنے تذلّل وخاکساری نہ کرے سوائے اس ذات کے جس کے سامنے ہر کوئی ذلیل وحقیر ہے۔ جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے۔ اور جس کے ہاتھ میں امن وخوف کے تمام اسباب وذرائع ہیں اور اسی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، اگر تم مومن ہو تو ان سے مت ڈرنا اور صرف مجھی سے ڈرتے رہنا۔"

(آلِ عمران:175)

(1)امت مسلمہ کے خلاف کھلی دہشت گردی کا سبب: وہن امت:

خبر دار! آج عالم اسلام بڑے مشکل وقت اور انتہائی خطرناک صورت حال سے دو چار ہے اور پوری پوری امت الم وتکلیف، حیرت و پریشانی اور حواس باختگی کی حالت میں مبتلا ہے۔ بلکہ جیسے جیسے امت اپنے لوگوں کی حالت پر نگاہ ڈالتی ہے ویسے ویسے اس کی تکلیف ومصیبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے:﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾

"اور پھر ان کی نگاہ ہر بار ان کے پاس تھک ہار کر اور ناکام ہو کر لوٹ آتی ہے۔" (الملک:4)

امت پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے ہیں مسلسل چوٹیں پڑ رہی ہیں اور آتش فشاں پہاڑوں سے نکلنے والے کوئلے اور انگاروں کی طرح ہر طرف سے امت پر گولے برسائے جا رہے ہیں اور امت مسلمہ کو اپنے سامنے کوئی ملجا و ماوی نظر نہیں آ رہا۔ کوئی غار و ٹھکانا سجھائی نہیں دے رہا اور نہ ہی ایسی کوئی پناہ گاہ حاصل ہو رہی ہے جو اسے سرکش ظالم کے پنجۂ جبر و استبداد سے اور عالمی سطح پر کی جانے والی حکومتی دہشت گردی سے بچا سکے۔ بلکہ پے در پے چوٹیں ہی چوٹیں پڑ رہی ہیں اور ان کے سامنے پوری امت ہی بے دست و پا ہو کر ڈھیر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور شک وشبہ کی ذرہ برابر گنجائش نہیں کہ اس سب کچھ کا اصل سبب وہ وہم ہے جس نے امت کو ڈھانپ رکھا ہے۔ اور یہ وہم امت مسلمہ کی صفوں میں اس حد تک گھس آیا ہے کہ وہ کمزور کو طاقت ور، قریب والے کو دور، جائے امن کو مقام اور آسرا وسہارا دینے والے کو مہلک سمجھنے لگی ہے۔ اور اس وہم میں امت یوں ہاتھ پاؤں مار رہی ہے جیسے کوئی مرگی کا مریض بے چارگی میں ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اسے یہ نظر نہیں آتا کہ اس نے کیا حاصل کر لیا ہے اور اس سے کیا چھوٹ گیا ہے۔

(2)امت میں تفریق وانتشار:

مسلمانو! ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جبکہ امت اسلامیہ تفریق و انتشار میں مبتلا اور خواہشات نفس کی غلامی سے دو چار ہو چکی ہے۔ اسے اپنے دشمن کے حالات، ان کی کرتوتوں اور سازشوں کا کوئی علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے بعض عجیب وغریب اسلحہ کو ذہن میں رکھ کر ان کے سامنے ہتھیار ڈالتے جاتے ہیں اور ان کے غاصبانہ قبضے اور ظالمانہ پکڑ دھکڑ کر پر خاموش ہیں۔ غاصبوں کے پاس پائے جانے والے اسلحہ نے امت مسلمہ کو اس وہم میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ شائد ایک ایسے دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہے جو کہ بہت بڑی قوت کا مالک ہے جس پر غلبہ پانا اس کے لئے ممکن ہی نہیں بلکہ اب یہی قوت تمام بلا دمما لک کی حاکم ہے۔ جبکہ یہ سب قوتیں وہم کے مرض سے بچے شخص کی نظر میں بہت ہی کمزور ہیں جو کہ دوسروں پر حملہ کرنا تو دور کی بات ہے دوسروں کے حملوں کا دفاع بھی نہیں کر سکتیں اور مسلمانوں میں یہاں وہاں جو معمولی معمولی سی تحریک بھی جنم لیتی ہے وہ اس قوت کفر کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ وہ انہیں اگر پوری طرح ملیامیٹ نہیں کرتیں تو اسے لرزہ براندام ضرور کر دیتی ہیں۔ وہ اپنی املاک کی تباہی کے تصور پر کانپ اٹھتی ہیں اور ان کے غرق وضیاع ہو جانے سے ڈرتی ہیں۔

باطل قوتوں کا ضعف مگر مسلم امہ کا وہم:

یہ باطل قوتیں دنیا میں جنم لینے والی ہر معمولی معمولی تحریک سے بھی خوفزدہ رہتی ہیں۔عالم اسلام اور بلاد عربیہ پر جب کوئی مصیبت بھی آتی ہے تو اس بلاد اسلامیہ کے کمزور حصوں میں پھیلی ہوئی ظلم و جبروت کی قوتوں کے محلات میں زلزلہ آجاتا ہے۔لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ ابھی یہ معاملہ جمہور اہل اسلام کی نظروں سے اوجھل ہے اور وہم کے پردے میں ان سے پوشیدہ ہے۔

اگر ہم باریک بینی اور گہری نظر سے کام لیں تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شر و باطل کی قوتیں اپنے ضعف وکمزوری کو اس سے بھی زیادہ محسوس کر رہی ہیں جتنی کہ ہم اپنی کمزوری کو محسوس کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے اس ضعف وکمزوری کو چھپانے کے لئے ہر کوشش کرتے ہیں لیکن وہم سے بڑا اور موٹا پردہ دوسرا کوئی نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ ہر حادثے پر وہ چیختے اور چلاتے ہیں تاکہ اپنے اس شور شرابے سے وہم کے وسوسوں اور اندیشوں کو بیدار کریں۔تاکہ وہ اس حادثے کی حقیقت اور اس کی تہہ میں اتر کر اصل بات کی اطلاع پانے کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں ورنہ معمولی سی بیداری وتوجہ ہی اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے کے لئے کافی ہے۔

آزمائش میں مسلم وکافر سب کے سب برابر:

اللہ والو! پوری نوع بشر ہی بلاء و مصیبت و آزمائش میں مبتلاء ہونے کے اعتبار و امکان کی حد تک برابر ہے۔اس میں کسی دین ونسل کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ مسلمانوں پر اگر کوئی آزمائش آتی ہے اور وہ اللہ کا امر وحکم اور اس کی تمام مخلوق کے تصور کو ذہن میں رکھیں تو ان کے ہر معاملے میں خیر و برکت اور سکون وراحت ہی ہوتی ہے۔انہیں اگر خوشی ملے تو وہ شکر کرتے ہیں اور یہ شکر گزاری ان کے لئے بہتر ہے اور اگر انہیں کسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے تو وہ اس پر صبر کا دامن تھام لیتے ہیں اور یہ صبر کرنا بھی ان کے لئے خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے۔اور ہر حالت میں خیر وبھلائی اور بہتری ہی بہتری کا یہ معاملہ صرف امت اسلامیہ کے ساتھ ہی خاص ہے کافروں کو یہ چیز نصیب نہیں۔اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ[35]مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾

"کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے۔تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسی تجویزیں پیش کرتے ہو۔"
(القلم:35-36)

ایک دوسری جگہ فرمایا:﴿أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا انہیں ہم ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرتے ہیں یا پرہیزگاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے؟" (ص:28)

چند ضروری امور:

آج کے دور میں مسلمانوں کو جن مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔اور ان کے جسموں میں ہر طرف سے جو کانٹے چبھوئے جارہے

ہیں تو تمام مسلمان اس بات کے سخت ضرورتمند ہیں کہ وہ ایک اصلاح کرنے والے شخص کی طرح ان مصائب کے سامنے مضبوط موقف اختیار کریں اور اپنے سامنے درج ذیل امور کو ضرور رکھیں۔

(1) رضاء بقضاء اللہ:

سبسے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اس کی لکھی قضاء وقدر پر تسلیم ورضاء کا اظہار کیا جائے۔ اور اس بات کا یقین کرنا کہ جو مصائب ومشاکل اس امت کو پہنچ رہے ہیں وہ اس سے ٹل نہیں سکتے تھے اور جو اس سے ٹل گئے وہ ان سے کبھی بھی دوچار نہیں ہوسکتی تھی۔ اور پیش قدمی، شجاعت و بہادری اور لیلائے فتح ونصر سے ہمکنار ہونے کے لئے بلاء ومصیبت، ضیق وتنگی اور مشکل وتکلیف سے دوچار ہو کر ہی گزرنا پڑتا ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا [5] إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾

"بیشک تنگی کے بعد ہی آسانی ہے، بیشک تنگی کے ساتھ ہی آسانی بھی ہے۔" (الانشراح:5-6)

اور کوئی تنگی ایسی نہیں جو دو دو آسانیوں پر غالب آجائے۔

(2) اتحاد واتفاق:

اللہ کے بندو! ان اہم امور میں سے دوسرا امر یہ ہے کہ امت کو اپنی صفوں میں وحدت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیئے، اس کے لئے ضروری ہے کہ سب کی ایک ہی بات ہو اور اگر اسے ان مشکل حالات سے نجات حاصل کرنا ہے تو ایک ہی سرچشمہ ہدایت کو اپنا راہنما بنانا ہوگا جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمۂ صافی ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی متعصبانہ نعرے ہیں انہیں ترک کریں، خواہشات نفس کی غلامی چھوڑ دیں۔ اسی طرح امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماضی میں سرزد ہونے والی غلطیوں کا اعتراف کرے اور اللہ کی جناب میں جو کوتاہیاں کی ہیں انہیں قبول کرلے اور اس بات کو بھی مانے کہ اس نے اللہ کی شریعت خالدہ کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے سے نکال کر ایک کونے سے لگا دیا تھا۔

(3) صرف مذمت نہیں، عمل بھی:

جب محض میت پر رونا اور اس کی خوبیاں شمار کرنا کوئی فائدہ نہیں دیتا تو کسی معاملے پر اس واقعہ کی مذمت کر دینا کیا فائدہ دے گا؟ اس خطبہ کے ذریعے ہم کرائے کی کوئی نوحہ خوانی کرنے والی تلاش نہیں کرنے چاہتے جو ہمیں نوحہ اور چیخ وپکار سنا دے یا اپنے رخساروں کو پیٹ کر ہمیں دکھلا دے اور نہ ہی ہم کسی ایسی شخصیت کی کھوج میں ہیں جو ہمارے مسائل کو اپنے سینے میں ایسا دفن کر دے کہ انہیں دیکھنا نصیب ہی نہ ہو، یا پھر ان مسائل پر کوئی صرف آہ وبکا دکھلا دے ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رونا کسی میت کو زندگی نہیں دے سکتا اور کف افسوس ملنا کسی غائب وگمشدہ کو واپس نہیں لا سکتا۔ کامیابی کی چابی تو عمل وحرکت ہے، صدق واخلاص ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی ہے۔ انہی سے کامیابی کی سیڑھی اور اس کے پائیدان بنتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾

”اور (اے نبی!) کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ، تمہارے عمل کو اللہ تعالی خود دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور اہل ایمان بھی دیکھ لیں گے۔“

(التوبہ:105)

(4) امید اجر وثواب:

اللہ کے بندو! امت اسلامیہ کو اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ اسے بھی مصائب و آلام سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ وہ ان پر اللہ سے اجر وثواب کی امیدوار رہے اور اس بات کا یقین رکھے کہ اگر اس نے ان مصائب پر صبر کیا اور انہیں زائل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کی تو ان میں مبتلا ہونے پر اسے اجر وثواب ضرور ملے گا۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا ،أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا

”کسی کو جو بھی مشقت و بیماری لاحق ہوتی ہے۔ حتی کہ اگر کسی کو کانٹا بھی چبھتا ہے تو اسے اللہ تعالی اس کے عوض اجر عطا کرتا ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

اگر اس قسم کے امور ذہن میں ہوں تو بندے کے دل میں، شجاعت و بہادری کے جذبات جنم لیتے ہیں، اقدام و پیش رفت کی خواہش انگڑائیاں لینے لگتی ہے۔ اور اللہ کی قضاء و قدر پر تسلیم و رضاء کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس بات کا یقین حاصل ہو جاتا کہ تمام تر عزت و قوت صرف اللہ تعالی ہی کے لئے ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ [173] فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ﴾

”(جب) ان سے لوگوں نے آ کر کہا کہ کفار نے تمہارے مقابلے کے لئے (لشکر جرار) جمع کیا ہے، ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور وہ کہنے لگے کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل و کرم کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے انہیں کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ کی رضاء وخوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل و کرم کا مالک ہے۔“

(آل عمران:173-174)

مصائب پر صبر اور صبر پر اجر وثواب والی بات کے ذہن نشین رہنے کے نتیجہ میں اپنی املاک و ممالک اور مقامات مقدسہ سے غیروں کو دور بھگانے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں اور اپنے دین کا تحفظ کرنے والوں کو شر وظلم کی باطل قوتوں کے مقابلے کے وقت حوصلہ ملتا ہے جبکہ زبان حال سے وہ انہیں وہ ارشاد الہی سنا رہے ہوتے ہیں جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

”کہہ دیں کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دی ہو، وہی ہمارا کارساز ہے، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔“ (التوبہ:51)

اس طرح وہ انہیں یہ ارشاد الہی بھی سناتے ہیں: ﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾

---

[1] صحیح مسلم:2573۔

"کہہ دیں تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو؟۔" (التوبہ:52)

اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ یا تو ظلم وشر کی قوتوں اور دشمن پر فتح ونصرت پالیں گے یا پھر فتح ونصرت کی راہ میں شہادت کی موت پانے میں کامیابی حاصل کرلیں گے۔ اور جس طرح فتح ونصرت ایک بھلائی ہے اسی طرح شہادت بھی تو ایک بھلائی ہی ہے کیونکہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾

"اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔" (القصص:60، الشوریٰ:36)

دشمنان دین کی بدنصیبی:

اس کے برعکس دشمنان دین، شر وظلم کی قوتوں اور باطل کو اگرچہ جیت ہو یا ہار، انہیں تو جلد یا بدیر ہر دو شکل میں عذاب ہی بھگتنا ہوگا۔ چنانچہ اہل ایمان حسب ارشاد الٰہی انہیں کہتے ہیں:﴿وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ﴾

"اور ہم تمہارے حق میں اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے) تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔" (التوبہ:52)

سنت الٰہی وقانون ربانی:

خبردار! دنوں کو بدلتے رہنے کی سنت ربانی وقانون الٰہی موجود ونافذ ہے اور جنگ تو ایک (باری باری غلبہ پانا) ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ[140] وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ﴾

"اگر تمہیں زخم (شکست) لگا تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں کہ ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو متمیز کردے اور تم میں سے شہداء بنائے اور اللہ ظالموں (غیر منصف لوگوں) کو پسند نہیں فرماتا، اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنادے اور کافروں کو نیست ونابود کردے۔" (آل عمران:140-141)

کسی شخص کو شہادت کے منصب پر فائز کرنا اللہ کا اس بندے پر خاص فضل وکرم ہوتا ہے کیونکہ شہادت نہ تو کوئی مصیبت ہے نہ نقصان بلکہ یہ تو اللہ کی طرف سے بندے کو منتخب کرنا، اسے برگزیدہ بنانا اسے اس خاصیت سے نوازنا اور اس کی عزت وتکریم بڑھانا ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد اسی وجہ سے معروف ہوا تھا جس میں انہوں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے (غزوۂ احد) میں کئے گئے ایک قول کا جواب دیا تھا۔

فقال أبو سفیان: یوم بیوم بدر الأیام دول، والحرب سجال فقال عمر: لا سواء قتلانا فی الجنة وقتلاکم فی النار۔

جس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: ”آج ہم نے غزوۂ بدر کی ہار کا بدلہ لے لیا ہے اور (ہم برابر ہو گئے جبکہ) جنگ تو ایک مقابلہ ہوتا ہے۔ (جس میں کسی ایک کو تو ہارنا ہی ہوتا ہے)۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ”ایسا ہرگز نہیں، ہمارے مقتول (شہداء) تو جنت میں جائیں گے لیکن تمہارے مقتول جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔“[1]

(5) ایک ہی مجرمانہ منطق کی پہچان:

اللہ کے بندو! امت پر یہ امر واجب ہے کہ وہ اس بات کو خوب اچھی طرح سے پہچان لے اور اس کا یقین کر لے کہ تمام مجرموں کی منطق و سیاست ایک ہی ہوتی ہے۔ اور یہ فرعونی سیاست موقع بموقع کھل کر سامنے آتی رہتی ہے۔ اور یہ کہ اہل کفر وظلم جتنا بھی دعوی کریں کہ وہ اصلاح کر رہے ہے، وہ حریت و آزادی کو عام کرنا چاہتے ہیں مگر درحقیقت وہ تخریب کاری و تباہی کا کردار ہوتے ہیں۔ وہ ذاتی مفادات اور بدترین خواہشاتِ نفس کے دعاۃ و غلام ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو خود اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”بیشک جو لوگ کافر ہیں، انہیں آپ نصیحت کریں یا نہ کریں، ان کے لئے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ (البقرہ:6)

اور اس گروہ کا تعارف کرواتے ہوئے اس سیاق کے آگے چل کر فرمایا: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ [11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا کہ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا نہ کرو تو کہتے ہیں: ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں دیکھو (خبردار رہنا!) یہ بلاشبہ فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے ہی ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔“ (البقرہ:11-12)

کہاں کی آزادی و خوشحالی:

اللہ والو! موجودہ حالات اس بات کے بہترین شاہد و گواہ ہیں۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ زخموں سے چور چور کئے جانے والے عراق کو کونسی آزادی دینے کے ارادے ہیں؟ فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کر کے انھیں کونسی آزادی دینے جا رہے ہیں؟ فلسطین عوام کو توپوں کے گولوں اور بندوقوں کلاشنکوفوں کی مسلسل تڑتڑاہوں سے کونسی سعادت و خوشی ملنے والی ہے؟ یہ انہیں کونسی خوشگوار زندگی کی خوشخبری دینے آئے ہیں جو کہ صرف زخموں کی وجہ سے ناکارہ ہو جانے والوں قتل و تباہی اور عبادت گاہوں کی بربادی کے نتیجہ میں ہی حاصل ہو سکتی تھی؟

فرعونی منطق و سیاست:

ہمیں یہ خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ عقلی طبیعتوں کے معیار بدلا نہیں کرتے۔ یہ ہمیں سمجھاتے ہیں کہ یہ تباہی اصلاح ہے، اس قتل و غارت میں زندگی ہے، اس لاقانونیت و انارکی میں نظام و قانون کا احترام ہے اور ظلم و جبر کرنے میں ہی عدل ہے۔ تمام اہل عقل و خرد اس بات پر متفق ہیں کہ یہ فرعونی منطق و سیاست ہے جس کا تذکرہ مشرق و مغرب کے تمام مسلمان کئی صدیوں سے پڑھتے تلاوت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

---

[1] مسند احمد: 1/ 287۔

چنانچہ ارشادالٰہی ہے: ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾

"فرعون نے کہا: میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتلاتا ہوں جس میں بھلائی اچھائی ہے۔" (المؤمن:29)

نامعقول:

کیا یہ بات معقول ہوسکتی ہے کہ صرف چار آدمیوں کا قتل تو ناقابل معافی جرم وگناہ ہو اور کسی ملک کے تمام عوام اور پوری قوم کا قتل معمولی سی بات سمجھی جائے۔ کیا یہ بات معقول ہوسکتی ہے کہ غاصبانہ قبضہ، عوام کو بے دست و پا اور ان کے حکام کو معزول کرنا، گھیرے میں لئے ہوئے بے کس عوام کو قتل کرنا، ان کی عورتوں سے کھیلنا، بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مجاہدین کو قتل کرنا جب عالمی معاشروں، اداروں اور دنیا بھر کے عوام کی نظروں میں جرم ٹھہرے اور اسے جرم قرار دینے کے لئے وہ سب قرارداد پاس کرنا چاہیے تو اس ووٹنگ کے خلاف صرف ایک ہی ملک ویٹو کرکے ان سب کی بات کو پاؤں مار دے بلکہ جوتے کی نوک سے ٹھکرا دے؟ اور پوری دنیا اپنے ارادوں سے پیچھے ہٹ جائے، وہ انسانی حقوق کہاں ہیں جن کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، آزادی کہاں ہے جس کے یہ لوگ بڑے بلند بانگ دعوے کرتے نہیں تھکتے؟ کیا یہ حقوق، رحم وکرم، عدل وانصاف کے دعوے صرف کتوں اور دوسروں پالتو جانوروں سے محبت کرنے والوں کی عالمی تنظیموں کے تحفظ وتعاون کے ساتھ خاص ہیں؟ کیا یہ پالتو کتے شیرخوار بچوں بلکہ کسی پورے اسلامی ملک سے بھی زیادہ اہم وقیمتی ہیں؟

جہنم میں جائیں ایسے حقوق:

اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! ایسے حقوق جہنم رسید ہوں، یہ پستی وگہرائی اور کھائی میں جائیں، ایسے حقوق نے ہی تو تمام عقلی معیار الٹ کر رکھے ہوئے ہیں حتی کہ اب حقیقی معنوں میں وہ بے عقل ہے جو عالمی قانون عدل انصاف اور بین الاقوامی نظام رحم وکرم کے ذریعے اپنا حق حاصل کرنا چاہے، اور صحیح معنوں میں فریب خوردہ، کمزور وناتواں اور اپنے ناکارہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا وہ شخص ہے جو ان ظلم واستبداد کی رسیا قوموں سے اپنا حقوق حاصل کرنے کے لئے آنسو بہاتا ہے، توپوں کے گولے نہیں چلاتا۔ یوں بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب بین الاقوامی عدل نام کی کوئی چیز یہی ظلم وجور ہے، اور امن وسلامتی کا وجود صرف میدان جنگ میں ہی ہے، اور معاملہ یہاں تک جانکلا ہے کہ اب ظالم قوتیں عدل انصاف اور انسانی حقوق کا تذکرہ صرف اسی وقت کرتی ہیں جب اپنے ہی جیسے دوسرے ظالم وجابر اور سخت پکڑ والے ممالک اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ اور یہ سب ذہنیت یوں دکھلاتے ہیں کسی گھر کے مالک کو وہاں سے بے گھر کرکے اس کا نام" دہشت گرد" رکھ دیتے ہیں کہ اب اسے اپنے گھر کی واپسی کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اس کے گھر پر قبضہ کرلینے، اس کے حقوق کو پامال کرنے اور اس کے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کرنے والے چور وڈاکو کو اس گھر کا مالک اور اس زمین وملک کا وارث بنا دیتے ہیں اور یہ زمین کی ملکیت بھی کسی شرعی وقانونی آباکاری کے نتیجہ میں ہرگز نہیں دی گئی بلکہ اجتماعی موت کا کھیل رچا کر اور نفسیاتی ظلم وجبر کرکے۔ اگر ان میں ان کے زبانی رحم وکرم اور مزعومہ عدل وانصاف کی رتی بھی باقی رہی تو یہ اس مظلوم کو جس کا گھر اور زمین انہوں نے غصب کی ہے اسے زبان حال سے یہ کہنے پہ مجبور کردیں گے۔

" جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو بھی ہم ہی آپ کے پاس حاضری دیتے اور آپ کی خیریت دریافت کرتے ہیں اور جب آپ غلطی کرتے ہیں تو

بھی ہم ہی آپ کی خدمت میں حاضری دیتے اور ہم ہی آ کر معذرت کرتے ہیں۔"

انتہاءِ ظلم کا انجام ونتیجہ:

اللہ والو! اسی طرح ظالم وجابر طاقتوں کی زیادتی سے ان مظلوم ومقہور مسلم عوام کا استحصال ہوا انہیں سخت مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ان کے حقوق چھینے گئے اور ابھی تو استعماری طاقتیں وہ سب کچھ بھی چھین لینا چاہتی ہیں جو ان کے پاس بچارہ گیا۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:﴿مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

"تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر آخرت میں تو ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔" (آل عمران 196-197)

عزت ورفعت: صرف اہل ایمان کا مقدر:

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس بات کو خوب ذہن نشین کرلو کہ اللہ تعالی نے عزت و وقار، رفعت و بلندی اور غلبہ وعلو صرف اپنے مومن بندوں کے مقدر میں ہی لکھ رکھے ہیں۔ دراصل اپنے دین، عقیدہ اور اصول واخلاق کی رو سے مسلمان ہی غالب و برتر ہیں، اگرچہ وہ عسکری و فوجی نقطۂ نظر سے مات ہی کھا جائیں غاصب قوتیں اگرچہ انہیں روند ہی کیوں نہ ڈالیں، کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

"اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ ہی کسی طرح کا غم کرنا، اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔" (آل عمران:139)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے قبل) غزوۂ احد کے موقع پر جب یہ کہا: أُعْلُ هُبَلْ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تُجِيبُوا لَهُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا نَقُولُ؟ قَالَ: قُولُوا: اللهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ. قَالَ: إِنَّ لَنَا الْعُزَّى وَلَا عُزَّى لَكُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تُجِيبُوا لَهُ" قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَا نَقُولُ؟ قَالَ: قُولُوا: اللهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ.

"ہبل بلند ہو جا۔" تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"کیا تم لوگ اس کا جواب نہیں دو گے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:" ہم کیا کہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تم یہ کہو: اللہ سب سے بلند و بالا اور جلالت شان والا ہے۔" ابوسفیان نے کہا:" ہمارے پاس عزی ہے جبکہ تمہارا کوئی عزی نہیں۔" نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" کیا تم جواب نہیں دو؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:" ہم کیا کہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" تم یہ کہو: اللہ ہمارا آقا و مولا ہے اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔"[1]

فتح ونصرت: عساکر اسلامیہ کا نصیب۔ان شاء اللہ:

اللہ کے حکم سے امت اسلامیہ کے لئے فتح ونصرت ضرور آ کر ہی رہے گی اگرچہ اللہ تعالی کی کسی حکمت کے نتیجہ میں یہ کچھ دیر سے ہی کیوں نہ آئے کیونکہ اللہ تعالی کا وعدہ لامحالہ پورا ہو کر ہی رہے گا اور اس کا وعدہ اپنی جگہ قائم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ

---

[1] صحیح بخاری:3039۔

كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ[171] إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ[172] وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾

"اور اپنے پیغام پہنچانے والے بندوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے۔کہ وہی (مظفر و کامیاب) منصور ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب۔"

(الصافات:171-173)

ہمارا فرض: تکمیل اسباب:

مسلمانو! ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اللہ کے اس وعدے کو پورا کرنے کے اسباب و اعمال کی تکمیل کریں۔کیونکہ جو قوم اللہ کے سوا کسی کو نہیں جانتی اس پر وہ لوگ کبھی بھی غالب نہیں رہ سکتے۔اور وہ امت جو حق کے سوا کچھ نہیں جانتی،اس پر وہ لوگ ہرگز غالب نہیں رہ سکتے جو باطل کے سوا کچھ نہیں جانتے۔اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ[20] كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل و رسوا ہوں گے۔اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی ضرور غالب رہیں گے۔بیشک اللہ زور آور (اور) غالب و زبردست ہے۔" (المجادلہ:20-21)

صلی و سلّم علی نبیّنا محمّد و علی آلہ و صحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ ربّ العالمین

امن وامان کے پاسبانوں پر حملے کی مذمت غلو ومبالغہ کا مرض:

عہد حاضر وماضی کے خوارج اور ہماری ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

1425/2/26ھ 2004/4/16ء

حمد وثناء کے بعد!

لوگو! میں آپ کو اور خود اپنے آپ کو اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں، اللہ آپ سب پر رحم وکرم فرمائے۔ اللہ سے ڈر جائیں جس نے ورع وتقوی کو اختیار کرلیا وہ صدیقین کے اعلی درجے تک پہنچ گیا۔تقوی کے ذریعے ہی بندہ دنیوی مصائب وبلاؤں سے بچتا ہے اور اچھی آخرت وعمدہ انجام ہدف انہی کا مقدر ہوتا ہے جو اہل تقوی ہیں، بڑے درجات اور بلند مقامات کے حصول میں ایک دوسرے سے بازی مارنے کی کوشش کریں اور خواہشات نفس کی غلامی کرنے کی بجائے ان پر غلبہ پا جائیں اور کامیابی وکامرانی اسی کی ہے جو غلبہ پا گیا۔ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتَّىٰ[4] فَأَمَّا مَنۡ أَعۡطَىٰ وَٱتَّقَىٰ[5] وَصَدَّقَ بِٱلۡحُسۡنَىٰ[6] فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلۡيُسۡرَىٰ﴾

”تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے، جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور تقوی وپرہیز گاری اختیار کی اور نیک بات کو سچ جانا، اسے ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔“ (اللیل:4-7)

سعودی عرب: منبع وخیر وبھلائی:

مسلمانو! یہ مملکت سعودی عرب حرمین شریفین والا ملک ہے۔ یہ اللہ کے فضل وکرم سے اسلام کا قلعہ ہے، دعوت الی اللہ کا سرچشمہ ہے۔ ڈرے سہمے ہوئے لوگوں کے لئے جائے امن وامان ہے، کمزور وبے بس لوگوں کا مددگار ہے، یہ ایک پر حنان وشفقت ہاتھ ہے جو مسلمانوں کے زخموں کی دوا کرنے پر لگا رہتا ہے۔ اس ملک سے برّ واحسان کے کام سرانجام پاتے رہتے ہیں۔ اور یہ اللہ کے فضل واحسان سے ہر طرح کی خیر وبھلائی کا مصدر ومنبع ہے۔

بدخواہوں کی نظر بد:

جب کچھ لوگوں پر اس ملک کی صحیح معنوں میں دینداری اور صدق عملی ثابت ہوگئی۔ اس کے اعمال کے ثمرات ونتائج سامنے آنے لگے، اس کے سپوتوں کی قوت کھل کر نظر آنے لگی، اس ملک کے حکام وامراء کے ہر موقف کو خوب مضبوط وجاندار حالت میں دیکھ لیا گیا تو اسی ملک کے ان دشمنوں، اس کی طرف اپنی دشمنی کے تیر مارنا شروع کر دیئے۔ وہ اس کے خیموں کی چولیں ہلانا چاہتے ہیں، اس کے امن وامان کو تہہ وبالا کرنا اور اس کے خزانوں اور خیرات وبرکات پر ہاتھ صاف کرنا چاہتے، لہٰذا انہوں نے اس ملک کے خلاف تہمتوں کے انبار لگا دیئے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ملک اپنے اس شرعی نظام تعاون میں کوئی تغیر وتبدل کرے یا غیر جاندار ہو کر بیٹھا رہے مگر افسوس کہ ان کی ایسی کوئی تمنا پوری نہیں ہوسکتی۔ ہم یہ بات محض کسی کی جانبداری وخوشامد کے لئے نہیں کہہ رہے، نہ اس میں جذبات کا کوئی عمل دخل ہے، بلکہ اللہ کی قسم یہ تو ایک

یقینی حقیقت ہے جوکہ احادیث و آثار پرنظر رکھنے والے پر بھی آشکارا ہے ۔ چنانچہ یہ بات حدیث شریف میں موجود ہے: كلّا واللہ ما يخزيك الله أبدًا، إنّك لتصل الرّحم، وتحمل الكلّ، وتكسب المعدوم، وتقري الضّيف، وتعين على نوائب الحقّ

"جوصلہ رحم کرے، دوسروں کا بوجھ اپنے سر اٹھالے، نادار کو کپڑا پہنائے، مہمان کی میزبانی کرے اور مصائب ومشکلات میں مبتلا لوگوں کی مدد کرے اللہ اسے ہرگز ذلیل ورسوا نہیں کرتا۔"[1]

جس کی نیکیاں بکثرت ہوں گی، اس کا انجام بھی اللہ کے حکم سے اچھا ہی ہوگا اور اس کا رب اسے دنیا و آخرت میں صحیح وسلامت رکھے گا، اس کے دین اور اہل وعیال کی حفاظت بھی وہ خود فرماتا ہے، اور ہم اللہ کے فضل سے حسن عاقبت اور اچھے انجام پر مطمئن اور دشمنوں کا مکروفریب ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِنۡ تَصۡبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡئًا﴾

"اگر تم تکلیفوں پر صبر کرتے رہو گے اور تقویٰ کے ساتھ (ان منافقین سے کنارہ کشی کرتے) رہو گے تو ان کا مکروفریب تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔" (آل عمران:120)

تغیرات عالم کے غیور مسلمانوں سے تقاضے:

برادران گرامی! اس لئے موجودہ زمانے کے تغیرات، گمراہ کن فتنے، دشمنوں کی چالیں اور بھوکوں کا جھپٹ پڑنا اپنی امت کے بارے میں غیرت رکھنے والے، خیرخواہی کے جذبات رکھنے والے مسلمانوں سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ وہ دانستہ یا نادانستہ اپنے دشمنوں کے ہاتھوں کا کٹھ پتلی کھلونا نہ بن جائے اور اپنی ہی تباہی و بربادی اور اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی نہ مارنے لگے ۔ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی آبروؤں سے کھیلنے لگے، ان کی پگڑیاں اچھالنے لگے انہیں کافر و اہل بدعت قرار دینے لگے بلکہ اس میں یہ جرأت ہرگز نہیں آنی چاہیئے کہ وہ قتل وغارت اور خونریزی کرنے پر اتر آئے ۔

محافظین امن وامان پر حملے:

ان دنوں ہمارے محافظ امن وامان بھائیوں پر جو حملے ہوئے ہیں کہ ایک غیر ذمہ دارانہ فعل ہے بلکہ یہ ایک سنگین جرم ہے ۔ جو ان گمراہ لوگوں سے سرزد ہوا ہے ۔ یہ زیادتی، بغاوت وعداوت اور سرکشی، قتل وغارت، پرامن شہریوں کو خوفزدہ و ہراساں کرنا، لاقانونیت وانارکی پھیلانا، تباہی مچانا اور تخریب کاری کرنا ہے ۔ یہ حرمت والی جانوں کو ناحق قتل کرنا اور بے گناہوں کا خون بہانا، یہ انتہائی ذلیل حرکت ہے، یہ غیر اخلاقی فعل وبے راہ روی ہے، عدوان وسرکشی اور سنگین ترین جرائم پیشہ لوگوں والی حرکت ہے اور یہ گمراہ کن افکار ونظریات، غلط ومنحرف آراء، غلط اقدامات کے لئے منحرفانہ مبادیات واصول اور ہر خود غلط مفاہیم کا نتیجہ ہے ۔ لاقانونیت وانارکی پھیلانے والے، لوگوں کے حقوق سلب کرنے والے اور لوگوں کی جانوں اور خون کو بے قیمت سمجھ کر پانی کی طرح بہانے والے لوگ درجۂ قبول کیسے پاسکیں گے. اللہ تعالیٰ کی پناہ ان مجرمانہ ذہنیت کے مالک لوگوں کے ہاتھوں حرمت والی جانوں کے ناحق قتل اور خود اپنے قتل یا خودکشی جیسے گناہوں کا ارتکاب ہو رہا ہے

---

[1] صحیح بخاری:3538۔

جبکہ اللہ تعالی نے تو اپنی کتاب محکم ومقدس میں فرمارکھا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا [29] وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا﴾

"اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، بیشک اللہ تم پر بڑا ہی مہربان ہے، اور جو تعدی وظلم سے ایسا کرے گا، ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کے لئے بہت ہی آسان کام ہے۔" (النساء:29-30)

اسی طرح اللہ تعالی نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"اور جو شخص کسی مومن مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا، اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (النساء:93)

اور ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

"بندہ اس وقت تک اپنے دین کے معاملے میں کشادگی وآسانی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی حرمت والی جان کا ناحق خون نہ کر دے۔"[1]

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔

"اس پوری دنیا کا زوال اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم تر ہے۔"[2] (ترمذی ونسائی)

قابل مذمت افعال وکاروائیاں:

عظیم مفاسد، بکثرت شر وخرابیاں، زمین میں فسادکاری وبگاڑ، پرامن لوگوں اور اہل ایمان کو خوفزدہ وہراساں کرنا، عہد وپیمان کو توڑنا اور مسلمانوں کے امام وحاکم پر تجاوز کرنا، یہ سب انتہائی قابل مذمت افعال وجرائم ہیں اور ان کی تہوں میں دوسرے کتنے ہی منکرات بھی پوشیدہ ہیں یہ انتہائی برے افعال وکرتوت اور شرانگیز حرکتیں ہیں جو کہ فتنہ پردازی کرتی ہیں، دھڑے بندی کا بیج بوتی ہیں، اجتماعی قوتوں کو برباد کرتی ہیں محنتوں کو ضایع کرتی ہیں، کمائیاں رائیگاں جاتی ہیں، اصلاح کی کوششیں بیکار رہ جاتی ہیں، دعوت اور دعاۃ کی سبکی ہوتی ہے اور رنگا رنگ آویزشوں کے مواقع مہیا ہوتے ہیں۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس تخریبی کاروائی کے سلسلہ میں انتہائی واضح وغیر مشکوک موقف یہ ہے کہ یہ فعل بہت ہی بدترین ہے، قابل مذمت ونفرت ہے، ناقابل قبول ونامنظور ہے، سنگین جرم ہے، اللہ ورسول سے جنگ ہے اور جو شخص اپنے خیر وبھلائی کا خواہاں ہے اسے ایسی بے بصیرتی سے چوکنا رہنا چاہیئے، شیطان کی تزئین وآرائش سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگیں۔ عیاذ باللہ۔

دورحاضر کے خوارج:

یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ خوارج (فرقہ ناجیہ کے لوگ) بڑے عبادت گزار تھے، ان پر نیکی وصلاح کی علامات بھی نمایاں نظر آتی تھیں اور

---

[1] صحیح بخاری: 6862۔
[2] ترمذی: 1395۔

وہ بعض شعائر دینیہ کا اظہار بھی کھلے عام کرتے تھے حتی کہ حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ۔

"تم لوگ ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن کی تلاوت بھی کرتے ہیں مگر ان کی تلاوت ان کے گلے سے نیچے نہیں جاتی۔"[1]

یہ وہ خوارج ہیں جو خیر القرون میں ظاہر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں سامنے آگئے تھے اور وہ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے اہل ایمان وتقوی مسلمانوں سے جنگ لڑی تھی بلکہ انہی خوارج نے خلفاء راشدین میں سے دو خلفاء حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا تھا۔ کیا ان کی یہ گمراہی کچھ کم ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف جنگ چھیڑی اور انہیں کافر قرار دیا۔ ان خوارج میں کام کی لگن وشجاعت اور کسی درجہ تک اخلاص بھی تھا لیکن ان کا مسئلہ یہ تھا کہ ان کے پاس علم صحیح نہیں تھا اور نہ ہی افراط وتفریط سے محفوظ فقہ تھی۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگ کی اور دو خلفاء راشدین کو قتل کیا اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ طریقۂ اصلاح صرف یہی ہے۔

انحراف کے بعض اسباب:

(1) مسلمانو! ان جاہل ونادان لوگوں کے انحراف کے بڑے بڑے اسباب میں سے ایک تو جہالت ونادانی ہے۔

(2) ایسے ہی ان لوگوں کا معاشرے سے کٹ کر الگ تھلگ رہنا۔

(3) اہل علم سے علم حاصل نہ کرنا۔

(4) اور خاندان کا اپنے بچوں کے بارے میں سستی وغفلت برتنا بھی ان کے جادۂ حق سے انحراف وبرگشتگی کے اسباب ہیں۔

(5) انہی پر بس نہیں بلکہ ان میں سے بعض وہ بھی ہیں جنھیں حد سے زیادہ خود پسندی نے مار رکھا ہے، یہ سب وہ اسباب ہیں جنہوں نے انہیں حق وصداقت اور فقہ وفراست اور اہل علم اور ابواب علم سے علم حاصل کرنے سے پھیر رکھا ہے۔

(6) غلو مبالغہ آمیزی مسلمانو! ان لوگوں کے جادۂ مستقیم سے انحراف اختیار کرنے کے بڑے بڑے اسباب میں سے ہی ان کا غلو ومبالغہ آمیزی اختیار کرنا بھی ہے اور اللہ کی قسم اللہ کے دین میں مبالغہ آمیزی میں مبتلا ہونا ہلاکت کا باعث ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ

"مبالغہ وغلو سے بچو، تم سے پہلے لوگوں کو اس غلو نے ہی ہلاک کیا تھا۔"[2]

غلو اسلام کی حقیقی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، اور وہ اسلام کے اعتدال ووسطیت اور رحمت وشفقت اور یسر وآسانی، رفق ونرمی سے بھی صریح انحراف واعراض ہے۔

---

[1] صحیح بخاری:5058۔

[2] نسائی:3057۔

غلو خود اپنے ہی نفس پر اور دوسرے لوگوں پر ظلم کا دوسرا نام ہے بلکہ یہ تو اللہ کے دین سے روکنا ہے کیونکہ اسی سے دین کی شکل بگڑ تی ہے، فتنہ رونما ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں نفرتیں جنم لیتی ہیں۔غالی لوگ اپنی جماعت کے لئے بڑے متعصب ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ صرف اسے ہی حق کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔وہ اپنے قائدین اور لیڈروں کے بارے میں بھی مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔گناہوں کے ارتکاب پر لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔اہل اسلام اور مسلمانوں کے حکام کو بھی وہ کافر کہتے ہیں اور ان کے خلاف خروج و بغاوت پر لوگوں کو اکساتے ہیں وہ مسلمانوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور ان سے براءت کا اعلان کرتے رہتے ہیں، وہ مسلمانوں کی مساجد میں مسلمانوں کے آئمہ وعلماء کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتے۔ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے دو بڑے ہی واضح خطرناک اوصاف بیان کئے ہیں۔چنانچہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: يَقْرَؤُونَ الْقُرْآنَ ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ۔

"وہ قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں جاتا، وہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور اہل وثن مشرکوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

خارجیوں کا پہلا وصف وعلامت:

وہ قرآن پڑھتے ہیں مگر وہ محض تلاوت کی حد تک، جہاں تک اس کے مفہوم ومعنی اور اس میں سمجھ وتفقہ کا تعلق ہے تو اس سے عاری ہوتے ہیں ، وہ قرآن کے مقاصد سے ناواقف ہوتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

"انہوں نے کافروں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو لیا اور انہیں مسلمانوں پر چسپاں کردیا۔"[2]

دوسرا وصف ونشانی:

ان کا دوسرا وصف ونشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کی خونریزی کو حلال سمجھیں گے۔چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:"وہ اہل اسلام کو قتل کرتے ہیں اور اہل اوثان مشرکوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وہ گناہوں اور برائیوں کے ارتکاب پر مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے ان گناہوں کی وجہ سے لوگوں کو کافر قرار دینے کے نتیجے میں ان کے نزدیک مسلمانوں کا خون حلال قرار پاتا ہے اور ان کے اموال بھی ان کے لئے مال غنیمت کی شکل میں حلال ہوجاتے ہیں، اسلامی ممالک دارالاسلام سے دارالکفر بن جاتے ہیں اور صرف ان کے گھر دارالاسلام کا روپ دھار لیتے ہیں."[3] لا حول ولا قوة الا باللہ

---

[1] صحیح بخاری:7432۔
[2] صحیح بخاری:6930۔
[3] مجموع الفتاوی:19/ 73۔

وہ اللہ کے دین سے جہالت ولاعلمی اور اللہ کے بندوں پرظلم وزیادتی دونوں کاارتکاب کرتے ہیں اور یہ دونوں ہی انتہائی تباکن و ہلاکت خیز بیماریاں ہیں ۔ان غالی لوگوں کاانجام حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رو سے ہلاکت ہے ۔ چنانچہ ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا.

"غلو مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوگئے،غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے،مبالغہ آمیزی سے کام لینے والے ہلاک ہوگئے ۔"[1]

ناکام ونامسعود کوششیں:

مسلمانو! یہ مبالغہ کی راہیں، جبر وتشدد کے راستے یہ توڑ نا پھوڑ نا،عمارتیں گرانا،تباہی و بربادی مچانااور بےگناہوں کاخون بہانا،یہ بڑے بڑے اسلامی اخلاق و اقدارکونہیں ہراسکتے اور نہ ہی اسلام کی بلند و بالاتعلیمات کو مٹاسکتے ہیں . یہ تخریبی کاروائیاں نہ کسی ملک کےعوام کوآزادی دلا سکتی ہیں نہ کسی مذہب کو نافذ کرسکتی ہیں اور نہ ہی کسی جماعت کی فتح ونصرت بن سکتی ہیں ۔ یہ تشدد پسندانہ کاروائیاں، دہشت گردی اورخونریزی کوئی قابل احترام قانون نہیں بن سکتیں، نہ قابل ستائش مسلک کےطور پرمقبول ہوسکتی ہیں چہ جائیکہ انہیں عقیدہ و دین سمجھاجاسکے ۔

نامرادغلوودہشت گردی:

یہ غلو ومبالغہ، دہشت گردی اورتشددمحض تخریب کاری وتباہی کاذریعہ ہیں ان کے سواان سے کچھ حاصل ہونے والانہیں ہے ۔ یہ غلو وتشدد دنیا کےکسی بھی کونے میں اپنے اغراض ومقاصد کےحصول میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ یہ اپنے ہی ماننے والوں کی ہلاکت وتباہی کاباعث ہیں اورانہی کا خاتمہ کرکے رکھ دیتے ہیں ۔غلو و دہشت گردی کسی سیاست کوتبدیل نہیں کرسکتے نہ ہی لوگوں کی حمایت وجذبات حاصل کرسکتے ہیں ۔بلکہ ان سے جرم وسرکشی اورتعدی کاپتہ چلتاہے،اورخونی امواج کھل کرسامنے آجاتی ہیں،ایسےلوگوں کےفکری نظریات آشکاراہوجاتے ہیں اورتمام جذبات ومشاعرۂ سلیمہ اورعقل وفہم اس فعل کی مذمت وانکار پرمتفق ہیں ۔ان سے بری ہیں اوران کاارتکاب کرنے والوں سے بھی بریٔ الذمہ ہیں،اب ان لوگوں کے پاس کیابچ گیامحض تشدد کی علامت اورانفرادیت وعلیحدگی پسندی کی دلیل ۔

غوروفکرکرنے والے کے لئے صرف یہی ایک موقف ہی کافی ہے جواس تخریب کاری و دہشت گردی کےسخت برے اورمجرمانہ فعل کے خلاف پوری امت نے اختیارکیاہے،پوری امت اپنے قائدین اوراولیاءامور کےساتھ مل کراس کےخلاف ایک ہی صف میں کھڑی ہوگئی ہے،اوراس فعل کےخلاف نفرت کااظہار کررہی ہے اوراس کی مذمت کرتے ہوئے اس کاارتکاب کرنے والوں کوگناہگارقرار دے رہی ہےاوراس کے لئےکسی بھی چیزکوذریعہ جوازتسلیم نہیں کررہی بلکہ پوری امت ان لوگوں سے بریٔ الذمہ ہونےکااعلان کررہی ہے ۔

عقیدہ ووطن کےمحافظ:

ہم سب پوری قوم وامت اپنے رب پرمضبوط ایمان رکھتی ہے،اپنے دین اسلام پرمقاصدومفادات کی حفاظت کرناجانتی ہے ۔ہم سب اللہ کےفضل وکرم سےعقیدہ کےمحافظ ہیں، دیاراسلامیہ کاتحفظ کرنے والے سپاہی ہیں، دین کےمعاملہ میں غیور ہیں اورحرمتوں پرغیرت کھانے

---

[1] صحیح مسلم:2670۔

والے ہیں، جس شخص کو بھی کوئی ایسی اطلاع ملے کہ کوئی شخص کہیں ان مجرمانہ وتخریب کارانہ افعال کی تیاری میں مصروف ہے اس پر واجب ہے کہ وہ اس کی اطلاع متعلقہ افسران کو دے، ان لوگوں کی پردہ پوشی کرنا جائز نہیں ہے۔

ملک وقوم: ہر دباؤ سے مکمل آزاد:

یہ ملک اللہ کے فضل وکرم سے کسی بھی قسم کی دھمکیوں اور بلیک میلنگ سے لرزنے والا ہرگز نہیں ہے اور نہ یہ ان لوگوں کے سامنے جھکنے والا ہے جو اس کے اسلامی ثوابت وامتیازات، اس کی سیاست اور قیادت وسیادت کے خلاف سرگرم عمل ہیں، عوام وامت اور حکومت وحکام کو اپنے آپ پر اور اپنے طریقہ کار پر وثوق واعتماد ہے۔ وہ پوری شجاعت وبہادری، صبر وضبط اور حلم وبردباری کے ساتھ اپنے منہج پر گامزن ہیں، وہ پوری بلند نگاہی ودوربینی اور اعتدال وتوازن سے سوئے منزل رواں دواں ہیں۔

مسلمانو! اس ملک کا وجود دین وتجربہ اور علم وعمل کی مضبوط بنیادوں اور راسخ اصولوں پر قائم ہوا ہے۔ اس کی تاسیس وتشکیل اور تعمیر میں بڑی محنتیں صرف ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس ملک کو ان غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کے ذریعے توڑنا تو دور کی بات ہے۔ اس کی بنیادوں کو ہلایا بھی نہیں جاسکتا۔ اس ملک کا وجود، اس کے عوام کے منہج کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دین، اس کے اسلامی عقائد اور شعائر پر عمل پیرا ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ ہر اس ترقی کی راہوں پر بھی گامزن ہیں جو کہ شرعاً جائز ہیں وہ تعلیمی واقتصادی میدان ہو یا اجتماعی ومعاشرتی شعبہ، پلاننگ ہو یا مشاورت وفیصلے کرنے کا ادارہ۔

حقیقی اسلام اور مسلمان:

وہ ملک جس کے خصائص وامتیازات یہ ہوں جو ذکر کئے گئے ہیں اس کے لیے مناسب ہی نہیں کہ وہ حقیقی اسلام اور اسلام کے نام پر اپنائے گئے انحراف وبے راہ روی میں اختلاط کرے اور نہ وہ اس بات کو قبول کرے گا کہ اسلام کو ہی ترک کر دیا جائے یا بعض غالی لوگوں کی وجہ سے اسلام کو معیوب قرار دیا جائے۔ اس ملک کا منہج وطریقہ یہ ہے کہ ایسے شاذ کردار کا خاتمہ کر دیا جائے تا کہ صحیح وحقیقی اسلام ہی باقی رہے اور یہ نادان لوگ اپنے ہی دائرہ شذوذ میں رہیں، تا کہ اہل وطن اور بیرونی ممالک سے آئے ہوئے لوگ اپنے جان ومال اور اہل وعیال کے حقوق کے سلسلہ میں مطمئن رہیں۔

ہر کسی کا بھرپور تعاون:

اس ملک کے لوگ اور اس ملک کو چاہنے والا ہر شخص اللہ کے دین سے اپنے تعلقات کو مزید مضبوط کرنے کا خواہاں ہے اور چاہتا ہے کہ دین اور اہل دین، علم شرعی، علماءِ شریعت، محکمہ احتساب اور امر ونہی کا فریضہ ادا کرنے والے، ہر جگہ ہر کام کرنے والے اور کسی بھی طرح سے اپنے ملک وعوام کی خدمت کرنے والے ہر مخلص ملازم بیش از بیش تعاون کیا جائے۔

ایک ہی سفینہ کے سوار:

مسلمانو! ذمہ داری بہت بڑی ہے اور ہم سب کے سب ایک ہی سفینہ میں سوار ہیں۔ اگر کوئی اس سفینے میں سوراخ کرے گا تو سب کے سب

ہی غرق ہو جائیں گے ۔ لاپرواہی و سستی کے نتیجہ میں انارکی ولا قانونیت پھیلتی ہے، ذمہ داری کا حقیقی احساس اور سنجیدہ روی کے ساتھ ساتھ افعال کے خطرناک نتائج ہر عقلمند اور مخلص مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد کرتے ہیں کہ وہ ان تخریب کاریوں پر نکیر و مذمت کریں اور اس کے لئے کسی بھی وجہِ جواز کو قبول نہ کریں اور ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں، ان کے آثار اور نتائج کو طشت از بام کریں اور ہر مسلمان کو اس چیز سے بچ کر رہنا چاہیے کہ اس سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو فتنہ و فساد کا باعث بنے یا ان لوگوں اور ان جیسوں کی گمراہی و جہالت اور نادانی و مجرمانہ ذہنیت کا معاون بنے اور اس کے ساتھ ہی ہر مومن کو اس بات کا پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اس دین اسلام کا محافظ خود اللہ تعالی ہے، وہ خود ہی اپنے کلمے کو بلند کرے گا اور مکاروں کی مکاریوں کا ستیاناس کرے گا، تاہم ذمہ داری بہت ہی بڑی ہے لہٰذا تمام اشیاء و اسماء کو اصل مقام و مسمی پر رکھنے اور چسپاں کرنے کے لئے ہمیں ایک مضبوط موقف اختیار کرنا چاہیئے کہ اسلام اسلام ہے اور جرائم جرائم ہیں، اصلاح چیزے دیگر است و فساد دیگر ہے ۔ اہل ایمان کو اذیت پہنچانا اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا کہاں اور مشروع جہاد اسلامی کہاں؟ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ[204] وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

"اور لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں آپ کو دلکش و اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پلٹ کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں و حیوانوں کی) نسل کو نابود کر دے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں فرماتا۔" (البقرہ:204-205)

جوانمردوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے:

مسلمانو! یہ گناہ بردوش زیادتیاں، یہ غیر ذمہ دارانہ حرکات اور یہ مجرمانہ کرتوت ہمارے ملک کے امن و امان کی حفاظت کرنے والے ہمارے بھائیوں کی جوانمردی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے نہ یہ انھیں اپنے واجبات و ذمہ داریوں کی ادائیگی سے ہٹا سکتے ہیں اور نہ ہی یہ انہیں اخلاص و فنائیت کے جذبات، اہلیت اور پختگی سے ملک کی خدمت کرنے کے معروف دلیرانہ اقدام سے روک سکتے ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا مکمل اطمینان ہے کہ وہ اللہ کے فضل سے حق و ہدایت پر ہیں ۔ اور ان کی کارگزاری و خدمات سے یہ بلادِ عزیز محفوظ رہیں گے، اور اللہ تعالی کے فضل و کرم اور اس کے احسان و انعام سے دین کے مینار اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کئے رکھے گا۔

امن کے یہ پاسبان:

امن کے یہ پاسبان ہمارے فخر و اعتزاز کا سرچشمہ ہیں بلکہ وہ اللہ کے فضل سے مسلمانوں کے متعدد مقامات مقدسہ اور حرمین شریفین والے ملک اس دارالاسلام کی حمایت میں امن و امان کو بحال رکھنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں ۔ وہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی نصرت و مدد سے دین اسلام کے حامی اور مہبط وحی کے محافظ اور دلوں کے لئے اطمینان و سکون کا ذریعہ ثابت ہوتے رہیں گے ۔

ہر شخص کی ذمہ داری:

مسلمانو! ان گمراہ کن نوجوانوں کے ٹولے کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری صرف امن و امان بحال رکھنے کے اداروں میں کام کرنے والے نوجوانوں پر ہی عائد نہیں ہوتی بلکہ یہ تو ہر کسی کی اس کے مقام ومنصب کے حساب سے ذمہ داری ہے۔ دین کے لئے خطرے کا احساس، اپنے ملک اور اہل وعیال کے لئے خطرات کا شعور، یہ تفرقہ اور لاقانونیت یہ ایسے امور ہیں کہ ان کا شعور یہ ہر کسی کو ہونا واجب ہے۔ تاکہ ان میں مزید بیداری وخبرداری آئے اور اسی کے نتیجہ میں ہر کسی کے افعال و کردار میں بھی عقلمندی اور ہوش وحکمت یا دانشمندی نظر آئے اور اسی بہتر انداز سے اس امت مسلمہ، اس کے دین اسلام، اہل وطن و اہل اسلام، اس ملک کے امن و امان اور اس کے حکام و امراء کے خلاف اٹھنے والے ہر قدم کو روکا، ہر ہاتھ کو کاٹا اور ہر آواز کو دبایا جاسکے۔

مبارک ہو:

اگرچہ بیداری وخبرداری بہت ہونی چاہیے تاہم اس مملکت سعودی عرب کے اہل وطن اور اس میں بیرونی ممالک کے مقیم عوام کو اپنے دین اور امن و امان کے ساتھ رہنا مبارک ہو، اسی طرح اس حکومت۔ اللہ اس کا محافظ ہو۔ کو بھی اپنے فاضل سپوت اور مخلص و جانباز سپاہی مبارک ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے پوری امت وقوم کو اس بات پر مطمئن رہنا چاہیئے کہ ان کے اولیاء امور اور حکام و امراء یوں بیداری میں ہیں اور سنگین حالات میں بھی ایسا موقف اختیار کرتے ہیں جس سے قوت اور حزم و احتیاط کے سوا دوسری کوئی چیز قبول نہیں کی جاتی۔

حمد وثناء اور شکر و دعاء:

اللہ کی حمد وثناء ہے۔ اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے اور اس کی ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر اور تعریفیں ہیں کہ اس نے ہمارے اندر اتحاد و اتفاق پیدا فرمایا، ہمیں ظاہری و باطنی نعمتوں سے مالامال کر دیا، ہمیں ایک حاکم کی قیادت پر، ایک ہی دین کی اطاعت پر اور ایک ہی ملک میں جمع فرما دیا ہے۔ ہم دعاگو ہیں کہ وہ ہمیں مزید امن و استقرار، نعمت و فضل اور صلاح وفلاح سے نوازے۔ حاقدین کی مکاری اور فریب دینے والوں کے فریب سے ہمارے ملک، ائمہ، حکام، علماء اور ہمارے اہل وعیال کو محفوظ رکھے۔ ہمارے امن و امان کے محافظوں اور ہماری ہر آرام نیند کی خاطر بیدار رہنے والوں کی اپنی طرف سے خصوصی مدد فرمائے، ان کی آراء اور فیصلوں میں درستگی فرمائے۔ ان کے اعمال اور کوششوں میں برکت فرمائے۔ ان کے دلوں کو مضبوط کرے اور تمام مشکل امور ان کے سامنے کھول دے ہر مفسد کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائے۔ تخریب کاروں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ چھیڑنے والوں کے مقابلے میں انہیں فتح ونصرت سے نوازے۔ وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

امن وامان کوتہہ وبالا کرنے کی ناکام کوششیں اور ہم سب کی ذمہ داریاں: مسئلہ فلسطین وعراق

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

2004/4/23ء، 1425/3/4

دعاءومناجات:

اس ذات کے لئے حمدوثناء ہے جس نے ہم پر بے شمار نعمتیں نازل فرمائی ہیں. جن میں سے ہی امن وامان اور یقین وایمان کی نعمتیں بھی ہیں یہ اس کہ لطف وکرم اور فضل واحسان کا فیضانِ عام ہے. ہم اللہ تعالی کی حمدوثناء بیان کرتے اور اس کے سامنے اس کے شکر گزار ہیں اور اسی کی طرف توبہ وتائب ہوتے اور اس سے مغفرت وبخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے دینی و دنیاوی امور میں اس کے لطف وکرم اور توفیق کے طالب ہیں. اے ہمارے معبود! تو ہمارے لیے کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اور تو اکیلا ہی اس کے مقابلے میں کافی ہے جو ہمارے خلاف، ہمارے دین وأمن اور ہمارے ملک کے خلاف بدخواہی کرنا چاہے. اے ہمارے معبود! امت فتنوں میں گھر چکے ہیں اور تیرہ و تار مصائب اپنا پنجہ گاڑ چکے ہیں، ہم تجھ سے تیرے اسم اعظم کے ذریعے دعا کرتے ہے کہ ہماری مشکلات کو دور فرمادے اور امت کے حالات کو درست کردے کیونکہ تیرے اسم اعظم کے ساتھ جو بھی تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور جو بھی اس کے ساتھ اس سے کوئی سوال کرے تو اس کی حاجت پوری کرتا ہے. ہم تجھ سے وہ نعمت مانگتے ہیں جس کی بدولت نقمت ومصیبت اٹھ جائے اور اس انعام کا سوال کرتے ہیں جو بلاؤں کو ٹال دے ہمیں وہ امید ہے عطا کر جو مایوسیوں کو مٹادے اور اپنے فضل وکرم اور رحمت سے نواز جن کی وجہ سے ہماری تمام مشکلات و پریشانی دور ہو جائے. اے اللہ! اشک بار آنکھوں پر رحم فرما، ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق سے نواز. ہم سے کوتاہیاں وگناہ مٹادے، حسرت زائل کردے، ہمیں ہمیشہ غوروفکر کرتے رہنے کی توفیق دے اور غفلت شعاری سے محفوظ رکھ، ہمیں سختی میں مبتلا نہ کر اور ہماری غفلت وکوتاہی پر ہمارا مؤاخذہ نہ فرما. ہمارے ملک اور تمام مسلم ممالک کی حفاظت فرما اور انہیں مکاروں کی سازشوں اور ظالم کی ستم ظریفیوں سے بچا کر رکھ. میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ پروردگار مہربان اور نہایت رحم و کرم نوازی کرنے والا اور احسان کرنے والا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے بندے اور رسول ہیں اللہ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت اور امن وامان بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ کو قرآن دے کر سنت وحکمت عطا کر کے آپ کے ذریعے راستے کو منور کیا، آپ نے لوگوں کی ہدایت اور حق وباطل میں تفریق کی ذمہ داری کو باحسن طریقے سے سرانجام دیا. آپ پر درود اور آپ کی آل واَصحاب پر اللہ کی رحمتیں نازل ہو. جنہیں علم وعرفان اور عمل وکردار کا آپ نے درس دیا اور تابعین وتبع تابعین پر بھی اللہ کی رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے پورے خلوص کے ساتھ صحابہ کے نقش قدم کی پیروی کی اور جو اللہ کی رحمت ورضاء اور اسکی جنت ومغفرت کی امیدیں رکھتے ہے اللہ ان سب کو بکثرت سلامتی سے نوازے۔

تقویٰ: باعثِ امن:

حمد وثناء کے بعد عرض ہے کہ تمام وصیتوں میں سے عظیم ترین وصیت اس کائنات کے رب کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔ اللہ کا تقویٰ تمام بلاؤں سے امن تمام مصیبتوں سے نجات دلاتا ہے اور بندے کو مشکلات سے بچنے کا قلعہ مہیا کر دیتا ہے۔ تقویٰ کے ذریعے ہی ملکوں کو امن واستقرار کی دولت حاصل ہے، اہل وعیال اور دولت ومال کو تحفظ ملتا ہے، زندگی میں خوشحالی وفارغ البالی آتی ہے۔ خیرات بڑھتی اور برکات کا بکثرت نزول ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔" (الأعراف: 96)

اسی تقوی کے ذریعے ہی دنیا میں اس زمین پر زندگی گزارتے ہوئے مشکلات سے نجات ملتی ہے جب مرکز مین کے نیچے قبر کی لحد میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہاں بھی تقویٰ کام آتا ہے اور جب بروز محشر اللہ کے سامنے پیشی ہوگی تو سب ثبات ونجات کا ذریعہ یہی تقوی ہی ہوگا۔

اہمیتِ امن:

مسلمانوں بلند سروں کا تاج اور بڑے دل والوں کے نزدیک یہ مادہ کچھ بھی نہیں ہے جو کہ ڈھلتے سائے کی طرح زائل ہونے اور ختم ہو جانے والا ہے۔ اور نہ ہی یہ سرفرازی کی ٹیپ ٹاپ میں ہے جو کہ مٹ جاتی ہے بلکہ سرفرازی کا تاج تو وہ عظیم چیز ہے جسے افراد اور معاشرے سب چاہتے ہیں جس کی طرف ملکوں اور حکومتوں کی نگاہیں لگی رہتی ہے اور جس کی بنیاد پر عظمتیں تشکیل پاتی ہے، تہذیبوں کی تعمیر و ترقی ہوتی ہے اور جس کی سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر سازشوں اور چیلنجوں کے تار تار بکھر جاتے اور وہ پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ اللہ آپ کا محافظ ونگہبان ہو وہ عظیم چیز "امن وامان اور سکون واستقرار" ہے۔

ہر شخص ومعاشرے کی ضرورت:

مسلمانو! اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی اہل عقل ودانش کی دو رائے ہوسکتی ہے کہ امن وامان اور سکون واستقرار ہی وہ عظیم مقصد ہے جس کے حصول کے لیے تمام انسانی طبقے کوشاں ہیں اور تمام عالمی ادارے اپنی تمام تر مادی قوتوں اور فکری صلاحیتوں کے بل بوتے پر اسے ہی پانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ یہ امن وامان ہی تو انسانی زندگی کا قوام اور سولائیزیشن وتہذیب کی عظمتوں کا بنیادی پتھر ہے۔ حتیٰ کہ پرندے اپنے گھونسلوں میں، جانور وچوپائے اپنے باڑوں میں اس کے متمنی رہتے ہیں۔ ہر وقت ڈرا سہما اور خوفزدہ رہنے والا شخص تو عبادت کی لذت اور رات کو چین کی نیند نہیں سوسکتا چہ جائیکہ وہ ملک کی تعمیر وترقی کے لئے کوئی خدمت سرانجام دے سکے۔ وہ تو کھانے پینے کا مزہ لینے سے قاصر ہوتا ہے وہ بہترین ایجادات کیسے سامنے لا سکتا ہے وہ شریاروں کے تحفظ میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے۔

امن: نعمتِ الٰہی:

برادران اسلام! امن، خوف و ہراس کی ضد ہے اور امن کا معنی ہے اپنے ملک اور اللہ کے بندوں کے دنیا و آخرت کے معاملات میں حقوق کا تحفظ کرنا اور وہ یوں کہ ان کے دین، جانوں، عقول، عزت و آبرو اور مال و اموال کی حفاظت ہو. اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتِ امن کا احسان جتلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾

"پس انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (و امان) دیا۔" (القریش: 3-4)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اللہ تعالی نے یوں ذکر فرمائی ہے: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾

"اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے۔" (البقرہ: 126)

بدامنی کے نتائج: جب امن کا خیمہ خلل زدہ ہو جائے، اسکے ستون ہل جائے، اس کی باڑھ میں سوراخ ہو جائے اور وہ پھٹ جائے اور اس کی سایہ بخش چھت ٹوٹ جائے تو پھر کچھ مت پوچھیں کہ اس کے بعد کیا کیا فتنے سر اٹھائیں گے اور بڑے بڑے فسادات و بگاڑ سامنے آئیں گے. بقول شاعر:

"دین مغلوب ہو جائے گا، جانیں تلف و سلب ہونگی، مال و متاع کی پونجی لٹ جائے گی اور عزت و آبرو کا جنازہ نکل جائے گا۔"

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

امن و ایمان لازم و ملزوم:

برادران عقیدہ اپنے مکمل ترین مفہوم کے اعتبار سے امن یہ ہے کہ دین و دنیا کے تمام امور مرتب و منظم ہوں. دین یہی ہے کہ تمام شعائر دینیہ پوری آزادی سے ادا کیے جاسکے اور ہمارے اور دوسرے قبائل و اقوام کے مابین راستے پر امن ہو. امن اور ایمان دونوں باہم لازم و ملزوم ساتھی ہیں. چنانچہ اس سلسلے میں ہی ارشاد الٰہی ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الأنعام: 82)

تخریب کاری:

معاشرے کے امن و امان کو تہہ و بالا کرنے کے لئے جو تحریک اٹھی گی یا جو بھی حرکت و کاروائی کی جائے گی وہ امت اسلامیہ کے خلاف بہت بڑا جرم شمار ہوگی اور اسے ظلم و ستم، بغاوت و سرکشی، مکر و فریب، فساد و بگاڑ اور طغیان و سرتابی قرار دیا جائے گا جبکہ اللہ تعالی نے تو فرما رکھا

ہے:﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾
اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔" (الأعراف:85)
اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾
اللہ کو معلوم ہے کہ اصلاح کرنے والا کون ہے اور بگاڑ پیدا کرنے والا کون؟" (البقرہ:220)
اور اللہ کا ارشاد گرامی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ﴾
"بے شک اللہ فساد پیدا کرنے والوں تخریب کاروں کے عمل کی اصلاح نہیں کرتا۔" (یونس:81)
ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ[204] وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[205] وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾
"بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے، حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے [204] جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر اور تعصب اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، ایسے کے لئے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔" (البقرہ:204-206)

فتنوں کے بال و پر:

مسلمانوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب کہ فتنہ وفساد بہت بڑھ چکا ہے، خونریزی عام ہوگئی ہے، معصوم و بے قصور لوگوں کی جانیں تلف کی جارہی ہے، لوگوں کی لاشے گر رہی ہیں اور کئی لوگوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑ رہے ہیں، اندھے فتنوں کا زور ہے، تخریب کاری وتکفیر بازی کے حلقات ایک دوسرے سے جڑتے چلے جارہے ہیں. دھماکوں اور تباہی و بربادی کی ڈرامہ سیریز جاری ہے حتیٰ کہ غیرت مند آدمی دیکھتا ہے کہ فتنے نہ صرف ایک بال و پر نکالے ہیں بلکہ وہ سر بلند ہوتا جارہا ہے۔ ایسے حالات کے بارے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

فتنے نے سر اٹھایا، انڈے دیے اور چوزے بچے نکال لیے. اب اگر آپ اسے کھلا چھوڑ دیں گے تو اس کے بچے بھی اڑ کر اس کے ساتھ فتنہ انگیزی میں شریک ہوجائیں گے اور فتنے کا زور بڑھ جائیگا۔

الریاض میں تخریب کاری:

اے مسلم امہ! اے امن وایمان والی امہ! الریاض شہر میں جو دہشت گردی وتخریب کاری رونما ہوئی ہے، مجرمانہ حرکت کی گئی ہے، اس سے ہر ذی عقل و دانش ہر دیندار و بامروت اور انسانی قدروں سے متصف ہر انسان کو سخت تکلیف ہوئی ہے کیونکہ اس دہشت گردی وتخریب کاری کی قباحت کے ساتھ ساتھ اس کا شکار وہ شہر ہوا ہے جو کہ عظمت و بزرگی والا اور اصل الاصیل والا شہر ہے جو توحید وتہذیب کے امین نجد کا گل سرسید ہے. دیار اسلامیہ کا حصہ اور حرمین شریفین اللہ ان کی حفاظت فرمائے والے ملک کا دارالخلافہ ہے. کوئی عقلمند شخص اور کوئی بھی شریف

آدمی اس فعل کے ایک بدترین کارروائی اور انتہائی قابل مذمت حرکت میں ذرا بھی شک نہیں رکھتا۔اس تخریب کاری کو عقل و دین، منطق و انسانیت کوئی بھی تو پسند نہیں کرتا۔ ہر اعتبار سے یہ ایک حرام و ناجائز فعل ہے۔ مجرمانہ حرکت ہے۔ بدترین اور ذلیل کرتوت ہے۔ رسوا کن دہشت گردی ہے اور ایک انتہائی خطرناک اقدام ہے جس سے تیرہ و تار شر و فساد کی بو آتی ہے۔

بلادِ حرمین میں گناہ کی قباحت:

ہر وہ عمل و تخریب کاری جس کا نشانہ پرامن شہری بنیں جس سے مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلے وہ کاروائی و فعل اللہ رب العالمین کی شریعت مطہرہ کے منافی ہوتا ہے اور جب یہ ہر وقت و ہر جگہ کے لئے عام حکم ہو تو پھر حرمین شریفین والے ملک، مہبطِ وحی، منبعِ رسالت اور گہوارہ اسلام، آماجگاہ عقیدہ، مرجع ایمان، مأوی سنت و قرآن، مسلمانوں کے قبلہ، ان کی آنکھوں کے تارہ، نگاہوں کے مرکز اور دلوں کے سرور کو نشانہ بنایا جائے تو اس کی قباحت و شناعت کتنی زیادہ ہو جائیں گی اور پھر جب اس کا نشانہ وہ ملک جو دین و عقائد کی گہرائی والا، امت کی نگاہوں میں عالمی وزن رکھنے والا اور ایک اعلی ساکھ کا ملک بلکہ پوری دنیا میں ایک نیک نامی والا ملک ہے جب اس میں دہشت پسندانہ اور تخریب کارانہ حرکت کی جائے تو اس کا شر و برائی تو اور بھی دو چند ہو جائیں گی۔ جب نشانہ ان لوگوں کو بنایا گیا ہوں جو کہ معصوم مسلمان، بے قصور لوگ، اہل وطن اور تارکین وطن ہوں گے تو اس کا گناہ سہ چند ہو جائے گا۔حقیقتاً یہ انتہائی المناک اور صحیح طور پر انتہائی افسوس ناک ہے کہ زبان و قلم اس کے بیان سے عاجز ہے، اس تخریب کاری کے بیان پر دل دہل جاتا ہے اور اس کی تصویر کشی کرنے سے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں اور اس کا منظر ہی انتہائی خوفناک ہے جسے اس کارروائی کے نافذ کرنے والوں نے کالی سیاہی کے سیاہ حروف سے رقم کیا ہے اور وہ لوگ ایسے بدترین جرائم کا ارتکاب کرنے کے ماہرین میں سے لگتے ہیں۔ اس دھماکے میں کتنے بے قصور لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں؟ کتنے مومن خوف و ہراس کا شکار ہوئے ہیں؟ اور کتنے اموال و املاک تلف و برباد ہوئی ہیں؟ ان جرائم پیشہ تخریب کاروں نے کسی بچے، بوڑھے پر رحم نہیں کھایا نہ کسی عورت پر ترس کھایا ہے۔ انہوں نے کسی دینی یا اخلاقی قدروں کا لحاظ نہیں کیا نہ شریعت کی پرواہ کی ہے اور نہ ہی عقل و انسانیت کا کوئی پاس کیا ہے۔

یہ مجرم کہاں جائیں گے؟:

ان لوگوں پر سخت تعجب ہے یہ کتنے سنگدل واقع ہوئے ہیں یا پھر ان کی عقلیں سمندر میں پھینک دی گئی ہے۔ یہ مجرم قاتل لوگ اللہ کے اس ارشاد سے کہاں بھاگ کر جائیں گے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔" (النساء:93)

کیا ان کے کانوں کے پردوں سے وہ وعیدیں، اللہ کی دھمکیاں اور ڈرانے والی نصوص نہیں ٹکراتیں؟ جو کہ ایسے ہی جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں ہے جو کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے پہلو بہ پہلو شمار کئے گئے ہیں بلکہ مسلمان کو صرف مبتلائے خوف و ہراس

(ہراساں) کرنا اور اس پر ہتھیار اٹھانا ہی جرم ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد سے کہاں جائیں گے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ

"تمہارے خون، اموال اور آبروئیں ایک دوسرے پر حرام کی گئی ہیں۔"[1]

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ۔

"لوگوں کے مابین بروز محشر سب سے پہلے جن معاملات یا کیسوں میں فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کے کیس ہیں۔"[2]

اسی طرح ایک حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

"مسلمان اس وقت اپنے دین کے معاملے میں اللہ سے آسانی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگ لے۔"[3]

ارشاد نبوی ﷺ ہے: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ۔

"اس پوری دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان آدمی کے قتل سے کم تر درجے والا ہے۔"[4] (ترمذی اور نسائی وغیرہ)

قیامت کے دن یہ لوگ اس شہادت توحید کے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اس سے کہاں جائیں گے جب یہ آئے گی اور ان لوگوں کے مقابل کھڑی ہو جائیں گے اور ان سے جھگڑا کریں گی جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں آیا ہے: "حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: أَقَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ۔

"کیا تم نے اس شخص کو اس کے لا الہ اللہ (اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں) کہہ چکنے بعد بھی قتل کر دیا؟۔ نبی ﷺ سخت غضبناک ہوئے آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا جیسا کہ آپ ﷺ کے رخِ انور پر کسی نے انار کا دانہ چھوڑ دیا ہو اور آپ ﷺ حضرت اسامہ سے مخاطب ہو کر فرماتے جا رہے تھے: "تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہہ چکنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔" انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس نے صرف قتل سے ڈرتے ہوئے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا؟ کیا تم نے اس کا دل چیر لیا تھا؟۔ اے اسامہ! قیامت کے دن جب لا الہ الا اللہ کلمہ توحید آئے گا اور تیرے مقابل کھڑے ہو کر تم سے جھگڑا کریں گا تو اس وقت تم اس کا مقابلہ کیسے کر پاؤ گے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یوں لگ رہا تھا کہ کاش میں ابھی تک مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔"[5]

اللہ اکبر! یہ تھا فہمِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ان ابرار اور سلف صالحین واخیار نے بے قصور شخص کی خونریزی اور خودکشی کی حرمت کو اس انداز سے سمجھا تھا۔ اے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا

[1] صحیح بخاری:67۔
[2] صحیح بخاری:6864۔
[3] صحیح بخاری:6862۔
[4] ترمذی:1395۔
[5] صحیح مسلم:96۔

مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا۔

”جس نے اپنے آپ کو لوہے کے کسی ٹکڑے سے قتل کرلیا (خودکشی کی) قیامت کے دن وہ آئے گا اس کے ہاتھ میں وہی لوہے کا ٹکڑا ہو گا اور اسے اس کے پیٹ میں گھونپ گھونپ کر تکلیف پہنچائی جائے گی اور جہنم کی آگ میں جلا دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔[1] ” (بخاری و مسلم)

ہمارے ہی جگر گوشے:

ہماری تو اللہ ہی سے فریاد ہے ان نوخیز لڑکوں کے شر پسند ٹولے کے بارے میں ہم اللہ ہی سے شکایت کرتے ہیں جنہوں نے اپنے حکام و علماء کے خلاف بغاوت کا علم اٹھا رکھا ہے اور دشت پیمائی کئے چلے جا رہے ہیں. فتنے برپا کر رکھے ہیں اور شر و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے اور سخت تلخی و افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ ہمارے ہی جگر گوشے ہیں جنہوں نے اپنے ہی والدین کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا ہے، ہمارے ہی نوجوان ہے جو ہمارے خلاف سر اٹھا آئے ہیں اور انہوں نے ہمارے امن و امان اور ملکی وحدت کی باڑھ کو پھلانگا ہے. اسلحہ سے بھری گاڑیاں اور آتش گیر مادے سے اٹے ہوئے ٹرک دھماکوں کے لیے استعمال کر رہے ہیں اس ملک میں رہتے اور اسی کا اسی کا کھاتے ہیں اور کتنی عار و ملامت والی اور کس قدر گھٹیا حرکت ہے کہ دھماکوں، تخریب کاری اور تباہی و بربادی کا چھرا بھی اپنے اسی ملک کی پیٹھ میں چھرا گھومتے ہیں۔

نقاب اٹھ چکا ہے:

ظلم و سرکشی اپنی تمام حدود کو پھلانگ چکی ہے اور معاملہ انتہاء کو پہنچ گیا ہے. رات کے آلوؤں کے چہروں سے پردہ اور تاریکی سے پردہ اٹھ چکا ہے.. چمگادڑوں کے رخ سے نقاب الٹ چکا ہے اور یہ انفرادی و منحرفانہ فکر کھل کر لوگوں کے سامنے آچکی ہے. ان علیحدگی پسندانہ ذہن کے مالک لوگوں نے لاقانونیت و انارکی کی حد کر دی ہے تخریب کاری اور املاک کی تباہی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان کا علاج اب یہ ہے کہ انھیں ملک بدر کر دیا جائے جس طرح کے لوہے سے زنگ دور کیا جاتا ہے. ان لوگوں اور ان ہی جیسے پیشروں کے بارے میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ” یہ لوگ بنی آدم میں سے انتہائی عجیب شکل کے لوگ ہیں. اللہ پاک ہے اس نے جس نوع کو جیسے چاہا تخلیق فرمایا.[2]

اس کا کیا جواز ہے:

ان لوگوں کا برا ہو! کیا یہ ہوش کے ناخن نہیں لینا چاہتے؟ کیا یہ رجوع کرنا نہیں چاہتے کہ دوسروں کا بھی خیال رکھیں؟ کیا ان کی ان تخریب کاریوں کے بعد بھی ان کے پاس اپنے افعال کو صحیح ثابت کرنے کے کوئی دلائل بچ جاتے ہیں یا تاویلات کی کوئی گنجائش نکلتی ہیں؟ اور ان شبہات و اشکالات کو جواز کی کوئی صورت بچتی ہے؟ ہر گز نہیں اور ہزار مرتبہ نہیں۔

---

[1]) صحیح بخاری:5778۔

[2]) البدایہ والنہایہ:7/286۔

بقول شاعر:

”ہم نے اسے پگھلا کر سانچے میں ڈالا اور سمجھا کہ یہ چاندی ہے مگر بھٹی کی تپش نے لوہے کے کچرے (زنگ اور میل کچیل) کو ظاہر کر دیا.

جھوٹے دعوے:

ان لوگوں کی گمراہی واضح ہوگئی، ان کے وہ دعوے جھوٹے نکلے جن میں وہ لوگوں کو دھوکا دیتے رہے کہ وہ غیر مسلموں سے جنگ کر رہے ہیں. پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے ملکوں میں امن و پناہ لئے رہنے والے معاہدین اور ذمیوں سے جنگ کرنا جائز ہی نہیں ہے. دوسری بات یہ کہ آج تمہارا جواب کیا ہے جبکہ تمہارا نشانہ غیر مسلم نہیں بلکہ تمہارے دشمن کا نشانہ بے قصور مسلمان بن رہے ہیں. جن میں اہل وطن سعودی عوام بھی ہے اور انہی مظلوم لوگوں میں تارکین وطن مسلمان اور بیرونی ممالک سے تلاش معاش کے لیے آئے ہوئے وہ لوگ بھی ہیں جو یہاں اقامت اختیار کئے ہوئے ہیں.

امن کے پاسبانوں پر حملے:

برادران اسلام! برادران ایمان! یہ مشق ستم اور مجرمانہ کاروائیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اور ان لوگوں نے اب ہمارے ان لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے جو ہمیں بہت ہی عزیز ہے وہ ہماری راتوں کو جاگنے اور پہرا دینے والی آنکھیں ہیں اور ہمارے امن و امان کے پاسبان ہیں. وہ کچھاروں کے شیر ہیں. یہ ایسے لوگ ہیں جو راتوں کو جاگتے رہتے ہیں تاکہ لوگ پر امن و پر اطمینان ہو کر سو سکیں. وہ مشقت اٹھاتے ہیں تاکہ عوام کو راحت پہنچا سکیں. وہ ہمارے دلیر پاسبان امن و امان نوجوان ہیں. وہ ہمارے ملکوں کے سپاہی ہیں۔

قابل مبارک و ستائش:

اے پاسبانان امن! اپنے دین وعقیدہ، ملک و وطن اور مقامات مقدسہ کا تحفظ اور خدمت آپ کو مبارک ہو. اپنے ملک کی سر زمین اور علاقوں کی پاسبانی مبارک ہو. خلوص، ایثار و قربانی، بیداری اور دلچسپی و اہتمام میں سر مو فرق نہ آنے پائے. یہ احمقانہ حرکتیں اور ناجائز تخریبی کارروائیاں کرنے والے اب بچنے نہ پائیں. اللہ کے بعد اب انہیں دبوچنے والے تم ہی ہو. ہم سب دل و جان سے تمہارے ساتھ ہیں، ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں. پورا معاشرہ آپ کا ممنون احسان ہے اور امن و امان کے تحفظ کے سلسلے میں تمہاری کوششوں پر شکر گزار ہے. پر امن شہریوں کی خدمت کے سلسلے میں تمہاری مساعی کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں. اسی طرح تمام مسلمانوں سے ہماری اپیل ہے کے امن و امان کے پاسبانوں کو ان کی عظیم ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلے میں بھرپور تعاون مہیا کریں. آپ میں سے ہر شخص اسلام کے کسی نہ کسی محاذ پر برسر پیکار ہیں. خبردار! اسلام کو کہیں سے گزند نہیں پہنچنی چاہیے۔

ہر فرد سپاہی:

معاشرے کے تمام افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اس عزیز ملک کے امن و استقرار کو بحال رکھنے اور اس وطن عزیز کے امن و امان کو محفوظ رکھنے کے لئے جاگتی آنکھ بن جائے اور ان مجرمانہ تخریب کاریوں میں ملوث یا اس سے تعاون کرنے والے لوگوں کے بارے میں

متعلقہ سرکاری اداروں کو مطلع کرے تاکہ شدت پسند و دہشت گرد گروہ، تخریب کاری کرنے اور ہراس پیدا کرنے والوں کے دلالوں سے معاشرے کے سفینے کو محفوظ رکھا جاسکے جس کے سوار ہم سب ہیں. اب خاموشی وچشم پوشی بیکار ہے. اب اس گروہ کے استیصال و بیخ کنی اور اس کے قاتل جراثیم کے خاتمے کے لیے عزم بالجزم کی سخت ضرورت ہے۔

تعزیت و دعاء:

ہم اپنے اولیاء امور، حکام و امراء اور علماء وفقہم اللہ کے دکھ میں مخلصانہ طور پر شریک ہے اور صدق دل سے ان کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں. اسی طرح ہماری دعائیں بھی ان کے ساتھ ہیں. اہل وطن، تارکین وطن اور امن کے پاسبانوں میں سے جو لوگ اس تخریبی کارروائی میں وفات پا گئے ہیں ان کے پسماندگان سے بھی ہمیں ہمدردی ہیں. ہم ان کے غم میں شریک ہیں اور ان کے لئے صبر و ہمت کی دعائیں کرتے ہیں. اللہ تعالی ان کے وفات پانے والوں پر رحم و کرم کرے اور انہیں شہداء ابرار میں سے شمار فرمائے اور انہیں صدیقین و اخیار کے درجات سے نوازے اور جتنے لوگ اس واقعہ میں زخمی ہوئے ہیں جنہیں چوٹیں آئی ہیں اور جو اس کے سبب بیمار ہوئے ہیں اللہ تعالی ان سب کو جلد شفائے کاملہ عطا فرمائے اور اس ملک اور اس کے بسنے والوں کو کسی مصیبت میں مبتلا نہ کرے. اللہ تعالی ہمارے اس مبارک ملک کے امن و امان اور اہل وطن و اقامت گزین لوگوں کے ایمان کو محفوظ رکھے. یہ مجرمانہ تخریب کاریاں اللہ کے فضل سے لوگوں کے دلوں میں ایمان کو مزید مضبوط کریں گی، انہیں ایمان پر مزید ثابت قدم کریں گی اور وہ ان کے قائدین و حکام اور علماء کے ساتھ مزید ان کا ربط و تعلق بڑھائیں گی. اور ان تخریب کاروں و دہشت گرد لوگوں کا منہ کالا ہوگا. اس بلاد حرمین کو خوشحالی مبارک ہو. یہ ملک ہمیشہ گال کے تل کی طرح نمایاں و سربلند رہے گا اور سنگلاخ چٹانوں کی طرح اس کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہیں آئے گی اور اس چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر خود غرضوں، حسد و بغض رکھنے والوں اور دشمنوں کے سر پھٹتے رہیں گے اور حقد و عناد رکھنے والے جھگڑالو لوگوں کی زبانیں گنگ ہوتی رہیں گی۔

صحیح اسلام اور صحیح جہاد:

اسلام کی شکل وصورت کا بگاڑنا بہت ہو چکا ہے جبکہ یہ دین اسلام معافی تلافی، رفق ونرمی اور اصلاح و تعمیر کی دعوت دینے والا دین ہے اس میں تشدد تباہی و بربادی اور دھماکوں کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے. عمارت اسلام کی چوٹی والا عمل جہاد اسلامی کو بدنام کرنا بھی بہت ہوگیا ہے. ان کاروائیوں، تخریب کاریوں، جرائم اور فساد وفتنہ انگیزیوں کے لئے اب جہاد کا نام استعمال کرنا بند کریں کیونکہ ان کرتوتوں کا اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے. ان لوگوں نے امت کا کیا سنورا ہے؟ اسے کیا کیا مفادات مہیا کیے ہیں؟ اور انہوں نے دشمنوں کے کہاں کہاں اور کیسے کیسے ہاتھ مضبوط کئے اور اسے کتنا فائدہ پہنچایا ہے؟ ان کی ان طفلانہ و احمقانہ حرکتوں سے دین و اہل دین، دعوت و دعاۃ، محکمہ احتساب امر بالمعروف والنہی عن المنکر اور خیراتی امداد و اداروں کو کتنا نقصان پہنچا ہے؟

تمام افراد امت سے اپیل:

تمام افراد امت کی خدمت میں بھی اپیل ہے کہ وہ امت جو اس وقت انتہائی خطرناک موڑ سے گزر رہی ہے کہ اپنے شرعی اولیاء امور اور حکام

وعلماء کے ارد گرد جمع ہو جائیں اور ہر فتنہ پرور کو منہ کی کھانے پر مجبور کر دیں. دین و اہل دین کی عزت افزائی کے کام سر انجام دیں جن سے دعوت و دعاۃ کو بھی سرخروئی حاصل ہو. محکمہ احتساب اور اس سے متعلقہ افراد کو سر بلندی ملے اور زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح کا عمل جاری کر دیں۔

نوجوانوں خبر دار!:

اپنے نوجوان احباب کو ہم خبر دار کرتے ہیں اور برے انجام والے امور سے بچنے کی دعوت دیتے ہیں اور ان سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کے تخریبی راہوں کے بدراہ مسافروں کے دھوکے میں نہ آئیں بلکہ ان تاریک حالات میں اپنے علمائے ربانی سے صلاح مشورہ لیتے رہیں اور توسط و اعتدال کا رویہ اپنائیں اور غیر معروف اشخاص مگر اپنی کنیتوں سے سامنے آنے والے لوگوں کے فتوؤں سے بچ کر رہے اور بہکانے والے لوگوں کی دعوت پر دیوانہ وار ان کے نقش قدم پر چلتے جانے سے بچیں.

تحفظ امن اور فکری امن:

امن کی تمام اشکال کا تحفظ ضروری ہے خاص طور پر منحرفانہ افکار اور گمراہ کن رو کے مقابلے کے لئے فکری امن کا تحفظ اشد ضروری ہے. وہ غلو ومبالغہ آمیزی، تشدد، فکر تکفیر، مغربی افکار یا گلوبلائزیشن کی فکر ہو. ان تمام غلط افکار سے تمام انسانی طبقوں کا تحفظ سخت ضروری ہے۔

مخلصانہ اپیل:

اب یہاں گھر، خاندان، مدرسہ اور ذرائع ابلاغ کے کردار یا رول کی باری آتی ہے تاکہ اللہ کے بندے سلامتی سے رہ سکیں اور بلاد حرمین شریفین بھی امن وامان کا گہوارہ بنا رہے. وہ اللہ جانتا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کے محض شفقت و محبت، امت کی خیر خواہی و نصیحت، بری الذمہ ہونے، دینداری کے تقاضے پورے کرنے اور امانت کی ادائیگی کے جذبہ کے تحت یہ اپیل ایسے وقت میں کر رہے ہیں جبکہ خواہشات نفس کی غلامی و پیروی کا دور دورہ ہے. ہر کسی کی اپنی اپنی رائے اور جتنے منہ اتنی باتیں کا سلسلہ زوروں پر ہے. لوگوں کی پوشیدہ نیتوں پر حملے اور قلبی مقاصد کے بارے میں اپنی طرف سے ہی فیصلے صادر کئے جا رہے ہیں. مسلمانوں کے بارے میں الزام تراشیاں اور بدظنی کی کی اور پھیلائی جا رہی ہے اور اس رویہ کے خلاف ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں.

بقول شاعر:

"میں اسی حالتِ (خلوص وخیر خواہی) میں ہی اپنے رب ومعبود سے جا ملوں گا اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوہے کی زبانوں سے میری چمڑی ہی کیوں نہ ادھیڑ کر رکھ دیں."

یہی ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے اور کسی دوست کو خوش کرنے یا کسی دشمن کو چڑانے کے لئے ہم اس سنت رسول ﷺ کو ہرگز ترک نہیں کریں گے۔

فریبِ نفس میں مبتلا:

ان لوگوں کی خدمت میں بھی اپیل ہے جو اپنی خواہشات نفس پر فریفتہ اور اپنی تشنہ کامیوں کو مٹانے پر مصر ہیں کہ سنبھل جاؤ، بیدار ہو جاؤ اور وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے ہوش میں آجاؤں. البتہ ہمیں سب سے زیادہ دھڑکا تو اس بات کا لگا رہتا ہے کہ تم ہماری نصیحت و خیر خواہی کی قدر اس وقت محسوس کرو گے جب قیامت کے اور روز حساب کی صبح ہوگی. اور اس وقت تو یہ احساس آپ کے کسی کام نہ آئے گا. تب تم بقول کسی مومن آل فرعون کے کہو گے، حسبِ ارشاد الٰہی ہے:﴿فَسَتَذۡكُرُونَ مَآ أَقُولُ لَكُمۡۚ وَأُفَوِّضُ أَمۡرِيٓ إِلَى ٱللَّهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ بَصِيرُۢ بِٱلۡعِبَادِ﴾

"پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھنے والا ہے." (المؤمن:44)

اللہ تعالی ہمارے اس ملک اور تمام اسلامی ممالک کو اشرار کے شر اور فساق و فجار کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے اور ہم پر نعمت امن و امان کو دائم فرمائے. اگر چہ یہ چیز حاقدوں، حاسدوں، خود غرضوں اور گھات لگائے بیٹھے دشمنوں کو بری ہی کیوں نہ لگے.

بقول شاعر:

اگر چہ اس سے کچھ لوگوں کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو اور یہ دعا کریں کہ یا اللہ اس ٹولے کے سوا کسی کو یہ ذلت و رسوائی نہ پہنچے.

قیامت تک کے لیے امن کی ضمانت:

اللہ والو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَٱتَّقُواْ يَوۡمٗا تُرۡجَعُونَ فِيهِ إِلَى ٱللَّهِۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٖ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ﴾

"اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا." (البقرہ:281)

مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ جڑے رہیں کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو خود سے الگ ہوگیا وہ جہنم میں جا گرا. پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں برادران گرامی! احباب اسلامی! موجودہ مشکل حالات میں جو چیز امیدوں کو وابستہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالی نے قیامت تک اس ملک کے لیے امن و امان کی ضمانت دے رکھی ہے. اس مقدس ملک میں امن و استقرار اور اللہ کا ایک خاص احسان و نعمت ہے جو کہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور یہی اس مسلمان ریاست کا طریق ہے جو کہ مومن و مسلم عسکریت میں یقین رکھنے والے ہیں بلکہ اپنے دین اور ملک کے بارے میں غیرت رکھنے والے ہر شخص کا یہی طریق ہے اور بعض اوباش و غنڈہ عناصر جو اس کے سوا کچھ چاہتے ہیں اور ایک ناممکن چیز کی تمنا لیے ہوئے ہیں. سنگلاخ چٹانوں کو ٹکریں مارنے والے اسے کہاں کمزور کر سکتے ہیں اور مضبوط درخت کو ہلانا اور توڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے. البتہ کچھ بونے پھلدار درخت پر صرف پتھر ہی مار سکتے ہیں اس کے سوا وہ اور کیا کر لیں گے۔

مسئلہ فلسطین پر نظر:

مسلم امہ! بلادحرمین شریفین کوئی پہلا ملک نہیں جو دہشتگردی کا نشانہ بنا ہے اور دہشت گردوں کی تخریب کاری کا شکار ہوا ہے۔اس میدان میں امت کی تکالیف کے احساس وشعور کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے فلسطینی بھائیوں کے سانحہ کو بھی نہ بھلائے جو کہ ایک ملکی دہشت گردی کا شکار ہے جو کہ صہیونی طاقت اور یہودی قوم نے شروع کر رکھی ہے اور قتل وغارت گری اور خونریزی کی انتہا کر دی ہے۔فلسطینی قائدین کو چن چن کر شہید کیا جارہا ہے اور یہ ملکی سطح کی غنڈاگردی اور دہشت گردی دیکھ کر پوری امت اسلامیہ بلکہ سارے جہاں کے تمام ممالک کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارے فلسطینی بھائیوں اور وہاں کے ہمارے مقامات مقدسہ کا تحفظ کریں کیونکہ آج کل ظالم صہیونی و یہودی قوتوں کی منفی وظالمانہ سیاست کے سامنے اوران کے تمام عالمی مواثیق و معاہدات کو پاؤں کی نوک پر رکھنے کے آگے تمام ممالک سر جھکائے ہوئے ہیں۔غیور لوگ کب تک صرف دھیمی آوازوں،خدمت ونکیر کی قرار دادیں اور ضبطِ نفس کے مطالبے سنتے رہیں گے۔

مسئلہ عراق:

برادران اسلام!ایک خونچکاں صفحہ وہ بھی ہے جو عراق کی موجودہ تاریخ میں رقم ہو رہا ہے۔خصوصاً ہمارے وہ دلیرودشمن کے دانت کھٹے کر دینے والے بھائی جو کہ فلوجہ میں محصور مگر ڈٹے ہوئے ہیں اور ظلم وستم کی مشق کا تختہ بنے ہوئے ہیں۔ان کے قتل وخونریزی اور تباہی و بربادی نے تو تمام انسانی حدود کو ہی پھلانگ دیا ہے۔یہ ظلم و بربریت بھی تمام دنیا والوں سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ اس ظلم وزیادتی اورغاصبانہ قبضے کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔اس کی مذمت کی جائے اور اسے روکنے کیلئے مختلف قسم کے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ برادرانہ نصیحت وخیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے وہاں کے بھائیوں کو صبر وثبات،وحدت رائے اور وحدتِ صف پر آمادہ کرے تا کہ سب کو اللہ کی مدد ونصرت کی بشارتیں ملیں۔

تنگی کے بعد آسانی:

تاریخ شاہد ہے کہ تشدد ودہشت گردی کی عمر بہت ہی تھوڑی ہوتی ہے اور صبر کا نتیجہ فتح ونصرت ہی ہے اور تکلیف کے بعد کشائش وآسانی میسر آتی ہے اور تنگی کے بعد آسانی ملتی ہے۔اہل اسلام کے لئے بشارت وخوشخبری موجود ہے۔ولادت کی تکلیف کے بعد بچے کی آمد خوشیاں لاتی ہے۔رات کی تاریکی اپنے اندر صبح منتظر کی روشنیاں لئے ہوئے ہوتی ہے۔اگر مسلمان اللہ کی قضاء وقدر اور قدرت کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور صبر ورضاء کا مظاہرہ کرتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:لو كان العسر في جحر لطلبه اليسر حتى يدخل عليه۔

”اگر تنگی کسی بل میں بھی گھسی پڑی ہوتو آسانی اسے ڈھونڈ نکالتی اور اس پر غالب آجاتی ہے۔“[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:لن يغلب عسر يسرين

[1] تفسیر طبری:30/236۔

"ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی"۔[1]

خیر سگالی کے جذبات:

آج مسلمان شدید کرب و بلاء میں مبتلا ہیں اور بڑا سخت دور گزر رہا ہے. ایسے میں ہمیں سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم فال حسن، خیر سگالی اور بشارت وخوشخبری کی روح کو عام کریں اور ان جذبات کو لوگوں کے دلوں میں بیدار کریں. ان میں مثبت رویے کی روح پھونکیں کیونکہ آجکل بکثرت لوگوں پر یاس ومایوسی اور نفس شکستگی چھائی ہوئی ہے اور وہ بھول گئے ہیں یا جان بوجھ کر بھلا رہے ہیں کہ امیدوں کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے اور خوشخبریوں سے کبھی بددل نہیں ہونا چاہیے..

اللہ سے تجدیدِ عہد:

موجودہ بحرانوں کا شکار امت مسلمہ سے مطالبہ ہے کہ وہ ان بحرانوں سے نکلیں، توبہ نصوح اور صادق رجوع کریں اور اللہ کی طرف لوٹ آئیں، گڑ گڑائیں، دعائیں مانگیں، اللہ پر اعتماد اور بھروسہ اور توکل کی تجدید کریں، اس پر حسن ظن کی سطح صحیح کریں. اللہ کی اطاعت کر کے تقرب و فتح ونصرت کی راہیں ہموار کریں، اپنی ذات پر اعتماد کو بحال کریں اور اصلاح و درستگی کی راہ اختیار کرنے کے لیے جہدِ مسلسل اور سنجیدگی سے عمل پیہم کا رویہ اپنائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾

"بے شک اللہ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جسے خود اپنے آپ کو بدلنے کا خیال نہ ہو"۔ (الرعد:11)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ[4] بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ[5] وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

"اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس روز مسلمان شادمان ہوں گے [4] اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے [5] اللہ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ (الروم:4-6)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] تفسیر قرطبی: 20/107۔

طوفان فتن کا تلاطم: خون مسلم کی ارزانی اور اس کا علاج

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ
11/3/1425ھ 30/4/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

طوفان فتن کا تلاطم:

لوگو! آج کا دور انتہائی وحشت ناک دور ہے اس میں فتنوں کے طوفان اس طرح تلاطم میں ہیں جیسے سمندر میں موجیں تلاطم میں ہوتی ہیں جن کی کیفیت قرآن میں یوں آئی ہے: ﴿كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا﴾

”دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چلی آتی ہو اور اس کے اوپر ایک اور لہر (آرہی ہو) اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہوا) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے۔“ (النور:40)

فتنوں کے ان تاریک اندھیروں نے ہمیں ہر چہار جانب سے گھیرے میں لے رکھا ہے اور وہ ہمارے دلوں پر چھائے ہوئے ہیں بلکہ انہوں نے ہمارے دلوں کو یوں اچک رکھا ہے جیسے تیز ہواؤں کے طوفان زمین کے خس و خاشاک کو اچک لیتے ہیں یہ انتہائی اندھے گونگے اور بہرے فتنے ہیں، جنہوں نے حلیم و بردبار لوگوں کو حیران اور اہل عقل و دانش لوگوں کو دنگ کر دیا ہے، وہ حلیم و بردبار جیسے اللہ نے وہ خصلت عطا فرمائی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے ہیں۔ وہ حلیم کہ اسے گالی دی جائے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے، اسے اگر مارا جائے تو وہ معاف کر دیتا ہے، ان واقعات وفتن کی ہولناکی وخطرناکی کو وہ بھی حیرانی وخوفزدگی سے دیکھتا ہے۔

اس آزمائش وامتحان کا سبب:

یہ فتنے جو ہمیں موقع بموقع آگھیر لیتے ہیں درحقیقت یہ ہماری آزمائش اور امتحان ہیں اور ان کا سبب اللہ تعالی نے یہ بتایا ہے: ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ﴾

”تاکہ اللہ تعالی پاک کو ناپاک سے الگ کر دے اور ناپاک کو ایک دوسرے پر رکھ کر ایک ڈھیر بنادے پھر اسے جہنم میں جھونک دے۔“ (الأنفال:37)

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سَتَكُونُ فِتَنٌ، الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي، مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ۔

”عنقریب ایسے فتنے رونما ہوں گے اس وقت بیٹھا رہنے والا شخص کھڑے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا شخص چلنے والے سے اچھا ہوگا اور چلنے والا شخص سعی وکوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو آدمی ان میں جھانکے گا وہ اسے اپنے اندر گھسیٹ لیں گے، (اور ہلاک کر دیں

گے)۔"[1] (بخاری ومسلم)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بخاری کی شرح فتح الباری میں الفاظ حدیث: "من تشرّف لها" کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ: "جس نے ان فتنوں کی طرف جھانکا، ان میں دخل اندازی کی اور اس سے اعراض و روگردانی کر کے بچنے کی سعی نہ کی۔"

خون مسلم کی ارزانی اور اس کا علاج:

مسلمانو! مسلم معاشرے میں ان دنوں امن و امان کو درہم برہم کرنے کے واقعات اور اطمینان و استقرار کو زیروزبر کرنے کے حادثات و واقعات بکثرت ہو گئے ہیں اور ہمارے یہاں مسلمان کے خون کی ہیبت وحرمت اور عصمت وقیمت کم ہوتی جارہی ہے۔ ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی پر ہتھیار تان لے بلکہ اس پر چلا کر سارا اسلحہ ختم کر دے یہ ہم نے امن و امان اور استقرار و اطمینان کے دور میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اب یہ راستے کس نے بدل دیئے ہیں؟ آج کا دن گزشتہ کل کس چیز کی بناء پر مختلف ہے؟ اس قاتل کا توقل کی گردن سے باہر نکلنے کا راستہ کیا ہے؟ یہ سب وہ سوالات ہیں جو ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم ان پر سنجیدگی وصدق دل سے غور کریں اور اپنی اصلاح کی نیت سے ان مسلم مسائل کی کھوج لگائیں جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل اور ان سوالات کے جوابات ڈھونڈیں تاکہ اللہ تعالی ہماری اور ہمارے حالات کی اصلاح فرمادے۔

چند اہم مسلمات برائے اصلاح:

ان سوالات کے جوابات ونتائج، وہ مسلم مسائل جن کی روشنی میں مسائل حل کئے جائیں کم نہیں البتہ اس مختصر وقت میں ہم مجبوراً صرف چند مسلمہ امور کا تذکرہ کرنے پر ہی اکتفا کر رہے ہیں:

(1) بدامنی کے نتائج بد:

وہ مسلم امور جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے ان میں سے پہلا امر یا مسئلہ تو یہ ہے کہ امن کا درہم برہم ہو جانا جس کے نتیجہ میں بکثرت قتل وغارت، بے قصور لوگوں کی خونریزی اور اللہ کی طرف سے کوئی دلیل و برہان نہ ہونے کے باوجود ناحق طور پر جانوں کا تلف کرنا قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ جس کا صحیح وقت اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّمَ هُوَ؟ قَالَ: الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

"زمانہ قریب ہو جائے گا (وقت تیزی سے گزرنے لگے گا) کام کم ہو جائے گا، بخل عام ہو جائے گا اور فتنے عام ہو جائیں گے اور خونریزی وفساد (ہرج) بہت بڑھ جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ "حرج" کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قتل وغارت گری، خونریزی۔"[2] (بخاری ومسلم)

---

[1] صحیح بخاری:7081۔
[2] صحیح بخاری:7061۔

(2) امن کی برکات:

وہ مسلمہ امور و مسائل جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے ان میں سے دوسرا مسلمہ امر یہ ہے کہ مسلمان معاشرے کا استقرار جس میں کھانا خوشگوار اور پینا باعث شادکامی بن جاتا ہے۔ جو لوگوں کے لئے دن کو تلاش معاش کا پرسکون موقع اور رات کو چین و پردے کے ساتھ سونے کا وقت اور نیند کو راحت و آرام کا سبب بنا دیتا ہے وہ استقرار صرف امن و امان کے گھرے سایوں میں ہی ممکن ہے۔ اور یہ امن و امان ہر معاشرے کا انتہائی مقصود گوہر ہے اور اس بات کا انکار تو کوئی بڑا متکبر انسان ہی کرسکتا ہے۔ کیونکہ جب امن و امان درہم برہم ہوتا ہے تو وہ بدامنی اپنے ساتھ صرف بدامنی پیدا کرنے والے کو ہی نہیں بہا لے جاتی بلکہ اے میرے مسلمان بھائی! یہ بدامنی بڑھ کر مجھے تجھے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، میرے بچے اور آپ کے بچے، میرا خاندان اور آپ کا خاندان کوئی بھی اس کی دست برد سے نہیں بچ پاتا۔

مکمل و خوشحالی معاشرے کی بنیادیں:

جو ایک طے شدہ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ ہر اعتبار سے مکمل معاشرہ وہ ہے جس میں امن کی تین بنیادیں خوب مضبوط ہوں۔

(1) عسکری امن

(2) غذائی امن

(3) امن صحت و تندرستی

اور یہ تینوں اقسام امن دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کے سوا ممکن ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.

”جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے گھر میں پر امن ہو، جسمانی صحتمند ہو، اور اس کے پاس اسی دن لئے غذاء موجود ہو، اس کے پاس گویا ساری دنیا کی نعمتیں سمٹ کر آ گئی ہیں۔“[1] (ترمذی و ابن ماجہ)

(3) خون مسلم کی حرمت:

اللہ کے بندو! سابقہ دھماکوں میں بے قصور لوگوں کا خون بہایا گیا۔ یہ وہ کام ہے جسے نہ دین پسند کرتا ہے نہ عقل قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ ہی یہ فعل عرف عام میں ہی پسندیدہ ہے اور ایسے افعال و تخریبی کاروائیوں پر نکیر و مذمت کرنا، منکر و برائی کو بدلنے روکنے کے درجات میں سے واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ ایسے دھماکوں پر رضامندی کا اظہار بلکہ الٹا ان پر فرحت و خوشی منانا باطنی خباثت و اندرونی بددیانتی کے رنگوں میں سے ایک رنگ ہے۔ شریعت اسلامیہ کی بکثرت نصوص مسلم اور خون مسلم کی حرمت، مسلمان حاکم کے حق کا احترام کرنے، اس پر اور اہل علم پر حملہ آور ہونے یا ان کے خلاف زبان درازی کرنے کے حرام ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

---

[1] ترمذی:2346۔

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات:10)

اور ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"اور جو شخص کسی مومن مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (النساء:93)

اور حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ﴾

"اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) انہیں آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں (ہابیل وقابیل) کے حالات (جو بالکل) سچے (ہیں) پڑھ کر سنا دیں کہ جب ان دونوں نے (اللہ کی راہ میں) کچھ نیازیں چڑھائیں تو ایک کی نیاز (قربانی) تو قبول ہوگئی اور دوسرے (قابیل) کی قبول نہ ہوئی تب وہ (ہابیل سے) کہنے لگا کہ میں تجھے قتل کر دونگا..." (المائدہ:27)

احتیاطی تدابیر:

یہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا قصہ ہے قتل کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں سے ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا، أَوْ فِي سُوقِنَا، وَمَعَهُ نَبْلٌ، فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا، أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ، أَنْ يُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا شَيْءٌ۔

"جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد سے گزرے یا ہمارے بازار سے گزرے اور اس کے پاس نیزہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے نیزے کا پھل اپنے ہاتھ میں پکڑ کر رکھے تاکہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو لگ کر زخمی نہ کر دے۔"[1] (صحیح بخاری)

صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

"جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

اور بخاری ومسلم میں ہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق وگناہ کبیرہ ہے اور اس سے قتال وجنگ کرنا کفر ہے۔"[3] (بخاری ومسلم)

سلف امت کا طرز عمل:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ وہ

---

[1] صحیح بخاری:7075۔
[2] صحیح بخاری:7070۔
[3] صحیح بخاری:7076۔

لائے گئے تو انہوں نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم اس معاملہ (یعنی ان کے اور ان کے مدمقابل کے مابین لڑائی) سے پیچھے کس وجہ سے رہ گئے ہو؟ انہوں نے فرمایا: " مجھے آپ کے عم زاد برادر۔۔۔یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایک تلوار تھمائی اور فرمایا تھا: " قَاتِلْ بِهِ مَا قُوتِلَ بِهِ الْعَدُوُّ، فَإِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ يَقْتُلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَاعْمِدْ بِهِ إِلَى صَخْرَةٍ فَاضْرِبْهُ بِهَا، ثُمَّ الْزَمْ بَيْتَكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ مَنِيَّةٌ قَاضِيَةٌ أَوْ يَدٌ خَاطِئَةٌ۔

" اس کے ساتھ تب تک جنگ ولڑائی کرتے رہو جب تک دشمن کے ساتھ لڑائی جاری رہے۔ اور جب تم دیکھو کہ لوگ باہم ایک دوسرے سے ہی لڑنے لگے ہیں تو اسے پتھریلی چٹان کے پاس لے جا کر اس پر زور سے مارو (توڑ دو) اور پھر اپنے گھر میں بیٹھے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے یا کوئی غلط ہاتھ آگے (تمہاری طرف) بڑھے۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: " انہیں چھوڑ دو۔" [1] (مسند احمد)

مستحقین احترام:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بعض سلف صالحین امت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: أَحَقُّ النَّاسِ بالإجلال ثلاثة: العلماء والسلاطين والإخوان، فمن استخف بالعلماء أفسد دينه، ومن استخف بالسلطان أفسد دنياه، و من استخف بالإخوان أفسد مروءته، والعاقل لا يستخف بأحد."

" تین قسم کے لوگ عزت و احترام کے سب سے زیادہ حقدار ہیں: علماء دین، مسلمان بھائی، حکمران وسلطان، جس نے علماء کرام کی ناقدری کی اس کی مروت میں فساد و بگاڑ آگیا اور جس نے حاکم وسلطان کی سبکی کی۔ اس نے اپنی دنیا برباد کر لی اور عقلمند شخص کسی کی بھی ناقدری و سبکی نہیں کرتا۔" [2]

(4) صحیح تشخیص وعلاج:

وہ مسلمہ مسائل جن کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے ان میں سے چوتھی چیز یہ ہے کہ اس بلاء ومصیبت کی خوب شفافیت کے ساتھ تشخیص کی جائے جو ذاتی خواہشات ومفادات اور دیگر شکوک وشبہات سے پاک ہوتا کہ اس تشخیص کے ذریعے اس کے اسباب کی کھوج لگائی جائے اور اس کے لئے کوئی مفید علاج تلاش کیا جائے اور یہ تشخیص بیماری کی جگہ (عضو بیمار) سے آگے نہ بڑھنے پائے کیونکہ یہ ہرگز جائز نہیں کہ ان کاروائیوں میں سے کسی کا ارتکاب نہ کرنے والوں کو ملامت کی جائے مثلاً یہ ہرگز جائز نہیں کہ ان تخریبی کاروائیوں کا سبب دینداری کو قرار دیا جائے یا علوم شریعت اور ان کے مناہج وکورسز پر انگلی اٹھائی جائے یا اہل اخلاص علماء ودعاۃ کی پگڑی اچھالی جائے ۔مسجد میں چوری کا وقوع اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ مسجد کو ہی گرا دیا جائے۔ اسی طرح ہی شریعت اسلامیہ اور دینداری سمجھ نہ آئے تو اس کا معنی یہ تو نہیں کہ اسے زندگی سے ہی دیس نکالا دے دیا جائے اور اگر کوئی چور حجاب و برقعہ اوڑھ لے تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ حجاب و برقعہ کو ہی ختم کر دیا جائے۔

---

[1]) مسند احمد: 4/225۔

[2]) سیر أعلام النبلا: 17/251۔

دین واہل دین پر زبان درازی ونکتہ چینی:

ان لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو سانحہ وحادثہ کے موقع ہماری قدامت پسندی و دینداری اور اسلام سے ہمارے پرانے گہرے تعلق پر انگلی اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی چیزیں حادثات ومشکلات کا سبب ہیں۔ اپنے ہی ان لوگوں کی نکتہ چینی حاقد کفار اور ہمارے دشمنوں پر ناز کرنے والے لوگوں کے لئے ایک بہانہ بن جاتی ہے کہ وہ اسے دلیل بنا کر اپنے دباؤ مسلم ممالک پر بڑھائیں حتی کہ اس قسم کی باتیں توان کے لئے سونے کی پلیٹ میں رکھا ہوا وہ بہانہ ثابت ہوتی ہیں جن کو بنیاد بنا کر اور حیلے بہانے سے وہ مسلم ممالک پر غاصبانہ قبضہ جمائیں۔

اللہ والو! اندرونی تشویش بیرونی تشویش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔مختلف ذرائع ابلاغ اپنے تمام وسائل دین اسلام، اہل دین، اس کے روشن وتابناک مناہج اور عقائد وفکر میں استقامت کے خلاف ہذیان بکنے والے لوگوں کی مثال تو اسی طرح ہے جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: "ضَافَ ضَيْفٌ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَفِي دَارِهِ كَلْبَةٌ مُجِحٌّ، فَقَالَتِ الْكَلْبَةُ: وَاللهِ لَا أَنْبَحُ ضَيْفَ أَهْلِي، قَالَ: فَعَوَى جِرَاؤُهَا فِي بَطْنِهَا، قَالَ: قِيلَ: مَا هَذَا؟ قَالَ: فَأَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ هَذَا مَثَلُ أُمَّةٍ تَكُونُ مِنْ بَعْدِكُمْ، يَقْهَرُ سُفَهَاؤُهَا أَحْلَامَهَا"

بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے کسی مہمان کی ضیافت کی میزبان کے گھر میں ایک کتیا تھی۔اس کتیا نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنے مالکوں کے مہمان پر نہیں بھونکوں گی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس کے (پیٹ میں مروڑ آیا اور اس کے) پیٹ میں اس کا پلہ بھونک اٹھا۔کہا گیا کہ یہ کیا ہے؟ اللہ نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی کی کہ یہ اس امت کی طرح ہے جو تمہارے بعد میں آئے گی جن کے احمق لوگ سمجھ دار لوگوں کو اپنے سامنے جھکا لیں گے (اور ان پر بھونکیں گے)۔"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے قتال مگر۔۔۔

اللہ والو! حاصل کلام یہ ہے کہ فکر کا علاج فکر کے ساتھ کرنا چاہیئے اور کسی کو اختلاف وانتشار پھیلانے اور دیندار کو ضعیف کرنے کا ذریعہ نہیں بنالینا چاہیے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی سخت لوگوں کے ساتھ قتال کیا مگر انہوں نے دین اور اہل دین کو ملامت نہ کی بلکہ ملامت صرف ان خارجیوں پر کی جو ان کے خلاف سرکشی پر اتر آئے تھے اور سمجھ بیٹھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے امت کو ان سے خلاصی دلانا بہت بڑی نیکی ہے۔اللہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔بلکہ ان کے شعراء میں سے ایک شاعر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کے بارے میں یہ تک کہہ دیا کہ اس نے پوری کائنات کا اللہ کے یہاں قرض اتار دیا ہے اور وہ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ ناپ تول پورا کرنے والا ہے۔اس خارجی شاعر عمران بن حطان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کی مدح بیان کرتے ہوئے یوں ہذیان بکا کہ:

"اس متقی نے ایسی چوٹ ماری جس کے ذریعے وہ عرش عظیم کے مالک کی رضاء وخوشنودی چاہتا تھا اور میں جس روز بھی اسے یاد کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ اس نے پوری کائنات کے سے اللہ کا قرض اتار دیا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک ساری دنیا سے زیادہ میزان پورا کرنے

---

[1] مسند احمد: 2/170۔

والا ہے۔"[1]

بہت ہی بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکل گئی ہے اور وہ سراسر جھوٹ بک رہا ہے۔اس کے جواب دیتے ہوئے بعض اہل سنت نے لکھا:

"بلکہ ایک بدبخت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ضرب لگائی جس نے اس شقی کو بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچا دیا اور بوقت ملاقات اس پر اللہ خوب غضبناک ہوگا۔میں جس روز بھی اسے یاد کرتا ہوں تو اس پر لعنت بھیجتا ہوں اور اس (شقی عبد الرحمن بن ملجم) کے ساتھ ہی عمران بن حطان (شاعر) پر بھی لعنت کرتا ہوں۔"[2]

اللہ کے بندو! اس واقعہ سے ہمارا شاہد یہ خوارج کے فعل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کے ساتھ گہرے تمسک و تعلق اور اللہ کے لطف و رحمت کی طلب سے نہ پھیرا اور نہ ہی انہیں دین پر استقلال وثبات سے پھیرا اگر چہ وہ کیسے کیسے حالات سے دو چار کئے گئے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔اس وقت وہ تمہارے سب کاموں سے جو (دنیا میں) کئے تھے تمہیں آگاہ کرے گا۔(اور انکا بدلہ دے گا۔)(المائدہ:105)

(5) محاسبۂ نفس اور توبہ صادقہ:

مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور ایک پانچویں امر کے بارے میں بھی یہ بات ذہن نشین کرلو کہ پہلے ذکر کئے چار امور سے یہ کسی طرح بھی کم اہمیت والا نہیں اور یہ پانچواں امر ہے حالات حاضرہ پر غور وفکر کرنا، اللہ تعالی کے حقوق میں کی گئی کمی کوتاہی پر اپنے نفس کا محاسبہ کرنا اور خود اپنے اندر اور اپنے معاشرے میں پائے جانے والے خلل ونقص کی اصلاح کرنا۔کیونکہ جب بھی کوئی بلاء ومصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ ہمارے کسی گناہ ہی کی پاداش میں نازل ہوتی ہے اور اس مصیبت کو صرف توبہ صادقہ ہی رفع دفع کرسکتی ہے۔ارشاد الہی ہے:﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾

"ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک وفقر، مال وجان میں نقص وکمی اور پھلوں میں قلت کرکے ضرور آزمائیں گے اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔" (البقرہ:155)

ایک جگہ ارشاد الہی ہے:﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

"اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن وچین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آرہا تھا مگر ان لوگوں نے

---

[1] الاستیعاب:3/1128۔

[2] الاستیعاب:3/1129۔

اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب انہیں بھوک و پیاس کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔" (النحل:112)

ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

"اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ہوتو وہاں کے آسودہ حال لوگوں کو (بے حیائی پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔" (بنی اسرائیل:16)

معاصی وگناہ اور مال و جان اور معاشرے میں شریعت الٰہیہ کے ساتھ تمسک و تعلق کی کمزوری امن کے درہم برہم ہونے اور مسلسل مصائب و مشکلات کے نازل ہونے کا سبب ہیں اور یہ چیز ہم پر واجب کرتی ہے کہ ہم اللہ کی طرف رجوع کریں اسے یاد کریں اسے ہی اپنا ملجا و ماوی بنائیں، اسی کے لطف و کرم پر نگاہیں لگائیں اور اپنے حال و احوال کی اصلاح کریں تا کہ اللہ بھی ہماری حالت کو بہتر بنائے۔اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ﴾

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالی نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے،اللہ تعالی جب کسی قوم کو سزا دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔" (الرعد:11)

اسباب عذاب اور اس کا علاج:

سنن ابن ماجہ و بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں مہاجرین کی جماعت کے دس افراد میں سے دسواں شخص تھا اور ہم سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور ہماری طرف پھیرا اور ارشاد فرمایا: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ، حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا. وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَؤُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ.

وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا.

وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ.

وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ، إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ.

اے مہاجرین کی جماعت! پانچ خصلتیں ایسی ہیں کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم میں وہ سرایت کر جائیں۔

(1) جب کسی قوم میں فحاشی اس قدر عام ہو جائے کہ وہ اس کا علانیہ ارتکاب کرنے لگیں تو انہیں وہ تازیانے لگیں گے اور وہ ایسی مشکلات و مصائب میں مبتلا کئے جائیں گے کہ ان سے پہلے لوگوں میں وہ کبھی نہ آئی ہوں گی۔

(2) جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگے گی تو اسے قحط سالی گھیر لے گی اس کی گزران تنگ ہو جائے گی اور وہ بادشاہ کے ظلم وستم کا نشانہ بن جائیں گے۔

(3) جو قوم اپنے اموال کی زکواۃ ادا کرنا روک لے گی اس پر آسمان سے بارشیں بند کر دی جائیں گی، اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ برسائی جائے۔

(4) جب کوئی قوم عہد شکنی کرنے لگے گی تو اللہ ان پر باہر سے کسی دشمن کو مسلط کر دے گا اور وہ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اسے چھین لے گا

(5) جب ان کے حکام وآئمہ اللہ کے اپنی کتاب میں نازل کردہ قانون شریعت کو چھوڑ کر دوسرے خود ساختہ قوانین پر عمل کرنے لگیں گے اور قانون الٰہی کو چھوڑ بیٹھیں گے تو اللہ انہیں باہمی لڑائی جھگڑے (خانہ جنگی) میں مبتلا کر دے گا۔"[1] (ابن ماجہ، بیہقی)

اللہ تعالی سے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

" (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (بروز احد) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (بروز بدر) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھوں ان پر آچکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) یہ آفت (ہم پر) کہاں آن پڑی ہے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیں کہ یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (آل عمران:165)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

---

[1] ابن ماجہ:4019۔

یہ تخریب کاریاں....فائدہ کس کا؟

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

8/3/1425ھ، 7/5/2004ء

اللہ کے بندو! اللہ اسے اتنا ڈرو جتنا کہ اس کا حق ہے کیونکہ یہ تقویٰ وخوف الٰہی گناہوں سے بچتے ہوئے اور لرزشوں کوتاہیوں سے دور رہتے ہوئے زندگی کا سفر طے کرنے کے لیے بہترین زادراہ ہے اور اسی کے ذریعہ قیامت کے دن نجات نصیب ہوگی جس دن کے دل ونظر تلپٹ ہوجائیں گے۔

علم دین وفطرت سلیمہ والے اہل ایمان:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر جو عظیم نعمتیں فرمائی ہیں، جن عطاؤں سے اسے نوازا ہے اور جن تحائف سے بہرہ ور کر کیا ہے ان میں سے ہی ایک عظیم نعمت وہبہ یہ ہے کہ انہیں اس نے ایک دلیل کے ساتھ اپنا تعارف کروایا ہے یعنی وہ اللہ تعالی اور اس کے دین کے معاملے میں اس بصیرت ویقین کے مالک بنادیے گئے ہیں جس کے دلائل وبراہین اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں نازل فرمائے ہیں اور جو ہدایت وعلم اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث میں موجود ہے اور اس کے ساتھ ہی اس نے انہیں وہ فطرت سلیمہ عنایت فرمائی ہے جو حق وباطل کے مابین تمیز کرنے کا ملکہ رکھتی ہے اور ہدایت وگمراہی میں تفریق کرسکتی ہے۔اسی بنا پر اہل ایمان اللہ کی حدود سے تجاوز نہیں کرتے بلکہ ان کے اندر اندر ہی رہتے ہیں اور اگر کبھی شیطان کے بہکاوے میں آکر وہ صراط مستقیم سے ہٹ جائیں اور کسی دوسری راہ پر جانکلیں اور ان کے قدم ڈگمگا جائیں تو وہ فوراً حق کی طرف رجوع کرلیتے ہیں۔

اہل فساد وتخریب کار:

ان اہل ایمان کے برعکس وہ لوگ ہیں جن کے برے اعمال ان کے لیے مزین کردیئے گئے ہیں اور وہ اپنی تخریب کاریوں کو بھی اعمال حسنہ سمجھ رہے ہیں: ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

”وہ لوگ جن کی دنیوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور وہ اسی گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کررہے ہیں۔“ (الکھف:104)

وہ زمین میں فساد وبگاڑ پھیلا رہے ہیں اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ اصلاح کررہے ہیں اللہ تعالی نے ان دونوں فریقوں (اہل ایمان اور اہل فساد) کے مابین فرق کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ﴾

”کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل پر ہو اس شخص جیسا ہوسکتا ہے؟ جس کے لئے اس کا برا کام مزین کردیا گیا ہو اور وہ اپنی نفسانی خواہشوں کا پیروہو؟“ (محمد:14)

یہ تخریب کاریاں...:

سجائے گئے اعمال بد میں سے ہی وہ بدترین و مجرمانہ کارروائیاں ہیں جو اس طیب مبارک ملک کے دارالخلافہ الریاض میں دھماکوں کی شکل میں کی گئی اور پھر ینبع میں تخریب کاری ہوئی اور ان دونوں سے پہلے بھی کئی جگہوں پر ایسی تخریبی کاروائیاں کی جا چکی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اہل عقل و دانش کی راتوں کی نیندیں اچاٹ کر دی ہیں اور ارباب علم کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے کیوں کہ ان دھماکوں اور تخریب کاریوں میں ناحق خون ریزی ہوئی، پرامن شہریوں کو ہراساں کیا گیا، مال و اموال اور آبادیوں کو تباہ و برباد کیا گیا۔ یہ مجرمانہ افعال ہمارے بزرگ و برتر پروردگار کے اس ارشاد سے کیسے لگا کھاتے ہیں؟: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

”اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔“ (النساء:93)

وصیتِ مصطفی ﷺ اور یہ تخریب کار:

جو شخص ان بے حرمتیوں کا ارتکاب کرتا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کی اس وصیت سے دامن بچا کر کہاں جائے گا جس میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فَأَعَادَهَا مِرَارًا، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ،

”تمہارے خون، اموال اور عزت و آبروئیں تم پر آپس میں اسی طرح حرمت والی ہے جس طرح تمہارے لئے آج (حجۃ الوداع) کا دن، تمہارے شہر (مکہ مکرمہ) میں اور تمہارے اس ماہ (ذوالحج) حرمت والا ہے۔ خبردار! کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیک زبان ہو کہا: جی ہاں۔ اس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ اس پر تو بھی گواہ رہنا۔“ لوگو میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے (قتل کرنے) لگو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ إِلَى أُمَّتِهِ: فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ نبی اکرم ﷺ کی اپنی امت کے لئے وصیت ہے کہ میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے (قتل کرنے) لگو۔“[1] (صحیح بخاری)

نفاذِ وصیت کی اہمیت:

جب اہل عقل لوگ اپنے فوت شدگان کی وصیتوں کو نافذ کرنے اور انہیں پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جیسا کہ یہ بات معلوم و

[1] صحیح بخاری:1739۔

معروف ہے تو پھر اس نبی کی وصیت کو نافذ کرنے کی اہمیت کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾

"لوگو تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہے تمہاری تکلیف ان پر گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کے بہت ہی خواہش مند ہے اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔" (التوبہ:128)

کیا نبی ﷺ کی یہ وصیت ہماری توجہ، اہتمام و دلچسپی اور زیرِ عمل لائے جانے کی بجا طور پر مستحق نہیں ہے؟ بلکہ کیا آپ ﷺ کی یہ وصیت دین نہیں کہ جسے پورا کرکے ہم اللہ کی عبادت بجالائے کیونکہ اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ﴾

"اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ۔" (الحشر:7)

فائدہ کس کا ہے؟:

پھر ہمیں یہ تو بتایا جائے کہ ان افعال کا حقیقی فائدہ کسے پہنچے گا؟ مسلمانوں کو یا أعداء اسلام کو؟ کیا ان کارروائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کو بھی کچھ ملا یا نہیں؟ کوئی صاحب عقل وخرد اپنے لئے اس بات پر کیسے رضامند ہوسکتا ہے کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں کا آلۂ کار بن جائے جو کہ صرف اس کے ہی نہیں بلکہ اس کے دین، امت اور ملک ہر چیز کے دشمن ہیں۔ ان کارروائیوں سے اپنی مرادیں پاتے ہیں اور خود ہر طرح کے خطرات سے دور محفوظ بیٹھے رہتے ہیں اور انہیں کوئی تکلیف چھو کر بھی نہیں نکلتی۔

نکیر و مذمت:

اللہ والو! ہر وہ مومن صادق جو آخرت سے ڈرتا اور رحمت الٰہی کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ وہ ان مجرمانہ تخریب کاریوں کے خلاف آواز اٹھائے اور ان پر نکیر و مذمت کرے کیونکہ یہ تخریب کاریاں کتاب وسنت کی نصوص کی رو سے حرام ہے اور اس لیے بھی کہ یہ حرکتیں حدود اللہ کے تجاوز کے زمرے میں آتی ہیں۔ اللہ کی حرمتوں کا تقدس پامال کیا جاتا ہے۔ اس کے بندوں پر ظلم وعدوان ہیں یہ فساد کاری و بگاڑ ہے جس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ اسے ہرگز پسند نہیں کرتا:﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴾

"بے شک اللہ تعالی نے اہل فساد کے اعمال کی اصلاح نہیں کرتا۔" (یونس:81)

فوری توبہ نصوح:

وہ لوگ جو ان منکرات اور گندگیوں میں اپنے آپ کو ملوث کر چکے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ موت آنے سے قبل بلکہ فوراً اللہ کی طرف توبہ تائب ہو جائیں۔ اسی باطل پر کہیں موت کا آہنی پنجہ اسے آن نہ گھیرے جس کے عوض میں اسے کچھ بھی ملنے والا نہیں ہے کہ جن کی امیدیں وہ لگائے بیٹھا ہے۔ اللہ والو! خوش نصیب وسعادت مند وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کریں اور اپنے آپ کو ہر اس سے دور کرلے جو اسے شیطان کے نقش قدم کی پیروی کرنے پر لگانے والا ہو بلکہ وہ قرآن کی اس نداء پر کان دھرلے جو کہ اسے اور تمام مومنوں کو نجات کی طرف

دعوت دے رہی ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

"ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اگر تم باوجود تمہارے پاس دلیلیں آجانے کے بھی پھسل جاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔" (البقرہ:208-209)

وحدت و یکجہتی کا حکم:

اللہ کے بندو! جب وحدتِ صف، یک زبان ہونے، نے انتشار و تفرقہ کو چھوڑ پھینکنے اور اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دے رکھا ہے جو کسی دور یا زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔" (آل عمران:103)

اس وقت وحدت و شیرازہ بندی اور اتحاد و اتفاق کا حکم جو کہ توحید الٰہی اور دین سے گہرے تعلقات پر قائم ہوں، عام حالات کی نسبت ان کا حکم مصائب و مشکلات، ہنگامی حالات اور بحرانوں میں مزید تاکید شدید اختیار کر جاتا ہے کیونکہ ان میں خطرات کے مقابلے میں مدد، اغیار کی بربریت و جبر کے مقابلے میں تعاون اور فتنے کی آگ بجھانے کی ہمت و طاقت ملتی ہے۔ اپنے اندر اتحاد و اتفاق قائم رکھنے کی سعی و کوشش کرتے رہے اور دورِ حاضر کے اس سخت خطرے کے مقابلے میں ایک مٹھی اور ایک ہی دل بن جائیں۔

مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ

قیل و قال جھگڑوں یا مناظرات اور جہد و عمل زیادہ کریں کیونکہ ہدایت پا چکنے کے بعد جو قوم بھی گمراہ ہوئی ہے وہ بکثرت قیل و قال اور مناظرات و جدل میں مصروف ہو کر جہد و عمل ملک چھوڑ گئی ہے۔ جیسا کہ نبی صادق و مصدوق ﷺ سے ترمذی، ابن ماجہ اور مسند احمد اور مستدرک حاکم میں جید و حسن سند سے مروی حدیث میں مذکور ہے۔[1]

اپنی خواہشاتِ نفس اور دری مفادات کو دینی و ملکی مفادات پر ترجیح دینے کا رویہ نہ اپنائیں جو کہ دین و ملک کے مفادات آپ کے ذمہ امانت ہے جس نے ان کے معاملے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کیا ان کے حقوق صحیح طور پر بجالائے اور انہیں صحیح طریقے سے ادا کر دیا وہ فلاح پا گیا۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] ترمذی:3253۔

فتنۂ تکفیر اور تکفیر کے قواعد وضوابط

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

3/25/1425ھ، 14/5/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! خوشحال زندگی، خیرات و برکات کی فراوانی اور رزق کی کثرت مولائے کریم باریک بین وخبردار سے ڈرتے رہنے کا نتیجہ وپھل ہیں، اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ سے ڈرتے رہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے روشنی کردیں گا جس میں چلو گے اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الحدید:28)

فتنوں کا طوفان اور فتنۂ تکفیر:

مسلمانو! امت کے حالات پر غیور مسلمانوں میں سے کسی کو بھی شک وشبہ نہیں ہے کہ اس وقت مسلم امہ فتنوں کے طوفان سے دوچار ہے۔ اس کا مطلع سخت تاریک اور ابر وباد کی وجہ سے پر خطر ہے، ان بے شمار فتنوں میں سے ہی ایک واضح وظاہر فتنہ وہ ہے جس میں مسلمانوں کو تاریخ کے ہر دور میں مبتلا ہونا پڑا ہے۔ وہ فتنہ جس سے امت نے بہت نقصان اٹھائے ہیں۔ اس کی تلخی کے گھونٹ پیئے ہیں اور ایک طویل مدت تک اس کی کڑواہٹ کو چکھا ہے۔ وہ فتنہ کہ جس کی تاریک رات بہت ہی لمبی ہوگئی ہے اور اس نے غموں اور پریشانیوں کی ہم پر چھت ڈال رکھی ہے۔ اس کی بدولت کتنی خونریزیاں ہوئی ہیں، کتنے بے قصور لوگوں کے لاشیں گرے اور چیتھڑے اڑے ہیں اور اس کی وجہ سے بلائیں اور مصائب آئے ہیں۔ غرض یہ فتنہ کیا ہے دھماکے دار مینز سے بھرپور اور خطرات سے پر ہے، اور بیماریوں سے لبریز دلدل ہے، جس میں کئی قدم لڑکھڑا گئے کئی فہم راہ راست سے بھٹک گئے، لہٰذا اس فتنے کے بارے میں گفتگو، اس سے نجات کے بارے میں سوچنا اور اس کی حقیقت کے بارے میں بصیرت حاصل کرنا ضروری ہے بلکہ اس کے بارے میں لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے چیخ و پکار کرنا، اور انہیں اس سے ڈرانا اور بچانا لازمی امر ہے تاکہ امت کے زخمی جسم میں مزید گھاؤ نہ پہنچیں اور تشدد ودہشت گردی، تخریب کاری اور بربادی اور تباہی و دھماکوں سے اس کے جسد چور چور کو مزید داغدار نہ ہونا پڑے۔

ہمہ تن داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم مترجم

فتنۂ تکفیر: دوسرے فتنوں کی جڑ:

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے! مجھے اس بات کا پوری طرح یقین ہے کہ یہ بات آپ کے علم میں پہلے سے موجود ہوگی کہ وہ فتنہ جس کی مذمت اور اس پر نکیر کرنا ضروری ہے اور اس بیماری کا علاج اور اس درد کا درماں تلاش کرنا لازمی ہے وہ فتنہ ہے "فتنۂ تکفیر" اور دوسرے لوگوں کو ہر

چھوٹی بڑی بات پر کافر قرار دیتے چلے جانے کا یہ فتنہ ایسی بلاء ہے کہ یہ دوسرے کئی فتنوں کو بھی جنم دیتا جاتا ہے اور ان کے دروازے کھولتا جاتا۔ یہ ہے تو بظاہر فتنہ لیکن درحقیقت ہمارے لئے یہ ہمارے فضل و کرم والے، احسان و انعام والے اور قدرتوں والے ربّ کی مہربانی سے یہ ایک انعام و نعمت بن جاتا ہے۔

باعث اشک و نوحہ فتنہ:

برادران اسلام! یہ کفر کے متشددانہ فتوے داغتے چلے جانا بہت بڑا شر اور ایک عظیم خطرے کی گھنٹی ہے اس فتنے کے نتیجے میں مسلم امہ نے کتنے ہی مصائب جھیلے ہیں اور کتنی مشقتیں برداشت کی ہیں۔ جس کے دل میں ذرہ سا بھی ورع و تقوی اور اللہ کا خوف ہو، جس میں تھوڑی سی بھی دینداری ہو، جس میں علم کا قطرہ بھی موجود ہو اور جس میں تل بھر بھی سنجیدگی کا مادہ پایا جاتا ہو، وہ کفر کا فتوی داغنے میں جلدی ہرگز نہیں کرتا۔ یہ وہ فعل ہے کہ جس سے دلوں کو زنگ لگتا ہے، نفس اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اس کی خطرناکی کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے اور جسم پر کپکپی چھا جاتی ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں:

"یہ وہ موقع ہے جس پر آنسو بہائے جاتے ہیں اور اسلام و اہل اسلام پر نوحہ خوانی کی جاتی ہے وہ موقع کہ جب دین میں تعصب و تشدد کے رویے نے اکثر مسلمانوں پر محض اپنی رائے سے کفر کا بہتان لگا دیا۔ نہ قرآن سے کوئی دلیل دی نہ حدیث سے کوئی ثبوت پیش کیا، نہ اللہ کے کسی بیان کو پیش کیا اور نہ ہی دوسری کوئی برہان ذکر کی۔ بلکہ اس کے برعکس جب دینی تعصب و تشدد سے دل کی ہنڈیا ابلنے لگی اور شیطان مردود مسلمانوں میں تفریق و انتشار پھیلانے کی کوششوں میں کامیاب ہو گیا تو اس نے مسلمانوں کو اپنے ہی مسلمان بھائیوں پر لگانے کے لئے بہتانات والزامات سکھلا دیئے جو کہ دراصل پادر ہوا اور صحراء میں سیراب کی طرح ہیں۔

یا اللہ! تو مسلمانوں کے حال پر رحم فرما! اور انہیں اس کمرشکن مشکلات سے نجات دلا جو کہ دین پر نازل ہونے والے کمرشکن مصائب میں سے بہت ہی بڑی بلاء ہے اور یہ وہ مصیبت و بلاء ہے کہ اہل ایمان کو کسی دوسری مصیبت نے اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا کہ تکلیف و زک اس کی وجہ سے آئی ہے۔"

آگے چل کر امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مسلمان کی عزت و آبرو اور اس کے احترام و اکرام کے تحفظ کے واجب ہونے کے دلائل اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ مسلمان کے دین پر کسی قسم کا ردّ و قدح کرنے سے بھی مکمل اجتناب کرنا چاہیے، چہ جائیکہ اسے ملت اسلامیہ سے ہی نکال کر ملت کفر میں داخل کر دیا جائے۔ یہ وہ جرم ہے جس کا مقابلہ دوسرا کوئی جرم نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس جسارت کا سامنا دوسری کوئی جسارت کرسکتی ہے۔ اپنے مسلمان بھائی پر کفر کے فتوے داغنے کی جراءت کرنے والے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بچ کر کہاں جائیں گے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ

"مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔"[1]

---

[1] صحیح بخاری:2442۔

اور ارشادِ نبوی ہے: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

"کسی مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔"[1]

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ.

"بیشک تمہارے خون، اموال اور آبروئیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔"[2] (از افادات امام شوکانی رحمہ اللہ)

تعلیمات قرآن و حدیث:

برادرانِ ایمان! اس بدترین رویئے اور بری فطرت پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

"اے ایمان والو! جب اللہ کی راہ میں نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کہے (اسلام قبول کرے) اسے یہ نہ کہہ دو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض صرف یہ ہو کہ دنیوی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔" (النساء:94)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ, فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا, إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ, وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ.

"جب کوئی شخص اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے کہے کہ اے کافر، تو اس صفت سے ان دونوں میں سے کوئی ایک متصف ہو جائے گا، اگر کہنے والے نے جو کہا ہو اپنی بات میں حق بجانب ہے تو فبہا ورنہ یہ بہتان کفر خود کہنے والے پر لگ جائے گا۔"[3] (بخاری و مسلم)

اسی طرح بخاری و مسلم میں ہی حضرت ابو ذری غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ, وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ.

"جس نے کسی (مسلمان) آدمی کو کافر کے لفظ سے پکارا یا کہا اے اللہ کے دشمن اور وہ ایسا نہ ہوا تو یہ تہمت و بہتان خود اسی کے سر لوٹ آئے گا۔"[4] (رواہ البخاری والمسلم)

جبکہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ.

"جس نے کسی مؤمن پر کفر کی تہمت لگائی تو اس نے گویا اسے قتل کر دیا۔"[5] (رواہ البخاری)

---

[1] صحیح بخاری:48۔
[2] صحیح بخاری:67۔
[3] صحیح بخاری:6104، مسلم:60۔
[4] صحیح بخاری:6045، مسلم:61۔
[5] صحیح بخاری:6105۔

منہج نبوت و منہج سلف:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی روشن طریق اور تابناک منہج پر چلتے رہے، امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، جبکہ وہ مکہ مکرمہ میں اعتکاف فرما تھے؟: هَلْ كُنْتُمْ تَقُولُونَ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ: كَافِرٌ؟ قَالَ: "لَا"، قُلْتُ: فَكُنْتُمْ تَقُولُونَ: مُشْرِكٌ؟ قَالَ: "مَعَاذَ اللهِ"

کیا تم قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے والوں میں سے کسی کو مشرک سمجھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: اللہ کی پناہ! اور اس پر وہ گھبرا اٹھے۔ایک آدمی نے سوال کر دیا: کیا تم ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو کافر کہا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہرگز نہیں۔[1]

ہمارے سلف صالحین رضی اللہ عنہم اسی روشن و تابناک راستے پر چلتے گئے ہیں۔انہوں نے کسی کو کافر قرار دینے کے اصول و قواعد و ضوابط مقرر فرمائے اور شرائط طے کی ہیں۔ان کے حالات اور موانع کا تعین کیا ہے جنہیں پیش نظر رکھنا اور ان کے بارے میں تحقیق و جستجو کر لینا ضروری ہے اور یہ سب صرف اس لئے ہے کہ یہ مسئلہ تکفیر بہت ہی دقت اور خطرناک مسئلہ ہے۔

قواعد و ضوابط تکفیر:

اللہ والو! مسئلہ تکفیر کے اہم ترین قواعد و ضوابط یہ ہیں:

(1) تکفیر: حق اللہ و حق الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ورع سلف امت:

یہ تکفیر (کسی کو کافر قرار دینا) ایک شرعی حکم و مسئلہ اور یہ صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی حق ہے۔چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے معروف قصیدۂ نونیہ میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں میں سے کسی کو کافر قرار دینا اولا تو اللہ تعالی کا حق ہے اور پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ہے، وہ نص کتاب و سنت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے، محض کسی کے قول سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔البتہ جسے تمام جہانوں کے رب اور اس کے بندے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کافر قرار دے دیا وہ شخص یقینا کافر ہوگا۔"[2]

امام طحاوی رحمہ اللہ (عقیدۂ طحاویہ میں) لکھتے ہیں:

"ہم اہل قبلہ (قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے والوں) میں سے کسی کو کسی گناہ کے ارتکاب پر کافر قرار نہیں دیتے۔سوائے اس کے کہ کوئی اس گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہو۔"[3]

علامہ ابن ابی العز رحمہ اللہ (شرح عقیدۂ طحاویہ میں) لکھتے ہیں:

"کسی کو کافر قرار دینے اور کسی کو کافر قرار نہ دینے کا معاملہ ایسا ہے کہ اس میں بہت بڑا فتنہ اور آزمائش پائی گئی ہے، اسی میں صحیح احتیاط اختیار نہ

---

[1] المعجم الاوسط: 7354۔

[2] الکافیۃ الشافیۃ لابن القیم۔

[3] العقیدۃ الطحاویۃ: 19۔

کرنے کے نتیجہ میں بکثرت اختلافات و انتشار وجود میں آیا ہے اور لوگوں کی خواہشات و آراء باہم بٹ گئی ہیں اور اس مسئلہ میں ان کے دلائل بھی ایک دوسرے کے مخالف و باہم متعارض ہیں۔ اس مسئلہ میں کچھ لوگ افراط میں مبتلا ہو گئے ہیں اور کچھ نے تفریط وتشدد اور مداہنت وکوتاہی کی۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان والے معتدل مزاج لوگ ہیں۔"[1]

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"یہ بہت بڑی بغاوت وسرکشی ہے کہ کسی معین شخص کے بارے میں یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ اسے نہیں بخشے گا اور نہ اس پر رحم فرمائے گا بلکہ اسے ہمیشہ جہنم میں ہی رکھے گا۔"[2]

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جس بات سے سخت احتراز واحتیاط اختیار کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی کو کافر قرار دینے سے بچا جائے کیونکہ ان لوگوں کے جان ومال لینا جو کہ قبلہ رو ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں اور کھلے طور پر واضح انداز سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) کہتے ہیں یہ سخت غلط ہے اور ایک ہزار کافر کو غلطی سے زندہ چھوڑ دینا غلطی سے کسی ایک مسلمان کو قتل کرنے سے کم تر چیز ہے۔"[3]

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے کسی مسلمان کو گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی خواہشات کے غلاموں اور اہل بدعت لوگوں کو ہی کافر کہا جائے گا۔"[4]

امام قرافی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"کسی بھی کام کا کفر ہونا، وہ کام چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو، یہ کوئی عقلی مسائل میں سے نہیں بلکہ یہ سراسر شرعی امور میں سے ہے۔ اگر شارع (صاحب شریعت) کہہ دیں کہ یہ کام کفر ہے تو وہ کفر ہے۔"[5]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"یہی وجہ ہے کہ اہل سنت علماء کرام اپنے مخالفین کو کافر قرار نہیں دیا کرتے تھے اگرچہ وہ مخالف انہیں کافر ہی کیوں نہ کہتے ہوں کیونکہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور کسی انسان کو حق نہیں کہ سامنے والے کو وہی سزا دے جو اس نے اسے دی ہو جیسا کہ اگر کسی نے آپ ک خلاف جھوٹ بولا اور الزام لگایا ہو تو آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ آپ اس کے خلاف تہمت بازی و الزام تراشی کرنے لگیں۔ اسی طرح اگر کسی نے آپ کے گھر والوں میں سے کسی عورت سے زنا کیا ہو تو آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ آپ اس کے گھر والوں میں سے کسی عورت سے زنا کریں کیونکہ کذب وجھوٹ اور

[1] شرح العقیدۃ الطحاویۃ:316۔
[2] شرح العقیدۃ الطحاویۃ:318۔
[3] فتح الباری:12/300۔
[4] شرح صحیح مسلم:1/150۔
[5] الرد علی البکری:2/492۔

زنا کاری بھی اللہ کا حق ہے لہذا صرف اسے ہی کافر قرار دیا جائے گا جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر قرار دے رکھا ہے۔"[1]

شیخ الاسلام مجدد ملت علامہ محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں:

"جو شخص اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اسے چاہیے کہ وہ اس مسئلہ تکفیر کے بارے اللہ کی طرف سے علم و برہان کے بغیر زبان نہ کھولے اور محض اپنے فہم عقلی کی بناء پر کسی مسلمان کو اسلام سے خارج کر دینے سے بچے۔ اسلام سے کسی کو خارج قرار دے دینا یا کسی کو اسلام میں داخل کر دینا یہ دونوں ہی دین کے عظیم امور میں سے ہیں اور شیطان نے اس مسئلہ تکفیر میں اکثر لوگوں کو پھسلا کر رکھ دیا ہے۔"

تکفیر میں جلد بازی کے نتائج:

اللہ اکبر! اس مسئلہ میں سلف صالحین امت کا تقوی وورع یہ تھا۔ ان اقوال ونقول کے بعد کسی ایسے شخص کے لئے جو ان کے درجہ علم کو نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی ان کے فضل کا ذرہ بھر بھی حصہ پاسکا، ہر گز روا نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں جملا اور تفصیلا صریح کفر کا فتوی داغ دینے کی جسارت کرتا پھرے۔ اللہ تعالی کی پناہ۔ اللہ کی پناہ۔ کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ کسی کو کافر قرار دینے پر کیا کیا نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ حرام جان و مال حلال ہو جاتے ہیں، وراثت کی راہیں کٹ جاتی ہیں، نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی نماز جنازہ حرام ہو جاتی ہے، اسے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کرنا جائز نہیں رہتا اور اس شخص کا دائمی جہنمی ہونا واجب ہو جاتا ہے، اللہ اپنی پناہ میں رکھے، اسی طرح کے بعض دوسرے احکام بھی ہیں جو کہ فقہی کتب کے متعلقہ ابواب میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ ان سب امور کے بعد اگر شریعت ان ذوالخویصرہ (عصابردار) کے پوتوں اور حرقوص ابن زبیر کے چیلوں (علمی قد کے بونوں) جو اہل اسلام پر کفر کے فتوے داغتے ہیں اور اہل اوثان کو ان کے حال پر چھوڑے چلے جاتے ہیں بلکہ جو مخلوقات میں جہنم کے سرٹیفکیٹ بانٹتے پھر رہے ہیں اور خود وہ اس حماقت کا کوئی شعور تک نہیں رکھتے تو اس میں شریعت کا کیا قصور؟ اللہ تعالی کا اسلام اور مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

(2) بلا دلیل وحجت تکفیر نہ ہو:

اے مسلم! اس خطرناک مسئلہ کے بنیادی وضروری قواعد وضوابط میں سے میں ایک ضابطہ وقاعدہ یہ بھی ہے کہ کسی مسلمان کو اس کے کسی قول یا فعل پر فوراً کافر قرار نہ دے دیا جائے، جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے اور اس سے ہر قسم کے شکوک وشبہات کو زائل کر دیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں میں سے کسی کو کافر قرار دے اگرچہ اس مسلمان نے غلطی کی اور کسی خطا کا مرتکب ہوا جب تک کہ اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے اور اس کے لئے دلیل واضح نہ کر دی جائے۔ اور جس کا اسلام پورے یقین کے ساتھ ثابت ہو چکا ہو وہ محض کسی شک کی بناء پر اس سے زائل نہیں ہوگا۔ بلکہ حجت کے قائم کر دینے اور ہر قسم کے شک وشبہ کو زائل کر دینے کے بعد ہی زائل ہوگا۔"[2]

---

[1]) مجموع الفتاوی: 12/466۔

[2]) مجموع الفتاوی: 10/372۔

(3) فعل وفاعل اور مطلق ومتعین میں فرق کرنا:

اس مسئلہ تکفیر سے متعلقہ ضروری قواعد وضوابط میں سے ہی ایک ضابطہ یہ بھی ہے کہ فعل وفاعل اور مطلق ومتعین کے مابین فرق کرنا واجب ہے اور نصوص قرآن وسنت کو متعلقہ وقائع اور ان اشخاص پر فٹ کرنا چاہیے جن پر وہ صحیح طور پر فٹ بیٹھتی ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاوی میں مذکور ہے:

”کتاب وسنت میں وعید کا پتے دینے والی نصوص اور کسی کو کافر وفاسق قرار دینے سے متعلقہ آئمہ کرام کی نصوص واقوال اور اسی طرح کے دیگر امور سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی معین شخص کے حق میں ان کا موجب ثابت ہو چکا ہے بلکہ وہ حکم کسی خاص شخص کے بارے میں اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ اس حکم کی تمام شرائط پوری نہ ہوں اور تمام موانع زائل نہ ہوں، اس حکم کے بارے میں اصول وفروع میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔“

(4) کفر اکبر وکفر اصغر میں فرق کرنا:

اسی طرح قواعد وضوابط تکفیر میں سے ایک قاعدہ یہ بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں: (1) کفر اکبر۔ (2) کفر اصغر یا کفر اعتقادی وکفر عملی اور شمشیر تکفیر چلانے والے اکثر لوگوں کو اس قاعدہ وضابطہ میں التباس ہو گیا اور وہ نصوص کو باہم جمع کرنے سے غفلت میں مبتلا ہیں اسی طرح اگر بعض نصوص میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہو تو ان میں جمع وتطبیق کے منہج سے بھی غافل ہیں، لہٰذا حاکمیت وفیصلہ کے مسئلہ میں جمہور علماء سلف وخلف نے تفصیل کی رائے اختیار کی ہے اور حبر امت وترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے وہ کہتے ہیں: ”یہ جو کہتے ہیں یہ وہ کفر اکبر واعتقادی نہیں (جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے) بلکہ یہ اصغر وعملی ہے۔“

یہی رائے امام ابن جریر طبری، ابن کثیر، قرطبی، مجاہد، عکرمہ، عطاء، طاؤس، زجاج، آجری، ابن عبدالبر، سمعانی، جصاص، ابو یعلی، ابوحیان، ابن بطہ، ابن عطیہ، ابن الجوزی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن قیم، آئمہ دعوت اور متقدمین ومتاخرین محققین نے بھی اختیار کی ہے۔

انتہائی نفیس تفصیل:

اہل علم نے اس مسئلہ میں چار حالتوں کو انتہائی نفیس تفصیل پر لیا ہے جو کہ تمام نصوص کو باہم جمع ویکجا کر دیتی ہیں اور ان میں کوئی تضاد وتعارض باقی نہیں رہ جاتا اور اس سے اس بات کی بھی تاکید ہو جاتی ہے کہ امت کے گناہ گاروں کو کافر قرار دینے سے اہل سنت کے بری ہونے پر اجماع ہے بایں ہمہ اس میں کسی مسلمان کو کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نازل کردہ قانون وشریعت کی روشنی میں فیصلے کرنا واجب ہے اور شریعت کے قانون کو چھوڑ کر دوسرے کسی بھی وضعی وخود ساختہ قانون کے ذریعے فیصلہ کرنے پر ہر مسلمان ناخوش ہے لیکن ایسا تو نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ واضح جرم عظیم ہمیں ایسی جسارت وجوش وجذبے میں مبتلا کر دے جو کہ ہمیں اہل علم وایمان کے مقرر کردہ قواعد، اہل کتاب وسنت کے طے کردہ اصولوں اور فکر ونظر واستدلال کے سلسلہ میں سلف صالحین کے منہج کی حدود سے ہی نکال باہر کرے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾

"حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے۔" (یونس:32)

(5) کفر کا حکم: نتائج پر نہ کہ حال پر:

اس مسئلہ تکفیر کے قواعد وضوابط میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ کسی کے اقوال کے لوازمات پر اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور افعال میں سے جو اس کی طرف لوٹتے ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ امام شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اہل اصول علماء میں سے محققین کا مذہب یہ ہے کہ کفر کا حکم نتیجہ کی بنیاد پر ہے صرف موجودہ حال پر ہی کفر کا اطلاق نہیں کر دیا جائے گا۔"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اس پر کفر کا فیصلہ کیا جائے گا جس کے کسی صریح قول میں کفر پایا جا رہا ہو، اسی طرح اس پر بھی کفر کا فیصلہ دیا جائے گا جس کے قول کا لازم کفر ہو اور جب اسے اس پر پیش کیا جائے تو وہ اسی لازم (کفر) کو ہی اختیار کر لے اور جو اس لازم (کفر) کو اختیار نہ کرے بلکہ اس سے اپنا دفاع کرے تو وہ کافر نہیں ہوگا اگر چہ اس کے قول کا لازم کفر ہی ہو۔"

اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے! کافر صرف اسے ہی قرار دیا جائے گا جس کے کافر ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہو یا پھر اس کے کفر پر ایسی دلیل موجود ہو جس کا معارض کوئی نہ ہو یہ بات ابن عبدالبر رحمہ اللہ، ابن بطال، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور مجدد ملت شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ نے کہی ہے۔

امام ومجدد کہتے ہیں: "ہم صرف اسے کافر قرار دیتے ہیں جس کے کفر پر تمام علماء امت کا اجماع ہو۔"

(6) علم ہونا:

اسی مسئلہ تکفیر کے مسلمات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اس شخص کو جسے کسی کام کی وجہ سے کافر قرار دیا جا رہا ہے اسے اس بات کا علم بھی ہونا چاہیئے کہ یہ کام کفر ہے، جاہل کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ پہلے اس پر حجت قائم نہ کر دی جائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جہمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اگر وہ بات میں کہو جو تم لوگ کہتے ہو تو میں کافر ہو جاؤں گا لیکن میں تمہیں کافر نہیں کہتا کیونکہ میرے نزدیک تم جاہل لوگ ہو۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اسی طرح تاویل سے کام لینے والے شخص پر پہلے حجت قائم کی جائے، اسے اس کی خطا بتائی جائے اور حق کیا ہے اس کی خبر دی جائے۔"

موانع تکفیر:

اسی طرح تکفیر کی راہ کے موانع کا علم ہونا بھی ضروری ہے جن میں سے ہی جہالت وخطا اور جبر واکراہ بھی ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَٰكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"جوشخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے، وہ نہیں جو (جوکفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے انھیں بڑا سخت عذاب ہوگا۔" (النحل:106)

موانع تکفیر میں سے ہی شکوک وشبہات میں واقع ہونا بھی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق تھے کہ جوشخص شراب کو حلال کہے اسے کافر قرار نہ دیا جائے کیونکہ ان کے یہاں اس سلسلہ میں ایک شبہ مانع تکفیر تھا اور وہ شبہ ان کی اس ارشاد الٰہی کی تاویل تھی جس میں اللہ فرمایا ہے: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا﴾

"جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔" (المائدہ:93)

براءت اسلام واہل اسلام:

مسلمانو! جب غیور مسلمان اور اس تکفیر بازی کی خطرناکی، تکفیر کی شرائط اور اس کے قواعد وضوابط ذکر کرتے ہیں تو وہ دوسرے لفظوں میں پوری دنیا کے سامنے اس بات کا گویا اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹی بڑی غلطی وگناہ پر دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے جانے والا عقیدہ غلط ہے اور اسلام اس سے بریٔ ہے۔ ہمارے اس ملک میں۔ اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائے۔ اسی طرح بعض دیگر اسلامی ممالک میں جو ناحق قتل وغارت وخونریزی ہوئی اور ہو رہی ہے، بے قصور جانوں کو تلف کیا گیا اور کیا جا رہا ہے، دھماکے کئے جا رہے ہیں، تباہی مچائی جا رہی ہے، تخریب کاری اور فساد وبگاڑ پھیلایا جا رہا ہے اور دہشت گردی کی جا رہی ہے۔ یہ سب حرام کام اور مجرمانہ کاروائیاں ہیں۔ لہٰذا اسلام اور اس کے ماننے والے جو کہ اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں انہیں ان تخریب کاریوں کا الزام نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی وہ ان دہشت گردیوں کے ذمے دار ہیں بلکہ یہ کرتوت سراسر تکفیری منحرف فکر کا نتیجہ ہیں جن سے عقل رسا، فطرت سلیمہ اور شریعت سمحہ انکار کرتی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ امت مسلمہ کی حالت کی اصلاح فرمائے، اس کے مصائب ومشکلات کو دور فرمائے اور تمام مسلمانوں کو ان اعمال کی توفیق سے نوازے۔ جو اس کی محبت اور رضاء وخوشنودی کا سبب ہیں اور جن امور میں ان کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اللہ تعالی انہیں اپنے فضل وکرم سے ان میں راہ حق وصواب کی ہدایت دے، وہ جسے چاہے صراط مستقیم اور جادۂ حق کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو، ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

"اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہیں ہوگا۔" (البقرہ:281)

مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ملے رہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو علیحدہ ہو گیا وہ جہنم میں جا گرا۔"

طوفان ہوس:

برادران اسلام، جب دلوں میں ہوا وہوس اور خواہشات کا تلاطم آتا ہے اور وہ نور وحی اور نصوص حدیث صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعراض وروگردانی کر لیتے ہیں تو انہیں وہ مدہوشی گھیر لیتی ہے جو شراب کے نشے سے بھی زیادہ نشہ آور ہوتی ہے۔

غلو ومبالغہ آمیزی:

شمشیرِ تکفیر چلانے میں غلو ومبالغہ آمیزی اور تشدد سے کام لینا وہ بلاء ہے جو امت کے جسم کو لاحق ہونے والی خطرناک ترین بیماری ہے اور اس فتنے نے امت کو جان و مال کے درپے کر دیا ہے۔ یہ فتنہ زبانی جنگ و جدال سے شروع ہوا تھا مگر اب یہ حرمت والے خون کو ناحق بہانے تک پہنچ گیا ہے اور اس کی خطرناکی اس وقت اور بڑھ گئی جب اس فتنہ کے کل پرزوں نے افراد امت پر اسلحہ تان لیا اور اس آگ کی تپش اس وقت مزید سوزناک ہوگئی جب ایک دوسرے پر کفر کے فتوے داغے جانے لگے اور ان متشدانہ فتووں کے پیچھے نادان بچے علم کے کچے اور مفتیان کرام کے سامنے قد کے بونے لوگ کام کر رہے ہیں جن کے ابھی دودھ کے دانت کل ہی ٹوٹے ہیں۔ انہوں نے باغیوں سرکشیوں اور مجرموں کا رویہ اپنالیا۔ کیا اس کے بعد بھی اہل اسلام چپ سادھ رہ سکتے ہیں؟ امت کے غیور لوگوں نے دیکھا کہ خاک میں کچھ خلل ہے جو کہ اس شرارے کو بڑھا کر آگ کا الاؤ بنا سکتی ہے اور جنگ بھی تو شروع میں معمولی سے بات سے ہوتی ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ زبانی جدل ایک بہت بڑے منکر کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

منفی فکر ونظر والے نوجوان:

نوجوانانِ امت میں سے ان افراد میں تا حال بڑے زور سے تکفیری فکر کام کر رہی ہے جنہوں نے معاشروں کو تاریک پہلوؤں اور سیاہ نگاہوں سے دیکھا اور سمجھ بیٹھے کہ امت جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہے ان سے نکلنے کی راہ صرف یہی ہے کہ لوگوں کو کافر قرار دیا جائے، پھر دھماکے کئے جائیں اور جگہ جگہ تباہی مچا دی جائے۔

آخری حدود سے بھی تجاوز:

اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہی گندگی امت مسلمہ کے بعض دوسرے لوگوں میں بھی راہ پا گئی ہے اور معاملہ خطرناکی کی آخری حدود بھی اس وقت پھلانگ جاتا ہے جب کافر ہونے کا فتویٰ ان حکام وامراء اور اولیاء امور پر لگایا جاتا ہے اور ان ربانی علماء کو بھی کافر کہا جاتا ہے جنہوں نے کتاب وسنت پر ان حکام کی بیعت کی ہے۔ ان علماء کو سرکاری ایجنٹ کہا جاتا ہے۔ انہیں مداہنت اختیار کرنے کا طعنہ دیا جاتا ہے بلکہ اب تو یہ مسلمان عوام اور نوجوانوں تک بات جا پہنچی ہے۔

سدّ باب نہ کرنے کا نتیجہ:

اس نیچ فکر اور پاجی نظریات کے رواج پانے اور ان کے پھیلتے ہی چلے جانے اور ان کی عمر کے طول پکڑنے کا سبب دراصل یہ ہے کہ اس فکر کی راہیں نہیں روکی گئیں اور نہ ہی اس کے اسباب ذکر کئے گئے ہیں۔

تکفیری فکر کے اسباب ظہور:

اس تکفیری فکر اور تخریبی ذہن کے رونما ہونے کے اہم اسباب میں سے ہی یہ ہے کہ علم میں کمزوری اور عقل وفہم میں کمی واقع ہوگئی ہے اور حصول علم کے منہج وطریقے راہِ صواب سے ہٹ گئے ہیں، علم معروف اہل علم سے حاصل نہیں کیا گیا بلکہ انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ان پر

اعتماد و وثوق کا فقدان ہوگیا ہے۔اسی طرح مقاصد شریعت کے بارے میں کوئی علم نہیں،قواعد فقہ میں رسائی نہیں اور امت کے مصالح و مفادات کی صحیح رعایت نہیں رکھی گئی بلکہ اس سب کے برعکس شبہات و متشابہات سے تعلق پیدا کرلیا گیا ہے اور محکم و واضح نصوص کو ترک کر دیا گیا ہے۔

ظلم کا علاج تشدّد نہیں:

اس پر مستزاد یہ کہ معاشرے و امت میں ظلم و استحصال کا دور دورہ ہے لیکن یہ چیز کسی غلط روش کے لئے دلیل تو نہیں بن سکتی،تشدّد کا علاج تشدّد سے نہیں کیا جا سکتا۔اصلاح امت کی فکر رکھنے والے مصلحین اگر یہ دیکھتے ہیں کہ امت کا شیرازہ بکھر چکا ہے،اس کی اراضی و املاک پر غاصبانہ قبضہ کیا جا رہا ہے۔اس کے مقامات مقدسہ سلب کئے جا رہے ہیں تو کیا ان مصائب سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ حکام و امراء کو کافر قرار دے دیا جائے؟مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا جائے؟اور امت مسلمہ کے سر پر اسلحہ تان کر کھڑے ہو جائیں؟کیا یہ نادان ہوش کے ناخن نہیں لینا چاہتے ؟کیا یہ اپنے ارد گرد سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟کیا یہ لوگ تاریخ نہیں پڑھتے کہ انھیں پتہ چلے کہ اس تکفیری (وخارجی) فکر نے امت مسلمہ کو کتنا نقصان پہنچایا ہے؟لوگوں کو اپنا ہی دین اپنانے سے روکا ہے،نوجوانوں کو اپنے سے تعلق اور کتاب وسنت سے تمسک و التزام،شریعت سے خوفزدہ کیا ہے؟اس انفرادی فکر نے امت کو کیا دیا ہے؟اور اس نے دعوت وتبلیغ،خیراتی اعمال اور اصلاحی امور کے میدانوں میں کیا گل کھلائے ہیں؟اے اللہ!تیری مغفرت وبخشش چاہتے ہیں۔

کفایت شریعت:

کیا ان لوگوں کے لئے بھی وہ کتاب وسنت پر مشتمل شریعت کافی نہیں جو اللہ کے انبیاء کرام اس کے رسولوں علیہم السلام نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم،آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،صحابہ کرام وسلف امت رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع تابعین رحمہم اللہ اور خلوص ومحبت سے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیروی کرنے والے مسلمانوں کو کافی ہو گئے تھے؟ان سلف صالحین امت نے اسے ہی سیکھنے،سکھلانے،اسی کی طرف دعوت دینے اور انہی کے اصولوں پر اصلاح کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔

اس کا علاج: صحیح علم وفہم سلیم:

برادران ایمان!اس آفت و بیماری کا علاج صحیح علم اور فہم سلیم کے ذریعے ممکن ہے۔اسی طرح مذاکرات سے بھی اس آگ کو بجھایا جا سکتا ہے اور بجھانا چاہیے تاکہ تباہی و بربادی نہ مچے،ملکوں میں تخریب و بگاڑ نہ بڑھے،اور امت کو عار نہ دلائی جائے اور اس پر طعن وتشنیع کے تیر نہ چلائے جائیں۔آج کا دن کل سے اور حال ماضی سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

اس امت کے مقدس ترین طبقہ وسلف صالحین،نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا گیا اور اللہ نے ان کافر قرار دینے والوں کو دنیا میں ہی اس کا خمیازہ بھگتنے پر مجبور کر دیا اور آخرت میں بھی انہیں ان کے اس کرتوت کا بدلہ ضرور ملے گا۔

لوگوں کے تین گروہ:

یہاں اس بات کی یہ تاکیدی وضاحت کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ تکفیر کے بارے میں لوگوں کے تین گروہ ہیں:

ایک افراط وانتہاء پسند، متشددین کا گروہ۔

دوسرا مداہنت پسند یا تفریط وکوتاہی کرنے والوں کا گروہ۔

اور تیسرا اعتدال پسند ومیانہ رو لوگوں کی جماعت۔

اہل سنت والجماعت خوارج ومرجئہ کے مابین اعتدال پسند لوگوں کی جماعت ہے۔ امت مسلمہ کو جس طرح تکفیری فکر نے بہت نقصان پہنچایا ہے، اسی طرح عقیدۂ ارجاء وتاخیر (مرجئہ) نے بھی امت کو بہت اذیت دی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے ارتداد اور نواقض اسلام کا باب اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے البتہ اہل علم وبصیرت کو بھی ان باطل عقائد ونظریات کی کھلی تردید ومقابلہ کرنا چاہیے۔

ذہنی شکست خوردہ لوگوں کا مطالبہ:

بعض شکست خوردہ فکر کے مالک لوگوں نے یہ مطالبہ کردیا ہے کہ دین وشریعت کو مناہج تعلیم شرعی سے نکال دیا جائے اور شرعی تعلیمی کورسز کو ناقص کہہ دیا ہے اور انھیں اپنے باطل دعوؤں سے ختم کرنے کا کہہ دیا ہے۔ اللہ انہیں ان کی مرادوں تک نہ پہنچائے اور ان کی یہ مرادیں کبھی پوری نہ ہوں کہ تعلیم شریعت کو مناہج تعلیم سے نکالا جائے۔

نوجوانوں کو دعوت:

ہم پوری سرگرمی سے اپنے نوجوانان امت کو دعوت دیتے ہیں کہ توجہ اور بیداری سے کام لیں اور یہ اس فکری انحراف سے خبردار رہیں جو کہ اوسط واعتدال کے منہج اور میانہ روی سے ہٹ کر ہے۔ اسی طرح بلاد حرمین شریفین کے ان نوجوانوں سے بھی ہماری اپیل ہے کہ جو صحیح عقیدہ، تمسک بالسنہ اور آئمہ کرام کی مبارک دعوت اصلاح پر پروان چڑھے ہیں کہ وہ ان فکری گندگیوں سے خبردار اور بچ کر رہیں۔ انہیں کس چیز نے ان بنیادی تعلیمات وتربیت سے بدل دیا ہے؟ اور ان سے یہ بھی اپیل ہے کہ وہ تمام ترچیلنجز اور تغییرات کے باوجود اپنے صحیح منہج پر ثابت قدم رہیں اور دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا نہ بنیں یا ان کا نشانہ بننے اور کمزور مناہج ودرآمدہ افکار ونظریات کی نشر واشاعت میں ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن کر ناچنے سے بچیں۔

گدلے پانی کے شکاریوں کو انتباہ:

اسی طرح گدلے پانی میں شکار کرنے والے اور بعض اہل خیر وصلاح اور نیک لوگوں سے سرزد ہوجانے والی کسی غیر ارادی غلطی وکوتاہی کی رائی کے دانے کو پہاڑ بنانے اور پھر اسے اپنی ذاتی اغراض ومقاصد میں استعمال کرنے والے لوگوں کو بھی ہم خبردار کررہے ہیں کہ وہ احکام خاصہ کو عموم وعوام پر فٹ نہ کریں، مسلم نوجوان نسل کی آبرو اور ان کے مقام شرف سے مت کھیلیں۔

اللہ کی قسم! اس امت کے حالات میں اس وقت تک اصلاح نہیں آسکتی جب تک کہ اس میں دین کی تعلیمات کو پوری طرح نافذ اور جاری و

ساری نہ کیا جائے گا،اس دین کے حاملین علماء کی عزت ونصرت کی جائے،نیک وصالح مصلحین اور صادق وسچے دعاۃ ومبلغین کی عزت وآبرو اور مقام شرف سے کھیلنے والوں سے ان کا دفاع نہ کیا جائے گا۔اور محکمۂ احتساب (امر بالمعروف ونہی عن المنکر) اور دعوت الی اللہ کے علم کو حکمت ودانائی،اچھی وعظ ونصیحت سے بلند نہ کیا جائے۔

براءت ذمہ:

اس اللہ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے ہماری یہ باتیں محض امت کی نصیحت وخیر خواہی اور بریٔ الذمہ ہونے کی سعی و کوشش ہے اگر چہ اس سے بعض بدکیں گے اور بعض دوسرے فرحت وخوشی سے بغلیں بجائیں گے۔اور بقول شاعر

"کوئی شخص مدح سرائی اور ردّ وقدح یا تنقید سے بالا نہیں ہوسکتا اگر چہ وہ تیر سے بھی زیادہ وہ سیدھا کیوں نہ ہو"

لیکن اس تنقیذ اور قدح کے مقابلہ میں ہمارے لئے یہی بات کافی باعث حوصلہ افزائی ہے کہ ہم نے حق کی مدد کرنے میں اپنی سی کوشش کی ہے اگر چہ اس پر ساری دنیا ہی کیوں نہ ناراض ہو جائے۔ہمارے لئے یہی بات کافی ہمت افزاء ہے کہ ہم نے محض خیر خواہی کے جذبے سے یہ باتیں کہی ہیں۔جو کہ کتاب وسنت کی صحیح نصوص کے عین مطابق ہیں۔اور آئمہ دین کی نقول واقوال کے بھی موافق ہیں۔اور حسب ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

"میں تو حسب استطاعت صرف اصلاح کا ہی ارادہ رکھتا ہوں اور مجھے توفیق دینے والا صرف اللہ تعالی ہی ہے،میرا اسی پر توکل ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔" (ہود:88)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

اہل قلم وزبان کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید: حفظہ اللہ
2/4/1425ھ، 21/5/2004

حمد وثناء کے بعد!

دائمی نعمت: حلاوت وایمان:

لوگو! میں آپ سب کو اور خود اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں. اللہ آپ پر رحم فرمائے، اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور اس بات کو کبھی بھی پردۂ ذہن غائب سے نہ ہونے دیں کہ دنیا کی جتنی بھی نعمتیں، آسودگیاں اور آسائیشیں ہیں یہ چاہے کتنی طویل مدت تک حاصل رہیں ۔ یہ بہر حال ایک نہ ایک دن چھن جانے والی ہیں ۔ اگر کوئی مٹھاس باقی رہے گی تو وہ صرف ایمان کا ہی مزہ ہے ۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چیز لذیذ ہے بھی تو ایمان کی لذت ومٹھاس اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔

ثمرات تقوی:

آپ کے لئے ضروری ہے کہ راہ ہدایت وتقوی اور خوف الٰہی کو اپنے اوپر لازم کرلیں کیونکہ سالکین راہ حق اس ہدایت کی بدولت ہی سیدھے چلتے رہے اور نیک وصالح لوگ خوف الٰہی کے بل بوتے پر ہی برے انجام سے نجات پا گئے ۔ جس نے تقوی کی درع (جنگی لباس ہتھیار و لباس) پہن لی، ہدایت وجادۂ حق پر رواں دواں رہا، اللہ کے اوامر واحکام پر عمل درآمد میں کوشاں رہا اور اس کے منع کردہ امور وافعال سے بچنے کی سعی کی اور اللہ کے پسندیدہ اعمال کو سرانجام دے کر اللہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔ ایسے شخص کو اللہ تعالی اپنی جناب کا قرب عطا فرماتا ہے ۔ اور اسے اپنی محبت کرنے والے محبوب بندوں کی راہ پر چلاتا ہے ۔ جب وہ کسی چیز کا اس سے سوال کرے تو اسے عطا فرماتا ہے ۔ اور جب وہ اس سے کوئی دعا کرتا اور اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی پکار پر لبیک کہتا اور اس کی دعا قبول فرماتا ہے ۔ ایسا بندہ جب اللہ سے مدد ونصرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کی مدد ونصرت کرتا ہے اور اگر وہ اس کے سامنے اپنی کوئی مجبوری پیش کرے تو وہ اس کا عذر ومعذرت قبول کرتا ہے ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ ہدایت یافتہ، دوسروں کو راہ ہدایت پر لگانے والے، نیک و صالح اور اہل تقوی اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں ۔ اللہ تعالی ہمیں اور آپ سب کو بھی انہی لوگوں میں سے کردے جو وعظ ونصیحت پر کان دھرتے اور اسے بغور سنتے ہیں اور یاد دہانی وتنبیہ اور بیدار کرنے والی باتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ﴾

”جو شخص دل رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے ۔“ (ق:37)

زبان: تعمیر وتخریب کے لئے: دو دھاری تلوار:

مسلمانو! صدق وسچائی نیکی کی طرف لگاتی ہے اور جھوٹ گناہ کی راہ پر چڑھا دیتا ہے ۔ زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ذمہ داری ہے اور انسان

کی گفتگو تعمیر کا کام کرتی ہے یا پھر تباہی و بربادی مچاتی ہے۔ جس شخص کی باتوں میں صدق وسچائی کم ہوگئی اس کی خطاؤں میں اضافہ ہوگیا۔ اہل زبان و اہل قلم اور ذرائع ابلاغ و وسائل نشر و اشاعت سے تعلق رکھنے والے لوگ نیکی کریں تو اپنی زبان وقلم سے دوسروں کے لئے نیک راہیں مہیا کرتے ہیں اور اگر برائی کا آغاز کریں گے تو وہ اپنی گفتار و کردار سے بری راہوں کا پتہ دیں گے۔ قیامت تک وہ ان کی دیکھا دیکھی کی جانے والی ہر نیکی کے اجر وثواب میں شریک ہوں گے اور روز آخرت تک جو بھی ان کے دکھلائے ہوئے غلط راستے پر چڑھتا رہے گا اور جب بھی کسی گناہ کا ارتکاب کرے گا اس کا بوجھ ان کے اپنے گناہوں پر بڑھتا ہی چلا جائے گا۔“

دین و دنیا میں جتنی بھی ملتیں، قومیں، مذاہب، دھڑے، فرقے اور گروہ رونما ہوئے ہیں۔ ان کا بنیادی سبب زبان وقلم اور شمشیر وسناں ہی بنے ہیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾

”اور اہل کتاب متفرق ہوئے ہیں تو دلیل واضح آجانے کے بعد ہی ہوئے ہیں۔“ (البینہ:4)

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ﴾

”اور اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی باوجود کہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے اور یہ اختلاف انہوں نے صرف آپس کی ضد سے کیا۔“ (البقرہ:213)

زبان وقلم کی حکمرانی کا دور:

آج کا دور، ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اور اہل زبان و اہل قلم کی حکمرانی ہے۔ ان حالات میں انتہائی افسوس کی بات ہے کہ بکثرت مضمون ومقالہ نگار، کالم نگار اور مذکرات کرنے والے کلمات اور مقالات کو بڑے لاابالی پن میں تھوک کے حساب سے استعمال کرتے اور لکھتے ہیں اور اپنے ان کلمات کو ادا کرنے سے قبل کسی ذمہ داری وثقہ ومصدر کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ ہی اپنے کہے سے رجوع کرتے اور حق کی طرف پلٹتے ہیں۔

برادران گرامی! یہ چند کلمات ایسے ہیں جن کے ذریعے ہم خود اپنے آپ کی نصیحت وخیر خواہی کر رہے ہیں اور یہ ہر مسلمان سے کھلا خطاب بھی ہے۔ خصوصا وہ مسلمان لوگ جن پر خیر و بھلائی کے آثار نمایاں ہیں اور ان سے نصیحت وخیر خواہی کرنے والوں سے محبت کرنے کا جذبہ جھلکتا ہے اور آج جبکہ دنیا زبان وکلام کی آزمائش میں مبتلا ہے۔ ایسے میں وہ جیسے ہی حق ظاہر ہوا سے قبول کر لیتے ہیں اور اللہ کی قسم آج کی کلام و زبان ایک بہت بڑی آزمائش بن چکے ہیں۔ وہ قلمکاری، مقالہ ومضمون نگاری یا کالم نگاری ہو، ریڈیو ٹی وی سے نشر واشاعت ہو، ریڈیو سے سننا ہو یا اسکرین سے مشاہدہ کرنا۔ زبان وکلام ایسا امتحان بن چکے ہیں کہ جن میں پاس ہو کر آدمی نجات پالیتا ہے یا پھر ناکامی کی شکل میں ہلاکت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اہل قلم وزبان کی ذمہ داریاں:

جس کے ساتھ اللہ خیر و بھلائی کرنا چاہے اس کے لئے خیر و بھلائی یہ بھی ہے کہ وسیع النظر ف ہو اور اسے اپنے آپ پر وثوق و اعتماد ہو اور وہ نصیحت وخیر خواہی کو پیار ومحبت سے سننے اور قبول کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ کیا آپ یہ نہ چاہیں کہ اللہ تعالی آپ کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری

میں لگائے رکھے؟ اور آپ اس کے بندوں کے ساتھ احسان و نیکی کرتے رہیں؟

(1) اور اس کے لئے آپ محاسبۂ نفس کی ہمت کے مالک ہوں اور زبان وقلم پر کنٹرول کرسکیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾

"اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔" (بنی اسرائیل:36)

(2) اسی طرح دوسروں پر افتراء پردازی اور جھوٹ باندھنے سے اجتناب کریں۔ تاکہ فتنے بیدار نہ ہوں بلکہ سوئے ہی پڑے رہیں اور امت مسلمہ کے تمام افراد باہم شیر وشکر رہیں۔ اگرچہ اس سلسلے میں افضل کی بجائے مفضول مسائل اور راجح کی بجائے مرجوح احکام پر ہی عمل پیرا کیوں نہ کرنا پڑے اور بعض امور میں کبھی کبھی غیر افضل وغیر راجح پر عمل پیرا ہونے میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء و پیروی پائی جاتی ہے کیونکہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خانہ کعبہ بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کرنے (اس کے دو زمین تک پہنچنے والے دروازے بنانے اور حطیم پر بھی بیت اللہ کی طرح چھت ڈال دینے کا) ارادہ ترک کردیا تھا تاکہ کہیں اختلاف رونما نہ ہوجائے۔ کوئی فتنہ نہ سر اٹھالے اور انتشار وتفرقہ نہ پیدا ہو۔ اسی طرح انہی اغراض ومقاصد کے پیش نظر بنی قریضہ کی طرف بھیجی جانے والی ان دونوں جماعتوں کے لوگوں کو ہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح وصواب قرار دے دیا تھا۔ (جن میں سے ایک نے راستے میں نماز عصر ادا کرلی تھی اور دوسری نے بنی قریضہ کی بستی میں جا کر نماز ادا کی تھی)

(3) آپ ہمیشہ طالب حق رہیں اور ہر صورت فتح ونصرت ہی آپ کا مطمح نظر نہیں ہونا چاہیئے۔

(4) لوگوں کو نصیحت اور ان کی خیر خواہی کرنے والے بنیں، انہیں ہمیشہ غلطی پر ثابت کرنے کے لئے ہی نہ ادھار کھائے بیٹھے رہیں۔

(5) آپ اس بات سے خوش ہوں اور اسے اچھا سمجھیں کہ آپ کسی ساتھی کی زبان پر اللہ کلمۂ حق جاری کردے۔

(6) اور اس بات میں کوئی حرج ومضایقہ محسوس نہ کریں کہ آپ کو اہل علم وفضل سے کچھ پوچھنا اور سوال کرنا پڑے کیونکہ حسب ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ﴾

"اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے۔" (یوسف:76)

(7) اور جس کی غرض وغایت اور مقصد تلاش واتباع حق ہوا سے جھوٹی عزت نفس گناہ پر آمادہ نہیں کرتی اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ سر تسلیم خم کرلیتا ہے اور اقرار حق کے ساتھ فروتنی وفرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔ وہ قبل اس کے کہ کوئی اسے گریبان سے پکڑے اپنا محاسبہ خود کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دانا وعقلمند وہ ہوتا ہے جو اپنے آپ کو ہی قصوروار ٹھہرائے ور موت کے بعد والی آخرت کی زندگی کے لئے نیک و صالح عمل کرے۔ فطرت سلیمہ کے مالک لوگ ہمیشہ حق کی طرف رجوع کرنے والے، نیکوکار اور رحم دل ہوتے ہیں وہ اپنی امت وملت کے غموں کا بوجھ اٹھاتے اور اسے ہلکا کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ انہیں جادۂ حق پر چلانے میں کوشاں رہتے ہیں اور ان کے لئے راہ نجات کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں۔

(8) اے قلمکار! اے متکلم ومقرر! آپ پر واجب ہے کہ آپ اپنے بھائیوں، اپنے مخاطبین، اپنے قارئین اور اپنے سامعین کا احترام کریں۔

ان میں پائی جانے والی عقل و دانش ،خرد و ذکاء، ان کے حقائق کے ادراک ،حق و باطل میں ان کی قوت تمیز ،نفاق و مداہنت میں فرق کرنے کی صلاحیت اور ان کے ان صحیح مواقف کا احترام کرنا واجب ہے .جنہیں صحیح قرار دینے کا فیصلہ وحد بندی مصادر علمیہ کریں گے ۔

(9) اور اس سے بھی پہلے اور اس کے بعد بھی بھرپور کوشش کریں کہ آپ کا ہر قول و عمل اخلاص نیت پر مبنی ہو ۔ دوسروں کی خیر خواہی مطلوب ہو، اپنے نفس کی طہارت وتزکیہ پیش نظر رہے اور اپنے بھائیوں سے محبت مقصود ہو ۔

اپنی چاندی کھرے کرنے والے:

مسلمانو! یہ سب باتیں ایسے وقت کہی جاتی ہیں جب میدان قلم وقرطاس میں وہ قلمکار اور مقررین اتر آئیں جو دانشمندانہ مذاکرات، مناسب و موزوں مسائل مواضیع ،معتدل راہ اور منصفانہ بحث ومناقشہ سے خالی دامن ہوں ، ان باتوں سے انھیں کوئی نسبت ہی نہ ہو ۔ بلکہ ان کے مضامین و مقالات، ان کے تجزیوں اور مذاکرات میں سرکشی پائی جاتی ہے بلکہ ان کے پیش کردہ بعض مسائل ومواضیع سراسر پیش آمدہ واقعات سے روٹی کمانے، حادثات زمانہ کو اپنا ذریعہ معاش بنانے اور بحرانوں کا دودھ دھونے (انہیں بھی سونے کا انڈہ دینے والی مرغی بنانے) کی ذہنیت کا پتہ دیتے ہوں ۔ وہ کسی مسئلہ کی جڑوں اور اس کی بنیادوں پر بحث نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے ذمہ داروں سے رابطہ کرتے ہیں ۔تاکہ اس مسئلہ کو حل کرنے میں اپنا رول ادا کرسکیں بلکہ وہ عرف عام (معروف حریفانہ طرز زندگی) پر الزام تراشیاں ،معاشرے کے حالات اور اس کی تاریخ کے خلاف افتراء پردازیاں شروع کردیتے ہیں جبکہ یہ بات معروف ومعلوم ہے کہ اسلامی عرف عام اور ان میں سے ان کے بکثرت حالات کا تعلق ان کے دین سے ہے اور ان کے اس کی تعلیمات پر کاربند ہونے اور اس کے احکام وآداب پر عمل درآمد کرنے سے ہے ۔

عجیب ذہنیت کے لوگ:

جب بھی کوئی ہنگامی صورت حال رونما ہو یا کوئی واقعہ پیش آجائے تو بعض اہل قلم، تجزیہ نگار اور اخبار نویس ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس میں اپنی دلچسپی دکھلاتے ہیں اور وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ اس مسئلہ و حادثہ کا کوئی بہتر حل تلاش کرنے میں اپنا رول ادا کریں گے نہ ہی امت کو اس بحران سے نکالنے کی کوئی راہ دکھلائیں گے بلکہ صرف اپنے اقلام و افکار کا بھاؤ بڑھانے اور ان کی دوکان چمکانے کے لئے یہ سب کچھ کریں گے اور اس سے اپنے معاشرے کی سب سے قیمتی چیز سلب کرنے کی سعی کریں گے وہ ان کے دین، عفت وعصمت، عزت وحشمت یا تعلیم دین وتربیت، چاہے کسی بھی چیز سے تعلق رکھتی ہو، وہ اپنے فکری حسابات بیباق کرلیں گے یا پھر معاشرے پر اپنے ذاتی مواقف ونظریات ٹھوس دیں گے ۔آپ کو تعجب ہوگا کہ ان میں سے بعض اہل قلم بقلم خود مفکرین کی زبان اور لب ولہجہ اتنا مکروہ و بدترین ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین وامت اور اپنے اہل ملک وخانہ کے خلاف لکھنے اور بولنے میں غالی یہودیوں اور انہی جیسے لوگوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں بلکہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ گویا دین اور اہل دین کی راہ میں گھات لگائے بیٹھا ہیں، ان پر تہمت طرازی کا بغض و کینہ دل میں چھپائے موقع ہاتھ لگنے کے منتظر رہتے ہیں اور پورے اصرار کے ساتھ ہر ”خدمت“ سرانجام دیتے ہیں ۔

منفی سوچ و کردار:

یہ لوگ حادثات اور بحرانوں کو اپنی کمائی بڑھانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں ۔مواقف کے خلاف جنگ چھیڑ دیتے اور رائے عامہ کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں ۔وہ حق کا انکشاف کرنے کی جراءت نہیں رکھتے بلکہ وہ اپنے قارئین وسامعین اور ناظرین ومتابعین کو اپنی مبالغہ آمیزیوں کے سبب یرغمال بنا لیتے ہیں اور اس میں وہ کوئی فرق نہیں سمجھتے کہ مخالفین کے ساتھ مل کر سلبی پہلو اختیار کر لیں یا اپنے ساتھیوں اور موافقین کے ساتھ ایجابی ومثبت راہ اپنا لیں ۔ان میں سے اکثر لوگوں کا رویہ صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے صرف تاریک پہلوؤں اور حالات کے صرف ناامیدی پیدا کرنے والے گوشوں کے بارے میں ہی گفتگو کریں ۔وہ عقل وشعور سے کام لینے کی بجائے جذبات کی رو میں بہہ کر بات کرتے ہیں ۔مخالف گروہ اور ناراض لوگوں کی آراء کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے اور انہیں قبولِ حق کے لئے تیار کرنے کی راہ میں اصلاح کی نداؤں ،اعتدال پسندی پر لانے کی کوششوں اور ان کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا کرنے کی چارہ سازیوں کو بڑا معمولی و بے وقعت سا کر کے سامنے لائیں گے ۔وہ ہمیشہ لوگوں کو اس المناک ماضی کی یاد دلانے پر ہی اپنے قلموں کی جولانیوں کو مرکوز رکھیں گے جس سے کوئی فرد بچا ہے نہ ہی کوئی قوم وملت سلامت رہی ہے ،یا پھر وہ ان زخموں کو چھیدنے اور ان پر نمک پاشی کرنے میں لگے رہیں گے جو کہ مندمل ہو چکے ہیں یا پھر اس حقد وبغض کو جو کہ پرانا ہو کر مٹ چکا ہے یا پھر بعض رموز کو بے وقعت بنا کر کچھ رموز کی عظمت کے گن گائیں گے ،یا پھر رنگا رنگ نعرے بلند کریں گے ۔یا انفرادی امور وحالات اور متروکہ مسائل کو عمومی شکل دے کر پیش کریں گے یا پھر اپنے ذاتی وشخصی حسابات کو ایسا رنگ دیں گے کہ جیسے وہ کوئی اجتماعی امور یا عمومی مسائل ہوں اور بلاوجہ طور پر لوگوں کی تحقیر کرتے اور ان کے جذبات سے کھیلتے رہیں گے ۔

معیوب فعل:

یہ کوئی معیوب بات نہیں کہ اہلِ فکر وقلم اپنی آراء وانکشافات اور مذاکرات میں باہم اختلاف رائے میں مبتلا ہوں لیکن معیوب و مذموم حرکت یہ ہے کہ وہ فکری ونظری اختلافات ومناقشات ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی ،بدظنی ،ایذاء رسانی اور نفرت پھیلانے کا باعث بن جائیں

دشمنوں کی لکیر کے فقیر:

اے مسلمانو! اللہ والو! بعض اہلِ قلم کے رشحاتِ قلم اس طرز کے ہیں اور بعض کئی دوسرے انداز لئے ہوئے ہیں جبکہ آپ دیکھیں گے کہ بعض مسائل اور تجزیئے تو صرف دشمنوں کے ذرائع ابلاغ کی باتوں کی صدائے بازگشت ہی ہوتے ہیں ۔وہ انہی کے پھینکے ہوئے نوالے چبا رہے ہوتے یا ان کے مطالبات کی تشریح کرتے نظر آتے ہیں تا کہ عوام میں خوف و ہراس پیدا ہو ۔حادثات وواقعات کو ان کے اصل حجم سے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے ۔ان امور کی نشر واشاعت میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے لئے ان معلومات کی توثیق اور ان کی صحت وسچائی کے لئے تحقیق وجستجو کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی ۔خصوصاً اگر وہ واقعہ یا حادثہ ہمارے اہل واولاد ،ہماری جمعیتوں ،تنظیموں ،ہماری اہم شخصیات بلکہ ہماری سیاست اور ہمارے مناہج کے خلاف جاتا ہو ۔آپ دیکھتے ہیں کہ

ان قلمکاروں میں سے بعض لوگ غیر ملکی رپوٹوں کو من وعن قبول کر لیتے ہیں اور بحث وتمحیص یا تحقیق وجستجو نہیں کرتے، نہ ہی انہیں موثوقہ قاعدو ضوابط اور امتیازات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے، نہ ان کے غلط وصحیح ہونے کی تمیز کی جاتی ہے۔

دشمن ذرائع ابلاغ کے اہداف:

اور ذرائع ابلاغ اور وسائل ونشر و اشاعت پر نظر رکھنے والا ہر شخص جانتا کہ دشمنوں کے ذرائع ابلاغ و رسائل نشر و اشاعت اخبار ومعلومات تحقیقات اور رپورٹس میں اور ان کے پس پردہ بہت سارے اغراض ومقاصد اور اہداف حاصل کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔ اور ایک طے شدہ سیاست ومنصوبہ بندی کے تحت چلتے ہیں۔ بلکہ وہ ظاہری و پوشیدہ ہر طرح کے ذرائع کو استعمال میں لا کر ایسا کرتے ہیں اور ان کا ہدف ایک نہیں بلکہ وہ کئی اہداف کی خدمت کرتے ہیں اور ان کے نزدیک غرض وغایت کے حصول کے لئے ہر طرح کے ذرائع و وسائل بروئے کار لانا روا ہوتا ہے۔ جہاں تک صدق وسچائی، تحقیق وجستجو اور موضوعیت کا تعلق ہے تو یہ ان کی دلچسپی سے اگر کلیتہً خارج نہ بھی ہوں تو یہ سب چیزیں ان کے بعد ہی آتی ہیں۔

عقل وحکمت کا تقاضا:

لہذا عقل و دانش اور حکمت و دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خبریں اور رپورٹس پوری احتیاط اور خوب چھان پھٹک کے بعد ہی لی جائیں اور انہیں نشر کرنے یا ان پر تعلیق وتبصرہ کرنے سے پہلے ان کی تحقیق اور دوسرے اور انہیں نشر کرنے یا ان پر تعلیق وتبصرہ کرنے سے پہلے ان کی تحقیق اور دوسرے ذرائع سے حاصل شدہ مواد کے ساتھ مقارنہ وموازنہ کر لیا جائے اور انہیں قواعد وضوابط کے ساتھ پرکھ لیا جائے۔ دین اسلام ،امت مسلمہ اور اپنے مسلم ملک کی مصلحت ومفادات کو سامنے رکھ کر ان خبروں اور رپورٹس کا مواد لیا جائے۔ اسی طرح انصاف وموضوعیت اور حقیقت کے متلاشی دوسرے مصادر جو کہ زیادہ غیر جانبدرانہ بھی کام کرتے ہیں ان سے حاصل شدہ معلومات کے سے موازنہ کر لینا ضروری ہے ۔جن کی مہیا کردہ معلومات عموماً غلط سلط خود ساختہ وخود پرداختہ بھی نہیں ہوتیں۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ان خبروں اور رپورٹس میں سے بھی صرف وہ چیزیں نشر کی جائیں جو خبریں سننے والے سامعین اور رپورٹس ملاحظہ کرنے والے ناظرین کے لئے مفید ہوں جو دین وفکر اور امن واماں کی حفاظت کا باعث ہوں اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کا سبب ہوں اور اعلی مصلحت ہی انہیں پرکھنے اور نشر کرنے یا نہ کرنے کا معیار ہے۔

(11) شرعی میزان پر پرکھنا:

مسلمانو! یہ طے ہے کہ ہر مسئلہ جو پیش کیا جائے، ہر مشکل جسے حل کرنے کے لئے بحث ومباحثہ کیا جائے اور ہر ہنگامی صورت حال جو پیش آجائے ان کا شرعی میزان پر موازنہ اور جانچ پرکھ کی جائے۔ ان کے لئے اعلی مصلحت، جلب مصالح اور درءِ مفاسد کے قواعد کے ساتھ ساتھ اخلاص نیت ،ذاتی مقاصد سے بے نیازی، پیار ومحبت کی فضا، حق کی تلاش اور حسن ظن کو بھی معیار ومیزان بنا کر جانچ پرکھ کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کے خارجی دباؤ کو قبول نہ کیا جائے اور نہ ہی کسی غیر مسلم یا سلیم فکر کے اسیر ہوں۔

(12) تعمیری و بامقصد تنقید اور راہ اعتدال اختیار کرنا:

اور معصوم تو کوئی ہے ہی نہیں وہ ہمارے پیاروں میں سے ہو یا ان سے جن سے ہم نفرت کرتے ہیں۔ بنی آدم میں سے کوئی خطا سے پاک نہیں ہے بلکہ تمام بنی آدم ہی خطا کار ہیں البتہ یہ طے ہے کہ اعتدال ومیانہ روی کا رویہ اختیار کیا جائے اور دوسروں کو ابھارنے، لڑانے اور اپنی طرف سے ان کے کھاتے میں کچھ نہ ڈالنے کی روش اپنائی جائے اور نہ اشاروں وکنایوں سے دوسروں کی عیب چینی کرنا کوئی اصلاح نہیں ہے اور نہ ہی یہ اہل اصلاح کی عادات میں سے ہے کہ آنکھوں اور انگلیوں سے دوسروں کے عیوب کی طرف اشارے کئے جائیں وہ ایسے ہرگز نہیں ہوتے۔ تعمیری اور بامقصد تنقید وہ ہوتی ہے جو کسی کجی کو دور کرنے اور کسی عیب ونقص یا کمی کوتاہی کی اصلاح کرے، معاشرے کے باہمی تعلقات کو مضبوط کرے، اس کی وحدت کو قائم کرے اور اس کی شیرازہ بندی کرے، اس کے رشتوں کو کمزور نہ کرے۔ احترام باہمی کی فضاؤں کا قائم رہنا بھی ضروری عمل ہے۔ اسی طرح محبت والفت کی تخم ریزی اور تمام اسباب نفرت کے ازالہ کی بھی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جب تک باہمی اعتماد ووثوق کی فضاء قائم نہیں ہوگی مطلوبہ باہمی تعاون اور شانہ بشانہ ہو کر چلنے کا ہدف مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔

(13) مثبت وایجابی فضاء سے استفادہ:

اہل عقل ودانش جو کہ اہل فکر ونظر، اہل علم وبصیرت اور پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ وہ جلد بازی کئے بغیر ہر مثبت وایجابی فضاء سے استفادہ کریں اور ثانوی درجہ رکھنے والے امور، غیر حقیقی وغیر موجود نظریات اور غیر مطلوب مثالیات کے لئے آراء میں انتشار اور جدوجہد میں اختلاف نہ کریں اور نہ ایسے امور کے لئے اپنے اتحاد کو پارہ پارہ کریں۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا [82] وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

”بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے، اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اسے رسول (ﷺ) اور اپنے اولیاء امور (علماء) کے پاس پہنچائے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا سب شیطان کے پیروکار بن جائے۔“ (النساء:82-83)

(14) دوسروں کی رائے کا احترام:

کچھ لکھتے وقت، کسی پر نقد وتبصرہ کرتے یا کسی چیز کا تجزیہ کرتے ہوئے، اسی طرح مسلمانوں کے معاشروں میں ترقی واصلاح کی بات یا اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ دوسروں کو باطل کرنے میں نہیں لگا دینا چاہیے اور نہ ہی انہیں اپنے دل و

دماغ سے دور کر دینا مناسب ہے اگر چہ اختلاف کے لئے روا امور میں سے کسی میں اختلاف ظاہر بھی ہوا ہو۔خصوصا جب کہ وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔کیونکہ اسلامی ممالک میں اصلاح کی شناخت پر کوئی سودے بازی نہیں ہوسکتی،کیونکہ اصلاح ہی اسلام ہے اور اسلام کی اصلاح ہے اور کسی مسلمان کی شناخت یہی ہے کہ وہ مسلمان ہے،اس کی عزت اسی میں ہے کہ وہ مسلمان ہے اور اس کا شرف و وقار اس کے مسلمان ہونے سے ہی وابستہ ہے۔وہ فرد مسلمان ہے،ہمارا ملک مسلمان ہے،ہمارا معاشرہ مسلم معاشرہ ہے اور ہم سب مسلم امہ کے افراد ہیں اور ہر مسلمان کا شعار یہ ہے جو کہ اللہ تعالی نے بنایا ہے؛﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾

"کہہ دیں کہ:میری نماز،میری عبادت،میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے،جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبرداری ہوں۔"(الانعام:162-163)

اصلاح کے تقاضے:

ہر وہ خارجی رابطہ جو اسلام کو قبول نہیں کرتا اصلاح ایسے ہر خارجی رابطے کو نظر انداز کر دیتی ہے،اصلاح خارجی نعروں کی ترویج واشاعت سے اباء اور انکار کرتی ہے۔اصلاح ایک جاندار و ترقی پذیر عمل ہے جو کہ جاری و ساری رہتا ہے کبھی رکتے نہیں پاتا اور نہ ہی وقت و زمانے کے گزر جانے سے اثر پذیر ہو کر اصلاح کا عمل ختم ہوتا ہے اور نہ ہی یہ کسی عہد یا زمانے کے ساتھ خاص اور اس میں محصور ہے اور یہ ایسا عمل بھی نہیں کہ جس کی ضرورت کبھی پڑتی ہو اور کسی وقت نہ پڑتی ہو بلکہ اصلاح کی ضرورت تو ہر وقت رہتی ہے۔

(15) خدمات کا اعتراف:

مسلمانوں کے معاشروں بلکہ دنیا کے ہر معاشرے میں نقص و کوتاہی کی کئی شکلیں پائی جاتی ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن عقل انصاف اور حکمت و موزونیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو خدمات سر انجام دی گئی ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔بلکہ ان کا اعتبار کیا جائے۔اصلاح کا عمل اور اس کے لئے جدو جہد کرنے کا یہ معنی بھی نہیں کہ ان تمام خیرات و برکات کو،ان تمام مثبت اقدامات کو سراسر بھلا ہی دیا جائے جن میں آج لوگ جی رہے ہیں اور جن سے وہ بہرہ ور ہیں،جن کا کوئی حساب و شمار ہی نہیں ہے،جن میں سے ہی سب سے پہلے دولت اسلام اور نعمت ایمان ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

"بلکہ اللہ تم پر یہ احسان جتلاتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت سے نوازا،اگر تم سچے(مسلمان)ہو۔"(الحجرات:17)

منزل مقصود کو پالینے:

اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے،خبر دار رہیں اور اللہ کا تقوی اختیار کئے رکھیں۔حق پر قائم رہیں اور اسی پر عمل پیرا رہیں اور ہمیشہ اعتدال کی راہ اختیار کریں اور میانہ روی کو اپنائیں،اس طرح آپ ضرور اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”زمین کی اصلاح ہو جانے کے بعد اس میں فساد و بگاڑ پیدا نہ کریں اور اس (اللہ) کو خوف (عذاب) اور طمع (جنت) کے ساتھ پکارو، اللہ کی رحمت محسنین (نیکو کاروں) کے قریب ہے۔“ (الاعراف:56)

وصلى الله وسلّم على نبيّنا محمّد وعلى آله وصحبه اجمعين سبحان ربّك ربّ العزّة عمّا يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله ربّ العالمين

شریعت کا تحفظ: تحریف کرنے اور بازیچۂ اطفال بنانے والوں سے

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

9/4/1425ھ،28/5/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی اتنی قدر کرو جتنا کہ اس کا حق ہے۔ اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگنا دے گا، اور تمہارے لئے نور مہیا کرے گا جس میں تم بآسانی چلو گے اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جس نے اس سے منہ پھیرا تو وہ ایسا شخص ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی وغلامی کرتا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

"اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے چلے، بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (القصص: 50)

عمل وتحفظ شریعت:

لوگو! مسلمان اپنی شریعت کے حکم اور اس کی نصوص (کتاب وسنت) کے صریح وچمکتے دمکتے کلمات کی رو سے اللہ کے یہاں اس بات کے پابند ہیں کہ وہ شریعت کو مضبوطی کے ساتھ اپنائے رہیں۔ اسے اپنے دانتوں میں دبالیں اور اس شریعت کا تحفظ کریں کہ اسے کوئی خراش آئے یا رخنہ پڑے، یا اہل فساد کا اس کی نصوص تک بات پہنچے کہ وہ ان میں یا شریعت کے قواعد وضوابط اور امتیازات میں کوئی تبدیلی پیدا کریں۔ اور شریعت کے احکام اور اس کے مسلمات کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکیں اور یہ ایسے وقت میں رو پذیر ہو جب لوگوں کے دلوں سے قرآن کی ہیبت کا شعور کم اور وہ مبتلاء غفلت ہو چکے ہوں اور وہ قوت غیر معمولی زمانے سے غائب ہو جس کے ذریعے ایسے لوگوں سے اللہ احکام شریعت کا دفاع کرتا، انہیں دور کرتا اور انہیں ادب وسبق سکھلانے کے لئے سزا دیتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص عقوبت وسزا کے تصور سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے تو وہ بے ادبی پر اتر آتا ہے اور نور ہدایت سے محروم ہو جائے وہ ظلم کی تاریکیوں میں سر پٹخنے لگتا ہے۔

ایسے میں اللہ تعالی کے بعد اسے پھسلنے سے بچانے والی دوسری کوئی چیز نہیں ہوتی سوائے نبی اکرم ﷺ کی سنت اور اس وصیت کو مضبوطی کے ساتھ تھام لینے کے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

"تم پر میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرنا واجب ہے۔ اسے مضبوطی سے تھام لو اور اسے اپنے دانتوں میں دبالو اور نت نئے رونما ہونے والے امور سے بچ جاؤ کیونکہ ایسی ہر بدعت ہی گمراہی ہے۔"[1] (ابوداود، مسند احمد)

---

[1] ابوداود:4607۔

دین میں سخت ایمان میں مضبوط:

اللہ کے بندو! مسلمان اپنے دین کے بارے میں برے کے سخت اور اپنے ایمان میں وہ بڑے قوی ومضبوط ہوتے ہیں اور اس معاملے میں دوسری اقوام وملل کا کوئی فرد دین سے کوئی مقابلہ ہی نہیں کرسکتا۔اور ان کے عقیدہ اور ان کی دونوں وحیوں کتاب وسنت کی نصوص میں ایسے بہت سارے آہنی کنڈے موجود ہیں جو انہیں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق رکھنے پر آمادہ کرتے رہتے ہیں اور وہ ایک ہی اسلامی جمعیت کے تحت ایک دوسرے کا دفاع کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

سعادت دارین:

مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ وجاگزیں ہو چکی ہے کہ ان کے اللہ تعالی پر ایمان لانے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر اس انداز سے ایمان لانے میں کہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے تمام احکام کی اتباع وانقیاد اور پیروی کی جائے۔اس چیز میں مسلمانوں کے لئے دونوں جہانوں کی سعادت وخوشحالی کی ضمانت موجود ہے۔جو شخص اس تمسک وتعلق اور اس انقیاد واتباع سے محروم ہوگیا وہ توفیق خیر اور سعادت دارین سے ہی محروم ہوگیا۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ ہی فرمایا ہے: ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا۔

"اس شخص نے ایمان کی حلاوت ولذت چکھ لی جو اللہ تعالی کو اپنا پروردگار مان لے، اسلام کو دین کے طور پر قبول کرلے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل وجان سے رسول تسلیم کرلے۔"[1] (صحیح مسلم)

ایمان کے بغیر کوئی لذت ومزہ نہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر رضامندی خوشی کے اظہار کے بغیر کوئی ایمان قابل اعتبار نہیں اور نہ ہی بلا استثناء شریعت اسلامیہ کو اپنی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ ومعمول بہ کرنے کے بغیر ایمان کی کوئی قیمت وحقیقت ہے تمام مسلمانوں سے اس بات کا مطالبہ ہے کہ وہ اپنی شریعت غراء کا تحفظ کرنے کے لئے نفس ونفیس ہر چیز قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہیں تاکہ لوگ اس پر ثابت قدم ہوجانے کے بعد اسے کونے میں نہ لگادیں اور انہیں اس شریعت پر عمل سے روکنے کا خمیازہ نہ بھگتنا پڑے اسی طرح یہ بھی ہے کہ عین اسی وقت اگر لوگوں نے شریعت کی طرف بڑھنے والے گناہگار اور احکام شریعت سے کھیلنے والے لوگوں کے ہاتھوں کو نہ روکا اور اس نفاذ شریعت کو راسخ کرنے کے لئے کافی لوگوں نے کوشش نہ کی اور وقتاً فوقتاً شریعت سے کھلواڑ کرنے والے لوگوں کے ہاتھوں کو روکنے لئے نہ اٹھے تو پھر سارے کے سارے لوگ ہی گناہگار ہوں گے۔

شکوک وتردد:

مسلمانو! یہ گھٹا ٹوپ اندھیرے اور خطرات کے منڈلاتے ہوئے بادل جو مسلمانوں کے ممالک کو اپنے گھیرے میں لیتے جارہے ہیں اور ان کے روابط وتعلقات کو توڑ پھوڑ کرا نہیں تتر بتر کردیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان باطل قوتوں نے اپنے آپ کو ایک مہیب وخوفناک قوت بنا

---

[1] صحیح مسلم:34۔

کے پیش کرنا شروع کر رکھا ہے جوکہ شائد نا قابل تسخیر ہو۔ نتیجۃً بعض مسلمانوں کے دلوں میں ضعف وکمزوری اور شکستگی آرہی ہے اور اپنی شریعت اسلامیہ کی بعض جوانب جن کے برحق ہونے پر ان کا یقین رہا ہے آج ان قناعتوں اور یقین کی کیفیتوں میں بھی شک وتردد داخل ہوتا جارہا ہے۔ بلکہ بعض لوگ جو دین اسلام سے تعلق وتمسک اور زندۂ جاوید شریعت اسلامیہ سے تعلق کو اپنے لئے باعث فخر واعزاز سمجھتے تھے آج اسلام وشریعت کے ساتھ اپنے اس تعلق پر شرمانے لگے ہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی کچھ آگے بڑھ گیا ہے کہ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوگیا ہے جو مسلمانوں میں پائے جانے والے ضعیف وکمزور کے اسباب کو اس گلوبلائزیشن کے دور اور تہذیبوں کی آویزش کے زمانے میں نفاذ شریعت کے ارادوں کے سر تھوپ رہے ہیں اور انہوں نے امت مسلمہ کے عقیدۂ صافیہ کے خلاف بدزبانی شروع کر دی ہے۔ اس کے عالمگیر پیغام اور اس کی قدامت پر اعتراض کرتے اور زبان درازی کر رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں نے عہد قدیم وجدید میں جو اس شریعت کو نافذ کرنے کی ٹھان رکھی ہے یہ مختلف تہذیبوں کو باہم بغل گیر ہونے سے روک رہی ہے اور یہی پسماندگی اور رجعت پسندی ہے جسے کفر کے معاشرے اور ممالک کفر پسند نہیں کرتے، اور یہ وہ بلاد کفر اور کافر معاشرے ہیں جو مسلمانوں پر اس وقت تک راضی ہونے کے لئے قطعاً تیار نہیں جب تک کہ ہم ان کے ادیان وملل کو قبول نہ کرلیں۔

برعکس:

اللہ والو! اگر کبھی ایسی صورت حال بن گئی تو پھر روابط ٹوٹنے کے یقینی ہونے، اسلامی اصولوں اور شرعی مسلمات میں شکوک وشبہات کے در آنے، شریعت کے مرجع ہونے میں عام لاقانونیت ہو جانے، مراجعات میں تشویش پیدا ہو جانے اور قناعتوں میں تبدیلی آجانے سے جو حالات رونما ہوں گے۔ ان کے بارے میں کچھ نہ پوچھیں حتی کہ کل تک جو چیزیں حرام تھیں ہوسکتا ہے کہ آج وہ حلال ہو جائیں اور کل تک جو تعلقات باعث اعزاز وافتخار تھا وہ تعلق آج باعث شرم بن کر رہ جائے۔

جعلی فقہاء:

بات کرنے والوں کی صفوف میں مصادر ِتقریر میں سخت اختلاط پیدا ہوگیا ہے حتی کہ کل کا اخباری صحافی آج فقیہہ اور دینی مرجع بن کر سامنے آگیا ہے جو جسے چاہے غلط اور جسے چاہے صحیح قرار دینے لگا ہے کل کا سیاستدان آج قانون شریعت کا ماہر بن کر جلوہ گر ہوگیا ہے اور ایک عام آدمی بھی نقد وجرح کا منصب سنبھال بیٹھا ہے اور جب سے شریعت کو نافذ کرنے کی بجائے رکوانے میں لگا دیا گیا ہے۔ تب سے ایک مرجع کی حیثیت سے شرعی مرجع اور شریعت لوگوں کے دلوں میں اپنا پیغام کھو بیٹھی ہے۔ اور اس سب کچھ کا سبب یہ ہے کہ علماء شریعت اپنے میدان سے دور ہٹ گئے ہیں، سلطانی قوت غائب ہے، گھٹیا لوگ سر اٹھا رہے ہیں، جاہل اور جعلی وبقلم خود مفتی فتوے صادر کر رہے ہیں اور اسی تلخ حالت کے نتیجہ میں ہمارے سامنے وہ صورت حال بالکل واضح ہو کر آنے لگی ہے جو آخر زمانے میں رونما ہوگی اور اس کا نقشہ خود نبی اکرم ﷺ نے پیش فرما رکھا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا، وَأَضَلُّوا

"اللہ تعالی لوگوں سے علم یوں نہیں چھینتا کہ (علماء تو رہیں مگر) وہ علم اٹھا لے جاتے بلکہ وہ علماء (کی روحوں) کو قبض کر لیتا ہے اور علم بھی ان کے ساتھ ہی (دنیا سے) اٹھ جاتا ہے اور لوگوں میں جاہل لوگ سردار (اندھوں میں کانے راجے) باقی رہ جاتے ہیں اور وہ انہیں بلا علم و معرفت ہی فتوے دیئے چلے جاتے ہیں اور وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔"[1] (بخاری و مسلم، یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

جبکہ ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آخری زمانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ. وَيَنْطِقُ فِيهَا الرُّوَيْبِضَةُ، قِيلَ: وَمَا الرُّوَيْبِضَةُ؟ قَالَ: الرَّجُلُ التَّافِهُ فِي أَمْرِ الْعَامَّةِ۔

"لوگوں پر ایسے سال زمانہ بھی آئے گا کہ جو دھوکے سے پر ہوگا، جھوٹے کو سچا کہا جائے، سچے کو جھوٹا مانا جائے گا۔ خائن و بدعہد کو امانتدار بنایا جائے اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گا اور اس زمانے میں گھٹیا و کمینے لوگ بڑھ چڑھ کر باتیں کریں گے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ "رویبضہ" سے کون لوگ مراد ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" وہ احمق و نادان شخص جو اہم اجتماعی عوامی مسائل میں بولنے اور رائے زنی لگے۔"[2] (ابن ماجہ، مسند احمد)

مسلمات دین پر ذرائع ابلاغ کی طعن و تشنیع:

اللہ کے بندو! ہم آج کے ایام میں آپ سب کو خبردار کر رہے ہیں جبکہ بکثرت لوگ طرح طرح ان مسائل و تجاویز سے متاثر ہو رہے ہیں جو کہ دین کے اصولوں اور اس کے مسلمات پر حرف گیری کے مترادف ہیں اور ان مسائل تجاویز کو ایک تسلسل کے ساتھ تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیش کیا جا رہا ہے وہ دیکھے جانے والے سیٹلائیٹ چینلز ہوں، پڑھے جانے والے جرائد و مجلات ہوں، سنے جانے والے ریڈیو پروگرامز ہوں۔ نادیوں اور کلبوں کی میٹنگیں ہوں یا اس سلسلہ میں مرتب کئے جانے والے مذاکرات و لیکچرز کے ذرائع ہوں۔

تکبّر و تعلّی:

برادرِ مسلم! سب سے تعجب انگیز چیز تو یہ ہے کہ نت نئی بولیاں بولنے اور تجاویز و مشورے دینے والے یہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے امت کے مسائل کا حل پیش کیا ہے جو متقدمین میں سے کسی کو نہ سوجھا تھا۔ اس طرح سلف صالحین امت پر بھی فوقیت لے گئے ہیں کیونکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ذرائع ابلاغ انہیں خوب اٹھا رہے ہیں اور وہ نصوص شریعت کے مفاہیم و معنیٰ کو اصل مقصود سے پھیر رہے ہیں اور تاویل کے رنگا رنگ اسلوب اختیار کر رہے ہیں۔ نصوص شریعت کو اپنی لاعلمی و عیاری کی وجہ سے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے دکھلا رہے ہیں اور عقل انسان، عالمی و وطنی مصالح و مفادات بود و باش کو وہ نص شرعی پر مقدم کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنے طریقے پر فخر و اعجاب کے ساتھ ساتھ ہی اپنی آراء و تجاویز کو خود ہی یہ مقام بھی دے لیا ہے کہ ان کے پیش کردہ یہ حل اور ان کا اختیار کردہ یہ طریقہ

---

[1] صحیح مسلم: 2673۔

[2] ابن ماجہ: 4036۔

تاویل نصوص علماءِ سلف کے طریقے سے بھی بہتر ہے۔ وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہو رہے ہیں کہ علماءِ سلف کا طریقہ صرف یہ تھا کہ وہ صرف قرآن وسنت پر ایمان رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کو نہیں جانتے تھے اور نہ ہی ان نصوص کی اصل فقاہت و سمجھ کی تہہ تک پہنچے تھے، اور ان کا عقیدہ فاسدہ یہ بن چکا ہے کہ علماءِ سلف تو وہ لاعلم و ان پڑھ لوگ تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾

"اور ان میں بعض ان پڑھ ہیں جو کہ اپنے خیالات باطلہ کے سوا (اللہ کی) کتاب سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف ظن وگمان سے کام لیتے ہیں۔" (البقرہ:78)

تاویل وتحریف:

ان بقلم خود اور جعلی طور پر فقیہہ بنے بیٹھے لوگوں کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ نصوص شریعت کے معانی کو ان کے اصل مدلول ومقصود سے ہٹا دیتے ہیں وہ مدلول اور حقائق جو سلف صالحین امت نے ان سے سمجھے تھے اور ان حقائق کو ان کے اصل ومعانی ومطالب سے پھیرنے کے لئے یہ جعلی فقہاء طرح طرح کے مجازات، لغات کے عجیب وغریب استعمالات اور منکر و ناقابل قبول تاویلات کا سہارا لیتے ہیں اور اس ظن فاسد میں مبتلا لوگ کتاب وسنت، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین رحمہم اللہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ شکوک وشبہات جنم لیتے بلکہ سر اٹھاتے ہیں، عقائد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے جزم وتصمیم اور پختگی زائل ہو جاتی ہے۔

باطل تحریکیں اور نعرے:

اور اس گمراہ و باطل فکر ونظر کے نتیجہ میں کئی باطل تحریکیں اور نعرے وجود میں آگئے ہیں اور انہیں متعدد عربی واسلامی ممالک میں کلچر ومعرفت کی گلوبلائزیشن کے حوالے سے پذیرائی حاصل ہو رہی ہے اور کئی ملکوں میں اس فکر فاسد کی صدائے بازگشت سننے میں آرہی ہے۔ اور اس کا صرف ایک ہی مفاد اور ایک ہی معنیٰ ومطلب ہے کہ شریعت اسلامیہ کی بالادستی کو ختم کر دیا جائے اور نظام شریعت کو کسی کونے کھدرے میں لگا یا جائے اور اس سے لوگوں کا وثوق واعتماد پس پردہ ڈال دیا جائے تاکہ بلا حدود وقیود مختلف کلچرز اور علوم ومعارف ایک دوسرے سے بارآور ہوتے رہیں اور ان نعروں کو بھی بلند کرتے رہیں کہ اصلاح ضروری ہے، تجدید وترقی لازمی ہے اور شریعت کو موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق کرنے کے لئے اس کی نصوص کو نئے معنیٰ ومفاہیم کے زاویوں میں متعارف کروانا واجب ہے، اور خطاب دینی کی اصلاح صحیح کی جائے اور اس نصی جمود سے نکلا جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ بلاء ومصیبت صرف یہی نہیں جس کے خطرات ان نعروں میں پنہاں ہیں بلکہ اسی موضوع کے مضامین وخیالات بھی موجود ہیں اور یہ پرانی حکایت ہے: "(دھواں تب اٹھتا ہے جب آگ جلے گی)"

یا یوں کہہ لیں کہ: "جھاگ و بالائی کے نیچے خالص دودھ ضرور ہوتا ہے۔"

علمی بالادستی کا فقدان:

یہ دن کیوں دیکھنے نصیب ہوئے ہیں؟ اس کا سبب ثقہ ومعتبر علمی بالادستی میں ضعف وکمزوری اور خالص شرعی مرجع کا فقدان ہے، اسی طرح اس کا سبب ان بلاؤں اور نعروں اور طوفانوں کی زد میں آکر کنارے یا کونے کھدرے میں لگے شرعی مرجع کی زبان حال ہی کہہ رہی ہے:

”میرے عم زاد (چچازاد) میری بڑی ترحیب آؤ بھگت کیا کرتے تھے اور جب انہوں نے مجھے مفلس اور فقیر و نادر دیکھا تو میری آؤ بھگت کرنا گویا مرہی گیا۔“

علامہ ابن قیم کی تصویر کشی:

اللہ تعالی علامہ ابن قیم پر رحم فرمائے، انہوں نے اس حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے:

”آپ اگر وہ حال دیکھ لیں کہ اہل تحریف لوگ کلام اللہ جو کہ تمام کلاموں سے بہترین واضح وروشن، فصیح وبلیغ اور ہدایت وبیان اور علم کا خزانہ کہلوانے کا بجا طور پر مستحق ہے، اس کی کن کن باطل مفاہیم ومعنی اور فاسد تاویلات کے ساتھ کیا کیا درگت بناتے ہیں تو آپ کے تعجب کی کوئی انتہاء ہی نہ رہے گی بلکہ آپ زمین میں گڑ جانا چاہیں گے، کبھی تعجب کریں گے، تو کبھی غضبناک ہوں گے کبھی روئیں گے اور کبھی ہنسیں گے اور کبھی وحی الٰہی اور اسلام کو پیش آمدہ مصائب پر دل گرفتہ ہوں گے تکلیف محسوس کریں گے۔“

حکام وعلماء کا فرض:

مسلمانو! اولیاء امور وحکام، علماء اور دعاۃ ومبلغین پر واجب ہے کہ وہ مقام شریعت کا تحفظ کریں اور اس کے حرم کی طرف آنے والے ہر حملہ آور سے اس کا بھرپور دفاع کریں اور اس کے احکام واوامر، قواعد وضوابط اور امتیازات سے کھلواڑ کرنے والوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے حق کو واضح کریں اور انہیں اس کی طرف دعوت دیں کہ حکمت ودانائی اچھی نصیحت وخیر خواہی سے ہو اور بہتر طریقے سے ان کے ساتھ مجادلہ ومناظرہ کیا جائے۔

بہر صورت دفاع:

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت سے کھیلنے والوں کا رد کرنے میں ذرہ بھی کوتاہی نہ کی جائے اور اس معاملے کو معمولی نہ قرار دیا جائے اور یہ ہرگز نہ سمجھا یا کہا جائے کہ ان لوگوں کا رد کرنے یا ان کے مقابلے میں شریعت کا دفاع کرنے میں کسی طرح کی دست برداری بنتی ہے اور کسی شخص کو اس کے اصل حق سے زیادہ مقام دینے والی بات ہوتی ہے ہرگز نہیں شریعت کا دفاع بہر صورت کیا جائے گا۔ اور یہ اس لئے کہ حق وہ گمشدہ دولت ہے جسے صرف مؤمن ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

امام عثمان دارمی کی راہ:

امام عثمان دارمی اسی موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”سلف صالحین امت اس موضوع اور ایسے ہی دیگر امور پر زیادہ غور وخوض کرنے کو مکروہ وناپسند شمار کرتے تھے اور انہیں ایسے لوگوں اور

امور سے اللہ نے عافیت بخشی ہوئی تھی البتہ اب ہم ایسے لوگوں کی وجہ سے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے ہیں خصوصاً جبکہ اسلام کے نشانات ماند پڑنے لگے ہیں اور علماء کرام اٹھائے جا رہے ہیں۔ ایسے میں ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ ہم ان کے پیش کردہ باطل خیالات ونظریات کو حق کے ذریعے ردّ کریں۔"

امام ابوالحسن اشعری کا عمل:

ایک معتزلی الجبائی کا ردّ کرتے ہوئے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ بات تحریر کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ جبائی نے تفسیر القرآن کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی ہے اس میں اس نے قرآن کریم کی وہ تاویل کی ہے جو کہ اللہ کے نازل کردہ کلام پاک کے سراسر مخالف ہے، اور اس کتاب میں اس نے مفسرین کرام میں سے کسی سے ایک حرف بھی نقل وروایت نہیں کیا۔ اگر اس نے اپنی اس کتاب کے ذریعے بیشمار عوام کو گمراہ نہ کیا ہوتا اور بکثرت لوگوں کو جادہ حق سے نہ پھیر دیا ہوتا تو میری اس کتاب کی تردید لکھنے میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت ووجہ جواز نہ تھی۔"

دفاع وتحفظ: جہاد سے افضل:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے تحریف کرنے، نصوص شریعت کو بازیچۂ اطفال بنا دینے اور ان کی ہیبت کو کم کرنے کی کوشش کرنے والوں کو روکنے اور ان سے شریعت کا دفاع وتحفظ کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کیا ہی خوب لکھا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں:

"ان لوگوں کو سرعام ننگا کرنا، ان کے رسوائی بردوش کرتوتوں کو بیان کرنا اور ان کے فاسد قواعد وضوابط کو لوگوں کے سامنے آشکارا کرنا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ افضل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا تھا: إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللهِ وَرَسُولِهِ۔

"روح القدس اس وقت تک تمہاری تائید میں لگا رہے گا جب تک تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دفاع کرتے رہو گے۔"[1]

سفینۂ اسلام اور ساحل مراد:

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اللہ کی شریعت اور منہاج ربانی کو اپنی زندگیوں میں محفوظ رکھو اور شریعت کے حرم کا دفاع کرتے رہو، اس وقت تک سفینۂ اسلام پانی کی لہروں پر موجیں مارتا ہوا ساحل مراد کو نہیں پاسکتا جب تک کہ اس شریعت الٰہی اور منہاج ربانی کے ساتھ اس طرح کا گہرا تعلق وتمسک پیدا نہ کیا جائے کہ ان کی اتباع وپیروی کی جائے۔ ان کے احکام واوامر کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ ان کی تعظیم وتکریم کی جائے اور ان کے لئے سمع وطاعت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللهِ الْغَرُورُ﴾

"پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔"

---

[1] صحیح مسلم: 2490۔

(لقمان 33)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ”اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کا طالب ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔“ (آل عمران:85)

صرف اسلام...:

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس بات کو خوب ذہن نشین کرلو کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾
”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہو جانے کے بعد رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا دوسرے راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“
(النساء:115)

اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ربانی علماء کی پیروی:

اللہ تعالی نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت و فرمانبرداری کریں، اور پھر انبیاء کے وارث ربانی علماء کے نقش قدم پر چلیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾
”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے اہل اقتدار (وعلم) ہیں ان کی بھی۔ اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اسی کا مآل وانجام بھی اچھا ہے۔“ (النساء:59)

احترام و تعظیم شریعت:

خبردار رہو! ایمان کی صحت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ شریعت کا احترام و تعظیم کرے کیونکہ یہ شریعت اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اس کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہرگز جائز و روا نہیں ہے اور نہ ہی اس کے قواعد و مسلمات پر زیادتی کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی بلا علم ان میں سر پٹخنے کی گنجائش دی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بہت سننے اور جاننے والا ہے۔" (الحجرات:1)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کوئی بات زبان سے مت نکالو اور کسی بھی طریقہ سے ان کی قوت و شوکت کو توڑنے کی کوشش ہرگز نہ کرو اور اپنے شرائع دینیہ میں سے کسی بھی معاملے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات واحکام کے بغیر مت کرو۔

دورِ فتن میں طرزِ عمل:

اللہ کے بندو! اس بات کی اہمیت اس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب بلاؤں، مصائب، فتن، آزمائش و امتحانات اور مشکلات کا دور آتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

"اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اسے وہ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے علماء کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیروکار ہو جاتے۔" (النساء:83)

سلف صالحین امت اور آئمہ کا عمل:

سلف صالحین امت اسی روش پر چلے اور اللہ تعالی نے انہیں توفیق خیر اور شوکت و اقتدار سے نوازا اور یہ سب صرف اسی بناء پر ہوا کہ انہوں نے دونوں وحیوں (قرآن وحدیث) کی نصوص کی تعظیم کی اور ان پر عمل پیرا ہوئے اور ان دونوں سے پیش قدمی نہیں کی حتی کہ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ سب سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات مروی ہے کہ جسمیں انہوں نے کہا ہے: "جب کوئی صحیح حدیث آجائے تو میرا مذہب وہی ہے۔"

فہم و فراست امام شافعی رحمہ اللہ:

ایک آدمی امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسے معاملہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا ہے۔ اس آدمی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے کہا: اس سلسلہ میں آپ کیا کہتے ہیں؟ امام شافعی نے تعجب سے فرمایا: "سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) تم مجھے عیسائیوں کے کنیسہ و چرچ میں بیٹھا ہوا پادری سمجھتے ہو؟ یا تم مجھے یہودیوں کے عبادت خانے میں بیٹھا ہوا راہب سمجھتے ہو؟ یا پھر تم مجھے اپنی کمر میں عیسائیوں کی طرح بیلٹ باندھے ہوئے پاتے ہو؟ میں کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے معاملہ میں یہ فیصلہ فرمایا تھا اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

صرف شریعت۔۔۔۔:

ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ شریعت الٰہی کو دل و جان تسلیم سے کرے اور اس کے تمام احکام کی اتباع و پیروی کرے اور کسی باطل خیال و نظریہ کے پیچھے لگے بغیر اسے قبول کرے اور اس کی تصدیق کرے لوگ اگر چہ اس خیال باطل ونظریہ فاسد کو معقول کہیں یا اسے مصلحت کا نام دیں اور چاہے تہذیبی دباؤ بنا کر پیش کریں شریعت کے مقابلے میں اس پر قطعا کان نہ دھرے جائیں۔

عام انسانی دماغوں کا کوڑا کرکٹ نہیں بلکہ صرف شریعۃ الوحیین:

اسی طرح کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شریعت پر شکوک وشبہات کا بوجھ ڈالے اور نہ ہی کسی کے لئے یہ روا ہے کہ وہ لوگوں کی آراء اور ان کے دماغوں کی بدحواسی وکوڑا کرکٹ کو شریعت سے مقدّم رکھے۔ اگر جائز ہے تو صرف یہ کہ شریعت الٰہیہ کی روشنی میں فیصلے کریں کرائیں، اسی کی اتباع و پیروی کریں، اسی کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور اسے ہی قبول کرکے اسی کی فرمانبرداری کریں اور اسی کے لئے فروتنی اختیار کریں ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کردیں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اسے خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔" (النساء:65)

دوسری جگہ فرمان باری تعالی ہے:﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوئی امر مقرر کردیں تو وہ اس میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہوگیا۔" (الاحزاب:36)

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

تعطیلات موسم گرما کے تناظر میں: نوجوان نسل کی نگرانی اور ان کے اوقات کی بامقصد منصوبہ بندی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

4/16/1425ھ 6/4/2004ء

حمد وثناء کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اسے اپنے ہر چھوٹے بڑے قول وعمل کا دیکھنے والا، سننے والا مانو اور اس بات کا یقین رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو۔ لہٰذا اس ملاقات کے لئے بھرپور تیاری رکھو اور تیاری بھی جلدی کرو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿مِنۡ قَبۡلِ أَنۡ يَأۡتِيَ يَوۡمٌ لَا بَيۡعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ﴾

"قبل اس کے وہ دن آجائے کہ جس دن نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ ہی دوستی کام آئے گی۔" (ابراہیم:31)

نعمت فراغت:

مسلمانو! غفلت میں پھنس کر لوگوں کا ایک گروہ یہ بات بھول ہی جاتا ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہی ایک یہ کام کاج سے فرصت وفراغت ہونا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ وہ فراغت جو کہ محنت ومشقت اور تھکا دینے والے واجب کام کاج یا مصروفیت کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس نعمت سے غفلت اس کے ضیاع کا باعث بن جاتی ہے اور یوں آدمی اس نعمت سے صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ نتیجہ یہ کہ عمر کی بعض قیمتی فرصتیں اور مواقع ضایع ہوجاتے ہیں اور بندہ ان کے ضیاع کی وجہ سے نقصان وخسارہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اور فائدے کے اسباب ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، یہی وہ "غبن" و" فریب" ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے جو کہ صحیح بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نِعۡمَتَانِ مَغۡبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالۡفَرَاغُ۔

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بکثرت لوگ ان کے بارے میں فریب خوردہ ہیں (اور وہ ہیں) صحت اور فراغت۔"[1] (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ)

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے نعمت فراغت سے فائدہ اٹھانے اور اسے غنیمت سمجھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اغتنِمۡ خمسًا قبل خمسٍ : شبابَك قبل هَرَمِك، وصِحّتَك قبل سَقَمِك، وغناك قبل فقرِك، وفراغَك قبل شُغلِك، وحياتَك قبل موتِك.

"پانچ چیزوں کو قبل پانچ چیزوں کے غنیمت سمجھو، موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے صحت کو، مشغولیت سے پہلے فراغت وفرصت کو، بڑھاپے سے پہلے شباب وجوانی کو، اور فقر وناداری سے پہلے تونگری ومالداری کو۔"[2] (مستدرک حاکم، سنن کبری بیہقی - باسناد صحیح)

---

[1] صحیح بخاری: 6412۔

[2] مستدرک حاکم: 4/306۔

نوجوان، ان کے والدین اور مربی حضرات سے خطاب:

اللہ کے بندو! ہمارے سب سے پہلے مخاطبین وہ نوجوان طبقہ ہے جو اپنی چھٹیوں کا آغاز کرنے والے ہیں۔اور تعطیلات موسم گرما کا زمانہ آگیا ہے، اسی طرح ہمارے مخاطبین وہ والدین، مربی حضرات اور انہی جیسے وہ لوگ بھی ہیں جو نوجوان نسل کے معاملات کے ذمہ دار ہیں۔اور وہ اس نعمت فراغت کی قدر و قیمت کو جانتے ہیں اور اس بات کا بھی ادراک رکھتے ہیں کہ انسان کے سینے میں جو دل دھڑک رہا ہے اور جو نفس ہے اگر اسے حق کے کام میں مشغول نہ کیا گیا تو وہ اسے باطل کام میں لگا دے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ معروف ہے۔لہٰذا ان ذمہ دار حضرات پر واجب ہے کہ وہ ایسے پروگرام مرتب کریں کہ جن سے بچوں کی ان چھٹیوں میں بچے صحیح معنوں میں کچھ فائدہ اٹھائیں وہ اپنی صلاحیتیں صحیح جگہوں پر صرف کریں اور اپنے اوقات کو صرف حلال امور میں لگائیں کسی حرام کام کے ارتکاب میں نہ پھنس جائیں، فائدہ مند کام میں لگیں، نقصان دہ امر میں مشغول نہ ہوں، اور وہ ایسی سرگرمیوں میں حصہ لیں جو علمی، تربیتی، خیراتی، ریاضی اور کھیل کود و سیر و تفریح سے متعلقہ ہوں اور قابل ستائش ہوں باعث ننگ و عار نہ بنیں، اس طرح ضایع نہ کیا جائے اور فخر و مباہات کے جذبات سے بھی پاک ہوں۔ایسے ہی ان قرابت داروں و رشتہ داروں کا اہتمام ہونا چاہیئے جو مصروفیات و مشاغل حیات کی وجہ سے عدم اہتمام کا شکار تھے اور ان کے ساتھ جو برو نیکی اور صلہ رحمی واجب ہے وہ پوری نہیں کر پا رہے ہیں۔

اوقات حیات کی با مقصد منصوبہ بندی اور اسکے فوائد:

(1) با مقصد منصوبہ بندی جس میں ان چھٹیوں میں حاصل ہونے والی فرصت اور فراغت کی نعمت سے صحیح طور پر استفادہ کیا جاسکے ایسی منصوبہ بندی اپنی عمر کے گنے چنے وقت کی حفاظت کے قوی اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے یہاں تک کہ اعمال نامے اس حالت میں بند نہ کر دیئے جائیں کہ ان میں کوئی نیک عمل درج ہی نہ کیا گیا ہو جو کہ اس شخص کے کل کے روز خوشی کا باعث بن سکے اور اس کے رب کے یہاں اس دن اس کے مقام و مرتبہ کی بلندی کا ذریعہ بن سکے جس دن کہ کسی کو اس کا مال یا اولاد کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے۔

(2) نوجوان نسل کا تحفظ:

یہ منصوبہ بندی اس اعتبار سے بھی انتہائی مفید کہ اس طرح ہم اپنے نوجوان طبقہ کو اپنی امت اور معاشرے کی عمارت کو توڑنے والا اور غیروں کے لئے آلہ کار بننے سے بھی محفوظ رکھ سکیں گے کیونکہ ایسے فارغ اوقات میں اگر ان کے لئے صحیح و با مقصد منصوبہ بندی نہ کی جائے گی تو وہ اہل شکوک و شبہات، خواہشات نفس کی غلامی کرنے والے اور شہوت پرستی میں مبتلا دشمنان دین کے ہتھے چڑھ جائیں گے، وہ دشمن جن کی سعی اس دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ شاید وہ کوئی بڑا تیر مار رہے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں نوجوان نسل کا آلہ کار بن جانا بہت ہی بڑا نقصان و خسارہ ہے اور اسی صورت میں اس غبن و فریب کی شکل بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خبردار کیا ہے۔

(3) حفظ امانت:

اللہ والو! خبردار رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر وہ تدبیر اختیار کرو جس میں امت مسلمہ کے نوجوان طبقے کے اوقات کا تحفظ ہو اور ان کی ان تعطیلات موسم گرما میں ان کی فرصت وفراغت سے صحیح فائدہ اٹھایا جاسکے جوکہ اب بالکل ہمارے سر پر آن پہنچی ہیں صرف ایک دو قوس یا دو چار ہاتھ کا فیصلہ رہ گیا ہے یا اس سے بھی کم وقت باقی ہے یہ اوقات ایک امانت ہیں جس نے ان کی حفاظت کی وہ کامیابی پا گیا اور اس نے انہیں صحیح طریقہ سے صرف کرلیا اور اس نے واقعی اللہ کو اپنا نگران مقرر کرلیا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امانت میں خیانت کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو جبکہ تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔" (الانفال:27)

چشم پوشی نہیں کڑی نگرانی:

اللہ والو! اگر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چھٹیاں اس لئے ہیں کہ ان کے دوران اپنے بچوں کے کردار سے چشم پوشی کی جائے، ان کی نگرانی سے ہاتھ اٹھالیا جائے اور انہیں والدین کی نگرانی اور حکیمانہ و دانشمندانہ راہنمائی کے بغیر ہی شتر بے مہار چھوڑ دیا جائے کہ وہ جو چاہیں کریں، یہ نظریہ وخیال بہت ہی بڑی غلطی ہے اور اس غلطی کا ارتکاب صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ نگران ہیں اور ہر نگران و حاکم اپنی زیرنگرانی وزبردست کام کرنے والے لوگوں کے ہر وقت کا مسؤل و ذمہ دار اور جوابدہ ہے اور اس ذمہ داری کے سلسلہ چھٹیوں یا دیگر اوقات میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ چھٹیوں کے ان اوقات میں یہ ذمہ داری اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان میں خطرات کے اسباب بڑھ جاتے ہیں اور لرزشوں کے مواقع زیادہ ہوجاتے ہیں۔

خبردار! اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور اپنے بچوں کے لئے ان کی دنیا و آخرت میں کام آنے والی بھلائیوں کے حصول کی تمام مساعی وکوششوں میں ان کے بہترین معاون بن جائیں۔

وصلی اللہ وسلّم علی نبیّنا محمّد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین سبحان ربّك ربّ العزّۃ عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ ربّ العالمین

قتل ناحق، فتنۂ تکفیر اور اطاعتِ امیر

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبداللہ السبیل حفظہ اللہ

1425/5/7ھ، 2004/6/25ء

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اپنے رب سے ڈرتے رہو، اس ذات سے ڈرتے رہو جو تمہاری ظاہری و پوشیدہ ہر بات کو جانتا ہے. اس کی اطاعت اور اس کے حرام کردہ سے اجتناب کر کے اس سے ڈرنے کا ثبوت مہیا کرو۔

حقوق العباد کی قدر و قیمت:

اللہ والو! اللہ تعالی نے حقوق العباد کو بڑی عظمت اور قدر و منزلت بخشی ہے اور لوگوں کے خون، مال اور آبرو پر دست درازی کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے. چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے حجۃ الوداع کے خطبہ میں دوسروں پر دست درازی کی حرمت پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا ، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ۔

”بے شک تمہارے خون، مال اور عزت و آبروئیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے لیے یہ آج کا دن، تمہارے شہر مکہ میں اور تمہارے اس ذوالحج (حرمت والے) مہینے میں حرمت والا ہے کل قیامت کے دن تم اپنے رب سے ملوگے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں باز پرس کریں گا میرے بعد کہیں دین اسلام سے پھر کر کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔“[1]

شرک کے بعد سب سے بڑا کبیرہ گناہ قتل ناحق:

اسلام نے جن امور سے منع کیا ہے اور جن کے مرتکبین پر شدید تنقید اور مذمت کی ہے ان میں سے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی بے قصور کا قتل ناحق ہے. یہ فعل زمین میں فساد و تخریب کاری ہے یہ بہت ہی برا کام اور بدترین حرام ہے جس سے ہمارے رب اور اللہ تعالی کے نبی ﷺ نے منع فرمایا.

قرآن کریم کی رو سے:

اللہ تعالی نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا ہے: ﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾

”جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔“ (المائدہ:32)

[1] صحیح بخاری:7447۔

مومن کو قتل کرنے والوں کو اللہ نے سخت سزا کی وعید سنائی ہے. چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾

”اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہوا اور اللہ اس پر غصے ہوگیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔“ (النساء:93)

حدیث شریف کی روشنی میں:

قتل ہی کے بارے میں اللہ تعالی کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ ۔

”اگر زمین وآسمان کی تمام مخلوقات بھی کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوتو اللہ تعالی ان سب کو منہ کے بل جہنم میں سے پھینک دے گا۔“[1] (ترمذی)

قتل تو درکنار نبی ﷺ نے توکسی کے قتل میں مدد کرنے والے کو بھی بڑی سختی سے خبر دار کیا ہے. نبی ﷺ سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ وَلَوْ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ ، لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ ۔

” جس نے کسی مسلمان کے قتل میں قاتل کی مدد کی اور اگرچہ محض ایک لفظ ہی زبان سے نکالا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوا ہوگا” اللہ کی رحمتوں سے مایوس و ناامید شخص۔“[2]

ان مدعیان اسلام کو کیا ہوا ہے؟:

اے اللہ کے بندو! اسلام کا دعوی کرنے والوں کی عقلوں کو کیا ہوگیا ہے؟ ان کا دین کہاں گیا ہے؟ ان کے دلوں سے اللہ کا خوف کیا ہوا؟ خونریزی اور قتل و غارت میں یہ تساہل و لاپرواہی کیوں ہے؟ کیا یہ جرم وگناہِ کبیرہ ان کے نزدیک معمولی بن کر رہ گیا ہے؟ حتیٰ کہ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنے لئے لوگوں کے خون کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتا ہے اور پھر واقعی لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتا ہے. نبی صادق ومصدوق نے ہمیں ایک ایسی خبر دے رکھی ہے جو اللہ سے ڈرتے اور خوف کھاتے رہنے کو واجب قرار دیتی ہے۔

ھرج کیا ہے؟:

چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَهَرْجًا . قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا الْهَرْجُ ؟ قَالَ: الْقَتْلُ الْقَتْلُ . فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا نَقْتُلُ الْآنَ فِي الْعَامِ الْوَاحِدِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ كَذَا وَكَذَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ بِقَتْلِ الْمُشْرِكِينَ ، وَلَكِنْ يَقْتُلُ

---

[1] ترمذی:1398۔

[2] ابن ماجہ:2620۔

بَعْضُكُمْ بَعْضًا، حَتَّى يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهُ وَابْنَ عَمِّهِ وَذَا قَرَابَتِهِ.

فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَعَنَا عُقُولُنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، تُنْزَعُ عُقُولُ أَكْثَرِ ذَلِكَ الزَّمَانِ، وَيَخْلُفُ لَهُ هَبَاءٌ مِنَ النَّاسِ لَا عُقُولَ لَهُمْ.

”قیامت سے پہلے“ ہرج ”ہوگا۔صحابہ کرام نے عرض کیا:“ ہرج ”کیا ہے؟..نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:“قتل”.

اور یہ تمہارا مشرکین کو قتل کرنا نہیں ہوگا بلکہ خود ایک دوسرے مسلمانوں کا قتل ہوگا یہاں تک کہ آدمی اپنے پڑوسی کو قتل کر دیگا، اپنے بھائی کو قتل کر دے گا، اپنے چچا کو قتل کر دے گا اور اپنے چچا زاد بھائی کو قتل کر دے گا۔”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن ہمارے بھیجے یا سر کی کھوپڑی میں عقل ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا:” اس زمانے کے لوگوں کی عقلیں چھین لی جائیں گی اور پھر ان کے خلف وہ لوگ ہوں گے جن کی حیثیت گرد وغبار سے زیادہ نہ ہوگی۔ان میں سے اکثر اپنے بارے میں یہ گمان کریں گے کہ وہ عقل و دین کے مالک ہیں جبکہ درحقیقت ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔“[1]

قاتل کا انجام:

کوئی قاتل اپنے اس فعل پر کیسے اقدام کر لیتا ہے جب کہ وہ جانتا ہے کہ یہ انتہائی برا فعل اور قبیح و شنیع جرم ہے۔قیامت کے دن اس کے مقابلے میں اللہ اس مقتول کو مدعی بنا کر کھڑا کر دے گا۔

حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا، يَقُولُ: يَا رَبِّ، قَتَلَنِي هَذَا حَتَّى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ"

”قیامت کے روز مقتول اپنے قاتل سے چمٹا ہوا آئے گا۔اس کی باچھوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ کہے گا: اے میرے رب! اس شخص سے پوچھ کہ اس نے مجھے کس قصور کی پاداش میں قتل کیا تھا۔“[2]

غموں کے سوداگر! یہ قاتل لوگ اس بات کو اپنے ذہن میں کیوں نہیں رکھتے کہ ان کے اس فعل سے کتنے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے اور کتنے دل پارہ پارہ الم زدہ ہوتے ہیں؟ یہ دو والدین ماں باپ ہے جن کے بیٹے کے قتل ہو جانے کی وجہ سے ان کے دل زخمی ہو گئے ہیں اور شدت غم و الم نے ان کے دلوں سے خون نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔اور انہیں انتہائی تلخ حنظل اندرائن کے پیالے اور فرقت و جدائی کے گھونٹ پینے پر مجبور کر دیا ہے۔حزن و ملال نے ان کی کمر ٹیڑھی کر دی ہے اور ان کے اعصاب و قوی کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔چھوٹے چھوٹے بچے اپنے کما کر لانے اور کفالت کرنے والوں کو کھو بیٹھے ہیں۔ماہرین تعلیم و تربیت لوگوں کے دلوں میں رحم و کرم بھرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر لوگوں کے حالات میں انتشار اور اخلاق میں تغیر آچکا ہے۔

[1] ابن ماجہ:3959۔

[2] ترمذی:3029۔

پائے رفتن نہ جائے ماندن:

یہ قاتل اپنے آپ کو کس اندھے کنویں اور گہرے کھڈے میں ڈال دیتا ہے اور وہ کس مصیبت اور مشکل سے دو چار ہو گیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ، الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ.
”وہ مشکل امور وحالات جن میں مبتلا ہونے والے کے لئے ان سے کوئی راہ فرار طریق خروج نہیں ہے وہ ہے نہ کسی بے قصور کا قتل کرنا۔[1]

معاہد و ذمی کے قتل کا گناہ:

اللہ کے بندو! اللہ تعالی نے قتل کے بارے میں بہت سخت وعید وسزا بیان فرمائی ہے اور اسے بہت ہی بڑا اجرم وگناہ قرار دیا گیا ہے۔صرف مسلمان کے خون کے تحفظ کی ضمانت ہی بہم نہیں پہنچائی بلکہ مسلم کے خون کے ساتھ ساتھ ہی کافر کے خون کے تحفظ کی ضمانت بھی دی ہے اور جس کافر کو مسلمان امن دے دیں اس پر زیادتی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔کیونکہ تمام مسلمان ایک ہاتھ ہے اور ان کے ذمہ وامان کو پورا کرنے کے لئے ہر ادنی سے ادنیٰ شخص بھی کوشش کرتا ہے۔جیسے کے کسی ایسے شخص کو قتل کر دیا جسے مسلمان امان دے چکے تھے تو اس نے ان سے خیانت کی اور اللہ کے عذاب کا مستحق بن گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.
”جس نے کسی معاہد ذمی کو قتل کر دیا وہ جنت تو کیا اس کی خوشبو بھی نہیں پائے گا جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک موجود ہوگی۔“[2]
حافظ ابن حجر فتح الباری میں اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:”اس معاہد سے مراد وہ کافر ہے جس کا مسلمانوں کے ساتھ امن وامان کا عہد معاہدہ ہو چکا ہو اور وہ معاہدۂ امن جزیہ ادا کرنے کی شرط پر ہو یا حاکم وسلطان کے ساتھ جنگ بندی وعدم جارحیت کا معاہدہ ہو یا پھر اس کافر کو کسی مسلمان نے پناہ وامان دے کر اس کا تحفظ اپنے ذمے لے رکھا ہو یہ سب برابر ہے۔“[3]

جماعتِ تکفیر کے مزاعم باطلہ:

اللہ کے بندو! یہ کیا دیوانگی ہے جس میں وہ لوگ جی رہے ہیں جو دوسروں کو خوفزدہ ومرعوب اور ہراساں کرتے ہیں۔اپنی جماعت مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کی راہ سے دور ہٹ جاتے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اور وہ کیا کرنے والے ہیں؟ یہ لوگ علمائے دین اور پورے معاشرے کو جاہل ہونے کا الزام دیتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس وقت امر بالمعروف والنہی عن المنکر کی ذمہ داری صرف وہی نبھا رہے ہیں جبکہ لوگ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔وہ خونریزیاں کرتے ہیں اور لوگوں کو ہراساں کرتے ہیں اور وہ اس گمانِ باطل میں مبتلا ہے کہ وہ اسلام کے حامی وناصر ہو اور حق کو غلبہ دلانے والے ہیں اور کبھی تو ان کی زبان درازی و

---

[1] صحیح بخاری: 6863۔
[2] صحیح بخاری: 3166۔
[3] فتح الباری: 12/ 259۔

ہٹ دھرمی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ دوسروں کو کافر قرار دیتے جاتے ہیں اور اسی باطل فتوے کو انہوں نے لوگوں کے قتل و غارت، تباہی و بربادی اور تخریب کاری کا ذریعہ بنالیا ہے۔

دور پرفتن اور نبوی پیشن گوئیاں:

اے مسلمانو! اللہ کے بندو! ان فتنوں سے نبی اکرم ﷺ خبردار کر کے گئے ہیں بلکہ خوب جھنجوڑ کر گئے ہیں. نبی ﷺ سے وہ باتیں صحابہ کرام نے حفظ کیں اور کبار ائمہ حدیث نے وہ باتیں ہم تک نقل کیں اور انہیں خوب واضح طور پر بیان فرمایا ہے. نبی ﷺ نے اپنے بعد واقع ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا اور ہمیں ان امور کا بھی پتہ بتایا جن کی بدولت ہم ان فتنوں سے محفوظ و مامون رہ سکتے ہے اور ان کے شر سے ہمیں حمایت و سلامتی مل سکتی ہے. چنانچہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"

"میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، امیر کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، اس لیے کہ جو میرے بعد تم میں سے زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کار کو لازم پکڑنا، تم اس سے چمٹ جانا، اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا، اور دین میں نکالی گئی نئی باتوں سے بچتے رہنا، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے.'[1] (ابو داوَد)

فتنۂ خوارج:

سب سے پہلا فتنہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ظاہر ہوگیا تھا وہ یہ تھا کہ کچھ لوگ ایسے اٹھے کہ انہوں نے مسلمانوں میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دے دیا ان کے مخلص تابعین کو کافر کہا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو کافر سمجھ لیا ان کے ساتھ ان خارجیوں نے جنگ کی اور ان کی خونریزی کی. نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا تھا: "وہ نکلیں گے اور اہل اسلام کو قتل کریں گے البتہ اہل اوثان مشرکوں کو چھوڑ دیں گے."

ایسے ہی صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں ہے: فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ، مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ، نَاشِزُ الْجَبْهَةِ، كَثُّ اللِّحْيَةِ، مَحْلُوقُ الرَّأْسِ، مُشَمَّرُ الْإِزَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اتَّقِ اللَّهَ، قَالَ: " وَيْلَكَ، أَوَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ"، قَالَ: ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ، قَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَضْرِبُ عُنُقَهُ؟ قَالَ: "لَا، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ يُصَلِّي"، فَقَالَ خَالِدٌ: وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُولُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِي قَلْبِهِ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَمْ أُومَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ، وَلَا أَشُقَّ بُطُونَهُمْ".

---

[1] ابو داؤد: 4607۔

”پھر ایک شخص جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، دونوں رخسار پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی، گھنی داڑھی اور سر منڈا ہوا، تہبند اٹھائے ہوئے تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! اللہ سے ڈریئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ افسوس تجھ پر، کیا میں اس روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ راوی نے بیان کیا پھر وہ شخص چلا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیوں نہ اس شخص کی گردن ماردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو اس پر خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بہت سے نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے دل میں وہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حکم نہیں ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں کی کھوج لگاؤں اور نہ اس کا حکم ہوا کہ ان کے پیٹ چاک کروں۔[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھتے رہا کرو کیوں کہ اللہ تعالی نے تمہیں اپنے نبی ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کا حکم دیتا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا“ (آل عمران:102)

اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ اللہ کا خوف ہی مضبوط قلعہ ہے جو کے شرور وفتن سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور یہ تقویٰ ہی انسان کے لئے جادۂ مستقیم کو روشن کرتا ہے اور اللہ کا ڈر ہی راہ حق سجھاتا ہے جس پر چلنے والا نجات پاجاتا ہے اور جسے اختیار کرنے کے مقدر میں فوز وفلاح دنیا وآخرت لکھی ہے۔

اطاعتِ امیر:

اللہ کے بندو! اللہ کے بندوں کے لئے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور نورانی ہدایات میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اپنے حکام وامرا کی سمع وطاعت کو اپنا شعار بنالیا جائے جب تک وہ جادۂ حق پہ گامزن رہے ان کی مدد اور تعاون اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، انہیں وعظ ونصیحت جاری رکھی جائے اور حکمت ونرمی کے ساتھ انہیں تنبیہ کی جاتی رہیں، ان کے لیے اصلاح کے عمل سے محبت رکھی جائے اور ان کے ساتھ لطافت کا معاملہ کیا جائے۔ تمام مسلمانوں کے اتفاق واجتماع اور اتحاد کو پسند کیا جائے۔ اور اللہ کے احکام کی روشنی میں ان کی تابع فرمانی کرکے اپنا دینی فریضہ ادا کیا جائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ۔

”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی اور جس نے اپنے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام وہ ڈھال ہے جس کی آڑ لے کر فتنوں سے بچا جاتا ہے۔“[2]

---

[1] صحیح بخاری:4351۔

[2] صحیح بخاری:2957۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث میں ہے: أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا ۔

”ہم نے اس بات پر نبی ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ خوشی وغم، آسودگی وتنگ دستی میں گو ہم پر بلا استحقاق دوسروں کو فضیلت اور ترجیح دی جائے ان سب امور میں ہم اپنے امیر کی اطاعت وفرمانبرداری کریں گے۔[1]

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

[1] صحیح بخاری: 7056۔

منحرف ٹولہ، اسلامی تعلیمات اور افرادِ امت کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

1425/5/14ھ، 2004/7/2ء

اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کے تقوی کی وصیت وتاکید کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی روحوں کی روح اور انہیں خوشیوں کے ملک جنت کی طرف بھگا لے جانے والی چیز ہے۔ یہی نفوس کا تزکیہ وطہارت کا باعث اور یہی دلوں کے لیے تقویت کا ذریعہ ہے۔ یہی بندے کو اللہ علام الغیوب کی رضاء وخوشنودی تک پہنچانے والی اور ضمیروں کے لئے زادِ راہ ہے۔ اسی کی بدولت جذبات میں رقت ونرمی پیدا ہوتی ہے، عبادتیں قبول ہوتی ہے اور یہی قیامت کے دن باعثِ نجات ہوگی: ﴿يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ﴾

"جس دن پوشیدہ بھیدوں کی جانچ پڑتال ہوگی۔" (الطارق:9)

مسلمانو! اللہ آپ پر رحم فرمائے اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور قیامت کے دن سے بھی ڈریں کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

"اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (البقرہ:281)

تلاشِ امن:

مسلمانو! موجودہ تنگ حالات میں جبکہ امت ہر طرف سے تھپیڑوں میں اور تیز رفتار تغیر پذیر وقت اور پے در پے حادثات و واقعات کے دوران جن سے دنیا آج کل دوچار ہے۔ دنیا کے غیور بلکہ منصف مزاج لوگ عالمی امن و استقرار کے مواقع کی تلاش میں ہیں۔ عالمی سطح کی سلامتی وخوشحالی ڈھونڈ رہے ہیں جو کہ افراد ومعاشروں بلکہ قبائل و اقوام اور امتوں کے لئے امن و امان اور راحت و اطمینان کے شعور کا باعث ہے۔ اسی طرح وہ انسانی تہذیب کی تعمیر اور بشری ترقی کے لیے مکمل شکل کے باہمی تعاون کے متلاشی ہے جس میں دوسروں پر غلبہ و تسلط، ظلم وجبر اور استحصال و استبداد نہ ہو۔

قوت وطاقت اور انانیت کا دور دورہ:

افسوس اور حزن وملال ہر غیرت مند شخص کا خون نچوڑ کر رکھ دیتے ہیں جب وہ دیکھتا ہے کہ آج دنیا میں باہمی تعاون مفقود ہے، امن و امان معدوم ہے، ہر کوئی اپنے ذاتی حساب کتاب کو بے باک کرنے پر لگا ہوا ہے اور انانیت کا دور دورہ ہے۔ لوگ ہر چیز کو صرف مادی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں تمام قدروں کو اڑا لے جانے والا گلوبلائزیشن نافذ کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ رسواکن بھیڑ چال پائی جاتی ہے۔ جہالت کے دبیز پردے چڑھے ہوئے ہیں، فقر وتنگدستی کا دیو منہ پھاڑے ناچ رہا ہے، ظلم وستم کے شرارے ہر سو اٹھ رہے ہیں، ریاستی دہشت گردی کی جا رہی ہے، نسل کشی کے لیے رنگ ونسل اور قبائلی تعصبات کی بنا پر جنگ جاری ہیں اور ظالمانہ انداز کا عدم توازن عالمی سطح موجود ہے، بڑی طاقتیں کمزور قوموں اور ملکوں پر مسلط ہے اور ان کی دولتیں کھینچے لئے جا رہی ہیں۔

عقل وحکمت کی ضرورت:

یہ سب اموراس بات کی اہمیت کا پتہ دیتے ہیں کہ مذاکرات کی زبان استعمال کرنی چاہئے اورعقل وحکمت سے کام لیتے ہوئے امت کے اعلیٰ مفادات حاصل کرنے چاہیے اورامن واستقرار پرتوجہ دی جائے کیونکہ مختلف عالمی مسائل اورملکی مشکلات جوکہ انسان کی سعادت وخوشحالی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے ان کے حل کا یہی کامیاب طریقہ ہے۔

حقیقی فہم اسلام:

اوراس کے لیے اس بات کی اشدضرورت ہے کہ اسلام کا حقیقی فہم حاصل کیا جائے اوراس کے صحیح مفاہیم اوراصولوں کی نشرو اشاعت کے لیے جدو جہد کی جائے اوراس اسلام کا دنیا کو صحیح تعارف کروایا جائے جواس کی روشن صورت کا پتہ دے،اس کے نظام رحم وکرم،اس کے اصول عدل وانصاف،اس کی تعلیمات تحمل وبردباری اوراس کے قواعد امن وامان کومتعارف کروایا جائے اورلوگوں کواس بات کا پتہ دیا جائے کہ اسلام کوئی ایسا عقیدہ نہیں جسے تسلط حاصل ہے اسی کے زورسے اس کے نظام اورمفاہیم کو دنیاپر جبراًلاگوکردیا جائے جیسا کہ اس کے خلاف بعض خودلوگوں نے پروپیگنڈہ شروع کررکھا ہے اوراسلام پرحملے کیے جارہے ہیں اوران کے اس پروپیگنڈے کوبعض عالمی ذرائع ابلاغ (میڈیا) پھیلانے میں پیش پیش ہے.اس سلسلے میں وہ اسلام کی طرف منسوب بعض لوگوں کے دہشت پسندانہ افعال کا سہارا لیتے ہیں جبکہ اہل عقل وبصیرت اوردنیا کے اہل شرف ومروت لوگوں کے لائق نہیں کے چندلوگوں کی غلط حرکات کو دیکھ کراسلام کے خلاف کی جانے والی مروجہ بدزبانی کی تصدیق کردی جائے کیونکہ حقیقی اسلام ان مجرمانہ دہشت گردی کی وارداتوں کوحرام قرار دیتا ہے اورفسادوتخریب کاری کے واقعات کو بری نظر سے دیکھتا اوران کی مذمت کرتا ہے اورجوشخص ایسے افعال کاارتکاب کرتا ہے اسلام اسے حق سے منحرف قرار دیتا ہے اوراسے شریعت اسلامی کے دائرہ سے خارج سمجھتا ہے ان کا یہ فعل اسلامی نظام،اس کے عرف عام،اسلامی معاشروں اورانسانی اصولوں کے منافی گنا جاتا ہے۔

منحرف ٹولے کے کرتوت نہ کہ اسلام کی تعلیمات:

ان افعال کاارتکاب کرنے والے لوگ امت مسلمہ کاایک منحرف ومنکرٹولہ ہے اوران کی تعداد آٹے میں نمک کے برابربھی نہیں اورمسلم امہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ بعض دشمن ذرائع ابلاغ نے ان کی پوزیشن کو بہت بڑھاچڑھارکھا ہے.ان لوگوں نے دنیا کے سامنے اسلام اوراہل اسلام کی بہت ہی بھیانک شکل پیش کی ہے.ان تخریب کارلوگوں نے اللہ کی قسم نہ اسلام کی کوئی مدد کی ہے اورنہ ہی کفر کی کمرتوڑی ہے بلکہ انہوں نے تو دشمنان دین اور اعداء امت کے لیے ایسی خدمات سرانجام دی ہے کہ جن کے سرٹیفکیٹ بھی انہوں نے سنہری طشتریوں میں رکھ کرپیش کئے ہیں اوراپنے ان برے کرتوتوں سے امت کے ہاتھوں بہت سارے ایسے مواقع ضائع کروادیے ہیں جن میں اللہ کے دین کی طرف دعوت دی جاسکتی تھی.دعوت وتبلیغ اوراحتساب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام اوراداروں کوکتنا نقصان ہوا ہے اورہنگامی حالات میں امداد دینے اورخیراتی کام کرنے کے دائرے کتنے تنگ ہو گئے ہیں.کیا ہمیں

اپنے قواعد وضوابط، اسلامی امتیازات اور اقدار میں کوئی شک وشبہ ہے؟ بعض حاسد وحاقد اہل قلم اور خود غرض ذرائع ابلاغ اسلام کے ثوابت و امتیازات، امت مسلمہ کے خواص اور اسلامی معاشرے کی اقدار پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور انہوں نے مکروہ خواہشات کے غلاموں، بیمار دلوں کے مالک، شریعت کے دشمنوں اور موقع پرست لوگوں کے لئے راہیں کھول دی ہے اور انہیں موقع مہیا کر دیا ہے۔ وہ اپنے لاؤ لشکر اور پیادوں کے ساتھ اس گدلے پانی میں شکار کے لئے چڑھ دوڑے ہیں۔ انہوں نے صالحین کی نیک نامی کو بٹہ لگایا ہے، دیندار لوگوں پر طعن و تشنیع کی ہے اور اس کے لئے ان تمام مجالس وموضوعات کو بروئے کار لائے ہیں جن کا کام ہی شور وشغب پیدا کرنا ہے۔ اور انہوں نے بلاؤں اور فتنوں میں مزید اضافہ کر دیا ہے اور یہ لوگ بحرانوں میں ایسے کیا کرتے ہیں اور حادثات ومشکلات میں ان کا یہی کردار ہوتا ہے۔ ایسے ویسے تمام لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اس بات کا ادراک وفہم حاصل کرنا چاہیے کہ امت کا سفینہ جس طرح غالی وتشدد پسند ٹولے کے سوراخ کرنے سے ڈوب سکتا ہے ایسے ہی ان مداہنت پرست جفا کاروں کے دراڑ ڈالنے سے بھی ڈوب سکتا ہے جب کہ اللہ کا دین انتہا پسندوں کے درمیان میں اعتدال پسند ہے نہ غالی وتشدد پسندوں کے لیے اس میں کوئی جگہ ہے اور نہ مداہنت کا شکار و جفا کار لوگوں کے لیے۔ بلکہ اسلام کی راہ اعتدال ومیانہ روی کی راہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

"ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے۔" (البقرہ:142)

حادثات زمانہ اور ہمارے لئے دروس وعبرتیں:

1) برادران ایمان! ان حوادث اور بحرانوں میں ہمارے لیے کتنے اسباق ودروس، عبرتیں، مخلص ومنافق کو پرکھنے جانچنے کے ترازو اور آزمانے کے مواقع ہیں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾

"کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟" (العنکبوت:2)

2) بحرانوں کے نتیجے میں دلوں میں ایمان راسخ ومضبوط ہوتا ہے اور قضاء وقدر پر ایمان کا عقیدہ جلا پاتا ہے: ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ﴾

"اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے۔" (الأنعام:112)

3) اسی طرح بحرانوں کی بدولت ہی اللہ کی ذات پر سچا توکل کرنے والوں اور جعلی طور پر اپنے آپ کو متوکل ظاہر کرنے والوں میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ انہی میں وحدتِ امت اور اس کے باہمی تعاون کا شعور سامنے آتا ہے اور تمام نعرے اور چہروں سے نقاب وڈھاٹے اتر جاتے ہیں اور اچھے برے میں امتیاز ہو جاتا ہے: ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾

"تاکہ جو ہلاک ہو دلیل پر (یعنی یقین جان کر) ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ بھی دلیل پر (حق پہچان کر) زندہ رہے۔" (الأنفال:42)

4) بحرانوں اور حادثات میں ہی منافقین، بے دین اور اہل فساد وبگاڑ کا خطرہ ظاہر ہوتا ہے اور انہی میں ان ربانی علماء کرام اور مخلص دعاۃ و مبلغین کی پہچان ہوتی ہے جو کہ امت کے لئے امن وامان کی گارنٹی اور سکون واستقرار کو سنبھال کر رکھنے والا ڈاٹ ہوتے ہیں۔ وہی تاریک و

بھیانک اور ناگہانی آفتوں میں سے نجات کا باعث بننے والوں کو سامنے لاتے ہیں اور یہ حادثات ہی عمل کرنے والوں کے لیے اچھی توقعات کے ساتھ عمل کے مواقع مہیا کرتے ہیں اور مایوس ہو کر ہاتھوں پر ہاتھ رکھے بیٹھ جانے والے لوگوں کی ہمتیں بیدار کرتے ہیں۔

امت مسلمہ نہ کبھی جھکی ہے نہ جھکے گی:

مسلم امہ کی اپنی طویل تاریخ شاہد ہے کہ اس نے کبھی کسی کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے، نہ گردن جھکائی ہے۔ یہ امت وہن و کمزوری کو جانتی ہی نہیں، اور نہ ہی پستہ قد بونوں کی ٹولیوں کے سامنے جھکتی ہے اور نہ ہی حادثات اور بحرانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہے بلکہ ادھر ٹھوکر کھا کر گرتی ہے تو پلک جھپکنے میں ہی اٹھ کر سنبھل بھی جاتی ہے اور خواب غفلت سے بیدار ہو جاتی ہے تاکہ امت کے تمام مسائل کی ایجابی انداز سے خدمت کر کے ان کے حل پیش کر سکے اور وہ ہر جانب حاوی ہوں اور باقاعدہ پڑھے لکھے مقررہ منہج کے مطابق ہو اور ایسی مضبوط منصوبہ بندی پلاننگ کرے جو کہ مقاصد شریعت کو پورا کریں اور اخلاق و آداب اسلامیہ کو عیاں کریں اور اہل فساد و گھات لگائے بیٹھے دشمنوں کے ہاتھ میں استحصال کا کوئی موقع نہ آنے دے۔

نعمتِ امن و امان:

دور حاضر کے ان حادثات و واقعات سے سبق سیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کی امت مسلمہ کو کتنی سخت ضرورت ہے اور ساتھ ہی اس بات کا شعور بھی ہوں کہ اللہ تعالی نے ہمیں دین اسلام دے کر ہم پر کتنی بڑی نعمت و احسان کیا ہے اور یہ امن و استقرار بھی اس کا ایک انعام و کرم ہے۔ ہمارے دین نے بے قصور لوگوں کے قتل کو حرام اور جرم قرار دیا ہے اور بری لوگوں کو نقصان پہنچانے سے روکا ہے اور ہمارا دین قویم تعمیر و آبادی کی ترغیب دلاتا ہے اور تخریب کاری و بربادی مال و اموال، حقوق العباد، لوگوں کی ذاتی ملکیتوں اور سرکاری و پبلک املاک کی تباہی سے روکتا ہے اور ببانگ دہل ہدایات نبویہ کا اعلان کرتا ہے: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ

"بے شک تمہارے خون، اموال اور عزت و آبروئیں تم میں سے ایک دوسرے پر حرام ہیں۔[1]"

حسن سلوک کا حکم مگر یہ.....:

اسلام نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا اور اسے فرض کیا ہے۔ غداری وہ دھوکہ دہی اور مثلہ (ناک، کان کاٹنا) خصوصا قیدیوں اور یرغمالیوں کا مثلہ کرنا حرام قرار دیا ہے اور اس حرکت کو وحشیت و حماقت قرار دیا ہے جسے کوئی بھی آسمانی شریعت قبول و برقرار نہیں رکھتی چہ جائیکہ اسے انسانی اقدار ہی روا مانیں۔ آج کل ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ کس کتاب الٰہی اور سنت نبوی کی بنیاد پر ہو رہا ہے یا کس دین اور کونسی ملت نے اس کی اجازت دی ہے اور یہ تخریب کاری کا جو مسلسل ڈرامہ چل رہا ہے اور جس کے مجرمانہ مناظر اور پارٹس کا اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے اور وہ بھی کہاں دنیا کے افضل ترین علاقے، روئے زمین کے بہترین ملک حرمین شریفین میں۔ اللہ اس کی حفاظت و نگرانی فرمائے۔ اس ملک و علاقے کا تشدد و دہشت گردی سے دو چار کیا جانا اس کے دین اور اخلاقی اقدار پر اس سے حسد و بغض رکھنا کوئی نئی بات نہیں، اس

[1] صحیح مسلم: 1679۔

کی وحدت وشیرازہ بندی، اس کے امن وامان اور سکون واستقرار کونشانہ بنانا بھی کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہو رہا۔ اسے دھمکیاں دی جاتی رہی ہیں، بیرونی دباؤ ڈالے جارہے ہیں اور اندرونی دہشت گردی کے فتنے برپا کیے جارہے ہیں اور ان سب سے بڑھ کر اہل زیغ و کجی، اہل فساد و بگاڑ، اہل ضلالت وگمراہی، تجدد وروشن خیال کی رویں، اباحیت واخلاقی بے راہ روی کے طوفان اور قدروں کے تنزل ہیں جن کی وجہ سے معاملہ اور بھی بگڑ گیا ہے اور موقع پرست خودغرض لوگوں کا گروہ کھانے کی پلیٹ سے اپنا حصہ چھیننے لئیم وملعون اور یتیموں کے دسترخوان پر بیٹھ کر حصۂ وراثت سے جو ہاتھ لگے کھا جانے پر تیار بیٹھے ہیں۔ شعوری وغیر شعوری طور پر کچھ لوگ اور اس امت کے کچھ نوجوان ابن الوقت اسلام دشمن لوگوں کے فریب میں آ کر خطرناک دہشت گردی کی مسلسل ڈرامائی سیریز کے اغراض ومقاصد کو پورا کر رہے ہیں اور نہ ہی کسی راجح موقف کو اپنائے ہوئے ہیں اور نہ ہی اسلام واہل اسلام کے لئے کوئی مفید خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

علماء کرام کی طرف رجوع کی ضرورت:

ان حالات کے پیش نظر انفرادی آراء اور ذاتی مفادات سے قطع نظر کر کے امت اسلامیہ کے ان علماء کرام کی طرف رجوع کرنے کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے جو کہ اہم اور دقیق امور میں امت کے لئے راہ صواب مقرر کرتے ہیں۔ کیا اسی بات کو ہمارے نوجوان طبقے کے لوگ سمجھنے کے لئے تیار ہیں؟ اور ہمارے احباب معاملہ کی اہمیت کا ادراک کرنے پر رضامند ہیں؟ اور اس بات کا یقین کرتے ہیں کہ اس ٹیلے کے پیچھے جو کچھ بھی ہے اس کے ہر گرم وسرد سے بچ جائیں؟ اور اپنی طرف سے فتوے، احکام، دوسروں کو کافر قرار دینے (تکفیر) پر جرأت و جسارت اور تشدد، تباہی و بربادی، قتل وخونریزی اور دھماکوں سے باز آجائیں کیونکہ یہ ایسے امور ہے کہ اگر انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا جاتا تو وہ تمام اہل بدر صحابہ رضی اللہ عنہ کو اکھٹا کر لیتے اور اگر وہ ان امور کو اہل بدر پر پیش کر دیتے تو وہ اس پر مہاجرین و انصار کا اجماع ہو جانا شرط کر دیتے اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ تو ان مال وجان اور عزت وآبرو سے متعلقہ بے راہ رویوں میں سے ہے جن میں کوئی قوم دوسری قوم سے خاص نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی ملت وقوم کے افراد کو دوسروں سے الگ کیا گیا ہے بلکہ یہ تو سب کیلئے یکساں ہیں اور یہ معاملات تو شریعت کے محکم امور اور عقل کے مسلمات میں سے ہے اور محض کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خون ومال وآبرو کسی چیز کا ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں ہے نہ ہی کسی غلط فہمی وتبدیلیٔ حکم کے ذریعے انھیں رائیگاں کیا جاسکتا ہے۔ ان امور میں مسلمان اور غیر مسلم سب برابر ہیں جنہیں مسلمانوں کی طرف سے کسی معاہدہ، پیمانِ امن یا جزیہ کی وجہ سے اس کی جان ومال اور آبرو کے تحفظ کا ذمہ دیا گیا ہوں۔ ان کے خون، اموال اور آبرو کے معاملے میں غداری نہیں کی جائیگی اور اپنے ذمے کو ٹھیس پہنچائی جائیں گی۔

ہر مسلمان کا فرض:

مسلم امہ! اللہ کی طرف سے حفاظت یافتہ حرمین شریفین والے ملک سعودی عرب کا ہر اس مسلمان کے ذمے فرض ہے جو اپنی نمازوں میں اس کی طرف رخ کرتا ہے، مناسکِ حج اور عمرہ کے لئے یہاں آتا ہے اور ہر موحّد مسلمانوں کے کندھوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس ملک کے امن وامان کے تحفظ کے لیے کھلی آنکھ کا کردار ادا کرے، اس کے اطمینان واستقرار کے لئے شب وروز ہی کشا چشم رہے۔ ہر مسلمان جس کے سینے میں مسلمانوں کے لیے مخلص خیرخواہ دل ہے اسے اس ملک کے مقام ومرتبہ کے تحفظ کے لیے ہر وقت غیرت وحمیت کا

مظاہرہ کریں اور اس ملک کے استقلال میں لرزش نہ آنے دے، اس کی املاک وخزائن کی حفاظت کرے، اس کے امن وامان کو داؤ پر نہ لگائے کیونکہ اس ملک کا امن دین اسلام کا امن ہے، اس ملک کی وحدت میں ہی تمام مسلمانوں کی وحدت وشیرازہ بندی ہے اور بیرونی دھمکیوں اور چیلنجوں کے سامنے اس ملک کا ڈٹے رہنا تمام اہل ایمان کے لیے باعث قوت وشجاعت ہے اور یہ امور کسی بھی طرح کسی سودے بازی کو گوارہ کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ان میں مزید نظر اور گہری فکر کی کوئی ضرورت ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کا دین سے کچھ بھی تعلق، عقل سے کچھ بھی واسطہ اور انسانیت ومروت سے تھوڑا سا بھی ناطہ ہے اس سے یہ مطالبہ ہے کہ ان حرمین شریفین والے ملک میں کسی بھی قسم کی تخریب کاری کر کے اس کے امن وامان اور اس کی املاک وعوام کو نقصان پہنچانے سے اپنے رب کے سامنے اپنی برآت کا اعلان کرے اور ساری امت مسلمہ، سعودی عرب کے اہل وطن اور اس مقدس سرزمین پر بسنے والے تارکین وطن سب کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر پائی پیسہ اور خون کا ایک ایک قطرہ بلکہ دل کی ہر دھڑکن اور عقل کا ہر پرزہ ان غلط کاریوں کے مقابلے کے لیے سنبھال کر رکھے جو اس ملک کو گھیرے ہوئے ہیں.

مسجدِ حرام سے دعوتِ فکر:

اس مسجد حرام کے منبر سے ہم تشدد وجرائم کے افعال میں ملوث لوگوں کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ حکام کی طرف سے کھلی معافی کے اعلان کی قیمت کو سمجھیں اور جان کی امان پا جائیں اور حکومت کے حلم وبردباری اس کی حکمت ودانائی اور مروت وانسانی خیرخواہی کی قدر کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھالیں اور جادۂ حق کی طرف لوٹ آئیں، راہ صواب کو اپنالیں، مسلمانوں کی جماعت میں دوبارہ شامل ہو جائیں اور ان کے امام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں کیونکہ حق کی طرف رجوع کر لینا باطل پر سرکشی اور تلے رہنے سے بہتر ہوتا ہے اور تشدد ودہشت گردی میں ملوث لوگوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ان کے ان تمام تخریبی افعال کا فائدہ صرف دین اسلام، سعودی عرب اور بلاد اسلامیہ اور سعودی عوام ومسلم امہ کے دشمنوں کو پہنچ رہا ہے. انہیں تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور دوسروں کے انجام سے عبرت حاصل کرنا چاہیے.

اے راہِ گم کردہ لوگو!:

اے وہ لوگو! جو دہشتگردی وتشدد کے افعال میں مبتلا ہوں ابھی بھی موقع موجود ہے اور وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور عقلمند وہ ہے جو ناک منہ نہ چڑھائے، تکبر نہ کرے، اپنے آپ میں فخر وبڑھائی نمایاں نہ کرے، اپنی رائے کو حرف آخر نہ سمجھے اور نہ ہی انفرادیت وچیلنج میں اپنے آپ کو غرق کر دے بلکہ عقلمند شخص وہ ہے جس میں موضوعیت وعقلانیت پائی جائے تا کہ اس کے لئے بھی وہی چیز کافی ہو جائے جو جمہور مسلمین کے لیے کافی ہے اور وہ واقعیت کا حظ وافر پائے ہوئے ہو. شفیق اور رحمدل والد اور زخمی باپ کو یہ بات ہرگز اچھی نہیں لگتی کہ وہ اپنے بچوں کو اس حال میں دیکھتے کہ وہ بھکر چکے ہو اور امن وامان قائم رکھنے والے اداروں کے اہلکاران کا پیچھا کر رہے ہوں. ہمارے بیٹو! اللہ سے ڈرو! اور راہ گم کردہ مسافر! اس آخری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو. شاید یہی توبہ تائب ہو کر رشد وہدایت کی طرف لوٹ آنے کا وقت ہے اور سرکشی وگمراہی کو چھوڑ دینے کی گھڑی ہے. یہ بات ذہن نشین کر لو کہ شریعت اسلامیہ شریعت مطہرہ ہے، سراسر رحمت اور خیر وبرکت ہے، مغفرت وبخشش کا ذریعہ ہے اور حکمت ودانائی کا خزینہ ہے. اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ

اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

"ہاں جولوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے." (المائدہ:34)

کھلی معافی کا یہ سرکاری اعلان عام ہونا گویا پدرانہ شفقت و مادری حنان وشفقت سے لبریز ہاتھ ہیں اور رحم و کرم سے لبالب بھرے ہیں. جو ان بیٹوں کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بے تاب ہو کر آگے بڑھ گئے ہیں جو کہ فریب خوردہ ہیں جنہوں نے ان ذرعوں کو مایوس کیا ہے جو دشمنوں کے تیروں کا رخ موڑنے والی تھیں اس کے برعکس وہ خود تیرے بن گئے ہیں مگر دشمن کے لیے نہیں بلکہ اپنی ہی حکومت و امت کے دل میں پیوست ہونے کے لیے. ان راہ گم کردہ مسافروں سے محبت رکھنے اور ان سے شفقت کرنے والوں کو امید ہے کہ وہ عقل و رشد اور حکمت و دانائی سے کام لیں گے اور ہماری اس دعوت پر فوراً لبیک کہیں گے تا کہ خونریزیوں کو روکا جاسکے اور فتنوں کی سرکوبی ممکن ہو اور معاشرے میں امن و استقرار کا قیام عمل میں آئے، ملک اور قوم سے مفاسد دور ہو اور ان کے مفادات انہیں حاصل ہو. اللہ سے دعا ہے کہ مسلمانوں میں سے گمراہ لوگوں کو راہ حق کی طرف ہدایت دیں، اس ملک کو اور تمام اسلامی ممالک کو مکار لوگوں کی سازشوں، آوارہ دماغ لوگوں کی یورشوں اور ظالموں کی زیادتیوں سے محفوظ رکھے اور ان پر امن و امان اور عقیدہ و ایمان ہمیشہ سایہ فگن رہے. وہی بہترین ہے جس سے سوال کیا جائے، پھر وہی سب سے زیادہ فضل و کرم والا ہے جس سے امیدیں وابستہ کی جائے اللہ والو یہ بات ذہن نشین کرلو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راہ ہدایت حضرت محمد ﷺ کا بتایا ہوا راستہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو نئے ایجاد کر کے دین میں داخل کر دیئے گئے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہے بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں جا گرا۔

احتساب و اصلاح اور نظرثانی:

اے مسلمانو! ان خوفناک حادثات و واقعات میں جو اہم دروس و اسباق پائے جاتے ہیں ان میں سے ایک اہم سبق یہ ہے کہ امت مسلمہ کو اپنی اصلاح و احتساب، اپنے کردار و عمل پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور بہت سارے مسائل اور جوانب کا مراجعہ کرنا چاہیے تا کہ اپنے حالات حاضرہ کی اصلاح کی جاسکے اور مستقبل کے لیے بہترین منصوبہ بندی کی جاسکے اور ماضی کی غلطیوں سے استفادہ کیا جاسکے تا کہ ان کا اعادہ نہ ہو.

قائدین امت کی خدمت میں:

اے قائدین امت! اپنے اور اللہ کے مابین والے معاملات کی اصلاح کرلیں اگر آپ نے اللہ کے ساتھ معاملہ درست کرلیا تو وہ آپ کے اور آپ کے عوام کے مابین معاملات درست کر دے گا.

علمائے دین سے گزارش:

اے علمائے امت! اے وہ لوگوں جو کہ میراثِ نبوت کے امین و محافظ ہو. اے وہ حضرات! جن سے یہ عہد و پیمان لیا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے احکام دین کی وضاحت کریں اور ان میں سے کوئی بات چھپائیں نہیں. دلیل کے ساتھ حق بیانی میں مزید جدو جہد کرے اور دین کے بارے

میں پائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ کریں اور مقاصد دین وقواعد ملت کی وضاحت کرنے میں خوب محنت کریں اور امت کے نوجوانوں کے لیے اپنے دلوں کے دروازے کھول دیں، انہیں اپنے حلقۂ آغوش تربیت میں لے لیں اور ہر کمزور منہج اور درآمدہ مغربی فکر سے انہیں بچائیں۔

اہل قلم ابلاغ عامہ والوں سے خطاب:

اے اہل قلم! اے ذرائع ابلاغ سے متعلقہ حضرات! اے اہل فکر وثقافت حضرات! امت کی مصیبت میں اپنے مذاکرات، لوگوں کے سامنے پیش کیے جانے والے اپنے سوالات وموضوعات اور اپنی مجالس وطلسمات سے مزید اضافہ نہ کرو. ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کو امت کا شیرازہ بکھیرنے اور داخلی محاذ پر اسے ناکام کرنے کے لیے کرائے پر لیا گیا ہو۔

دعاۃ اصلاح سے گزارش:

اے دعاۃ اصلاح! کیا گفتگو کے انداز اور پیشکش کے اسلوب کو بدلنے کی سخت ضرورت نہیں ہے؟ اور موضوعاتِ گفتگو میں تبدیلی ضروری نہیں؟ کیا اب وہ مناسب وقت نہیں کہ لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کی بجائے ان کی عقلوں تک رسائی حاصل کی جائے اور ان کے قلوب وعقول سے خطاب کیا جائے اور لوگوں یا عوامی خواہشات پر اترنے کی بجائے حکمت ودانائی اور صوابدید ورائے سدید کی منطق کو غالب کیا جائے.

شبابِ امت سے:

اے شبان اسلام عموماً! اور اے شباب بلاد حرمین خصوصاً! آج جب کہ تغیر وتبدل اور گوناگوں انقلابات کا دور ہے ہر طرف چیلنج ہی چیلنج ہیں، خواہشات کی غلامی اور شہوت پرستی کا دور دورہ ہے ایسے میں دین اسلام پر ثابت قدم رہنا اللہ کے عذاب اور آزمائش سے صرف وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ رحم کردے اور بچنے کا راستہ یہی ہے کہ سلف صالحین امت کے منہج پر چلو اور دین ودنیا کے کسی مسئلے میں جہاں بھی کوئی مشکل پیش آئے تو معتبر اہل علم سے سوال کریں اور اقدام وافہام میں لرزش لانے والے امور میں خصوصاً ولاء وبراء (دوستی ودشمنی کا اسلامی معیار) غیر مسلمین کے بارے میں صحیح موقف اور جزیرہ عرب میں ان کے وجود کے بارے میں علمائے کرام سے وضاحت طلب کریں اور غیر مسلموں کو جزیرۂ عربیہ سے نکالنے کے سلسلے میں بھی صحیح فہم وفراست اختیار کریں اور اس سلسلے میں صحیح موقف وہ نہیں جو اس ٹولے کے بقلم خود علماء نے اختیار کیا ہے اور امت مسلمہ کی پوری تاریخ نے کبھی ایسا موقف اختیار نہیں کیا جبکہ امت میں ربانی علماء، دعاۃِ صادقین اور مسلمان حکام وامراء کی کمی نہیں رہی. اسی طرح صحیح شرعی جہاد کے قواعد وضوابط کا معاملہ بھی ہے. ایسے ہی بعض دیگر مسائل بھی ہے جن میں اشکال پیش آتے ہیں انہیں اہل علم سے معتبر لوگوں پر پیش کیا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے اور ان لوگوں کی تربیت میں خاندان اور والدین کے رول سے انکار ممکن ہی نہیں اور ان کی نگرانی، محافظت اور اہتمام کی اہمیت بھی کچھ کم نہیں خصوصا ان ایام میں جب کہ موسم گرما کی تعطیلات چل رہی ہیں ان لوگوں اور نوجوانوں کے لیے مفید قسم کے پروگرام مرتب کیے جائیں اور اپنے بچوں کے فارغ اوقات کو اچھے کاموں اور مفید امور میں صرف کرنے کے ذرائع مہیا کیے جائیں، ان کے لیے مناسب فضا پیدا کی جائے اور اچھے ساتھیوں کی صحبت کا اہتمام کیا جائے۔

دوشیزگانِ امت! الحذر:

اسی طرح دوشیزگان کا معاملہ بھی ہے کہ ان کے معاملات میں بھی دلچسپی لی جائے، ان کی صحیح طور پر دیکھ بھال کی جائے وہ حجاب و پردے کا خیال رکھیں، اپنی عفت وعصمت کی رکھوالی کریں، عزت و کرامت کے امور اور حیاء داری پر توجہ دیں اور اپنے ملک کے اندر ہی سیر و سیاحت کو ترجیح دیں کیونکہ ہمارے ملک میں پردہ وحیاء داری کا ماحول ہے۔

پوری امت کی توبہ و دعاء:

غرض پوری امت کو توبہ صادقہ اور مخلصانہ رجوع، اپنے اللہ کی طرف توجہ اور اس سے دعائیں کرنے کی سخت ضرورت ہے اور اللہ سے یہ دعا بھی کرے کہ وہ اس امت کی مشکلات کو دور کرے اور اس کی مدد و نصرت پر اعتماد و وثوق رکھے اور اپنے آپ پر بھی اعتماد کریں اور حالات و واقعات پر ایسی نظر رکھے جو نہ ہولناکی کا باعث ہو اور نہ ہی انہیں معمولی قرار دے اور اس کے ساتھ ہی ان مشکلات سے بچاؤ کا عملیعلاج کرنے کے لئے مادی اسباب کو بھی اختیار کرے اور ایسے حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے جس میں حزم واحتیاط کی کوئی کمی نہ ہو اور ایسی حکمت و دانائی سے کام لیں جس میں قوت کے معاملہ کو بھی نظرانداز نہ کیا جائے۔

کارکنان و پاسبانانِ امن کو خراجِ تحسین:

اس کے ساتھ ہی ان امن وامان کے اداروں کی کوششوں کو خراج تحسین پیش کئے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں جن کے شجاع و جرات اہلکاروں نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے ہیں جو کہ ہماری کچھاروں کے شیر ہے اور ان کے کارنامے قابل ذکر و باعثِ تشکر ہیں۔ انہیں بیان کیا جانا چاہئے محض فائلوں میں لپیٹ کر نہ رکھ دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی ان سے مزید خدمات کی بھی امید ہے جن کے نتیجے میں اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس تشدد و دہشت گردی کے بادل چھٹ جائیں اور منحرفانہ فکر کا خاتمہ ہو اور اس کے تمام نشانات مٹ جائیں اور اس کے پتوں میں خزاں آجائے اور وہ بوسیدہ ہو کر معدوم ہو جائیں اور امن وامان کی جڑیں گہری ہو اور تاریخ کی گہرائیوں میں گڑی اس کی جڑیں مزید گہری ہو جائے اور مایوس لوگوں کے کرتوتوں سے اس کی جڑوں میں لرزش تک نہ آنے پائے بلکہ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ ایک مضبوط چٹان ثابت ہو جس کی سختی و مضبوطی سے ٹکرا ٹکرا کر تخریب کاری و دہشت گردی کے تمام افراد ٹوٹ جائیں۔ تمام مسلمانوں کو بشارت ہو کہ کشائش اور ان بادلوں کے چھٹ جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دین کی نصرت و فتح کا وقت آنے ہی والا ہے۔ امن وامان کا پھر راج ہونے والا ہے اور مجرمین کا قلع قمع ہو جانے کا دن آ گیا ہے اور یہ سب امور اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

رجوع الی الحق کی فضیلت اور معافی کا سرکاری اعلان عام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

1425/5/21ھ، 2004/7/9ء

مشترکہ حقوق وفرائض:

لوگو! مسلمان آدمی جو اسلام کی سرزمین پر رہتا اور اسلامی معاشروں میں جیتا ہے اس پر اس کے معاشرے اور امت کے بھی کچھ حقوق وواجبات عائد ہوتے ہیں اور خود ان کے بھی دوسروں پر کچھ حقوق وواجبات ہیں اور اپنے حقوق کا حصول دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے جس کا خیال رکھے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ ان حقوق تک پہنچانے والا کام کیا جائے اور ان حقوق کے حصول کو خطرے میں ڈالنے والے کاموں کو دفع کیا جائے اور یہ حقوق سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار سے شروع ہوتی ہے تاکہ پھر درجہ بدرجہ یہ سلسلہ اس شخص تک پہنچے جو اس سے کم شان والا نہیں ہے۔

والدین اور بیوی بچوں کے حقوق:

انسان پر سب سے پہلے اس کے والدین کے حقوق آتے ہیں جنہوں نے بچپن میں اسے پالا پوسا اور تربیت کی اور جب بڑا ہوگیا تو اس کے مونس وغمخوار رہے اس کے بعد شوہر اور بیوی کے حقوقِ باہمی کی باری آتی ہے اور بچوں کے حقوق بھی اسی درجے میں شامل ہے اور آخر میں آدمی کے دوست واحباب کے حقوق کا درجہ آجاتا ہے۔

حکّام کے حقوق:

اس پر مستزاد یہ کہ آدمی پر اس کے اولیاء امور اور حکام وامراء کے حقوق آجاتے ہیں جنھیں اس پر اللہ تعالی یہ منصب عطا کیا اور اس کا والی بنایا ہے اور اسی درجے میں ہی علمائے امت کے حقوق بھی آتے ہیں جو انبیاء کے وارث ہیں آدمی جتنا بھی تلپٹ ہوگا اسے بہر حال ایک کے بعد دوسرے حق سے واسطہ پڑتا جائے گا البتہ شیطان کے چوکوں، بنی آدم کی کوتاہیوں اور غفلتوں سے تو کوئی مسلمان بھی نہیں بچ سکتا اور مسلمان کو ان امور سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے اس کے قدم لرزجاتے ہیں اور وہ ٹھوکر کھا جاتا ہے اور جانور بھی غلط جگہ پر قدم رکھ ٹھوکر سے دوچار ہوجاتا ہے اگرچہ اس کی آنکھوں پر پٹی نہ بھی بندھی ہو۔

رجوع الی الحق کے لئے دلیرانہ اقدام:

ایسی ٹھوکروں سے گزرنے کے بعد دوبارہ پاؤں پر کھڑے ہونے کے لیے حق کی طرف رجوع کرنا، ذاتی خواہشاتِ نفس سے عاری ہونا، ہدف کا صحیح طور پر طے ہونا اور اس ہدف تک پہنچانے والے وسائل کا بھی صحیح ہونا ضروری امور ہیں اور ایسی امور کے لئے ٹھوکر کھا کر اٹھنے اور پھر اپنے پاؤں پر قائم ہونے کے لئے شجاعت وبہادری، اقدام وپیش قدمی اور نتائج پر بدیر حاصل ہونے والے نتائج ومفادات کو ترجیح دینے کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ: كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ۔

"تمام بنی آدم خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہے جو توبہ کر لیں۔"[1]

اصلی غلطی: گناہ پر اصرار:

کسی کے پاؤں میں لرزش اور عمل میں کوتاہی کا آجانا ایک ظاہر غلطی ہے لیکن یہ خطا ایسی نہیں کہ یہی سب سے بڑا عیب اور صرف یہی بڑی غلطی ہے بلکہ اصل غلطی اور بری چیز تو یہ ہے کہ غلطی پر کوئی نادم ہونے کی بجائے اس پر اڑ جائے اور مصرّ رہے اور حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جھوٹی عزت کا زعم اسے گناہ پر اکساتی چلی جاتی ہے حالانکہ حق اس پر واضح اور روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہوتا ہے۔

اَصل بہادری: توبہ ورجوع:

خطا و لرزش سے توبہ کر لینا اور اسے ترک کر کے حق وصداقت کی طرف رجوع کر لینا اور اس سلسلے میں پوری شجاعت و بہادری اور اقدام میں پیش قدمی کا مظاہرہ کرنا ہی حقیقی قابل تعریف صفت، رسوخ یافتہ شجاعت اور بعد میں سامنے والے انجام بد کے ساتھ ساتھ ہی فوری مصیبت سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم علماءِ سلف اور مجتہدین کی تاریخ کا مطالعہ کرے اور خطا سے ان کے حق کی طرف رجوع کرنے کے واقعات پر توجہ دیں تو ہمیں ان کی اس شجاعت وعالی ہمتی کے بہت سارے واقعات ملیں گے۔

ائمہ اربعہ کا رجوع:

ہمارے سامنے ائمہ اربعہ کی مثال موجود ہے ان میں سے ہر ایک نے پوری سختی کے ساتھ یہ کہہ رکھا ہے کہ ان کا کوئی بھی قول جو کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کے مخالف ہو تو وہ اس قول سے بریٔ ہے اور اس سے رجوع کرتے ہوئے صحیح سند والی حدیث اور بادلیل نص کی طرف پیشگی رجوع کرتا ہے۔

مشاہیر امت کا رجوع:

ائمہ اربعہ کے بعد امت کے بڑے بڑے مشاہیر ائمہ وفقہاء آئے، ان سے خطائیں ہوئیں اور ان کے قدم ڈگمگائے اور اجتہادی امور میں ان سے لرزشیں ہوئی اور حق کے خلاف ان سے اقوال وفتاویٰ صادر ہو گئے مگر اللہ کے خوف نے ان میں شجاعت و بہادری کا جذبہ بھر دیا اور انہوں نے حق وصواب کی طرف رجوع کر لیا اور اپنے اس رجوع کا تمام لوگوں کے سامنے کھلے عام اعلان کیا حتیٰ کہ ان کا رجوع سونے کے پانی سے لکھے گئے حروف بن گیا جو حق کے التزام اور اس کے مخالف سے رجوع کی خوشی کے انوار سے لوح تاریخ میں چمک رہا ہے۔ وہ رجوع کرنے سے پہلے خوب پرکھ لیتے کہ اجتہاد انہیں اصل غایت سے بہت دور لے گیا ہے اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہیں اور اس غلطی کی قباحت وشناعت ہی وہ اس رائے کو محض لہو ولعب سمجھ کر اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔

امام مالک کا قولِ زرین:

امام مالک بن انس نے عبداللہ بن وہب سے مخاطب ہو کر فرمایا: "لوگوں کو اپنے پیٹھ پر مت اٹھاؤ اور دوسرا جو کوئی کھیل بھی تم کھیلو مگر

[1] ابن ماجہ: 4251۔

اپنے دین سے کھلواڑ مت کرنا۔"

امام ابن قتیبہ کا رجوع:

ائمہ میں سے وہ مشہور شخص جس نے حق کی طرف رجوع کا کھلے عام اعلان کیا اور قافلۂ حق سے جا ملے وہ مشہور امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ ہے انہوں نے سرِ عام زبانی بھی اعلان کیا اور اسے تحریر بھی کیا۔"

امام ابوالحسن اشعری اور دیگر ائمہ کا رجوع: ان کے بعد دوسری مشہور شخصیت امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی ہے جو چالیس سال تک معتزلہ کے مسلک پر چلتے رہے اور پھر دنیا کے سامنے حق و دلیل کی طرف اپنے رجوع کا اعلان کر دیا اور حق و دلیل کے سوا جو کچھ تھا اس سے بریٔ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسی طرح ابوالمعالی جوینی، ابوحامد غزالی، ابوالوفاء بن عقیل ہے جیسے بکثرت ائمہ وعلماء کی مثالیں ہیں۔ انہوں نے اپنی لرزشوں کا اعتراف کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہ کی اور جیسے ہی حق ظاہر ہو گیا انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا بلکہ انہوں نے اس غلطی کا اعتراف تو کیا، اپنی ذات پر اس غلطی کا الزام گوارا کیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو اس غلطی سے بریٔ قرار دیا کیونکہ وہ تو صرف حق کی طرف ہدایت کرتی ہے البتہ انسان کی رائے کبھی حق ہوتی ہے اور کبھی باطل بھی ہو سکتی ہے۔

رجوع پستی نہیں رفعت ہے:

ان ائمہ وفقہاء کے رجوع ان کے لیے کبھی نقص وعیب اور ان کی قدر ومنزلت کمی کا باعث شمار نہیں کیا گیا بلکہ یہ ان کی علو مرتبت، بلندی و رفعت، حظ وتوفیق اور ان کی فضیلت ومنقبت ہی شمار ہوئے کیونکہ حق مومن کی گمشدہ پونجی ہے وہ اسے جہاں بھی پاتا ہے لے لیتا ہے۔

افاداتِ ابن تیمیہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "شریعت کے مقصود ومطلوب کا پتہ چل جائے تو سالک وعابد کو اسی کے حصول کے لیے چل پڑنا چاہیے تو راستے اسے وہاں تک پہنچا دیں گے۔"

مسلمانوں ہم جب ایسی بات کہتے ہیں تو ہم مسلمانوں کی باہمی خیر خواہی کی ضرورت کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں اور حق وصواب کی تلاش اور باہمی تعاون کے ذریعے معاشرے کی شیرازہ بندی پر بھی توجہ مبذول کرواتے ہیں اور ہر اس شگاف کو بند کرنے کی بھی تاکید کرتے ہیں جو معاشرے کی عمارت یا اس کی دیواروں میں رونما ہوتا ہے۔

تکفیر وتخریب کاری:

آج کل مسلمان ممالک میں اس خون کی ندیاں بہانے کا جو عمل جاری ہے جس خون کو تاریخ حکیم نے ناحق بہانا حرام قرار دیا ہے۔ والیوں و حکام وامراء اور علمائے کرام کے خلاف جو فتویٰ بازی جاری ہے، امن وامان کی صورتحال کو تہہ و بالا کرنے اور عوام میں خوف و ہراس برپا کرنے کی کوششیں جارہی ہے یہ ایسی حرکتیں ہے کہ ان سے غفلت ہرگز نہیں برتنی چاہیے اور نہ ہی اسے نظر انداز کیا جانا چاہئے اور نہ ہی ان تخریب کاریوں کے لیے وجوہاتِ جواز تلاش کی جائیں بلکہ اس ابلتے آتش فشاں کو ختم کرنے کے لیے لوگوں کو آمادہ کرنے کی ضرورت ہے

اور ہر ممکنہ وسیلہ سے خون کی اس بہتی دھارا کو روکنا ضروری ہے کیونکہ ان افعال کی کسی بھی صورت میں جواز کی کوئی شکل بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ منصف مزاج آدمی اور عدل پسند شخص کے نزدیک حق ہر شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

فائدہ صرف دشمن کا:

ان ساری تخریب کاریوں میں فائدہ صرف گھات لگائے بیٹھے دشمن کا ہی ہو رہا ہے جنہیں حسد کی آگ آرام سے بیٹھنے نہیں رہنے دے رہی اور پھر ان کاروائیوں کی پلاننگ بھی دشمن ہی کی تباہ کردہ ہے البتہ ان کے دماغ کے تیار کردہ منصوبوں کو ہماری اپنی قوم وامت کے فریب خوردہ افراد پائے تکمیل تک پہنچا رہے ہیں تا کہ وہ اس معاشرے کا امن وامان سلب کر لے، اس ملک کی املاک کو نقصان پہنچائے قتل و غارت والے اس فعل کی خطرناکی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ.

" قیامت کے دن (حقوق العباد میں سے) سب سے پہلے جن معاملات کا فیصلہ ہوگا وہ خون کے معاملات ہوں گے۔"[1] (صحیح بخاری و مسلم)

منبر مسجدِ حرام سے انتباہ:

خبردار ہو جاؤ! اس مبارک منبر سے آپ سب کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس نے بھی اپنے ہاتھوں کو ان افعال سے ملوث کیا ہے وہ اللہ سے ڈریں اور مسلمانوں کی خونریزی سے باز آجائیں اور سلف صالحین امت کے سلوک و کردار اور ان ہی کی فکر کی طرف رجوع کر لیں اور انہی کی راہ اختیار کرے اور ربانی علمائے امت کا طریقہ اختیار کریں اور ان قابل مذمت اور واجب رد فعل کا ارتکاب کرنے والے اس بات کا یقین کر لیں کہ ان کے یہ کرتوت اسلام کی فتح ونصرت کو قریب نہیں بلکہ دور ہی کریں گے اور وہ جو کنکری مارتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ شاید انہوں نے وہ تیر مارا ہے جس سے اسلام کی فتح ونصرت ہوگی یہ ان کی غلط فہمی ہے ان کی وہ کنکری کسی شکار دشمن کو قتل تو نہیں کر سکتی البتہ کسی اپنے کی آنکھ ضرور پھوڑ سکتی ہے۔

علامہ اِبن قیم کا تجزیہ:

اللہ سے ڈرو! صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کر لو اور توبہ نصوح کر کے حق کو قبول کر لو اور صحیح وصواب کو ہاتھ سے نہ جانے دو کیونکہ ایسا کرنا سچ کو چھپانا اور سچ کے ساتھ دھوکہ کرنے کے مترادف ہے اور ایسا کرنے والے شخص سے یہ بعید نہیں کہ اللہ اس سے وہ علم وچھین لے جو اس نے اسے سکھلایا اور اسے وہ سبق بھلا دے جو اس نے اسے یاد دلایا تھا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: " اللہ تعالی نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو اس وقت حق کو بھی رد کر دے جب اس حق کا اظہار اس شخص کے ہاتھوں یا زبان سے ہو جسے وہ پسند کرتا ہے اور اسے صرف اسی وقت قبول کرے جب اس کا اظہار اس شخص سے ہو جو اس کا محبوب ہو یہ تو اللہ کی

---

[1] صحیح بخاری:6864۔

مغضوب علیہ قوم یہود کی عادت واطوار میں سے ہے۔

بعض صحابہ نے فرمایا ہے: ”حق کو قبول کرلو چاہے کسی نے بھی کہا ہو چاہے وہ تمہارا ناپسندیدہ شخص ہی کیوں نہ ہو اور باطل کو رد کردوں چاہے اس کا کہنے والا آپ کا کوئی محبوب ہی کیوں نہ ہو۔“

بصیرت سے کام لیں:

خبردار! جوش میں ہوش کھو بیٹھنے والے اس ٹولے کے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اپنے آپ کو اور اپنی امت مسلمہ کو خطرے میں ڈال رہے ہیں جس کے نتائج اچھے رونما ہونے والے نہیں ہیں. انہیں چشم بصیرت سے کام لینا چاہیے تا کہ انہیں خلل ونقص کے وہ مقامات نظر آآئے جن کی وجہ سے وہ ان اقدامات پر اتر آئے ہیں اور انہیں پتہ چلے کہ ان کے اس حال پر علامہ ابن قیم کا وہ زرین قول صادق آتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ: ” ان کا حال ان اندھوں کا سا ہے جو اندھیرے میں گھس گئے، کوئی راہ نہیں مل رہی اور ایک دوسرے سے ہی ہاتھوں اور لاٹھیوں کے ساتھ باہم متصادم ہو گئے اب آپ کو ان میں سے کسی کا سر پھٹا ہوا ملے گا، کوئی زخمی ہوگا اور کوئی مقتول. اور کچھ مزید ان ہی جیسے اندھے آئے اور وہ بھی اپنے پہلے لوگوں کی طرح ہی اس اندھیری جگہ میں گھس گئے وہاں پہلے سے بھی زیادہ چیخ و پکار ہوگی اس کے سوا اور کیا ہوگا۔

خوف و ہراس سے خلاصی:

اللہ والو! اس اندھیرے گھر میں گھسنے والوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ وہ خوف وخطر قلق واضطراب کے اسیر وقیدی ہو جائیں گے، ہر وقت ہراساں وترساں رہیں گے اور کھلی فضائیں اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ ہو کر رہ جائے گی، بلکہ اس کے اپنے سینے میں موجود دل بھی تنگ ہو جائے گا وہ ہر افق میں اپنے لیے چھپی عقوبت وسزا کا منتظر رہتا ہے اور ایسے لوگوں پر ہی نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے: لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔

” مومن اس وقت تک ”منعق“ اور صالح رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے ہاتھوں کو کسی کے خون سے نہ رنگ لے اور جو اپنے ہاتھوں کو کسی کے ناحق خون سے ملوث کرلیتا ہے تو پھر ”بلح“ بن کررہ جاتا ہے۔“[1] (ابوداوٗد اور اس کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے)

اس حدیث میں وارد ہونے والے لفظ ”منعق“ کا معنی ہے اللہ کی اطاعت میں جلدی کرنے والا اور اپنے اعمال میں خوشی محسوس کرنے والا اور ”بلح“ کا معنی ہے تھکاوٹ ودرماندگی کی وجہ سے عمل سے کٹ کر رہ جانے والا جو کسی کام کے لئے حرکت نہ کرسکے۔

ریز واقارب کی فکر کریں:

اس حدیث رسول ﷺ کو سننے کے بعد بھی اس ٹولے کے لوگ عقل کے ناخن لیں گے یا نہیں؟ اور کیا وہ اپنے ماں اور باپ کے بارے میں کچھ سوچنا گوارا کریں گے جب کہ وہ بے چارے حسرتوں اور مایوسیوں میں کھو جاتے ہیں جبکہ یہ دونوں وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے

[1] ابوداؤد: 4270۔

بیٹے کو بچپن میں پالا پوسا ہوتا ہے اور بڑے ہو کر جب وہ ایسی تخریب کاریاں کرتا ہے تو اس کے کالے کرتوتوں کے نتیجے میں اٹھنے والے دھوئیں کو بھی انہیں ہی اپنی اپنی ناک کی راہ ناچار کھینچنا پڑتا ہے. کیا وہ لوگ اپنی بیویوں کے بارے میں نہیں سوچتے؟ اور اپنے ہی اولاد کا انہیں کوئی غم نہیں جو ان کے بعد ضایع ہو کر رہ جائیں گے اور کوئی ان کا غمخوار نہ ہوگا اور وہ اس کے مفقود ہو جانے کے بعد کس رنج والم اور غم وافسوس میں واقع ہو جائیں گے؟ کیا وہ اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ ان کی بیویاں ان کے جیتے جی بیوہ عورتوں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکی ہیں اور ان کے بچے یتیمی کے دور سے گزر رہے ہیں اگر چہ ان کے بایوں کی نبض ابھی بھی جاری ہے.

اِبن زکوان کی تنبیہ:

خبردار! اللہ بھلا کرے علمائے سلف میں سے ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان کا قول ہے جو ان جیسے لوگوں کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”اگر یہ لوگ سنن کو اپنے او پر لازم کر لیں اور مسلمانوں کے معاملات کو اپنا لیں اور جدال و جھگڑے ترک کر دیں تو ان سے شکوک وشبہات منقطع ہو جائیں گے اور وہ اس امر کو اختیار کر لیں جسے اختیار کرنے پر نبی ﷺ نے ابھارا و آمادہ کیا ہے اور اسے ان کے لئے پسند فرمایا ہے. لیکن انہوں نے اس معاملے میں تکلف اور بے جا وقت لگایا ہے جس میں وقت ومحنت کی انہیں کوئی ضرورت ہی نہیں تھی اور انہوں نے اللہ کے دین میں فکرو نظر کا وہ بوجھ اپنی عقلوں پر لاد دیا جسے اٹھانے سے ان کی عقلیں قاصر ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ اس ذمہ داری کو نبھانے سے قاصر ہیں اور اس امر کا احاطہ کرنے پر قادر نہیں ہیں. اس کے باوجود بھی جب انہوں نے مغز ماری کرنے پر اصرار کیا تو یہیں آ کر وہ پھنس گئے.“

نیک نیتی سے رجوع:

اللہ والو! حق کی طرف رجوع کرنے میں اگر نیک نیتی شامل ہو تو توفیق مل جاتی ہے. ہر آدمی سہولت وآسانی کے ساتھ اس تنگنائے ومشکل مقام سے باہر نکل آتا ہے اور جادۂ مستقیم پر ثابت قدم بھی ہو جاتا ہے. اگر کسی کی ایسی حالت ہو جائے تو اس کے ساتھ اللہ نے کی بھلائیوں کے وعدے کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”اے نبی! اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے.“ (الأنفال:70)

ظہورِ عفو وکرم:

ان سلگتے ہوئے حالات اور طوفانوں کے تلاطم میں حکمت ودانائی، حلم وبردباری اور عفو درگزر جیسی صفات عالیہ ظاہر ہوتی ہیں اور قدرت واختیار کے باوجود سامنے والے کی معذرت کو قبول کرنے کا موقع آتا ہے اور پرانی کہاوت ہے: ”قدرت وطاقت ہو اور معاف کر دیں تو مزہ تب ہے.“

معافی کا سرکاری اعلان عام:

بلاد سعودیہ میں بندہ اس ملک کے حکام واولیاء امور کے عفو کرم کی بہاریں لوٹ سکتا ہے۔ اللہ اس ملک کی حفاظت فرمائے اور یہ اس طرح کہ غفلت میں غلطی کرنے والے رجوع کر کے لوٹ آئے، جو بد اخلاقی کرتے ہوئے بچھڑ چکا ہوں وہ باادب ہو کر پلٹ آئے اور حکام کی طرف سے اس معافی کا اعلان عام تاریخ میں کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک حکیمانہ منطق ہے کہ اقتدار و اختیار حاصل ہو جانے پر معاف کرنا ہی اصل نیکی ہے۔

اسوۂ نبی ﷺ:

اس سلسلے میں سب سے پہلی مثال ہمارے رسول اکرم ﷺ کی ہے فتح مکہ کے سال نبی ﷺ مسجد الحرام میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”اے قریش کے لوگو تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ ان سب نے بیک زبان کہا: آپ ایک رحم دل بھائی، ایک رحم دل بھائی کے بیٹے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں وہ بات کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی کہ آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو۔“[1]

اعلان صدیق رضی اللہ تعالی عنہ:

اسی طرح ہی کھلے عام معافی کا اعلان نبی اکرم ﷺ کے بعد امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا تھا۔ اشعث بن قیس اسلام سے مرتد ہو گیا تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے اسے امان کے ساتھ پکڑ لیا اور اس نے اپنے لوگوں میں سے 70 افراد کے لیے بھی امان حاصل کر لی صرف اپنے اپنے لئے ہی نہیں۔ اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تیرے لیے کوئی امان نہیں ہے ہم تجھے قتل کرنے والے ہیں۔ آپ مجھ پر احسان کرے اور اگر جان کی امان پا جاؤں تو میں مسلمان ہو جاتا ہو۔ تو انہوں نے کہا: ٹھیک ہے اور اس نے ایسا ہی کیا۔

خلیفہ معتمد علی اللہ کا اعلان:

ایسے ہی خلیفہ معتمد علی اللہ نے کیا۔ جب انہوں نے زنگیوں کی تحریکِ مخالف کے قائد سے کہا کہ وہ توبہ کرلے تو اس کے بعض ساتھی تائب ہو گئے انہوں نے خلیفہ سے پناہ و امان طلب کی تو اس نے انہیں عزت و اکرام سے نوازا مگر خود ان کا قائد سرکشی باز نہ آیا اور پھر آخر میں بدترین طریقے سے قتل کر دیا گیا۔

امیرِ اندلس کا اعلان عام:

کچھ یہی انداز دوسری صدی ہجری میں اندلس کے امیر گورنر حکم بن ہشام اموی نے اختیار کیا جب اہل قرطبہ کی ایک جماعت اس پر ٹوٹ پڑیں، انہوں نے بغاوت کی اور ہتھیار اٹھالئے۔ حکمِ اموی ان پر غالب آگئے اور پھر انہوں نے امن و امان کا خطاب عام لکھا جو لوگ ان کے

[1] سیرت ابن ہشام: 4/ 412۔

پاس واپس لوٹ آئے وہ تو لوٹ آئے اور کچھ سرکشی میں رہے اور مارے گئے۔

خلیفہ معتصم باللہ کا اعلان عام:

خلیفہ معتصم اللہ نے بھی یہ مثال قائم کی جب انہوں نے بابک خرمی کا محاصرہ کرلیا تو پھر اسے امان دے دی لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا بلکہ فرار ہوگیا یہاں تک کہ اسے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کیا گیا اور اسے کے سر کو تمام لوگوں کے سامنے پھرایا گیا۔غنیمت موقع: اللہ والو! قدرت و طاقت اور اقتدار پالینے پر معاف کردینا اہل کرم اقویاء کی علامت ہے اور اب یہ ایک سنہری و غنیمت موقع ہے کہ سرکش و باغی لوگ اس سے فائدہ اٹھالے وہ لوگ کہ جن کے سینوں میں دل ہے اور وہ بات کو سننے کے لئے تیار ہے اور اس سب کچھ پر شاہد ہے۔

رجوع و اِصلاح کا نقطہٴ آغاز:

اے چھپے بیٹھے خطا کارو! جلدی کرلو جلدی کرلو اور معافی کے اعلان عام کی طرف رجوع، اپنے کردار کی تصحیح اور اخلاق کی اصلاح کا نقطہ آغاز بنالو اور ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾

"اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں ۔تم دنیاوی زندگی کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا لہٰذا تم ضرور تحقیق و تفتیش کرلیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔" (النساء:94)

دو جہانوں میں معافی پانے والے:

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو دونوں جہانوں میں درگزر کرنے اور معافی دینے کے وعدے کیے ہے ان میں سے بن جانے اور اس قافلہ و کارواں کا ممبر بن جانے کی جلدی کرو، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر قابو پالو تو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے۔" (المائدہ:34)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امن واستقرار: انسان کی بنیادی ضرورت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

2004/7/17ء، 1425/5/28

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اسے اپنے تمام خفیہ وعلانیہ کاموں کا نگہبان ونگران تسلیم کرو اور اس کے احکام کی اطاعت و پیروی کرو اور اس کی نافرمانی ہرگز نہ کرو. ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔" (آل عمران:102)

جو اللہ سے ڈر گیا اسے اس نے جہنم کی آگ اور ہر برائی سے بچالیا اور اس کے تمام اہم امور میں وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے. حیاۃ و دنیا کا ثلث: امن واماں: مسلمانو! مشکوٰۃ نبوت کی کرنوں اور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات میں سے ہی آپ کا ارشاد گرامی ہے:مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا۔

" جو شخص اپنے گھر میں امن واماں سے صبح کرے، اس کا جسم صحت منداور تندرست ہو، اس کے پاس اس دن کے لیے کھانا پینا (غذاء) موجود ہو تو وہ شخص ایسے ہے کہ گویا ساری دنیا سمیٹ کر اس کے گھر میں جمع ہوگئی ہے۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ)

نبی اکرم ﷺ نے پوری دنیا جمع ہو جانے کے لیے تین چیزوں کو بنیاد قرار دیا ہے.

1) ملکوں میں امن واماں ہو.

2) روزی وغیرہ کا انتظام ہو اور اس کے ساتھ کفایت شعاری اختیار کی جائے.

3) جسم صحت مند ہو.

اس کا صاف معنی یہ ہوا کہ اگر امن واماں کا فقدان ہو تو گویا زندگی کا ایک تہائی حصہ مفقود ہو گیا اور ایک تہائی حصہ تو بہت بڑی مقدار ہوتا ہے. امن واماں زندگی کا ایک تہائی حصہ ہے اسی لئے تو قریش پر اپنی نعمتوں کا احسان جتلاتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا تھا:﴿ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ[3] الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾

" پس انہیں چاہئے کہ اسی گھر کے رب کی عبادت کرتے رہیں [3] جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر (اور خوف) میں امن (وامان) دیا۔" (قریش:3-4)

برکاتِ امن واماں:

مسلمانو! امن واماں اور سکون واستقرار انسان کے لیے بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت ہے. امن کے زیر سایہ ہی زندگی خوشگوار

---

[1]) ترمذی:2346۔

ہوتی ہے.علم پھیلتا ہے اورلوگ اپنے رب کی عبادت کے لیے فراغت پاتے ہیں.امن ہی میں لوگوں کے کام چلتے اورانہیں ان کے مفادات بہم پہنچتے ہیں اورامن واستقرار میں آسودگی وخوشحالی کے پودے پروان چڑھتے ہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی:﴿رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

”اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں، پھلوں کی روزیاں دے.“ (البقرہ:126)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء پر غور کر کے دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے رزق کی طلب سے پہلے امن وامان کا سوال کیا ہے؟ کیونکہ امن و امان کے بغیر زندگی میں خوشگواری نہیں آتی.اللہ تعالی نے قرآن کریم کے بکثرت مقامات پر اپنے بندوں پر اپنی نعمتِ امن وامان کا احسان جتلایا ہے:﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو.“ (الأنفال:26)

حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:” یہ محلہ عربوں میں سے انتہائی پست حالت، بہت ہی تنگدست، بھوکا، پیاسا اور ننگا تھا.نہ پیٹ پالنے کے لیے روٹی اور نہ تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا تھا اس کے ساتھ ہی ان سب سے زیادہ واضح گمراہی میں مبتلا تھا.ان میں سے جو جب تک زندہ رہا شقاوت اس کا مقدر بنی رہی اور جب کوئی مرگیا وہ جہنم میں لڑھکا دیا گیا.وہ کھائے جاتے تھے وہ خود کچھ نہیں کھاتے تھے.اللہ کی قسم روئے زمین پر موجود لوگوں میں سے اس دن اس سے بدترین حالت والا دوسرا کوئی قبیلہ ہمارے علم میں نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالی وہاں اسلام کو لایا اور اسے اس ملک میں اقتدار عطا کیا.اس کی برکت سے ان لوگوں کے رزق میں وسعت فرمائی اور اسی دین اسلام کی بدولت ان لوگوں کو دنیا والوں کی گردنوں کے مالک وسربراہ بنادیا.یہ جس قدر ناز ونعمت دیکھ رہے ہو یہ سب اسلام کی بدولت ہیں لہذا اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو.تمہارا رب نعمتیں عطا کرنے والا ہے اور وہ شکر کو پسند فرماتا ہے اور شکر کرنے والے اللہ سے مزید نعمتیں حاصل کرتے ہیں.[1]

اسلام سے منہ موڑنے کا نتیجہ: بدامنی:

مسلمانو! یہ نعمتیں اللہ کی طرف سے آج بھی مسلسل نازل ہورہی ہیں اوران نعمتوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی.ہاں جب لوگوں کا دین اسلام سے رشتہ کم ہوگیا اور محض واجبی سا تعلق رہ گیا اور انہوں نے اسے تبدیل کردیا اور اس میں تغیرات پیدا کردیئے تو اللہ نے بھی اپنی نعمتوں میں کمی کردی اور یہ جو روزی کی تنگی آنے لگی ہے، فتنے سر اٹھانے لگے ہیں، قلق واضطراب کی حالت چھانے لگی ہے اور روئے زمین پر ہر جگہ مسلمان کمزور ہوگئے ہیں تو ان سب کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے بعض ممالک میں شرک عام ہوگیا ہے اور لوگ کھلے عام گناہوں کا

[1] تفسیر طبری:4/37۔

ارتکاب کرنے لگے ہیں۔

جزیرۂ عرب: گہوارۂ امن:

یہ جزیرہ عرب بھی عام ممالک کے حالات سے مختلف نہیں تھا بلکہ ماضی قریب میں یہاں بھی سلب ونہب، لوٹ کھسوٹ چوری، ڈاکے، قتل و خون اور خوف وہراس پھیلے ہوئے تھے یہاں تک کہ دعوتِ توحید کا غلغلہ اٹھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی سنتوں کی پیروی عام ہوئی تو اس دعوت وعمل کی برکت سے اللہ تعالی نے اس ملک کو پر بھی اپنا انعام واحسان فرمایا اور اپنی نعمتیں نازل کی اور یہ جزیرہ پھر سے امن وامان کا گہوارہ بن گیا اور دنیا جہان سے تمام فروٹ اس ملک میں بافراغت آنے لگے۔ زمین کے خزانے پھوٹ پڑے اور خیر و برکت عام ہوگئی حتی کہ دینی و دنیاوی ہر دو عتبار سے یہ ملک ساری دنیا کے لوگوں کے دلوں کی آماجگاہ بن گیا۔ اللہ کی قسم یہ سب دعوت توحید، اتباع سنت، اطاعت الہی اور اتباع رسول ﷺ کی برکت سے ہی ممکن ہوا۔ اللہ ہی کے لئے بکثرت تعریفیں ہیں جس طرح کہ وہ اپنی بکثرت نعمتوں سے نوازتا ہے۔

نعمتوں کا سبب: ایمان وتقویٰ:

اے ایمان والو! اللہ اور مخلوقات کے مابین کوئی نسب ورشتہ داری نہیں ہے (وہ اکیلا اور بے نیاز ہے اس کا نہ کوئی بیٹا بیٹی اور ماں باپ ہے اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے) اور جب اس کے اور بندوں کے مابین کوئی رشتہ داری نہیں تو صاف بات ہے کہ وہ صرف لوگوں کے ایمان وتقویٰ کے حساب سے ان پر اپنی نعمتیں اور خیرات و برکات نازل فرماتا ہے۔ ایمان وتقویٰ خود وہ نعمتیں ہے کہ انہی کی بدولت زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازے کھلتے ہیں انہی کی وجہ سے امن وامان اور آسودگی وخوشحالی حاصل ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے نعمتیں عام ہوتی ہے۔ ارشاد الہی ہے:﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾

"اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔"

(الأعراف:96)

امن وایمان کا باہمی ربط وتعلق:

امن وامان کو اللہ تعالی نے ایمان کے ساتھ مربوط کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔" (الأنعام:82)

کفرانِ نعمت کا انجام:

جب اللہ کے بندوں نے دین میں تغیر وتبدّل کر دیا تو اللہ کا قانون اٹل ہے اور اس کی سنتوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ارشاد ربانی ہے:﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

"اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔" (النحل:112)

شکرانِ نعمت کا صلہ:

اللہ کے فضل وکرم سے ہم آج بھی اپنے دین کی بدولت خیر وبرکت سے ہمکنار ہیں، اسی کی سب تعریفیں ہے اور یہ ہم پر اس کا بہت بڑا فضل ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی تُندرو تنبیہات اور تازیانے ہر اس شخص کو یاددہانی کرواتے رہتے ہیں جس کے سینے میں دل ہے اور وہ گوش وہوش سے سننا چاہتا ہے اور وہ اس پر گواہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔" (ابراہیم:7)

نعمتوں کا سبب: اطاعتِ الٰہی واتباعِ رسول:

نعمتوں کا تحفظ اور نقمتوں (عذابوں اور سزاؤں) سے بچاؤ کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی جائے اور جو شخص بھی خلاف ورزی کرے گا اسی پر اللہ کا قانون لاگو ہو جائے گا اور آج مسلمان جن مصائب ومشکلات میں مبتلا ہے یہ سب اللہ کی طرف سے تنبیہات و یاددہانیاں ہے تاکہ لوگ اپنے رب کو نہ بھلا بیٹھیں۔ جو ادھر ادھر بھٹک گیا ہے وہ اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں، جو غافل ہوگیا ہے وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائے اور جو گناہوں میں مبتلا ہوگیا ہے وہ توبہ واستغفار کر لے اور یہ گناہ ہی خوف و ہراس، قلق واضطراب اور فتنہ وفساد کا بنیادی سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے ڈراتے ہوئے اور آپ کے فرامین سے سرتابی کرنے پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

"سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔" (النور:63)

حکمِ الٰہی...:

اللہ تعالیٰ نے خود اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔“ (الأنفال:20)

اس سے تھوڑا آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”اور تم ایسے فتنے و بال سے بچو! کہ جو خاص کر صرف ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“ (الأنفال:25)

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ منکر و برائی کو اپنے مابین برقرار نہ رہنے دیں ورنہ اس پر ہی عذاب عمومی شکل میں آجائے گا اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی اسی نعمت کا احسان جتلایا ہے کہ وہ انتہائی خوف و ہراس کی زندگی گزار رہے تھے اور اس نے انہیں نعمت امن و امان سے مالامال کیا تھا اور اسی میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس بات کا اشارہ فرمادیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام وفرامین کی خلاف ورزی خوف و ہراس اور بدامنی کا سبب ہے۔[1]

چنانچہ ارشاد فرمایا:﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور سمجھے گئے تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کرلے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔“ (الأنفال:26)

بحرانوں سے نجات کی راہ:

مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری، دین پر استقامت اور ثابت قدمی کی راہ بحرانوں سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا [66] وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا [67] وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾

”اور اگر ہم ان پر یہ فرض کردیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو! یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ! تو اسے ان میں سے بہت ہی کم لوگ بجالاتے

---

[1] تفسیر طبری: 13/ 474۔

اور اگر یہ وہی کریں جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً یہی ان کے لئے بہتر اور بہت زیادہ مضبوطی والا ہے [66] اور تب تو انہیں ہم اپنے پاس سے بڑا ثواب دیں [67] اور یقیناً انہیں راہ راست دکھا دیں۔" (النساء:66-68)

محاسبۂ نفس کی ضرورت:

آج امت اسلامیہ محاسبۂ نفس کی سخت ضرورت مند ہے اور اس کے لیے سخت ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے، گناہوں کو ترک کردے اور نیکی وتقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرے خصوصا موجودہ انتہائی تکلیف دہ اور مشکل حالات میں ایک دوسرے کی مدد کریں جبکہ دشمن اسلام مسلمانوں اور ان کے ممالک پر مسلط ہوگیا ہے۔ ایسے بحرانوں میں واجب ہے اللہ کی طرف بھاگیں فوراً توبۂ نصوح کریں، اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہی سب کو دعوت دیں، اسی کو اپنا ملجا و ماوی بنانے کی تلقین کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور اباحیت اور رذیلت کا پرچار کرنے والوں کو منہ توڑ و مسکت جواب دیں جو کہ اصلاح کے دشمن ہیں۔ غفلت شعاری، سرکشی، نداؤں پر کان نہ دھرنا بلکہ خواب غفلت کا شکار رہنا اور گندے و ننگے پروگرام مرتب کرنا اور فحاشی پر مبنی تقریبات کا انعقاد کرنا اور پر خطر سفر اختیار کرنا اور اللہ کے احکام کی نافرمانی پر اصرار کرنا یہ سب ایسے امور ہیں جو کہ نقمت و عذاب اور سزاؤں کو آواز دیتے ہیں اور نعمتوں کو زائل کرنے کا ذریعہ ہیں اور بڑی مصیبت تو اس وقت رونما ہوتی ہے جب گناہ بھی ہو اور وہ بھی سر عام کیے جائے بلکہ ان کی اشتہار بازی ہوں اور ان پر تنقید کرنے والا کوئی نہ ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث صحیح بخاری ومسلم میں ہے جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ

"میری امت کے تمام لوگوں کو معاف کر دیا جائے گا سوائے ان لوگوں کے جو کھلے عام گناہ کرتے ہیں۔"[1] (بخاری ومسلم)

اتباع و دفاعِ سنت:

ہم پر سنت رسول ﷺ کو مضبوطی سے اپنانا واجب ہے اگرچہ دوسرے لوگوں اسے ترک ہی کیوں نہ کر دیں۔ ہمیں اس کی قدر و قیمت پہچاننا چاہیے چاہے عام لوگ اس کی ناقدری ہی کیوں نہ کریں۔ ہمیں چاہیے کہ اس کا دفاع کرے اور اس راہ میں اگر کوئی اذیت و تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کریں یہی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیک و صالح لوگوں کی راہ ہے اور یہی دنیا و آخرت میں امن و امان اور سکون و استقرار پانے کا راستہ ہے ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ، جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔" (الأنفال:24)

---

[1] صحیح بخاری:6069۔

خود احتسابی:

اللہ والے! اپنا محاسبۂ نفس خود ہی کرلو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کوئی دوسرا کرے اور یہ نہ دیکھو کہ فلاں شخص سے کیسے ہلاک ہوا تھا بلکہ اس پر نظر رکھو کہ نجات پانے والے نے کیسے نجات پائی تھی۔ اور خواہشات اور تمناؤں کی دوڑ تمہیں فریب میں مبتلا نہ کردے یہ عمر بہت ہی چھوٹی ہے اور مدت بہت ہی تھوڑی ہے اور تنقید کرنے والا بابصیرت ہے اور اللہ کے سامنے پیشی کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے سوائے اس کے جس کے لئے اللہ آسانی پیدا فرمادے۔ حیات اخروی کے ایک دن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنَّ يَوْمًا عِندَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾

"ہاں البتہ آپ کے رب کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے۔" (الحج:47)

اپنے کھانے پینے پر غور کیا کرو، اپنے دیکھنے سننے اور زبان سے نکلنے والے کلمات پر توجہ دیا کرو اور علانیہ و پوشیدہ اقوال و افعال پر بھی نظر رکھا کرو آج اگر آپ کسی بات یا کام کو چھپا بھی لیں گے تو حشر کے میدان میں تمام پردے اٹھا دیئے جائیں گے اور اعضائے جسم گواہی دیں گے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے متنبہ کرنے والی یاد دہانیاں آگئی ہے اور جس نے ان سے نصیحت حاصل کرلی وہی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿لِيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

"تا کہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کردے جو زندہ ہے، اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔" (یس:70)

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ۔

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔"[1]

اور اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے اور درگزر کرتا ہے۔

نظرِ التفات اور توجہ:

مسلمانو! بات کو ختم کرنے سے پہلے ایک آخری بات کے طور پر آپ لوگوں کی توجہ امن و امان کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اس پر ضرور نظر التفات رہے کیونکہ امن و امان اللہ کی نعمت ہے اور سکون و استقرار اس کی رحمت و انعام ہے اور رزق ان دونوں کے تابع ہے اور ان دونوں سے لوگوں کے بے شمار مفادات وابستہ ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس میں خلل پیدا کرتا ہے اور نقض امن و استقرار کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا جرم کتنا بڑا ہے؟ اسی طرح مسلمانوں پر اسلحہ تان لینا اور پرامن شہریوں کو خوفزدہ و ہراساں کرنا اور ان کے لیے شرّ پیدا کرنا کتنے بڑے بڑے گناہ ہیں؟ اس بات کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوڑا صرف ازراہِ مذاق چھپانے پر بھی نکیر فرمائی اور اسے برا قرار دیا ہے تا کہ اس کوڑے والے کو پریشانی و فکر لاحق نہ ہو اور اس کے دل کو غم نہ پہنچے۔ کہاں یہ ذوقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور کہاں یہ امن و امان سے کھیلنے والے اور کہاں یہ لطافتِ محمدی اور کہاں امن کو کھلونا بنانے والوں کی سنگدلی۔ انہوں نے تو اسلحہ بھی اٹھا لیا ہے اور انسانی جانوں کو فصل کی طرح کاٹ ڈالا ہے۔

---

[1] ابن ماجہ:4250۔

معافی کا سرکاری اِعلانِ عام:

اب رشد و ہدایت واضح اور حق و باطل عیاں ہو گئے ہیں اور صحیح وصواب کیا ہے سب نکھر کر سامنے آ گیا ہے. اب وہ کون سی راہ اختیار کرنا چاہیں گے. ان لوگوں کو ہم منبر حرم سے دعوت دیتے ہیں کہ جس جگہ کھڑے ہو کر کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے اس ملک وعلاقہ اور شہر والوں کے لیے امن وامان کی دعائیں کی تھیں. ان لوگوں کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ وہ عقل و رشد کی طرف لوٹے اور انہیں یہ بشارت سناتے ہیں کہ توبہ کے لیے آسمان کے دروازے کھلے ہیں اس سرزمین مملکت میں جس کا حکم چلتا ہے ان کی طرف سے بھی معافی کا کھلا سرکاری اعلان عام ہو چکا ہے اور صرف ایمان کے ساتھ عزم وہمت ہی باقی رہ گئے ہے جو کہ دلوں کو تردد وشکوک وشبہات کو دبا لے جاتے ہیں اور انہی کے ذریعے اپنے قدموں کی تاخیر کو پیش قدمی واقدام میں بدل سکتے ہیں اور پھر اسی سے وہ ان بکھرے تنکوں کی شیرازہ بندی کر سکتے ہیں اور دشمنوں کے سینوں پر مونگ دل کر سکتے ہیں اور یقیناً اسی کے انجام کی وہ خود بھی تعریف کریں گے اور اسے ہی اچھا قرار دیں گے.

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

مسائل جاہلیت اور منہاجِ نبوّت

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

2004/8/6ء1425/6/20

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اس نے آپ کو صرف اپنی عبادت کے لیے تخلیق فرمایا ہے کسی دوسرے کی عبادت کے لیے ہرگز نہیں لہٰذا تمام عبادات و دین کو اس کے لئے خالص کرلو اور پوری خالص نیت اور خلوص دل کے ساتھ عمل کرو۔سعادت منداور خوش بخت وہی ہے جس نے اپنی تمام عبادات و دین کو صرف اللہ کے لیے خالص کرلیا اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرتا رہا اور موت آنے تک اسی جادہ ہو منہج پر چلتا رہا۔

مسائل جاہلیت:

مسلمانو! جب اشیاء کی پہچان ان کی ضد سے ہوتی ہے اور جب کسی چیز کے حسن کا اندازہ بھی اس کی ضد کی بدصورتی سے ہی لگایا جاسکتا ہے تو اسی قاعدہ سے اس حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہلِ جاہلیت کے جن مسائل و امور میں ان کی مخالفت کی ہے اور ان کے برعکس کو اپنایا ہے تو وہ کتنے برے ہوں گے۔لہٰذا اہلِ جاہلیت کے ان مسائل کی معرفت حاصل کرنا ضروری، ان سے واقفیت بہم پہنچانا واجب اور ان کا علم حاصل کیے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ان کے ان مسائل میں سے واضح ترین خصال وامور تین ہیں جن پر ان کا دین قائم رہا۔انہی پر ان کے بزرگ چلتے گئے ہیں۔انہی سے ان کی جہالت وگمراہی واضح ہوئی اور وہی ان کے لیے بہت بڑے خسارے کا باعث بنے۔وہ تین امور درج ذیل ہیں:

1) شرک: ان میں سب سے پہلا کام ان کا اللہ تعالی کے ساتھ باطل معبودوں اور بتوں کو شریک کرنا اور غیر اللہ کو حاجت برآری کے لئے پکارنا ہے۔

2) تفرقہ بازی: مسائل جاہلیت میں سے دوسرا فعل ان کی باہم تفرقہ بازی ہے کہ ان میں وحدت و یگانگت کا فقدان تھا۔

3) بغاوت وسرکشی: جاہلیت کے کردار کا ایک اہم حصہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے ولی امر و سرپرست اور حاکم وامیر کے احکام واوامر کی خلاف ورزی وحکم عدولی کی اور فرمانبرداری کی بجائے بغاوت وسرکشی کا رویہ اپنایا۔

عہد جاہلیت کا شرک:

وہ عبادت میں شرک کے مرض میں مبتلا تھے اور اللہ کو چھوڑ کر غیروں کو پکارتے تھے۔اللہ کے مقرب فرشتوں، اس کے مبعوث کیئے ہوئے رسولوں اور نبیوں، اسکے نیک بندوں، پتھر کے بنے بتوں، درختوں، ستاروں اور دیگر اشیاء کو پکارتے اور ان کے نام کی دہائی دیتے تھے۔اپنے اس شرک میں وہ اپنے معبودِ باطل کی تعظیم سمجھتے تھے اور ایسا کرکے وہ اسے اللہ کے یہاں سفارشی بنانا چاہتے تھے اور وہ یہ گمان کئے ہوئے تھے کہ ان کا یہ معبودِ باطل ان سے ایسا کروانے کو پسند کرتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے بتوں کو اللہ کے ہاں سے سفارشی بنانے کے ان کے نظریہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ مشرکین کہا کرتے تھے: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾

”ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔“ (الزمر:3)

عہدِ جاہلیت کی تفرقہ بازی:

اس شرک کے ساتھ ساتھ ہی وہ تفرقہ بازی اور اختلافات میں مبتلا رہتے تھے۔ اسی پر وہ راضی تھے اور اسے وہ بنظرِ استحسان دیکھتے تھے اور ان کے اسی کرتوت کے نتیجے میں حقد وبغض اور نفرت وجنگ کی آگ بھڑکانے کی خصلت اپنی فطرت وورا ثت میں پاتے تھے اور اسی بنا پر وہ اپنی جانیں اور مال واولاد بھی گنوا بیٹھے تھے۔

سربراہ کی بغاوت ونافرمانی:

اس کے باوجود وہ سمجھتے تھے کہ ولی امر وحاکم کی مخالفت، اس کے احکام کی نافرمانی اور اس کی اطاعت سے بغاوت وسرکشی ایک قابلِ تعریف اور فضیلت، مطلوبہ شرف وعزت اور مقصود ومنقبت ہے اور ان کا گمان تھا کہ سمع وطاعت ایک ذلت ورسوائی ہے۔ ہمیں اس سے بالا ہونا چاہیے اور یہ مذمت وضیاع ہے جس سے پہلو بچانا، الگ رہنا اور بریُ الذمہ رہنا ضروری ہے بلکہ ان میں سے بعض لوگ اپنے ولی امر کی بغاوت اور سرکشی کو عبادت سمجھ کر یہ فعل بجالاتے تھے اور اسے اللہ کا قرب پانے کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔

نبی ﷺ کا عاداتِ جاہلیت کی خلاف ورزی کرنا:

نبی اکرم ﷺ نے اللہ سے حاصل ہونے والی ہدایت اور بینات کی بنا پر ان کے ان تمام افعال میں ان کی مخالفت کی۔

1) درسِ توحید:

اپنی امت کے افراد کو حکم فرمایا کہ وہ صرف ایک اللہ تعالی کی مخلصانہ عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا کہ یہی خلوص عمل وعبادت اور توحید باری تعالی پر مبنی دین ہی وہ دین ہے کہ اللہ اس کے اس کے سوا کسی سے کچھ قبول نہیں کرے گا۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے لوگوں کو اس بات کی خبر بھی دی کہ جو شخص اس راہ سے بھٹک گیا اور اس طریق سے بہک گیا اس نے لوگوں کی تجویز کردہ اور مستحسن قرار دی ہوئی غیر اللہ کی عبادت کی وہ عبادت کی انواع واقسام میں سے چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالی نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے رب اعلی سبحانہ نے کی خبر دی ہے۔ ایسے ہی نبی ﷺ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ توحید باری واخلاص عمل ہی دین کی اساس وبنیاد اور اس کا لب لباب ہے اور اسی کی بنا پر لوگ مسلم وکافر دو قوموں میں بٹ گئے ہیں۔

2) دعوتِ وحدت واتحاد:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو حکم فرمایا کہ وہ سب مل جل کر باہم متحد ومتفق رہیں۔ اپنی وحدت کو قائم رکھے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

اللہ کی رسی:

ترجمان القرآن، حبر الامہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی تفسیر کے مطابق اللہ کا دین ہے. جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی تفسیر کے مطابق اللہ کی رسی سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے اور ان دونوں مفسرین صحابہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ بعض سلف صالحین امت نے اللہ کی رسی سے مراد قرآن کریم کو لیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اللہ کی رسی ان تمام مفاہیم و معانی کو شامل ہے. اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر رکھا جائے اور تعلق امت کے اتحاد و اتفاق اور اس کی مضبوط و راسخ وحدت و شیرازہ بندی کا سبب بن جائے اس کے لیے اللہ تعالی نے دو بنیادیں مقرر فرمائی جن کے بغیر یہ وحدت ممکن ہی نہیں.

اتحاد کی پہلی بنیاد:

ان دونوں بنیادوں میں سے وحدت امت کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اتحاد و اتفاق کتاب اللہ کے گرد ہوں اور یہ چیز وحدت کی مضبوط بنیاد کی ضمانت ہے کیونکہ کسی چیز کے بغیر دلوں کا اجتماع و اتحاد ممکن ہی نہیں اور شرعی طور پر یہ بات قابل قبول نہیں کہ ان کا اجتماع باطل پر ہو بلکہ واجب یہ ہے کہ ان کا اجتماع اتحاد و اتفاق صرف حق پر ہو جس کے سامنے یا پیچھے سے آ کر باطل اس میں شامل نہیں ہو سکتا. اگر اس اتحاد و اتفاق کے لیے کوئی دستور بھی دستیاب ہو جائے جس کے ارد گرد جمع ہوں اور خواہشات نفس کی نفی ہو تو اس اتحاد کی عمارت سلامت رہتی ہے اس کا منہج و طریقہ واضح ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کو اطمینان حاصل رہتا ہے. اسی طرح اس اتحاد و اتفاق کو وہ تمام قواعد و ضوابط مہیا ہو جاتے ہیں جو کہ ہر فرد کے ذاتی افعال و تصرفات کی تصحیح و اصلاح کرتے ہیں اور معاشرے کے سلوک و کردار کی اصلاح میں رہنمائی کرتے ہیں اور اسی سے لوگوں کی زندگی سعادت و خوشی پاتی ہے کیونکہ یہ اتحاد و اتفاق اس کتاب پر مبنی ہوتا ہے جس میں اللہ تعالی نے دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع فرمادی ہے اور اس کتاب کے ذریعے دنیا میں پائے جانے والے ہر شر سے منع کر دیا ہے جس کا انجام آخرت میں خسارہ و نقصان کی شکل میں سامنے آنے والا ہے۔

دوسری بنیاد:

وحدت امت اور اتحاد المسلمین کی مضبوطی و دیرپائی کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ یہ اتحاد و اجتماع مسلم معاشرے کے تمام افراد کو شامل ہو اس سے کوئی شخص بھی باہر نہ رہے اور نہ ہی کوئی آواز اس سے الگ ہونے پائے اور یہی وہ حکم ہے جو کہ اللہ کے اس ارشاد میں واضح و جلی طور پر آیا: ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا ﴾

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو." (آل عمران:103)

بعض علماء تفسیر و اہل علم نے لکھا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے صرف یہی نہیں کہا کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کا حکم دے دیا ہو بلکہ اس ارشاد میں "جمیعاً" کا لفظ آیا ہے جو اس بات کی ضرورت پر زور دیتا ہے کہ اس اتحاد میں مسلم معاشرے کے تمام افراد شامل ہو اسی طرح پوری امت اللہ کے فضل سے متحد و متفق ہوگی اور اس کی صفوں میں مضبوط وحدت آجائے گی اور تمام افراد امت صرف ایک ہی ہدف پر متحد

ہوں گے اور وہ ہدف ہے صرف اللہ وحدہٗ کی عبادت اور اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کی سعی وکوشش. ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾

"یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے، اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔" (الأنبیاء:92)

وجوب طاعة السلطان:

نبی اکرم ﷺ نے افراد امت پر یہ بھی واجب قرار دے دیا کہ مسلمان ولی امر وحاکم یا سربراہ کی سمع وطاعت کریں، اس کے لیے خیر سگالی کے جذبات رکھیں اور خیر خواہی کریں اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان پر اس کی مخالفت وسرکشی اور بغاوت کو حرام کر دیا سوائے اس کے کہ وہ کوئی ایسا حکم صادر کرے جو اللہ کی معصیت ونافرمانی کے زمرے میں آتا ہوں یا اس کے کسی حکم کو وہ واضح وصریح کفر سمجھیں اور اس پر ان کے پاس اللہ کی طرف سے واضح برہان اور روشن دلیل بھی ہو تو ایسے حکم کا ماننا جائز نہیں ہے. چنانچہ صحیح مسلم وموطا امام مالک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا؛ فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ.

"اللہ تمہاری تین چیزوں کو پسند فرماتا اور تین کاموں پر ناراض ہوتا ہے: اللہ تمہارے اس عمل پر خوش ہوتا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ اور سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے (باہم متحد) رہو اور باہم تفرقہ میں مبتلا نہ ہو اور جسے اللہ نے تم پر حاکم و والی سربراہ مقرر فرمادیا ہے اس کی خیر خواہی کرو۔ اور اللہ کو تمہاری بکثرت قیل وقال (حجت بازی)، مال کا ضیاع و بربادی اور بکثرت سوال کرنے کی عادت ناراض کرتی ہے۔"[1] (مسلم وموطا)

اسی طرح صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً..

"اگر کسی کو اپنے امیر کا کوئی فعل ناپسند ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس پر صبر کا دامن تھامے رکھے اور جو شخص سلطان کی اطاعت سے بالشت بھر بھی باہر نکل گیا اور اسی حالت میں اسے موت آگئی تو جاہلیت کی موت (کفر) مر گیا۔"[2] (صحیح بخاری ومسلم)

ایسے ہی صحیح بخاری ومسلم میں جنادہ بن امیہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کی بیماری میں ان کی عیادت ومزاج پرسی کے لیے ان کے پاس گئے تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ اللہ آپ کے حال کی اصلاح فرمائیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے اللہ آپ کو اس حدیث رسول ﷺ کے بیان کرنے پر نفع وثواب عطا فرمائے گا. اس پر انہوں نے فرمایا: "ہمیں نبی اکرم ﷺ نے دعوت دی اور ہم نے نبی ﷺ کے دست مبارک پر آپ ﷺ کی بیعت کی. نبی ﷺ نے جن

---

[1] صحیح مسلم: 1715۔
[2] صحیح بخاری: 7053۔

امور پر ہم سے بیعت لی ان میں سے ہی ایک یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ: أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ۔

”ہم خوشی وغم، تنگی وآسانی اور ہم پر کسی دوسرے کو ترجیح دینے ہر حالت میں سمع وطاعت کریں گے اور اہل اقتدار وسربراہوں سے تنازع نہیں کریں گے سوائے اس کے کہ ان کا کوئی فعل سراسر کفر ہو اور تمہارے پاس اس پر اللہ کی طرف سے واضح برہان وکھلی دلیل موجود ہو۔[1] ” (بخاری ومسلم)

فتنوں کا سدِّ باب:

اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کے نبی اکرم ﷺ کی ان ہدایات پر عمل پیرا ہو جائیں تو دین و دنیا کے تمام مصالح ومفادات کی بہم رسانی کے لیے فتنے کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اسی طریقے سے تمام قوتیں مجتمع اور تمام جدو جہد یکجا ہو جاتی ہے. جس سے ہر نفع ومفاد کو حاصل کرنا اور ہر نقصان کا دفعیہ کرنا ممکن ہو جاتا ہے. اس سے امت کے ڈھانچے کا تحفظ ہوتا ہے اور اسی سے اسلامی مملکت کا دفاع ممکن ہوتا ہے اور دشمنوں کو بچھاڑا جا سکتا ہے. اسی طرح اسی سے امن وامان عام ہوتا، خیر بڑھتی اور خوشحالی آتی ہے۔

منہجِ نبوت یا عادتِ جاہلیت:

اب آپ ہی بتائیں کہ ان دونوں طریقوں میں سے کون سا طریقہ اتباع و پیروی کا زیادہ حق دار ہے؟ نبی اکرم ﷺ کا نہج وطریقہ یا جاہلیت کا انداز، اس کی گمراہی اور اس کا افتراء؟ اور اس منہجِ نبوی او طریق محمدی سے دوری کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ کہ اسے چھوڑ کر اہل فتنہ، تفرقہ بازوں، اختلاف کے رسیا لوگوں کی راہ اختیار کر لی جائے؟ اور وہ روش اپنالی جائے جس پر چل کر دوسروں کو کافر قرار دے دیا گیا، دھماکے کیے گئے، حرمت والے خون کی بے حرمتی کی گئی اور اسے ناحق بہایا گیا، بے قصور لوگوں کو قتل کیا گیا، لوگوں کو کڈنیپ (اغواء) کیا گیا، عوام کو خوفزدہ اور ہراساں کیا گیا، آبادیوں میں تخریب کاری کی گئی اور تباہی مچائی گئی، اموال واملاک برباد کی گئیں اور ملکوں کی طاقتوں کو ضائع کیا گیا. اس کے علاوہ بھی کتنے ہی نقصانات پہنچائے گئے جو ان آخری ایام میں اس مبارک و پاک سرزمین میں رونما کیے جانے والے فساد وتخریب کاریوں اور دشمنی کے نتیجے میں سامنے آئے فتنوں کی راہ چلنے سے خبردار رہیں. اللہ کی قسم ہے کہ اس کا انجام تباہی و بربادی اور ہلاکت وکساد بازاری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا. اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط

[1] صحیح بخاری: 7056۔

تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالی کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔" (آل عمران:102-103)

تفرقہ بازی کے نقصانات وانجام:

اللہ کے بندو! بعض اہل علم نے کہا ہے: اللہ کو ہماری تفرقہ بازی واختلافات بہت ناراض کرتے ہیں کیونکہ یہ تفرّق وتشتت ضعف وکمزوری کا آغاز اور اس کی پہلی اینٹ اور ناکامی وضیاع کا دروازہ ہے۔ ناکام انسان کی نہ اس دنیا میں کوئی قدر وقیمت ہے اور نہ ہی اس کا آخرت میں کوئی مقام مرتبہ ہوگا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

"آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔" (الأنفال:46)

اللہ تعالی نے ہمیں اختلاف وتفرقہ والوں کے طریقے پر چلنے اور ان کی تقلید وپیروی کرنے سے سختی سے خبردار کیا ہے کیوں کہ ان کے اس تفرقہ واختلاف کی پاداش میں اللہ تعالی نے ان کے لئے آخرت میں بہت ہی برا عقاب وعذاب تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (آل عمران:105)

امتِ وحدت:

اگر ہم تفرقہ واختلاف کی راہ پر چلنے لگے، ہم نے امت مسلمہ کے ہدف کو بھلا کر ضائع کر دیا اور باہم فرقے دھڑے اور ٹولیاں بن گئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اس کے عقاب وانجام کے طور پر اللہ تعالی اس کی سب سے پہلی سزا ہمارے لیے یہ فرض کی ہے کہ ہم سے رسول ﷺ بریٔ الذمہ ہو جائیں گے اور وہ ہم سے پلہ چھڑا کر الگ ہو جائیں گے کیونکہ وہ نعمت جس کے قیام وتشکیل کی طرف نبی ﷺ نے دعوت دی اور اسے آپ ﷺ اپنی دعوت کا بوجھ اٹھانے کے لیے تیار کرنا چاہتے تھے وہ امت تفرقہ کو پہچانتی ہی نہیں بلکہ وہ امہ واحدہ (متحد امت) ہے اس کا رب ایک ہے، اس کی کتاب قرآن ایک ہے، اس کی صفات ایک ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

"بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالی کے حوالے ہے۔ پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ انہیں سب بتائے گا۔" (الأنعام:159)

اللہ والو! یہ زبردست وارننگ ہے اور یہ اس لائق ہے کہ ہماری عقول اسے سمجھیں اور ہمارے دل اس سے خبردار رہیں۔ اللہ کے بندو! ہر وہ کام کرو اور ہتھکنڈا آزماؤ جس سے تمہارے مابین اتحاد واتفاق اور وحدت ویگانگت پیدا ہو۔ اسی طرح تم اپنے رب کی رضا اور خوشی کا حظ وافر پاؤ گے، تمہاری زندگی سدھر سنور جائیگی اور تم اپنی مرادیں پاسکو گے۔

خانگی مسائل ومشکلات: اَسباب اور ان کا حل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

27/6/1425ھ، 13/8/2004ء

قطع رحمی سے اجتناب:

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔" (النساء:1)

اللہ سے ڈریں اور اسے اپنے تمام اقوال وافعال کا نگران تسلیم کریں، اعلانیہ اور پوشیدہ ہر طور پر اس کے احکام وأوامر میں اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں. اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ اس کے (ہر) کام میں آسانی کر دے گا۔" (الطلاق:4)

باعثِ سکون وقرار:

اے مومن مردو اور عورتو! پرسکون زندگی ضروریاتِ حیات میں سے ایک اہم اور بنیادی ضرورت ہے تاکہ معاشرے میں استقرار آئے، تعمیر و ترقی ہو اور اللہ کی مخلوق عبادت اور تعمیر کے لئے وقت پائے. بشری نفوس کو اللہ نے اس فطرت اور جبلت پر پیدا فرمایا ہے کہ یہ دوسرے نفس کے ساتھ مل کر سکون وقرار پاتے ہیں. لہٰذا اللہ تعالی نے اپنی بے شمار نعمتوں اور بکثرت نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔" (الروم:21)

جی ہاں! فرمایا ہے کہ بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کی طرف مائل ہو کر سکون وآرام حاصل کرو. یہ نہیں فرمایا کہ ایسے ہی ان کے ساتھ سکون وقرار پاؤ. یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شادی سکون وقرار کا باعث ہے اور اس میں دل کی راحت وآرام پایا جاتا ہے اسی لئے اسلام میں شادی کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور خاندان کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

شادی میں آسانیاں اور خوشحالی:

شریعت اسلامیہ نے شادی کرنے کی رغبت دلائی ہے اور اسے آسان کرنے اور اس کی راہ میں سہولت پیدا کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور ہر اس کام سے منع کر دیا ہے جو اس کی راہ میں رکاوٹ بنے یا اس کے اہتمام کی راہ کا روڑہ بنے اور اس کی صفائی وستھرائی کو گدلا کرے، چنانچہ اللہ تعالی نے شادی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ﴾

"اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار سے، لیکن اگر تمہیں برابری نہ کر سکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے۔" (النساء:3)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾

"اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کا نکاح کر دو اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں سے جو نیک ہیں ان کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔" (النور:32)

ایسے ہی صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص جسمانی ومادی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شادی کر لے۔"[1] (بخاری ومسلم)

غرض شادی انبیاء کرام کی سنت اور سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

تشکیل خاندان کا اہتمام:

مسلمانو! اسلام نے خاندان تشکیل دینے اور اس کی اصلاح وتہذیب کرنے پر خوب توجہ دی ہے کیونکہ یہ خاندان ہی تو معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں اور معاشرہ اتنا ہی طاقتور اور مضبوط ہوتا ہے جتنے اس میں پائے جانے والے خاندان ایک دوسرے کے ساتھ خوب مربوط اور گہرے منسلک ہوں گے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مضبوط عمارت تشبیہ دی ہے جس کا ہر حصہ دوسرے کی تقویت کا باعث ہوتا ہے۔ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا۔[2]

آپ ﷺ نے دین واخلاق میں ہم پلہ لوگوں اور صاحب استطاعت افراد کی شادی کرنے کا حکم ہے فرمایا ہے اور عورتوں کو شادی سے روک کر رکھنے کی ممانعت کی ہے اور اسلام نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں میاں بیوی کے حقوق وفرائض واضح کر دیئے ہیں اور یہ سب اس لیے گھروں کا سکون واستقرار اور خاندانوں کی صلاح ودرستگی صرف میاں بیوی کے امن واستقرار پر ہی مبنی ہوتی ہے اور خاندان وگھر کی کامیابی کا راز میاں بیوی کی ازدواجی زندگی کی کامیابی میں پنہاں ہے۔ جو خود تہی دست ہو وہ کسی دوسرے کو کیا عطیہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح

---

[1] صحیح بخاری:5065۔

[2] صحیح مسلم:2585۔

جومیاں بیوی خود ناچاقی وناخوشگواری میں مبتلا ہوں وہ تعمیر وترقی کی قدرت رکھنے والی نیک نسلیں پیدا کرنا تو درکنار وہ خود اپنے معاشرے کو بھی کچھ نہیں دے سکتے۔

شیطان کا مقرب چیلا:

کامیاب شادی کامیاب معاشرے کا بنیادی پتھر ہے اور رہا گھروں کی خرابی کا نتیجہ تو وہ ملکوں کی خرابی کا باعث بن جاتا ہے۔

اسی لئے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً، أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا. قَالَ: ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ. قَالَ: فَيُدْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نِعْمَ أَنْتَ۔

"ابلیس لعین پانی پر اپنا تخت سجا کر اپنے چیلوں کی ٹولیاں ادھر ادھر لوگوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے اور ان میں سے اس کا مقرب ترین چیلا وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کر کے آئے۔ ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ کیا وہ کیا۔اسے ابلیس کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک شوہر کے پیچھے لگ گیا اور اسے اس وقت تک دم نہیں لینے دیا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے مابین تفریق وجدائی نہیں ڈال دی۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ: شیطان اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہتا ہے تو نے صحیح نامہ سرانجام دیا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

اور جب ابلیس لعین ومردود کا حال یہ ہے تو اس کے چیلے جو کہ فساد و بگاڑ پیدا کرنے والے ہیں انہوں نے بھی اس ڈھانچے کو مسمار کرنے اور معاشرے کے باہمی تعلقات و روابط کو توڑ کر رکھ دینے کی ٹھان رکھی ہے اور اس کے لیے خاندان کی مضبوط دیواروں میں دراڑیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔نتیجہ یہ کہ آج طلاق کے واقعات کی شرح انتہائی خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے اور غیر شادی شدہ بیٹھی رہنے والی دوشیزگان کا تناسب اس سے بھی بدترین درجے تک پہنچ گیا ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ اس میں بہت ہی بڑا خطرہ پایا جاتا ہے۔

طلاق کے خطرناک نتائج:

اس میں معاشرے کا تفرقہ وانتشار پایا جاتا ہے،اس میں بچوں کا ضیاع یقینی امر ہے،اسی سے ڈرتے ہوئے لڑکیوں کا بن بیاہی بیٹھے رہنے کا رجحان پنپتا ہے،معاشرے میں فساد و بگاڑ جنم لیتا ہے اور خاندانوں میں باہم حقد و بغض اور دشمنیاں رونما ہوتی ہیں۔ماہرین تربیت،اصلاح معاشرے کی فکر کرنے والوں اور ذرائع ابلاغ سے متعلقہ افراد کا فرض ہے کہ وہ اس طرف بھرپور توجہ دیں۔خانگی مسائل ومشکلات کا پھیلاؤ اور ان سے مسائل در مسائل کا سامنے آنا اور طرح طرح کی مشکلات کا سر اٹھانا خطرے کا الارم ہے اور یہ ہے نکاح و بیاہ سے روکنے والے امور گھروں کی تباہی و بربادی کا باعث بنتے رہتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم:2813۔

اختلاف کاوقوع: ایک فطرتی امر:

اللہ کے بندو! ہم سب جانتے ہیں کہ کمال بہت ہی عزیز و نادر درجہ ہے اور اختلاف کا واقع ہو جانا بھی کوئی انہونی چیز نہیں بلکہ بشری فطرت میں داخل اور ایک طبعی امر ہے۔ اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ میاں بیوی دونوں اپنی اپنی طبیعتوں، اخلاق، رغبتوں، چاہتوں اور فکر و سوچ میں ایک دوسرے کی کاپی اور ایک ہی ٹکسیال میں بنا سکہ ہوں، بلکہ ان دونوں میں مختلف فرق پائے جانے کی دلیل تو ہی کیا کم ہے کہ وہ دو الگ الگ صنفیں مرد و زن مذکر و مونث ہے۔ اسی طرح ان دونوں کی فطرت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ کسی ایسے معاشرے میں جس کے کچھ مطالبات اور تاثیرات ہیں اس میں ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہ کر نہیں جی سکتے۔ اسی لئے بعض خاندانوں میں اختلافات کے جھگڑے چلنے لگتے ہیں۔ میاں بیوی میں اختلاف ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی بھی گھر محفوظ نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی شکرانجی ہو جایا کرتی تھی۔ یہ زندگی کا لازمی حصہ ہے۔ تاہم وہ گھر جو تقویٰ کی بنیادوں پر قائم ہو اور جس میں میاں بیوی دونوں اپنے اپنے حقوق و فرائض اور دائرہ کار کو اچھی طرح جانتے ہو وہ گھر کسی قسم کے اختلاف سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس میں مزید ثبات اور ربط و ضبط پیدا ہوتا اور پیار بڑھتا ہے اور انہیں ادراک حاصل ہوتا ہے جس سے وہ غلطیوں کی اصلاح کر لیتے ہیں اور مستقبل میں شر کو جنم دینے والے سارے راستے ہی بند کر دیتے ہیں۔

خانگی مسائل کے اسباب:

1) اللہ کی نافرمانی:

میاں بیوی کے مابین پیدا ہونے والے مسائل و مشکلات کے اسباب پر مشفقانہ نظر ڈالنے سے ہمیں یہ بات نظر آجاتی ہے کہ ان کا سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ نکاح کے معاملات میں سے بکثرت امور میں اللہ تعالی کے احکام و فرامین کی خلاف ورزی اور اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض شادیاں سکون و قرار اور باہمی محبت و مہربانی کی بجائے مصیبت و عذاب بن کر رہ جاتی ہے اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴾

"تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔" (الشوریٰ:30)

اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کے خانگی ناچاقی اور گھروں کی بربادی سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی۔

بعض سلف صالحین امت نے کہا: " میں جب اللہ کی کوئی نافرمانی کرو تو اس کا اثر اپنی سواری والے جانور کے اڑیل پن میں اضافے اور اپنی بیوی کی سختی کی شکل میں پالیتا ہوں۔"

اسی طرح اہل علم میں سے ایک عالم نے کہا ہے: " جب ان کے گناہ کم ہو جائیں تو وہ انہیں پہچان لیتے ہیں اور یہ بھی سمجھ لیتے ہیں کہ وہ کہاں سے در آئے۔"

جی ہاں جوشخص گناہوں کے ساتھ اللہ تعالی کے مقابلے کا اعلان کردے وہ اس سے کسی کارِخیر کی توفیق کیسے توقع کرسکتا ہے؟ اور جوشخص اللہ کی نافرمانی کرے اور اس کے احکام کی اطاعت نہ کرے وہ اپنی بیوی سے کیسے مطالبہ کرسکتا ہے کہ وہ اس کی پیروی وفرمانبرداری کریں؟ یہی معاملہ دوسری طرف بیوی کا بھی ہے کہ جوعورت اللہ کی جناب میں کمی وکوتاہی کرے اسے اپنے شوہر سے کمالِ محبت واتمام ربط کی امید نہیں رکھنی چاہیے البتہ میاں بیوی دونوں میں سے کسی ایک کا گناہ ونافرمانی کرنا دوسرے کے لیے اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی یا اس کی حق تلفی کرے یا وہ اس سے براسلوک کرے اور اس کی بات ماننے سے انکار کردے۔

2)حقوق الزوجین میں کوتاہی:

اللہ والو: بعض گناہ تو عام ہے جیسے نمازیں ضائع کرنا اور حرام کاموں کا ارتکاب کرنا وغیرہ اور بعض گناہ نکاح کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ہیں حقوق الزوجین اور میاں بیوی کے فرائض واجبات میں کمی کوتاہی کرنا یا ظلم وزیادتی برتنا۔ ان حقوق کی ادائیگی میں جتنی کوتاہی برتی جائیگی گھریلو جھگڑے اور اختلافات وناچاقیاں بڑھیں گی۔ خاص گناہ ونافرمانیاں جوکہ حقوق الزوجین میں کمی کوتاہی سے متعلق ہیں ان میں لوگوں نے بہت ہی سستی کا مظاہرہ شروع کررکھا ہے اور انہیں بہت معمولی باتیں سمجھا جاتا ہے حالانکہ ان کے اثرات بہت ہی دوررس اور گہرے ہوتے ہیں۔ جوشخص اپنی بیوی کے حقوق میں کوتاہی کرے یا جوخاتون اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کرنے سستی برتے اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایسا شخص ہر چیز سے پہلے خود اللہ تعالی کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالے سے نبی ﷺ کا ارشاد ہے، آپ فرماتے ہیں: إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ۔

”جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر جماع کے لئے بلائے اور وہ اس سے انکار کردے اور وہ اس پر ناراضگی کی حالت میں ہی رات گزار دے تو اس عورت پر اللہ کے فرشتے صبح ہونے تک لعنت وپھٹکار کرتے رہتے ہیں۔“[1] (صحیح بخاری)

حقوق کی ادائیگی: ایک عبادت:

میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے دوران یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ وہ ایسا کرکے اللہ کے احکام کی تعمیل کی شکل میں اس کی اطاعت وفرمانبرداری کررہے ہیں بلکہ اگر اللہ سے اجر کی امید بھی رکھی ہوئی ہو تو ان میں سے ہر کسی کا حقوق کو ادا کرنا عبادت ہوگا، چنانچہ نبی ﷺ نے خبر دے رکھی ہے کہ: وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ۔

”شوہر اپنے حسن ومعاشرت کے ہر فعل پر اجر وثواب کا مستحق ہوگا حتی کہ اس کا بیوی کو کھانے کا لقمہ مہیا کرنا اور اس کے منہ میں ڈالنا بھی اس کے لئے باعث اجر وثواب ہے۔“[2] (بخاری)

جب کے نان ونفقہ تو دراصل اس کے ذمہ ایک واجب ہے۔ اور ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ: وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونَ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ۔

---

[1] صحیح بخاری: 3237۔

[2] صحیح بخاری: 5354، مسلم: 1628۔

”آدمی کا اپنی بیوی سے جماع کرنا بھی اس کے لیے باعثِ اجروثواب ہے.حالانکہ اس پر تو اس کا طبعی میلان ہوتا ہے اور وہ لطف اندوز ہوتا ہے.“[۱] (مسلم)

باعث سعادت وخوشحالی:

غرض جو شخص خانگی زندگی کی سعادت وخوش حالی کا خواہاں ہو اس کے لیے اہم ترین حلوں میں سے پہلا حل وطریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی کے حقوق بجالائے،اس کی اطاعت و پیروی کرے،اس کے احکام کی تعمیل میں سر تسلیم خم کرے اور اس کی طرف سے عائد کردہ حقوق ادا کرے جسے باسعادت وخوشگوار زندگی درکار ہو اسے یہ ارشادِ الہی پڑھنا چاہیے:﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾

”جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت،لیکن باایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے.“ (النحل:97)

3)اختیار وانتخاب میں لاپرواہی:

مسلمانو!طرفین وزوجین کے مابین حسنِ اختیار،زندگی کی اساس و بنیاد ہے اور اس سے میاں بیوی کے تعلقات دیرپا،ان میں باہمی محبت و تکامل اور گہری رشتہ داری قائم رہتی ہے البتہ اگر اس معاملے میں تقصیر وکوتاہی کی گئی اور اللہ کی نافرمانی بھی ہوئی تو یہ چیز مشکلات کا باعث بنتی ہے اور انہی کوتاہیوں میں سے ایک یہ ہے کہ عورت کی شادی ایسے شخص سے جبراً کی جائے جسے وہ نہیں چاہتی اور یہ شادی محض اس لیے کی جارہی ہوں کہ ہماری پرانی روایات اور رسوم ورواج کہ وہ پسند کرے یا نہ کرے اس کی شادی اسی مرد سے کرنی ہے کیونکہ یہ اس کا قریبی رشتہ دار ہے یا پھر اس عورت کا سرپرست کسی ایسے شخص سے اس کی شادی کرنا ضروری سمجھے کہ وہ اس کے منصب وجاہ یا اس کے مال کا لالچ رکھتا ہو.جبکہ یہ عورتوں پر ظلم اور حرام فعل ہے صحیح بخاری ومسلم میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ.

”کسی مطلقہ وبیوہ کا نکاح اس سے اجازت لئے بغیر نہ کیا جائے اور کسی کنواری دوشیزہ کا نکاح اس سے مشورہ کیے بغیر نہ کیا جائے.“[۲] (صحیح بخاری ومسلم)

البتہ لڑکی کو بھی چاہیے کہ سرپرستوں کے مشورہ کو سمجھیں اور اختیار کی بنیاد دائمی مصلحت پر مبنی ہو.

4)جھوٹ وغلط بیانی:

شادی بیاہ میں جن خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان میں سے ہی ایک ہر دو جانب میں سے کسی ایک کی طرف سے جھوٹ یا غلط بیانی سے کام لینا بھی ہے یا یہ کام شادی کروانے والا کریں تو یہ جعلسازی اور مسلمانوں کے ساتھ ظلم کو رواں رکھنے والی بات ہے ایسا کرنے والا دنیا میں بھی سزا کا مستحق ہے جو از روئے فیصلۂ عدل ہوگی اور آخرت میں بھی وہ حساب دہ اور سزا وعذاب بھگتے گا.

---

[۱] صحیح مسلم:1006۔
[۲] صحیح بخاری:5136۔

5) اُمورِ دین کو اہمیت نہ دینا:

برے اختیار کی ایک شکل یہ ہے کہ امورِ دین کو اہمیت نہ دی جائے اور نہ ہی ان کا اہتمام کیا جائے اور کسی ایسے شخص کے بارے میں پوچھ تاچھ کی جائے جو دینی اعتبار سے غیر موفق ہے. اس پر جو ملازمت، مال، جاہ ومنصب اور امورِ دین میں امانت دار نہیں بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کرتا ہے اب اسے اپنی بیٹی پر امانت دار کیسے بنایا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے حوالے کر دی جائے. اسی طرح پیغام نکاح دینے والا مرد بھی یہ بھول جاتا ہے کہ جو عورت اللہ کی جناب میں تقصیر وکوتاہی کرتی ہے وہ بھلا اپنے شوہر کے حقوق کہاں پورا کریں گی. اگر کوئی گھر ایسی کھوکھلی بنیادوں پر بنایا گیا تو وہ تباہی کے کنارے پر پہنچا ہوا ہے اور کبھی بھی مسمار ہو جائے گا. ایسے گھروں کی تباہی میں ان بچوں کے سر پرست بھی باقاعدہ ذمہ دار ہوتے ہیں کیوں کہ انہوں نے پیغام نکاح دینے والے شخص کے بارے میں کافی حد تک پوچھ تاچھ ہی نہیں کی ہوتی اور اپنے زیرِ سر پرستی لوگوں کے سلسلے میں اپنی امانت و ذمہ داری کو صحیح طور پر نہیں نبھایا ہوتا بلکہ تقصیر وکوتاہی برتی ہوتی ہے کتنی ہی نیک و پاکباز عورتیں ایسی ہے جو اس امتحان سے دو چار کر دی گئی ہے کہ ان کے شوہر بے نمازی ہے، شراب ومنشیات میں مبتلا ہیں اور حرام امور وافعال کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس میں اس عورت کا کوئی قصور نہیں ہوتا اور وہ صرف اس کے سر پرست کا ہوتا ہے کہ اس نے منگنی و پیغامِ نکاح ملنے پر پیغام دینے والے شخص کی دینداری کا کچھ پوچھا ہی نہیں ہوتا. کتنے ہی لوگ وہ ہیں کہ وہ اپنی منگیتر میں تمام دنیاوی شرائط عائد کر دیتے ہیں لیکن دینداری کا کوئی اہتمام نہیں کرتے اور پھر جا کر پتہ چلتا ہے کہ وہ عورت تو بیوی بننے کے قابل ہی نہیں کیونکہ وہ دین و اخلاق ہر اعتبار سے. بہت ہی ناقص ہے اور یہ سب نتائج صرف اس لئے سامنے آتے ہیں شادی بیاہ کرنے سے پہلے دھوکہ دہی وجعل سازی اور لاپرواہی وکوتاہی سے کام لیا جاتا ہے.

اختیار وانتخاب کی بنیاد:

اب. بہت بڑا سوال یہ سامنے آتا ہے کہ میاں بیوی کا اختیار وانتخاب کس بنیاد پر کیا جائے اس سوال کا شافی وکافی جواب نبی اکرم ﷺ کی دو احادیث شریفہ میں آیا ہے. جن میں سب سے پہلی حدیث ترمذی وسنن ابن ماجہ کی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ، إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ.

"تمہارے پاس پیغام نکاح کر ایسا شخص آئے جس کے دین واخلاق سے تم خوش ہو تو اسے اپنی بہن بیٹی بیاہ دو. اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور. بہت بڑا فساد کھڑا ہو جائے گا.[1] (اور ایک روایت میں" بہت بڑا کی" بجائے". بہت وسیع وعریض" کے الفاظ آئے ہیں.

(ترمذی، ابن ماجہ)

میاں بیوی کے اختیار وانتخاب کے سلسلے میں رہنمائی کرنے والی دوسری حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ

"عورت سے چار اشیاء کے لئے نکاح و بیاہ کیا جاتا ہے: اس کی دولت ومال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی

[1]) ترمذی: 1084.

خاطر. تیرا بھلا ہو! دیندار عورت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔"[1] (بخاری ومسلم)

6) تقریبات شادی بیاہ پر شرعی خلاف ورزیاں:

مسلمانو! جس شخص نے شریعت اسلامیہ کے خلاف ورزیوں کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز کیا اب کیا وہ خوشگوار و باسعادت زندگی گزارنے کی امیدیں لگائے ہوئے ہے؟ ہمارا اشارہ ان خلاف ورزیوں اور منکرات کی طرف ہے جن میں آجکل شادی بیاہ کی تقریبات کے موقع پر مسلمان میں سے بعض لوگ مبتلا ہے. یہ افعال و کرتوت شادی شدہ جوڑے کی زندگی سے برکت چھین سکتے ہیں. اس جوڑے کا صحیح معنوں میں پیار و محبت اور میل جول متاثر ہوسکتا ہے اور وہ منکرات و شرعی خلاف ورزیاں بکثرت ہیں. مثلاً بے پردگی و عریانی، مرد و زن کا بے حجاب اختلاط و بے پردہ میل جول، اعلانیہ و پوشیدہ تصویر سازی، گانا بجانا، ساز و موسیقی، شادی بیاہ کے لیے تیار کیے گئے اور ایسی خوشی کی تقریبات کے لیے بنوائے گئے عریانی بردوش ملبوسات اور نمازوں کو ضائع کرنا وغیرہ ان کے علاوہ اخراجات میں مبالغہ وفضول خرچی کی انتہا اور شادی کی تقریب اور تیاری میں فخر و مباہات کے لئے بے مہاب اسراف و تبذیر حتیٰ کہ شادیوں کی تقریبات تو سرکشی اور نافرمانی کا اکھاڑہ بن جاتی ہے.

7) میاں بیوی کے معاملات میں رشتہ داروں کی دخل اندازی:

اللہ والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور اس سلسلے میں ہر شخص اپنی اپنی ذمہ داری نبھائے اور نادانوں کو کھلا کھیلنے کے لیے نہ چھوڑ دیا جائے. مسلمانو! ازدواجی مسائل و مشکلات کے اسباب کا پتہ چل جائے تو عقلمند شخص جو ان سے اجتناب کرتا ہے اور وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی ان میں واقع ہونے سے باز رہنے کی نصیحت کرتا ہے. ازدواجی مسائل و مشکلات میں سے ایک یہ ہے کہ رشتہ دار میاں بیوی کے ذاتی امور و معاملات میں بلاوجہ دخل اندازی کرتے ہیں جو کہ نبی ﷺ کے ارشاد کی خلاف ورزی ہے. چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ.

"آدمی کے حسنِ اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی اُمور میں دخل اندازی کی بجائے ان کو چھوڑ دے۔"[2] (ترمذی)

اور اللہ تعالی نے بھی جاسوسی کرنے اور خبریں چوسنے سے فرمایا ہے.

8) اپنے مسائل دوسروں کے سامنے بیان کرتے رہنا:

اسی طرح ہی یہ بھی جہالت و نادانی اور برے درجے کی حماقت ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی بھی دوسری جانب سے پہنچنے والی شکایات اپنے گھر والوں یا رشتہ داروں سے کرتا پھرے کیونکہ لڑائی کے میدان کو وسیع کرنے اور اس میں جنگجوؤں کی جماعت اتار دینے سے معاملہ مزید پیچیدہ اور عقدۂ لاینحل بنتا جائے گا. ہم سب پر واجب ہے کہ ہم اپنے اسرار اور بھیدوں کی حفاظت کریں، انہیں اپنی حد تک ہی رکھیں اور اپنے مسائل و مشکلات کو خود ہی حل کریں اور جب معاملہ بحران کی شکل اختیار کر جائے تو ایسا شخص داخل ہو جائے جو صلح و صفائی کروا دے نہ

---

[1] صحیح بخاری: 5090۔

[2] ترمذی: 2317۔

کہ فساد و بگاڑ کو مزید بڑھادے اور اپنے گھر میں جو بھی بات ہو وہ ہر گھر میں پہنچ رہی ہو اور ہر کسی کی زبان پر غیبت و چغلی رواں دواں ہو تو یہ ایسی برائی ہے جو کہ گھروں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔

9) مقاصدِ نکاح کا عدم ادراک:

اللہ کے بندو! گھریلو مسائل اور مشکلات کے اسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ ازدواجی زندگی کو انتہائی تنگ نظری سے دیکھا جائے اور نکاح کے اعلیٰ شرعی مقاصد و اغراض کا صحیح ادراک کیا جائے جن میں سے اہم ترین مقصد ہے پاکدامنی کا حصول اور ایک دوسرے سے فطری راحت و سکون پانا، ایک مسلمان گھر کی تشکیل برّ و تقویٰ اور خیر و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون، اولاد کی تربیت کرنا تا کہ وہ اللہ کی عبادت گزار اور فرماں بردار بنے۔ جب میاں بیوی دونوں ہی ان اعلیٰ معانی و مقاصد کو ذہنوں میں بٹھالیں تو پھر وہ نہ کوتاہی برتیں گے اور نہ ہی سطحی امور پر زیادہ توجہ دیں گے۔ اگر کسی سے کوئی دنیاوی غلطی سرزد ہو بھی جائے گی تو وہ اسے اس کی حدود و حجم سے بڑھائیں گے نہیں اسے صحیح اندازے پر محمول کریں گے اور اللہ کے اس فرمان کو یاد رکھیں گے جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ﴾

”اور آپس میں بھلائی کرنے کو (ایکدوسرے کی فضیلت اور بزرگی کو) فراموش نہ کرو۔“ (البقرہ:237)

اگر میاں بیوی دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی نقص و کمی بھی ہو تو صبر سے کام لیں کیونکہ صحیح مسلم میں نبی ﷺ نے فرمایا: لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ، أَوْ قَالَ غَيْرَهُ۔

”کوئی مومن مرد (شوہر) کسی مومن عورت (بیوی) سے بغض و نفرت نہ رکھیں اگر اس کی کوئی ایک چیز اسے ناپسند ہے تو کئی دوسری عادات و اخلاق اس کی مرضی کے بھی ہوتے ہیں۔“[1] (صحیح مسلم)

10) ظاہری حسن و جمال:

ایسے ہی شادی بیاہ کے سلسلے میں کوتاہ نظری اور خانگی مسائل و مشکلات کے اسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کوتاہ نظری سے ظاہری حسن و جمال کو ہی سب کچھ نہ قرار دے لے بلکہ مسلمان شخص کو چاہیئے کہ وہ مقاصدِ شریعت کو اصل بنیاد بنائے۔

امام عامر شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں ایک انتہائی بہترین واقعہ مروی ہے کہ: ”ایک آدمی نے آپ سے کہا میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ اس کے ایک پاؤں میں کچھ لنگڑاہٹ کا اثر ہے۔ کیا میں اسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیج کر اپنا حق مہر واپس لے لو۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم نے اس سے شادی اس غرض سے کی تھی کہ تم اسے روڑوں کے مقابلے میں دوڑاؤ گے اور شرطیں جیتو گے تو تو پھر اسے اس کے گھر والوں کی طرف لوٹا دو۔“

اسی طرح انہوں نے اسے مقاصد شریعت کو اصل بنیاد قرار دینے کی بات سمجھادی۔

بعض شوہر اپنی بیوی سے محض اس لئے بے رخی برتنے لگتے ہیں کہ کوئی دوسری عورت اس سے قد میں لمبی اور علم میں زیادہ ہے اور یہ چیز

---

[1] صحیح مسلم:1469۔

ہمیں ایک اور سبب کے بارے میں بات کرنے پر مجبور کر رہی ہے جو کہ میاں بیوی کے مابین اختلافات و انشقاق پیدا کرنے کا ایک اہم سبب اور شیطان کو اپنے مابین داخل کرنے والا بہت بڑا دروازہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بیویوں میں موازنہ کرنے کا دروازہ کھول دیا جائے اور وسواس برے خیالات کے گھیرے میں پھنسا جائے۔ جب بھی کسی عورت کا ذکر آئے اور پتہ چلے کے اس میں فلاں فلاں صفات اور اخلاق و عادات ہیں اور خانہ داری میں وہ ممتاز مقام رکھتی ہے۔ یہ باتیں سن کر یہ مسکین شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اس کا مقابلہ وموازنہ شروع کر دیتا اور حسرت سے آہیں بھرنے لگتا ہے اور دوسری طرف یہی معاملہ عورت کا بھی ہے اور یہ وہ سلسلہ ہے جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔

موازنے کا عجیب انداز:

جی اسی طرح جمال کے معاملے میں کوتاہ نظری سے کام لیا جاتا ہے خصوصاً آج کل جب لوگ بکثرت فلمیں، سیٹلائٹ چینلز، فتنہ بردوش عورتوں کی تصویروں پر مبنی فحش رسائل اور مجلات اور مردنما لوگوں کی تصویریں ہی دیکھتے ہیں جو کہ فتنوں کو قصداً پھیلا رہے ہیں۔ ان حالات میں کوئی آدمی اپنی بیوی پر راضی نہیں رہتا کیونکہ وہ تصویروں میں اس سے زیادہ حسین وجمیل عورتوں کو دیکھتا ہے۔ کیا اسے اس بات کا پتہ نہیں کہ ان تصویروں والی عورتوں سے بھی زیادہ حسن و جمال والی عورتیں موجود ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقابلے اور موازنے کا یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور پھر کیا اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی مومن و مسلمان شخص کے لئے یہ جائز ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ وہ اللہ کی ملکیت ہے، اس کی جنت کو پانے کی رغبت رکھتا ہے، اس کی نارِ جہنم سے ڈرتا ہے۔ کیا اس کے لئے یہ روا ہے کہ وہ اپنی نیک و پاک باز اور مومن بیوی پر اس عورت کو ترجیح دے جسے اس نے ٹیلی ویژن یا کسی رسالے میں دیکھا ہے اور وہ کافر یا فاسق عورت ہے؟ اس کی اس حرکت سے اسے حسرتِ نگاہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

11) یہ باب الشرّ ؟:

ان سیٹلائٹ چینلوں اور مجلات و رسائل نے جو کہ مکمل بناؤ سنگھار کے ساتھ مرد و زن کی تصویریں نشر کر رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے لئے بہت بڑے شر کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ آیئے اب شادی کے لیے خصوصیات و امتیازات بھی سیٹلائٹ چینلوں سے لیے جانے لگے ہیں۔ مرد عورت کی صفات پر راضی نہیں ہوتا اگر کہیں اسے کوئی ایسی لڑکی مل ہی جائے جو اس کے لیے مناسب ہو تو اسے قبول کر لیتا ہے اور پھر کسی دوسرے کی تصویر دیکھ لیتا ہے اور پہلی کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح تو وہ کبھی بھی چشم سیر نہیں ہوگا وہ ملک بھر کی عورتوں سے شادی کر لے۔ اسی سے تعالیٰ کے اس ارشاد کی عظیم حکمت سامنے آتی جس میں اس نے فرمایا ہے: ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ﴾

"مومن مردوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔" (النور:30-31)

رنگین خوابوں کے دلآویز محل:

ایسے ہی اس عورت کو بھی کہا جائے گا جو کہ اپنی زندگی کی بنیاد رنگین گلابی خوابوں پر رکھتی ہے جو اس نے فلموں اور ڈرامہ سیریز سے حاصل کیے ہوتے ہیں اور وہ زندگی کے اصل حقائق سے دو چار ہوتی ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ اس دولہن نے جتنے بھی خواب دیکھیں جو کہ فلموں اور ڈراموں کی دین تھے وہ سب چکنا چور ہو گئے ہیں دولہا بھی جلد ہی سمجھ لیتا ہے کہ یہ خوابوں کے محل صرف ڈرامے اور خیالات ہی تھے حقائق نہیں یہ محض تصویر ہی اور خیالی پلاؤ تھے یہ سب ان گھٹیا و فاسق لوگوں کے افکار کی تلچھٹ ہیں جنہیں آج فنکار کہا جاتا ہے۔

یہ فلمیں، ڈرامے اور فضائی اسٹیشن جو جو مذاکرات و مواد نشر کر رہے ہیں ان کا اثر شہوانی جذبات کو انگیخت کرنے تک ہی نہیں رہتا بلکہ انہوں نے لوگوں کے اخلاق کو برباد کر کے رکھ دیے ہیں، گھروں کے اندر کے معاملات میں بگاڑ پیدا کر دیا ہے اور ان چیزوں نے ناظرین کی نگاہوں میں خاندانی معاملات اور میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں انتہائی غلط نظریات بٹھا دیئے ہے اور پیمانوں کو ہی الٹ کر رکھ دیا ہے۔ برائی کو نیکی دیا ہے اور نیکی کو برائی کا رنگ دے دیا ہے اور گھروں میں طرح طرح کے مسائل و مشکلات کے دروازے کھول دیئے ہیں جو کہ اس سے قبل کبھی بھی موجود نہ تھے۔

حرام فعل:

یہ ذرائع ابلاغ جو "خدمات" سرانجام دے رہے ہیں یہ وہ "تخبیب" یا بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکا کر ان میں علیحدگی کروانے کی خصلتِ بد ہے جسے نے نبی اکرم ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس حرام فساد کاری اور عورت کو بھڑکانے اور ان میں علیٰحدگی کروانے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ آزادیٔ نسواں کے نام سے بعض مفاد پرست لوگ یہ نعرے لگا رہے ہیں کہ عورت کے حقوق سلب کیے گئے ہیں، اسے مرد کی سرپرستی سے نکل کر آزاد ہو جانا چاہیے، اس کی آزادی چھنی ہوئی ہے، اس کی تمام صلاحیتں برباد ہو رہی ہیں۔ اس قسم کے باغیانہ نعروں کے ذریعے عورت کو اپنے گھر اور معاشرے کے خلاف سرکشی کرنے پر اکسایا جا رہا ہے اور انہیں دعوت دی جا رہی ہے کہ وہ اپنا تسلط و قبضہ جمائے اور اپنے فطرتی واجبات کو چھوڑ کر سڑک پر نکل آئیں اور گلی کوچے، سڑک بازار اور دفتروں بلکہ جگہ جگہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کریں۔

آزادیٔ نسواں اور مساوات کے جھانسے:

وہ خاتون جو کہ معزز و مکرم اور چادر و چار دیواری کے درمیان ہیرے کی طرح محفوظ ہو، جس کے نان ونفقہ کی ضمانت اور اس کی تمام ضروریات کو مہیا کرنے کی ذمہ داری مردوں کے سر تھی وہ مرد و زن کے مابین مساوات کے جھانسے میں آ کر خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی ہی شقاوت و بدبختی کا انتظام کر رہی ہے۔ اپنے گرنے کے لیے اپنے ہی ہاتھوں کنواں کھود رہی ہے۔ کیا یہ عدل وانصاف کی بات ہو سکتی ہے؟ اور کیا یہ مساوات ہے کہ عورت بھی مردوالی ذمہ داریاں نبھائے؟ اور مرد و عورت کے مابین قدرتی وفطرتی جسمانی (فیزیکل) فرقوں کو بھی بھلا دیا جاتا ہے، ان کی صلاحیتوں اور امکانیات کو بھی نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہ لوگ جو آزادیٔ نسواں کے نعرے لگا رہے ہیں یہ اخلاقی اناری، قدروں کے کال اور معاشرے کے تمام تکوینی پیمانوں کو بدل کر رکھ دینا چاہتے ہیں اللہ تعالی نے سچ ہی فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا

تُفۡسِدُوا فِي الۡأَرۡضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُونَ أَلَا إِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشۡعُرُونَ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار رہو! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔“ (البقرہ: 11-12)

شرعی تسلط واقتدار کا ناجائز استعمال:

مسلمانو! خانگی مسائل ومشکلات کے اسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ شوہر اپنے ”شرعی تسلط“ کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا نہیں کرتے یا اس کے استعمال کرنے میں بے راہ روی کرتے اور ظلم وجور پر اتر آتے ہیں یا پھر عورت اپنے شوہر سے حق تسلط چھیننے پر اتر آتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ”قوامہ“ کا معنیٰ جابرانہ تسلط وظلم اور جور وستم نہیں بلکہ یہ تو محض نگرانی، تحفظ اور مشترکہ مفاداتِ باہم پہنچانے کا نام ہے۔

حقوق الزوجین:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی دونوں کے فرائض وواجبات کو بہت ہی عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثۡلُ الَّذِي عَلَيۡهِنَّ بِالۡمَعۡرُوفِ﴾

”عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے۔“ (البقرہ: 228)

اللہ آپ کا نگہبان ہو! ان مختصر سے کلمات کو دیکھیں اور ان کے معنیٰ ومفہوم پر ذرا غور کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے دستور کے مطابق جس کا معنیٰ یہ ہے کہ حقوق کا مطالبہ، انانیت وخودغرضی اور اپنے حساب کتاب کو سیدھا کرنے کی صورت میں نہ ہو کہ تم محاسبہ کرنے والے بن جاؤ بلکہ یہ زندگی کی شراکت و پارٹنرشپ ہے کوئی بزنس یا پارٹنرشپ تو نہیں کہ باریک جمع وتفریق پر اتر آؤ، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَانٍ﴾

”پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“ (البقرہ: 229)

اپنے نکاح میں رکھنا تو دستور کے ساتھ اور بطریق شائستہ ہے ہی لیکن اگر چھوڑنے کی نوبت بھی آجائے تو بھی بھلائی کے ساتھ ہی ہوگا۔ گھروں کی اصلاح کے لیے اس سے بہتر ہدایات ورہنمائی کہیں مل سکتی ہے؟

اہل قلم کی ذمہ داری:

کیا اہل قلم کے لئے اولیٰ و بہتر یہ نہیں اور معاشرتی اصلاح کے دعویداروں کے لئے یہی ٹھیک نہیں کہ وہ ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں؟ اور مسلمانوں کے گھروں میں نورِ نبوّت اور مشکاۃِ شریعت کے ذریعے سعادت وخوشی لانے میں کوشاں رہیں؟ کرنے کا کام تو یہ ہے نہ کہ وہ عورت کے حجاب و پردے پر حملہ کرتے پھریں، گھروں کو زنگ لگاتے رہیں اور عورتوں کو اس دھوکے میں مبتلا کرنے میں لگے رہے کہ وہ جس چادر اور چار دیواری میں معزز و محفوظ ہیں یہ ایک مسئلہ ہے اور اس کا حل واجب ہے، یہ خطا ہے اور اس کی اصلاح کرنا اور اس میں

تبدیلی یا (بے پردگی) لانا واجب سمجھ رہے ہیں. ان کی ایسی دعوتوں کی انتہاء اور ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ عورتوں کو سرکش کر دیا جائے اور وہ بے قابو ہو کر معاشرے میں افراتفری پیدا کر دیں، پورے معاشرے کو ایسے لوگوں کے شر سے بچانے کے لیے انہیں لگام دینا ایک شرعی و دینی فریضہ ہے.

سعادت کی ضمانت:

اے مومن مرد اور عورتو! گھروں کی سعادت وخوشی کی ضمانت صرف دین صحیح اور اخلاق عالیہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی لغزشوں کو معاف کرنے، ادب و مروّت کے ساتھ اپنے حقوق وواجبات کو ادا کرنے اور ہر کام پر اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھنے میں ہے. اگر ہم ایسا کرنے لگے تو سعادت وخوشی کی خوشبودار ہوائیں چلنے لگیں گی اور وہ تمام ہی خاندانوں کو شامل ہونگی اور سارے معاشرے کو احترامِ متبادل پیار ومحبت کے عمدہ تعلقات میں مربوط کر دیں گی۔

احترامِ متبادل:

عورت کا فرض ہے کہ وہ صرف اپنے شوہر کی آنکھوں کا تارا ہی رہے اور اس کے لئے ایک اچھی بیوی ثابت ہو اسی طرح مرد پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی سے حسنِ معاشرت کا معاملہ کرے اور یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہیے بکثرت خلاف ورزیاں سینوں میں کینہ پیدا کرتیں اور دلوں کو غصے سے بھڑکاتی ہیں، خانگی زندگی صرف باہمی اتفاق وموافقت سے طویل ہوتی ہے اور قناعت شعاری ہی صحبت میں طول کا باعث بنتی ہے اور حسن معاشرت، حسنِ اطاعت وفرماں برداری کا نتیجہ ہوتی ہے. جو شخص دوسرے کا دل وجان سے بھرپور احترام کرے گا وہ دوسروں سے بھی محبت وعزت ہی پائے گا اور جو اللہ کو پکارے گا وہ اسے مایوس کر کے امیدوں پر پانی نہیں پھیرے گا۔

کریمانہ روحانی تعلق:

میاں بیوی کے باہمی تعلقات کوئی صرف دنیاوی ومادی تعلق ہی نہیں اور نہ ہی یہ محض اپنی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ ہے بلکہ اس سے بہت آگے یہ ایک کریمانہ روحانی تعلق ہے اور جب یہ اصلاح پالے اور اس میں نیکی اور صدق وسچائی آجائے تو اس کا علاقہ آخری زندگی سے بھی جڑ جاتا ہے. ارشاد باری تعالی ہے: ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ [23] سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

"ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جا

ئیں گے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکو کار ہوں گے، ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے [23] کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا." (الرعد: 23-24)

کتنے ہی ایسے خاندان وقبیلے ہیں جو اللہ کے پردے میں رہے زندہ رہے تو معزز ومکرم اور مرے تو معزز ومکرم۔

وصل اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

آزارِ مسلم کی حرمت و مذمت اور خوش کلامی کا حسنِ انجام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

4/7/1425ھ، 20/8/2004

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی ناراضگی کے اسباب سے بچ کر رہو کیونکہ اسی کی ذات کے سوا نہ کوئی ملجا و ماوی ہے اور نہ ہی کوئی سبیل نجات، نہ کوئی نجات دہندہ، اسی کی طرف توجہ اور رجوع کرو اور اسی پر توکل اور بھروسہ کرو اور صرف اسی کے لیے اپنے تمام اعمال کو خالص سرانجام دو، اسی طرح ہی دنیا و آخرت میں آپ لوگوں کا انجام اچھا ہوگا۔

حصولِ خوشنودی کا ذریعہ اتباعِ سلف:

مسلمانو! اس امت کے سلف صالحین اور اس کے بہترین لوگوں کی راہ پر چلنا ہی اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ ہے اور اس کی مخلوقات میں سے برگزیدہ لوگوں اور اس کے منتخب اولیاء کرام کے ساتھ عزوشرف کے مقام کو پانے کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ اللہ تعالی نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السلام کے منہاج پر چلنے اور انہیں اللہ نے جو راہِ ہدایت فرمائی تھی اسی راہ پر ان کی اقتدا کرنے اور ان سے ان کی اس نے جن بینات اور راہِ ہدایت سے عزت افزائی کی تھی اسی کی پیروی کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾

"یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔" (الأنعام:90)

یکے از أوصافِ اہل ایمان عدم آزار مسلم:

اہل ایمان میں سے برگزیدہ لوگ جن صفات عالیہ سے مزین رہے ہیں ان میں سے ایک بہترین صفت یہ ہے کہ وہ اپنے ہر معاملے میں احسان و خلوص للہ کی راہ اختیار کرنے کے خواہاں رہا کرتے تھے اور اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو کسی بھی قسم کی اور کسی بھی رنگ و انداز سے کوئی تکلیف و اذیت پہنچانے سے بہت بچا کرتے اور اس گڑھے میں گرنے سے گریز کیا کرتے تھے۔ انہیں اس روش پر چلنے کی ترغیب و آمادگی وہ بلند ادب اور اعلی اخلاق دیتا ہے جس پر ان کے رب تعالی نے ان کی تربیت کی ہوئی ہے کیونکہ اس نے انہیں یہ بتا رہا ہے کہ مومنوں کے مابین جو رشتہ ہے وہ دینی اخوت اور ایمانی بھائی چارگی کا رشتہ ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

"بیشک سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات:10)

اخوت و بھائی چارگی کا معنی ہے کہ ایک دوسرے پر ترس کھانا، باہم پیار محبت سے رہنا، ایکدوسرے پر توجہ دینا اور باہمی حقوق کی ادائیگی کرنا۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے،

اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے،اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔''[1]

مفہومِ اخوت کی وسعت:

بھائی چارگی کے معنی ومفاہیم میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کو اذیت پہنچانے سے باز رہے اور حقیقی مسلمان تو ہوتا ہی وہ ہے جس کا اسلام اس حد تک مکمل ہو کہ وہ لوگوں کو اپنے ہاتھ، زبان اور انہی کی ضمن میں آنے والی ہر تکلیف سے بچائے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ.

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کردہ امور سے باز آجائے۔''[2] (صحیح بخاری)

دست وزبان سے ایذاءرسانی:

زبان اور ہاتھ سے پہنچائی جانے والی اذیتوں کی کئی قسمیں اور کئی انداز و رنگ ہے جن کا شمار کرنا ہی ممکن نہیں۔ان میں سے بدترین قسم کی اذیت وہ ہے جس میں زبان اور ہاتھ دونوں ہی شامل ہوجاتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی مومن پر ایسی بری عادات واطوار کا الزام لگادے اور نہ صرف یہ کہ زبان سے بہتان طرازی کرے بلکہ اپنے دست و بازو سے اپنے اس بہتان کو مضبوط کرنے کے لئے جدو جہد بھی کرے تاکہ اذیت میں خوب استحکام وگہرائی اور شدت پیدا ہوجائے اور اسے دفع کرنا مشکل ہوجائے۔اس لئے انتہائی زجر و توبیخ پر مبنی سخت وعید اور زوردار دھمکی دی گئی ہے ہر اس آدمی کو جو کسی مومن کو اذیت پہنچائے اور اسے ان افعال وعادات کا الزام دے جو اس میں نہیں پائی جاتیں اور وہ وعید و دھمکی اس حدیث میں آئی ہے جو سنن ابی داؤد مسند احمد اور مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس طویل حدیث میں دیگر امور کے علاوہ یہ بھی آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ

...اور جس نے کسی مومن کو کسی ایسے فعل کا الزام دیا جو کہ اس میں نہیں اسے جہنمیوں کے زخموں سے بہنے والی پیپ اور خون کے کیچڑ میں قید کر دیا جائے گا اور وہ تب تک وہاں رہے گا جب تک کے اپنے کہے سے توبہ نہ کرلے اور اس شخص سے معافی نہ مانگ لے۔''[3] (ابوداوٗد، مسند احمد، مستدرک حاکم)

اللہ والو! اس حدیث میں وارد کلمہ "رَدْغَة" کی دال میں سکون بھی آتی ہے اور زبر بھی روا ہے اس کا معنی ہے اہل جہنم کے زخموں کی پیپ و

---

[1] صحیح بخاری:2442۔
[2] صحیح بخاری:10۔
[3] ابوداوٗد:3597۔

خون پر مشتمل کیچڑ اور وہ اس کیچڑ میں تب تک رہے گا جب تک کہ وہ اپنے لگائے ہوئے الزام سے نکل نہ جائے۔اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک وہ توبہ تائب ہو کر اور متعلقہ شخص سے معافی مانگ کر اپنے لگائے اس الزام سے بریٔ الذمہ نہ ہو جائے۔

اجتماعی و جماعتی ایذاء رسانی: سمر کیمپس کے خلاف بدزبانی:

جس طرح اذیت اکیلے اکیلے افراد کو پہنچتی ہے اسی طرح ہی لوگوں کے مجموعوں اور جماعتوں کو بھی یہ پہنچتی ہے البتہ مجموعے کو ایذا پہنچانا بہت ہی زیادہ اثر انگیز اور سخت نقصان دہ ہے کیونکہ اس کی زد میں بہت سارے لوگ آجاتے ہیں اور اذیت پہنچانے والا اور سب کا گنہگار ہو جاتا اور سب پر الزام لگاتا ہے۔اسی قسم کی ایذاء رسانی اور مجموعوں کو اذیت پہنچانے میں سے ہی یہ فعل بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ظالمانہ الزامات کے تیروں سے ان سمر کیمپوں اور گرمائی مرکزوں کی سرگرمیوں پر کھلا دھاوا بول دیا ہے جبکہ ملک کی بعض سرکاری تنظیموں نے عرصہ دراز سے یہ سلسلہ شروع کر رکھا ہے کہ وہ اللہ کی توفیق سے ایسے کیمپ اور مراکز قائم کرتے آرہے ہیں جن میں ایسے کام اور کھلی سرگرمیاں خالص دینی و اسلامی ہوتی ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے سعودی نوجوان طبقے اور دیگر ممالک سے آئے ہوئے لوگوں کی نوجوان نسلوں کو بہت ہی فائدہ پہنچتا ہے اور یہ مراکز و کیمپ ان کے لیے اپنے آپ کو راہِ حق میں مصروف رکھنے کے عوامل میں سے بہترین مقامات و ذرائع رہے ہیں۔

باطل پر اِصرار و خصومت:

اللہ کے بندو! دوسری اذیت رسانی کے اسباب میں سے ہی ایک بہت بڑا سبب لڑائی و خصومت میں جھگڑالو ہونا اور باطل پر مصِرّ ہو جانا بھی ہے یہی وجہ ہے کہ لڑائی میں باطل پر ہونے کے باوجود جھگڑالو شخص اللہ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اشخاص میں سے ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے: إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ۔[1]

اور جان بوجھ کر باطل پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا کرنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔چنانچہ مسند احمد، سنن ابو داؤد کی ایک حدیث میں جو کہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں جس میں ہی یہ الفاظ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وَمَنْ خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللهِ حَتَّى يَنْزِعَ عَنْهُ۔

”جس نے باطل پر جھگڑا کیا اور وہ جانتا بھی ہے کہ باطل پر ہے وہ تب تک اللہ کی ناراضگی میں مبتلا رہے گا جب تک اس سے باز نہ آجائے گا۔“[2]

(ابوداؤد، مسند احمد)

اس حدیث کے الفاظ "حتی ینزع" کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ کی ناراضگی میں اس وقت تک رہے گا جب تک کہ وہ اپنے اس فعل کو ترک نہ کر دے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: 2457۔

[2] ابوداؤد: 3597۔

بداخلاقی کے جواب میں خوش اخلاقی کا مظاہرہ:

اسی لیے بہت ضروری ہے کہ اگر کسی کے خلاف کوئی جہالت و نادانی کا رویہ برتے تو اسے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی انداز نہیں اپنانا چاہیے۔ اسی میں اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور اسی طرح ہی کسی ایسے معاملے میں واقع ہو جانے سے بچاؤ ہے جس کا انجام کسی ایسے مومن کے شایانِ شان نہیں جس کے بعض اوصاف جو نبی اکرم ﷺ نے بخاری، سنن ترمذی، ابن حبان، مسند احمد، مستدرک حاکم کی ایک صحیح سند والی حدیث میں گنوائے ہیں جو کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ۔

"مومن لعن طعن کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بازاری و شوقیانہ (گھٹیا) زبان استعمال کرنے والا نہیں ہوتا۔"[1] (ترمذی، مسند احمد)

اور بعض سلف صالحین امت نے فرمایا ہے کہ: "آپ کسی ایسے شخص کو جو تمہارے معاملے میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اسے اس سے بڑھ کر اور بہتر دوسری کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ آپ اس کے معاملے میں اللہ کی اطاعت کریں۔"

اگر آپ ایسا کریں گے تو اللہ کی طرف سے آپ جب تک اس روش پر قائم رہیں گے اللہ کی مدد و نصرت آپ کے شامل حال رہے گی اور جو شخص برائی کا بدلہ برائی سے اور ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیتا وہی اللہ کی معیت اور اس کی تائید و مدد پاتا ہے جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾

"سن رکھو! یقیناً سچے مومنوں کے دشمنوں کو خود اللہ تعالیٰ ہٹا دیتا ہے۔" (الحج: 38)

الزام تراشی و بہتان طرازی:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈریں اور اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی راہ اختیار کریں۔ انہی کی طرح احسان کو اپنائیں اور اذیت رسانی کی تمام شکلوں سے دور رہیں۔ ایسا کرنے سے آپ فوز و فلاح پانے اور نعمتوں والی جنت میں جانے والے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔" (الأحزاب: 58)

خوش کلامی یا پھر خاموشی:

اللہ کے بندو! صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ و أبو شریح رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ صرف اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"[2] (بخاری و مسلم)

---

[1] ترمذی: 1977۔

[2] صحیح بخاری: 6475۔

اس حدیث میں معاشرتی امن وسلامتی کے قواعد وضوابط مقرر کرنے اور سعادت وخوش حالی پر مبنی بہترین زندگی کی بنیادیں کھڑی کرنے کا سامان موجود ہے۔

بعض اہل علم نے اس سلسلے میں فرمایا ہے: ”جب کوئی شخص بولے تو اسے صرف اچھی باتیں زبان سے نکالنی چاہییے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی زبان کو شیریں کلامی وخوش بیانی کا عادی بنالے. آدمی کے دل میں جو کچھ ہے اپنے اس مافی الضمیر کو ادا کرنے کے لئے اور اپنے احساسات اور جذبات کی تعبیر کے لیے اچھا انداز اختیار کرنا بہت ہی بڑا ادب ہے جس پر اللہ تعالی نے تمام ادیان کے ماننے والوں سے عہد لے رکھا ہے۔

میثاق بنی اسرائیل کا لب لباب:

قرآن کریم میں واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے جو عہدو پیمان لیا تھا. اس عہدو میثاق کی حقیقت ولب لباب یہی حسنِ کلام ہی تھا. چنانچہ اس حسن مقالی اور دیگر امور پر مبنی میثاق کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ﴾

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہا کرنا.“ (البقرہ:83)

دوست ہو یا کہ دشمن:

اچھی اور پاکیزہ گفتگو دوست ودشمن سب کے ساتھ ہی اچھی ہوتی ہے اور اس کے ثمرات بہت ہی میٹھے ہیں. جب کوئی دوستوں کے ساتھ میٹھی گفتگو کرے گا تو ان کی محبت ومودت محفوظ رہیں گی. دوستی کو دوام ملے گا اور یہ چیز شیطان کی ان چالوں کو روکیں گی جن کے ذریعے ان کے تعلقات اور ناطوں کو کمزور کرنے کے درپے رہتا ہے. چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿ وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴾

”اور میرے بندوں سے کہہ دے وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو، بے شک شیطان ان کے درمیان جھگڑا ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے.“ (بنی اسرائیل:53)

جہاں تک دشمنوں کے ساتھ حسن کلام اور میٹھی گفتگو کا تعلق ہے تو اس سے ان کی دشمنی کی آگ ماند پڑتی ہے اس کی حدت وشدت میں کمی آتی ہے یا پھر کم ازکم یہ خوش کلامی اس دشمنی کو بڑھنے اور اس کے شراروں کو اٹھنے اور بکھرنے یا اسے پھیلنے سے روکتی ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾

”نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست.“

(حم السجدہ:34)

حسنِ تعبیر کی تربیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تمام مسلمانوں کو عمدہ پیرایۂ تعبیر اختیار کرنے کا عادی بنانے کے لیے حالات چاہے کچھ بھی ہو حسن اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔اس کے لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ۔

"قیامت کے دن میزان حسنات میں حسن اخلاق سے بھاری دوسرا کوئی عمل نہیں ہوگا اور اللہ فحش گوئی کرنے اور گالی گلوچ کرنے والے سے نفرت کرتا ہے۔"[1] (ترمذی)

اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو گالی گلوچ بک کر کسی کو کچھ دینے والے سے وہ شخص اچھا لگتا ہے جو سامنے والے کو چاہے محروم ہی رکھے مگر حسن ادب کے دائرے سے باہر نہ ہو۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:﴿ قَوْلٌ مَعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴾

"نرم بات کہنا اور معاف کردینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذارسانی ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔" (البقرہ:263)

خوبصورت کلام اور اچھی گفتگو ان اقسام و مظاہر فضیلت اور اخلاق عالیہ میں سے ہے جو کہ اس شخص کو اللہ کی رضا کا مستحق بنادیتی ہے اور اس کے مقدر میں دائمی نعمتوں والی جنت لکھ دی جاتی ہے۔لہذا اے اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] ترمذی:2002۔

صحتِ اہداف ومقاصد اور انہیں پانے کے صحیح وسائل وذرائع

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

8/7/1425ھ، 3/9/2004ء

سعادت مند!:

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور یہ بات ہمیشہ اپنے پیش نگاہ رکھو کہ تمہیں ایک دن اللہ کے سامنے جواب دہی کے لیے کھڑے ہونا ہے سعادت و خوش قسمت وہ شخص ہے جس نے جواب دہی کے لیے کھڑے ہونے کے اس موقع کے لیے اپنی بہترین زادِ راہ کی تیاری کر لی اور نیکی کی ہر وادی میں چلتے ہوئے اجر ثواب اکٹھا کر لیا اور ہر طریق خیر اور راہِ حق پر جادہ پیما ہو کر اس کی طرف بڑھتا گیا اور ہر قولِ حسن وعمل صالح کے ذریعے اس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈتا رہا اور اس سے اپنے ان اقوال و اعمال کی قبولیت مغفرت و بخشش، رضاء وخوشنودی کی امید وابستہ رکھیں۔

ایک غلط نظریہ:

مسلمانو! لوگوں کا ایک گروہ اس وقت غلطی کرتا ہے جب وہ اس ظن باطل وگمان میں مبتلا ہوتا ہے کہ اپنے مقصد کو پانے کے لئے اور ٹارگٹ تک پہنچنے کے لئے یہ اس کا حق ہے کہ وہ جس راہ پر چاہے چلے اور جو ذریعہ ووسیلہ چاہے اختیار کرے اور جو بھی طریقہ چاہیے اپنا لے جب کہ اغراض ومقاصد پاکیزہ ومقبول ہو اور مطلوبہ ہدف وٹارگٹ مشروع وجائز ہو اور مراد بھی بے غبار وصحیح ہو۔

صحتِ اہداف ومقاصد:

یہ ان کی عجیب غفلت یا پھر قبیح تغافل ہے کیونکہ حق بات تو یہ ہے کہ اَغراض کا صحیح ہونا، اہداف کا سالم ہونا اور مقاصد کا مبنی بر صحت وصواب ہونا اس مبارک شریعت میں اس بات کا بھی لازمی تقاضا کرتا ہے کہ ان اغراض ومقاصد اور اہداف تک پہنچانے کا طریقہ بھی ناقابل اعتراض ہو اور ان مطلوبہ امور کو پانے کا وسیلہ وذریعہ بھی جائز وشرعی ہو اور اچھے اَغراض ومقاصد کو ٹیڑھے ترچھے راستوں اور اوچھے والجھے ہوئے طریقوں سے حاصل نہ کیا جائے اور نہ ہی اپنے بلند مقاصد واہداف کو پانے کے لیے ممنوعہ وسائل کو اختیار کیے جائے۔

عبادت وقرب الٰہی خلوص للہ واتباع رسول:

ان تمام پاکیزہ اَغراض، بلند مقاصد اور اعلیٰ اہداف کی صف اول میں اللہ تعالی کی عبادت اور اس کے قرب کا حصول آتا ہے اور حقیقی مسلمان وہ ہے جو علی وجہ البصیرت اللہ کی عبادت کرے۔ اپنے ذہن وعبادت کو صرف اللہ تعالی کے لئے خالص کرے اور اس سے اس کی مراد صرف اللہ تعالی کی رضاء وخوشنودی ہو اور آخرت میں اللہ کی مخلوقات میں سے اس کے برگزیدہ بندوں اور اس کے اولیاء کا جنت میں پڑوس اسے مطلوب ہو، چنانچہ اخلاص عمل وعبادت کے سلسلے میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴾

"آپ کہہ دیجئے! کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کرلوں۔" (الزمر: 11)

اور تھوڑا ہی آگے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴾

"کہہ دیجئے! کہ میں تو خالص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔" (الزمر: 14)

بدعات سے اجتناب:

بندہ اپنے رب کی عبادت کرنے میں اس کے رسول ﷺ کا تابع فرمان ہونے، اس کے نقش قدم پر چلنے اور آپ ﷺ کے طریقوں کو اپنانے پر مجبور ہے تاکہ کہیں اس کی محنت و عمل اکارت اور جدو جہد رائیگاں نہ جائے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے نافرمانی و عدم اقتداء اور آپ ﷺ کی سنت وطریقہ کو چھوڑ کر بدعات سازی کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نیا عمل ایجاد کیا جو کہ دراصل اس میں سے نہیں تو اس کا وہ عمل مردود و نامقبول ہے۔"[1] (بخاری و مسلم) جبکہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

"جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ مردود و نامقبول ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

صحتِ وسیلہ و ذریعہ:

لہٰذا جس نے کسی ایسے عمل کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہا جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار نہیں دیا، اس کا وہ عمل باطل و مردود ہے جیسا کہ امام ابن رجب نے ایسے عمل کے بارے میں لکھا ہے اس کا وہ عمل باطل ہے اور وہ مردود (اسی کے منہ پر مار دیا جانے والا) ہے۔ ایسے شخص کا حال ان لوگوں جیسا ہے جن کی نماز یہ تھی کہ وہ بیت اللہ شریف کے پاس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں مارتے تھے۔ ان لوگوں کا عمل ان بدعات کے کتنا مشابہ ہے جن کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قطعاً حکم نہیں دیا نہ انہیں مشہور و روا قرار دیا ہے بلکہ شارع علیہ السلام نے جس عمل کو عبادت میں سے ذریعۂ قرب قرار دیا ہے وہ کسی بھی طرح مطلقاً اور غیر عبادت میں ذریعۂ قرب نہیں ہوسکتا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا: أَبُو إِسْرَائِيلَ، نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَلَا يَقْعُدَ، وَلَا يَسْتَظِلَّ، وَلَا يَتَكَلَّمَ، وَيَصُومَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو اس کے بارے میں استفسار فرمایا صحابہ کرام نے عرض کیا: حضرت ابو اسرائیل رضی اللہ عنہ یہ نظر مان رکھی ہے کہ وہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ سائے میں آئیں گے نہ گفتگو کریں گے اور روزے سے رہیں گے۔ نبی

---

[1] صحیح مسلم: 1718۔
[2] صحیح مسلم: 1718۔

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اسے حکم دے دو کے بات چیت کرے، سائے میں آجائیں اور بیٹھیں البتہ اپنا روزہ پورا کرلیں۔"[1] (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ نے اس کے قیام (کھڑے ہونے) اور سورج میں پڑے رہنے کو تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں قرار دیا کہ وہ ان سے متعلقہ اپنی نذر کو پورا کرسکیں حالانکہ دوسرے مواقع پر یہ قیام ایک عبادت ہے جیسے نماز میں قیام، اذان کے لیے قیام اور میدان عرفات میں دعا کرنے کے لیے قیام ہے۔ سورج میں نکلنا بھی احرام باندھے ہوئے شخص کے لئے قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے مگر آپ ﷺ نے اس صحابی کو منع فرمادیا۔ اس سے معلوم ہوا اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو ایک موقعے پر باعثِ تقرب ہے ضروری نہیں کہ وہ ہر موقع پر ہی حصولِ قرب کا ذریعہ ہو بلکہ اس کے باعثِ قرب ہونے کے لئے انہیں مواقع کو دیکھا جائے گا جن کا شریعت میں ذکر وارد ہوا ہے۔

مرد وزن کے تعلقات:

یہی معاملہ مرد وزن کے مابین تعلقات کا ہے جو فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہے لیکن شارع عزوجل اور نبی علیہ السلام نے تمام وسائل وتعلقات کو ناجائز قرار دیا ہے جیسے در پردہ پار آنے، دوسرے وہ تمام تعلقات جو نکاح کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں ان کے دائرے میں نہ کرنے والے تمام ناجائز تعلقات کو ناجائز قرار دیا ہے جیسا کہ اہل ایمان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ[5] إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ﴾

"جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں، یا ان (عورتوں) پر جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں تو بلاشبہ وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ پھر جو اس کے سوا تلاش کرے تو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔" (المؤمنون: 5-7)

حرام آمدنی کے ذرائع:

اسی طرح نے نیک اور نفع آور کاموں میں خرچ کرنے کے لیے مال کمانے کے سلسلے میں بھی یہ ہدایات موجود ہے کہ مال کمانے کے لئے حرام وسائل و ذرائع پر مبنی خبیث و ناپاک ذرائع آمدنی حرام ہے۔ اسی سے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی خرید وفروخت بھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ۔

اللہ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کردیا ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

ایسے ہی کتے کی قیمت اور زانی عورت کی وہ کمائی ہے جو وہ فحاشی وزنا کاری کروانے کے معاوضہ کے طور پر لیتی ہے۔ ایسے ہی کاہن وجادوگر کی فیس بھی ہے جو وہ کہانت کے معاوضے کی شکل میں وصول کرتا ہے۔ ان امور وذرائع سے مال کمانے کی واضح ممانعت صحیح بخاری ومسلم

[1] صحیح بخاری: 6704۔
[2] صحیح بخاری: 2236۔

میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آئی ہے۔

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حرام کیے گئے ذرائع آمدنی میں سے ہی سود بھی ہے جسے کھانے پر اللہ تعالی نے سخت وعید فرمائی ہے اور ایسے شخص کو وارننگ دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو، اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ، ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔" (البقرہ:278-279)

جبکہ صحیح مسلم میں ہے: عَنْ جَابِرٍ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ۔

نبی اکرم ﷺ نے سود کھانے، کھلانے، اسے لکھنے اور اس کی گواہی دینے والے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔"[۱] (صحیح مسلم)

حرام ذرائع روزگار و ناجائز ذرائع معاش میں سے ہر وہ ذریعۂ آمدنی و کمائی بھی ہے جو دھوکہ دہی پر مبنی ہو جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا، فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ، يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس ڈھیر میں داخل کر دیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں نے محسوس کیا کہ اندر سے غلہ گیلا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے غلے والے! یہ کیا بات ہے؟ اس شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اس پر آسمان سے بارش کی بوندے یا شبنم کا پانی پڑ گیا ہے۔ تب نبی کریم ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا کہ: "اس غلے کو اوپر کیوں نہ ڈال دیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں۔ جس نے دھوکہ دہی کی وہ مجھ سے نہیں۔"[۲] (صحیح مسلم)

ایسے ہی بعض دوسرے خبیث ذرائع آمدنی بھی ہے جو حرام وسائل و طریقوں پر مبنی ہے جن کا اہل علم کی کتب میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

---

[۱] صحیح مسلم:1598۔

[۲] صحیح مسلم:102۔

حرام چیز سے علاج:

دواء دارو اور علاج ومعالجہ کے سلسلے میں کسی حرام کردہ چیز کو حصول شفاء کا وسیلہ اور ذریعہ بنانے کی بھی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

إِنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدٍ الْجُعْفِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ أَوْ كَرِهَ أَنْ يَصْنَعَهَا، فَقَالَ: إِنَّمَا أَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ. فَقَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ، وَلَكِنَّهُ دَاءٌ۔

چنانچہ حضرت طارق بن شویب الجعفی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں منع فرمادیا یا آپ ﷺ نے شراب بنانے کو اچھا نہیں سمجھا۔ انہوں نے عرض کیا: میں علاج کے لئے بناتا ہوں اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یہ شراب دواء نہیں بلکہ یہ تو خود ایک بیماری ہے۔“[1] (صحیح مسلم)

شراب وغیرہ حرام چیزوں سے علاج معالجہ کرنے کے حرام کرنے کا باعث اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ”کسی چیز کا حرام قرار دیا جانا اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے اور اس سے بہر صورت دور رہا جائے اور اسے دواء و علاج کے طور پر اختیار کرنے میں اس کی ترغیب وآمادگی پیدا کرنا اور اسے حاصل کرنے پر توجہ دلانا پایا جاتا ہے جبکہ یہ چیز شارع کریم کے مقصود کے منافی ہے۔ اسی طرح شراب سے علاج کا مباح ہونا، اسے لذت وخواہش کے ساتھ پینے کا ایک ذریعہ بنتا ہے خصوصاً جب نفوس انسانیہ کا میلان بھی اس کی طرف ہو اور بالخصوص تب جب انہیں یہ بھی پتہ چل جائے کہ یہ ان کے امراض کو زائل کرنے والا اور ان کے لئے شفاء کا ذریعہ ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہ اس حرام دواء میں اتنی بیماری پائی جاتی ہے جو اس شفاء سے کہیں بڑھ کر ہیں جس کے وجود کا اس میں گمان کیا جاتا ہے اور کسی دوا سے شفاء کے حصول کی شرط یہ ہے کہ وہ دواء قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہو اور اس میں پائی جانے والی منفعت کا اعتقاد بھی موجود ہو اور اس بات کا اعتقاد بھی شامل ہوں کہ اس چیز میں اللہ نے کیا برکت شفاء ودیعت فرمائی ہے جبکہ یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ مسلمان کا شراب کے حرام ہونے کا اعتقاد ہی وہ چیز ہے جو اس کے اور اس کی منفعت و برکت کے اس کے بارے میں اس کے کوئی حسن ظن رکھنے کے اور اسے کوئی درجۂ قبول دینے کے مابین حائل ہو جاتا ہے بلکہ بندہ جتنا ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہو گا شراب سے وہ اتنی ہی زیادہ نفرت کرے گا اور اس کے بارے میں اتنا ہی زیادہ برا اعتقاد رکھے گا اور اس کی طبیعت میں یہ سب سے مکروہ ترین چیز ہو جائیں گی اگر وہ اس حالت میں اسے پیئے گا تو وہ اس کے لیے بیماری کا سبب بنے گا دواء نہیں۔“

مقاصد ووسائل میں چولی دامن کا ساتھ:

اللہ والو! یہ تمام امور اس بات پر واضح دلالت کرتے ہیں کہ صحیح مشروع اور جائز غرض وغایت کو پانے کے لیے صحیح ومشروع اور صرف جائز طریقہ ہی اختیار بھی واجب ہے اور ہمارے دین اسلام میں اَغراض ومقاصد اور ان کے ذرائع حصول یا وسائل دستیابی میں کوئی علیحدگی نہیں

---

[1] صحیح مسلم: 1984۔

ہے بلکہ ان کے مابین ایک مضبوط گہرا ربط و تعلق ہے جو ان دونوں کو مسلمان کے لئے اللہ تعالی سے اجر و ثواب پانے کا ذریعہ بنا دیتا ہے بشرطیکہ اس سے بندے کی مراد رضاء الٰہی کا حصول ہو مسلمان کی ساری کی ساری زندگی ہی اللہ تعالی کے لئے ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ[162] لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“ (الأنعام:162-163)

نصرت و دفاعِ دین:

اللہ کے بندو! اللہ کے کلمے کو بلند کرنا، اس کے دین اسلام کی مدد و نصرت کرنا اور اس کا دفاع کرنا ایک مومن کے لیے جلیل القدر مقصد و انتہائی باعثِ عزت و شرف غرض و غایت اور عالیشان ہدف ہے جس کے ذریعے وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتا ہے، اس کی رضاء و خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی کی محبت و نصرت پانے کا خواہاں ہوتا ہے لیکن اس صحیح مقصد کو پانے کے لیے کسی ایسے وسیلے کو اختیار کرنا بھی صحیح نہیں ہے جس سے اللہ نے منع فرمایا اور جس سے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہو جو کہ مشرکین اور ان ہی کے حکم میں شامل دوسرے لوگوں کے معبودانِ باطلہ کو گالی گلوچ کرنا اور برا بھلا کہنا ہے کیونکہ اس کا یقینی نتیجہ اور لازمی جواب یہ ہوگا کہ ایسا کرنے پر مشرکین اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے اور اس کی طرف نقص و کمی کو منسوب کریں گے جب کہ اللہ ہر قسم کے عیب و نقص سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں معمر سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”مسلمان کافروں کے بتوں کو گالیاں دیا کرتے تھے اور کفار دشمنی میں آ کر بلا علم اللہ تعالی کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

”اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔“ (الأنعام:108)

علامہ حافظ ابن کثیر نے اس نہی و ممانعت کو اس قاعدے میں شمار فرمایا ہے جس کی رو سے: ”کسی بہت بڑے فساد و نقصان سے بچنے کے لیے کسی مصلحت و مفاد کو ترک کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

اَخلاق نبوی میں رفق ونرمی:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَهْطًا مِنَ الْيَهُودِ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكُمْ"، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کچھ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہا: »السّام عليك« "تم پر موت و ہلاکت آئے"، نبی اکرم ﷺ نے جواب میں فرمایا: (علیکم) عائشہ نے (اس پر دو لفظ بڑھا کر) کہا (بل علیکم السام واللعنۃ) "بلکہ تم پر ہلاکت اور لعنت ہو"۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یوں کہا: عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ. قَالَ: "مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ" قَالَتْ: أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا ! قَالَ: "أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قُلْتُ. رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ. وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ"

"اس پر عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (علیکم. ولعنکم اللہ. وغضب اللہ علیکم) کہ تم پر بھی موت آئے اور اللہ کی تم پر لعنت ہو اور اس کا غضب تم پر نازل ہو۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا، (ٹھہرو) عائشہ! تمہیں نرم خوئی اختیار کرنے چاہیے سختی اور بدزبانی سے بچنا چاہیئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے ان کی بات نہیں سنی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے انہیں میرا جواب نہیں سنا، میں نے ان کی بات انہیں پر لوٹادی اور ان کے حق میں میری بددعا قبول ہو جائے گی۔ لیکن میرے حق میں ان کی بددعا قبول ہی نہ ہوگی۔"[1] (صحیح بخاری)

"السام" عربی میں موت کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "السام" کا معنی ہے اکتاہٹ یعنی یہ کہ تم اپنے دین سے اکتا جاؤ۔

صحیح مسلم میں حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ"

"اللہ نرم ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور وہ جتنا کچھ نرمی پر دیتا ہے اتنا تشدد اور سختی پر نہیں دیتا۔"[2] (صحیح مسلم)

اس کا معنی یہ ہے کہ رفق و نرمی کے ساتھ ساتھ جتنے امور بخیر و خوبی سرانجام پاتے اور اچھے و قابل تعریف نتائج لاتے ہیں تشدد و سختی سے ایسے نتائج رونما نہیں ہوتے۔

صحیح مسلم میں ہیں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ، يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ"

"جو رفق (نرمی) سے محروم کردیا جاتا ہے وہ تمام خیر سے محروم کردیا جاتا ہے"۔[3] (صحیح مسلم)

الجھے اُمور میں سلجھاؤ:

اللہ کے بندو! خبردار رہو اور اللہ سے ڈر جاؤ اور اسی قانون و نظام الٰہی کے مطابق عمل کرتے رہو اور اپنے تمام حالات میں انہی نبوی ہدایات و طریقہ کو لازم پکڑے رہو تمہارے تمام امور سنور سلجھ جائیں گے، تم اپنے اغراض و مقاصد اور اہداف وٹارگٹس کو پالو گے اور تمہیں اپنے رب کی

---

[1] صحیح بخاری: 6030۔
[2] صحیح مسلم: 2593۔
[3] صحیح مسلم: 2592۔

رضاوخوشنودی سے حظ وافر حاصل ہوگا۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

فکری امن: ضرورت، ثمرات، خلل کے اسباب

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

3/8/1425ھ، 17/9/2004ء

اللہ کے بندو! میں اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ اس تقوی کی بدولت ہی انسانی نفوس ہدایت پاتے ہیں اور اس سے اعراض وروگردانی دین و دنیا اور آخرت کی ہلاکتوں کا سبب ہے ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔" (الأنفال:29)

باعثِ فخر واعتزاز:

مسلمانو! امتوں کی ترقی اور ان کے فخر و اعتزاز کا عنوان، ان کے امن و امان کا باعث اور ان کے سکون و استقرار کا سبب ان کے افراد کی عقلی سلامتی اور ان کے افکار ونظریات کی طہارت و پاکیزگی ہے اور مطلوبہ تمام امور ان ہی کی مرہون منت ہیں۔ اسی طرح ان کا اپنی اصل ونسل سے مضبوط ربط وتعلق، ان کی تہذیب وتمدن کے ثوابت و امتیازات اور اصول وقواعد سے قریبی واسطہ اور عقائدی وفکری نیز ثقافتی و اخلاقی قدروں سے گہرے رشتے میں یہ سب چیزیں پنہاں ہیں۔

یکے از محاسن شریعت:

ہماری روشن شریعت اسلامیہ کے محاسن میں سے ہی ایک چیز یہ بھی ہیکہ یہ عقول و افکار کا تحفظ کرتی ہے اور اسے اس نے ان پانچ ضروریات اساسیہ میں سے ایک ہونے کا درجہ دے رکھا ہے جنھیں لوگوں کے معاشی امور اور آخرت سے متعلقہ معاملات میں بندوں کو ان کے مفادات بہم پہنچانے کے لیے اپنا ایک مقصد قرار دیا ہوا ہے۔ اسی طرح ہی دین اسلام نے پوری امت اس کے معاشروں اور افراد کے لیے امن و امان کے تحفظ کو بھی ایک بنیادی ضرورت اور ایک اہم مقصد قرار دے رکھا ہے۔

ہر قوم کا مطلوبہ امن:

اگرچہ اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے امن و امان تو ہر قوم کی مطلوبہ چیز ہے کیونکہ یہی تو استقرار کا بنیادی و مرکزی نقطہ، سکون و اطمینان کی اساس و بنیاد ہے۔ لیکن اس امن کی اقسام میں سے ایک قسم بہت اہم ہے اور اس کا مقام وہی ہے جو جسم میں سر کو حاصل ہے کیوکہ اس کا امت کے تشخص اور اس کی تہذیبی پہچان کے ساتھ گہرا صلہ وتعلق ہے اور اس کے بغیر کسی قوم کو کوئی چارہ ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بغیر زندگی کی کوئی قدر و قیمت رہ جاتی ہے۔ وہ امن و امان کا لب لباب اور بڑا مرکزی نکتہ ہے اور اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے وہ ہے: "فکری امن"۔

امن کیلئے اہتمامِ شریعت:

مسلمانو! جب بھی لوگ اپنے اصول وقواعد پر مطمئن ہو جائیں۔ اپنے اخلاقی قدروں اور مبادیات، نیک خصال کے سلسلے میں پر امن ہو گئے تو سمجھ لے کے ان کے معاشرے میں اعلی صورت، واضح انداز اور بہترین اغراض ومقاصد کو پورا کرنے والا امن وامان قائم وحاصل ہو گیا اور اگر ان کے افکار ونظریات میں درآمدہ مغربی افکار ومنحرف نظریات اور فرنگی ثقافت وکلچر کی گندگیوں داخل ہو گئے تو ان کے ملکوں پر خوف و ہراس نے تسلط جما لیا، ان کے دلوں میں ہوئے وہ معنوی خوف بھی ڈیرے ڈال بیٹھا جو کسی قوم کے ڈھانچے کے لئے ہی زبردست خطرے کا الارم اور اس کی بقاء کے لیے ضروری اصولوں کو مسمار کرنے والا ہے۔ اسی لئے ہماری تابناک شریعت اسلامیہ نے پوری امت، اس کے تمام طبقات ومعاشروں اور افراد کو فکر امن مہیا کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے اور یہ اس معاملے میں دیگر تمام اقوام سے سبقت لے گئی ہے کیونکہ اس نے کئی ایسے وسائل بروئے کار لائے جنہوں نے فکری امن لوگوں کو تحفظ دینے میں بڑا رول ادا کیا ہے اور اسے تمام فکری ڈاکوؤں ثقافتی دلالوں اور گلوبلائزیشن کے ان تمام چور دروازوں پر خوب کڑا پہرا بٹھا کر اپنے افراد کے فکری امن کو بچا لیا ہے جو کہ اس کے مبادیات اصولوں کو ہلا کر رکھ دینے والے، اخلاقی اقدار کی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے والے اور اس کے ثواب وامتیازات کے لیے نقصان دہ تھے۔

شریعت میں فکری امن کا مفہوم:

برادران ایمان! ہماری اس امت اسلامیہ کے نزدیک فکری امن وامان کا معنی یہ ہے کہ اہل اسلام اپنے معاشرے میں پورے سکون و اطمینان سے زندگی گذارے اور انہیں اپنی شخصیت، اپنی ثقافت کے امتیاز اور کتاب وسنت کے اپنے ماخوذ افکار پر کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس نہ کرے اور اس کی یہ اہمیت اس لئے اس کی بنیادیں امت کے عقیدہ اور اس کے مسلمہ اصولوں سے اخذ کی جاتی ہیں، اس کے تشخص کی باقاعدہ حد بندی ہوتی ہے، اس کی ذات کا وجود متحقق ہوتا ہے اور اس کے امتیازات وخصائص کا خیال رکھا جاتا ہے اور یہ سب کچھ فکر ومنہج، کردار وشرف اور غرض وغایت کے مابین وحدت واتحاد پیدا کرنے کے نتیجے میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ اسی طرح ہی یہی چیز اللہ کے فضل و کرم سے امت کی بقا کا بھید، اس کی ترقی کا باعث، تعمیر کا راستہ، عطاء وایجادات کا ایک عامل، خوشحالی کا قاعدہ اور خاتمہ وفنا سے بچاؤ کی اللہ کے فضل سے ضمانت ہے۔

فکری امن کے وجود کی علامت:

جب اہل اسلام اپنے مبادیات واصول، اپنے اخلاق واقدار، اپنے روشن فکر اور ممتاز ثقافت کو کلچر پر مطمئن ہو جائے اور وہ اس پر مغربی مما لک سے درآمد کردہ مبادیات وقواعد کی گندگی سے محفوظ ہونے کا یقین کریں۔ درآمدہ فکری انحرافات کی ہلاکتوں سے پر امن ہو جائے اور اپنے ثوابت وامتیازات میں سے کسی بھی چیز سے دستبردار ہونے کو تیار نہ ہوں اور اس پر کسی سودے بازی پر راضی نہ ہوں اور اس کے تحفظ و تعمیر اور اصلاح وترمیم کے عمل میں لگ جائیں تو سمجھ لیں کہ ان کے لئے فکری امن مہیا ہو گیا کیونکہ چیزوں کے وجود کا پتہ تو ان کی ضد سے ہی

چلتا ہے۔

فکری بدامنی کے نتائج:

اور جب ان کے مبادیات واصول اور ضوابط وامتیازات میں سودے بازی ہونے لگی مختلف مذاکرات ڈائیلاگز میں امت کے مسائل و مسلمات پر بحث ومراجعہ، نقد وتبصرہ اور مناقشہ ومناظرہ ہونے لگا۔ قلمیں چلنے اور لکھنے لگیں اور ذرائع ابلاغ ووسائل نشر واشاعت سے انقلاب کی آوازیں اٹھنے لگیں اور امت کے پورے ڈھانچے، معاشرے کے جسم اور نسلوں کے دلوں میں اس کا مقام ومرتبہ اصل جگہ سے کم ہونے لگا تو ایسے میں معنوی خوف وہراس در آتا ہے اور امت کے فکری امن میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور یہ کوئی عام سی بات نہیں بلکہ صحیح فکر، شرعی تعلیم وثقافت اور اسلام کے اصل مبادیات واصولوں کے بارے میں خوف پیدا ہو جانا محض نفوس واجسام اور مادی اشیاء پر خوفزدہ ہونے سے کہیں زیادہ شدید وسخت ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ فکری امن میں خلل ہی اجتماعی ومعاشرتی اور سلوک وکردار میں خلل کا راستہ ہموار کرتا ہے۔ امت مسلمہ کے بعد گروہ تشدد ودہشت گردی، قتل وخون، خوف وہراس پھیلانے، تباہی مچانے اور دھماکے کرنے کی راہ پر تبھی چڑھے جب ان کے افکار بکھر گئے اور ان کا برین واشنگ ہو گیا اور انہیں ان کے ہر طرح کے ارادوں کو زیرِ عمل لانے کو درست باور کروا دیا گیا اور اس کا اصل سبب ان کا فکری بیلنس اور ثقافتی وعلمی معیار ومقدار ہے جس کی کمی نے انہیں مجرمانہ افعال کا ارتکاب کرنے اور دشمنانہ چالیں چلنے پر لگا دیا۔

یاد دہانی کی ضرورت:

لہٰذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ امن فکری کے مسئلہ کو ذہنوں میں تازہ کیا جائے خصوصاً موجودہ دور میں جس میں اعتدال ووسطیت والے منہج سے روگردانی کی ہوا چل پڑی ہے اور اسباب انحراف ووسائل انحطاط وانحلال بکثرت ہو گئے ہیں اور خاص طور پر اس مشکل دور خطرناک موڑ پر جس سے ہماری امت ومعاشرے گزر رہے ہیں اور ان حالات میں جب کہ ہماری نوجوان نسل، نوعمر لوگوں اور نوجوانوں کو دھوکے میں مبتلا کیا جا رہا ہے یہ چیز امت کے تمام طبقات اور معاشرے کے ہر طبقے کے افراد پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ امت مسلمہ کے فکری امن کا تحفظ کریں بلکہ عالمی سطح پر فکری امن کا تحفظ ہونا چاہیئے تاکہ عالمی صہیونی طاقتیں فلسطین میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کے لیے جو کارروائیاں کر رہے ہیں ان کی راہ روکی جا سکے اور دجلہ وفرات کی وادی عراق میں حالات بہت ہی خراب ہو چکے ہیں۔ یہ سب اس منحرف فکر کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کی قوتوں کو خاتمہ کا اپنا مقصد بنا چکی ہے اور ان کا نام ونشان مٹا دینے کے درپے ہے۔ اے اللہ ہم سب پر رحم فرما ہمیں تیری نظرِ رحم وکرم کی ضرورت ہے۔

فکری امن میں خلل کے عوامل:

اے مسلم امہ! امت کے فکری امن کی اصل حالت پر غور وفکر کرنے والے شخص کو اس وقت سخت تشویش ودہشت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایسے بے شمار اسباب وعوامل ہیں جو اس کی عمارت کو زمین بوس کرنے، اس کے ستونوں کو گرانے اور امت کے سفینہ کو طغیانی بردوش تیز وتند لہروں کے وسط میں غرق کرنے کے درپے ہیں۔

1)اسی طرح زبردست فکری یلغار کے تیز رو سیلابی دھارے اور اعلانیہ ثقافتی چیلنج اس ناؤ کو سمندر میں غرق کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

2)فکری امن کی لٹیا ڈبونے میں کارفرما اسباب وعوامل میں سے سب سے خطرناک عمل خود افراد امت کا اپنے عقیدہ اور نفاذ شریعت میں کوتاہی برتنا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ﴾ "اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔" (الأعراف:96)

اور امن وامان کے حصول سے بڑی برکت اور کون سی ہو سکتی ہے؟۔

3) اسی طرح فکری امن کی ناؤ کو بحرِ مواج میں غرقاب کرنے کا دوسرا اہم سبب دعوت وارشاد اور محکمہ احتساب کے معاملات میں تساہل وسستی اور لاپرواہی برتنا ہے حالانکہ یہ دونوں امن فکری کی ضمانت ہے۔

4)ایسے ہی فکری بدامنی کے خلل کی ایک چوتھی وجہ لوگوں کا علمائے شریعت کی طرف رجوع نہ کرنا بھی ہے خاص طور پر نت نئے پیش آمدہ مسائل کا حکم معلوم کرنے کے بارے میں ان سے مشورہ فتوی لینے میں سستی برتنا اور نت نئے پیش آمدہ مسائل بھی جو انتہائی فہم وفراست باریک بینی اور صحیح استنباط کے متقاضی ہوتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ معروف علماء کی طرف رجوع کرنے کو ترک کرکے نیم پڑھے لکھے نیم ملاؤں کی طرف رجوع کیا جاتا اور ان کی رائے پر عمل کیا جاتا ہے جو کہ بے جا طور پر امور شریعت میں حلال وحرام کے فتوے صادر کئے چلے جارہے ہیں حالانکہ وہ اس کے قطعاً اہل نہیں ہے۔

5)اس فکری امن میں خلل پیدا کرنے کا ایک سبب تعلیم وتربیت کے پہلو پر بھرپور توجہ نہ دینا بھی ہے۔اسی طرح خاندانوں اور نصاب تعلیم میں خلل بھی فکری امن میں خلل پر منتج ہوتے ہیں۔یوں شرعی علوم کا دائرہ تنگ کرکے دوسرے علوم کے ساتھ ان کی آویزش پیدا کر دی جاتی ہے اور عصری علوم کو ترجیح دی جارہی ہے حالانکہ یہ شرعی علوم ہی دراصل وہ اصل ہیں جن پر تمام عصری علوم کی بنیاد ہونی چاہیے۔

سرچشمۂ قوت پر حملے:

دشمنانِ دین اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ امت مسلمہ کی قوت کا راز اس کا اپنے دین سے تمسک والتزام میں پنہاں ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب شرعی تعلیم کے نصابوں پر سختی سے عمل درآمد کیا جائے لہذا ان لوگوں نے یہ کوششیں شروع کر دیں اس امت کی نسلوں کو اس دین اسلام کے محاسن وامتیازات اور حسن وجمال کی تعلیم کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں۔اسی طرح نہ صرف انہیں ان کے دین سے دور کیا جا سکے گا بلکہ اس طرح وہ منحرفانہ افکار سے بھی جلد متاثر ہو جایا کریں گے اور درآمدہ مغربی نصاب کو بھی جلد قبول کرلیں گے اور یوں وہ فکری امن کی بنیادوں اور ستونوں کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

فکری وثقافتی یلغار:

برادرانِ عقیدہ!امن فکری کے مسئلہ میں زخموں پر نمک چھڑکنے اور انہیں چھیدنے کا باعث بننے والی چیز وہ زبردست فکری وثقافتی یلغار ہے جس کا نعرہ ثقافتی ڈاکو لگا رہے ہیں یا پھر خود ہماری اپنی نسل قوم کے اور ہمارے ہم زبان لوگ بھی اسی کی آواز اٹھا رہے ہیں جو کہ اس فکری

یلغار کا شکار بن چکے ہیں اور اس ثقافتی یلغار کے سامنے کئی طرح سے چلتے ہوئے اپنے ہتھیار ڈال بیٹھے ہیں بلکہ وہ لوگ تو اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اسلام کے پابند مسلم معاشرے کو اپنی منحرفانہ خواہشات کے تابع کر دیا جائے اور اس کے لئے وہ طرح طرح کے چمکدار اور دلکش نعرے لگاتے اور بلند بانگ دعوے کرتے ہیں مثلاً وہ حریت و آزادی رائے اور حریت و آزادی فکر وغیرہ کے میٹھے میٹھے جملے اور مزین و منقش نام لیتے ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ ذات الٰہی اور اس کی صفات عالیہ پر بھی حرف گیری کرنے سے بھی نہیں ڈرتے جب کہ اللہ تعالیٰ تو ان کی ان تمام ہفوات و بکواسات سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی کی توہین و بے حرمتی کرنے، شرعی تعلیمات اور اس کے آداب پر زبان درازی کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

مضبوط دیواروں میں زنگ:

اور صد افسوس کے ہماری اسلامی ثقافت کی دیواریں اگرچہ بڑی مضبوط ہے تاہم مسلسل چوٹوں کی وجہ سے انھیں بھی کچھ زنگ لگنے لگا ہے اور یہ چوٹیں لگانے والے وہی ہماری بنی جنس ہی ہیں جو کہ لوگوں کو مغربی تہذیب و تمدن اور گلوبلائزیشن کے عمل کو اپنانے کی دعوت دینے اور انہی امور کا پرچار کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

آزادیٔ فکر:

کیا حرت وہ آزادی فکر یہی ہے کہ مبادیات و ہاصول دین کے خلاف انقلاب برپا کیا جائے اور ہر درآمدہ فکر کو قبول کر کے اس کا حلقہ بگوش ہوا جائے؟ چاہے وہ الحادی اور اباحیت و فحاشی کو جنم دینے والا ہو اور وہ دین واخلاق اور قدروں کی کوئی قدر و قیمت نہ جاننے والا ہو۔ اللہ پاک اور عظمت والا ہے۔ گویا اس وقت تک حریت آزادی نہیں ملتی جب تک کہ اسلامی عقائد پر حملہ نہ کیا جائے۔

نفسیاتی شکست:

جب اس طرح کی بیمار سوچ عام پھیل جائے تو یہ ان لوگوں کے نفسیاتی شکست خوردہ ہونے کی دلیل ہے اور جب یہ چیز امت کے نوجوان طبقہ اور اس کی نسلوں میں در آئے گی تو معاشرے میں تربیتی اداروں کے پاس کیا بچ جائے گا؟ وطنی واسلامی تربیت کا رجحان کس طرف اور نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ تربیت جو کہ وحدت فکر و ثقافت کا تحفظ کرتی اور ممتاز معاشرتی تانے بانے کی محافظ ہوتی ہے اور فکر امن کی تشکیل و وجود کی عوامل میں سے ایک اہم ترین عامل کا درجہ رکھتی ہے۔

تہذیبی آویزش:

ثقافتی یلغار نے وہ فضا بیدار کر دی ہے جو ایسی فکری آویزش کی عکاسی کر رہی ہے جو کہ امت مسلمہ اور اسلامی تہذیب کی بنیادوں کے لیے خطرناک نتائج اور خوفناک انجام تک کھینچ لے جانے کا باعث بن رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ کو بعض ذرائع ابلاغ اور وسائل نشر و اشاعت سے انتہائی ڈھٹائی و فخریہ انداز سے ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں اور سننا مل رہی ہیں جن میں انتہائی بے شرمی سے یہ دعوت دی جا رہی ہے کہ دین اسلام کے بکثرت احکام و امور اور امتیازات جو کہ معلوم و معروف ہے انہیں ترک کر دیا جائے خاص طور پر عورت سے متعلقہ مسائل سے

دستبردار ہو جائیں اور انہیں من مانی کی اجازت دے دیں۔ انھوں نے پردے کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے اور یہ مطالبہ کر دیا ہے کہ عورت پر مرد کی قوامیت میں برتری کے درجے اور اس پر اس کی ولایت وہ گارڈین شب کو بھی کینسل کر دیا جائے اور وہ چاہتے ہیں کہ لڑکوں لڑکیوں کو اکٹھے ہی پڑھنے (مخلوط تعلیم) کی اجازت دی جائے اور حریت و آزادی نیز مساوات کے نام پر مرد و زن کو ہر جگہ شانہ بشانہ کام کاج کرنے کی کھلی چھٹی دی جائے۔

سیٹلائٹ کی تباہ کاری:

اس فکری خلل کی آگ کو مزید بھڑکانے اور جلتی پر کا تیل ڈالنے کا کام ذرائع ابلاغ خصوصاً سیلائٹ نے کیا ہے۔ انہوں نے رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنے کے لئے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے رنگارنگ انداز اختیار کیے ہیں۔ نتیجتاً امت مسلمہ کا فکری امن خطروں کی سنگم میں پھنس کر رہ گیا ہے اور اسے ہلا کر رکھ دینے کی چارہ سازیاں کی جانے لگی ہیں بلکہ وہ ان امور کا نشانہ بن چکا ہے۔ یہ سیٹلائٹ چینلوں اور انٹرنیٹ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ گویا دنیا یہ فکری و اخلاقی انارکی و آوارگی کا ہدف بن گئی ہے اور یہ اباحیت و بے حیائی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بہلانے پھسلانے اور ضایع و بے کار کر کے رکھ دینے کی کارروائیاں کرنے کے لیے ایک اسٹیج کی شکل اختیار کر گئی ہے جن پر نہ دین کا حکم نافذ ہے نہ اخلاقی قدروں کی پکڑ اور نہ عمدہ آداب و اطوار کی طرف سے کوئی روک تھام ہے اور کچھ دوسرے ٹی وی اسٹیشن وہ بھی ہے جو حکام و رعایا کے مابین فتنے کی آگ بھڑکانے میں لگے رہتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید وہ اصلاح کر رہے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ایسے کرائے کے ٹٹوں کو متعارف کروانے اور انہیں اسٹیج مہیا کرنے پر لگے ہوئے ہیں جن کے پاس کوئی اسٹیج نہیں ہے تا کہ ان کے ذریعے اپنے باطل نظریات کے حق میں شور مچانے والوں کی بھیڑ اکٹھی کی جا سکے اور ان پر مستزاد وہ کلبیں ہیں جن کا رسوا کن کردار اور عیوب و نقائص سے ڈھکے چھپے نہیں ہے وہ تو گویا انہی امور کی انجام دہی کے لیے کام کر رہی ہے۔

تحفظِ امن: ہر شخص کی ذمہ داری اور اسکے طریقے:

کیا یہ تمام امور اس بات کا تقاضہ نہیں کرتے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد اپنی اپنی سطح پر فکری امن کے تحفظ کے لیے اپنا اپنا اہتمام دکھلائیں اور رول ادا کریں؟

پہلا طریقہ: اس کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں دین کے احکام کی اہمیت اجاگر کی جائے اور ایمان کی چنگاری کو بڑھکایا اور اسے تقویت دی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

”جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔“ (الأنعام:82)

دوسرے طریقے: اسی طرح فکری امن کے تحفظ کے لیے اہتمام کی دوسری صورت یہ ہے کہ دین کو اپنے لیے باعث اعزاز و افتخار سمجھا

اور باور کروایا جائے۔ دیندار وصالح لوگوں کی شان میں گستاخیاں کرنے سے باز رہا جائے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے محکمہ احتساب کو اس کا معزز مقام دلایا جائے کیونکہ یہی محکمہ تو فکری امن کے تحفظ کا ضامن ہے۔

دعاۃ وکارکنانِ احتساب کی خدمات جلیلہ:

جو شخص ان مبارک کوششوں کو جانتا ہے جو دعوت وارشاد کے اداروں، تبلیغی انجمنوں اور محکمہ احتساب کی طرف سے سرانجام دی جارہی ہیں اسے معلوم ہے کہ اس سلسلے میں سچے دعاۃ ومبلغین اور وہ بابرکت لوگ جو محکمہ احتساب سے متعلقہ ہے وہ امت کے لئے فکری امن کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔" (الحج:41)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فکری امن کے تحفظ وغیرہ کے لیے خدمات سرانجام دینے والوں کو سیدھی راہ پر چلائے رکھے، ان کی خدمات اور محنتوں میں برکت فرمائے، صلاح ودرستگی اور توفیق خیر کے ساتھ ان کی دستگیری کرے اور اسباب سے انہیں فائدہ پہنچائے اور امت مسلمہ کے لیے اس کا عام امن وامان خصوصا فکری امن محفوظ رکھے وہی بہترین ذات ایسی ہے کہ جس کے آگے دستِ سوال دراز کیا جاسکتا ہے اور وہی معزز ومکرم ذات گرامی ہے جس سے تمام امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہے۔

تحفظِ امن فکری میں علم صحیح کا حصہ:

اسلامی بھائیوں! ابناء امت! شباب قوم! طلاب ملت! آپ نئے تعلیمی سال میں داخل ہو چکے ہیں جس میں آپ جلیل القدر علوم ومعارف حاصل کریں گے اور اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں کہ ہم آپ کو یاد دہانی کروادیں کہ امت مسلمہ کے فکری امن وامان کی حفاظت میں علم صحیح کو بڑا عمل دخل حاصل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم اپنے مدرسین بھائیوں اور مدرسات بہنوں کو بھی اس بات کی یاد دہانی کروادینا چاہتے ہیں کہ جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کی تربیت کرنے، ان کے فکری امن وامان کی حفاظت کرنے، فکری انحرافات کا علاج ودفاع کرنے اور ان اخلاقی گندگیوں کی تطہیر کرنے میں ان کے کندھوں پر ایک ذمہ داری وفریضہ عائد ہوتا ہے اور یہ اخلاقی گندگیاں ان میں سے بعض میں پایا جانا ممکن ہے۔ لہٰذا مسجدیں، گھر، مدارس وجامعات اور ذرائع ابلاغ ووسائل نشر واشاعت سب کے سب فکری امن کے قلعے اور دعوت ورہنمائی کے مراکز ثابت ہونے چاہیے تاکہ فکری امن میں خلل پیدا کرنے والے ان کے پیغام کی قوت اور عظیم تاثیر کے سامنے زیر ہوجائیں۔

قواعد وضوابط نشر واشاعت:

اسی طرح نشر ہونے والی کتب ورسائل اور پمفلٹ وہینڈ بل کے لیے بھی مضبوط قواعد وضوابط وضع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ایسے ہی غلوں

وتشدد اور مبالغہ آمیزی اور تشدد کے مقابل کی رووں کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے ہونا چاہیے۔

بچوں سے افہام وتفہیم:

اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو مذاکرات کا عادی بنائے اور ان کے ساتھ باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کی جائے اور ڈائیلاگ کے ذریعے افہام وتفہیم کا کام لیا جائے۔ باہمی معافی تلافی کے کلچر اور اتحاد واتفاق کی ثقافت کو مروج کیا جائے اور وسطیت واحترام پر مبنی منہج کی تخم ریزی وآبیاری کی جائے۔

تصحیح وتطہیر اور مقابلہ:

غلط فہمیوں کی تصحیح اور انہیں دور کرنے پر توجہ دینا بھی انتہائی ضروری ہے۔ اسی طرح شرعی اصطلاحات طے ہونی چاہیے اور انہیں ان غلط سلط اصطلاحات سے پاک کیا جائے جو ان میں غلط طور پر داخل کر دی گئی ہے۔ ایسے ہی ہر اس دعوت کا مقابلہ کرنا بھی واجب ہے جسے ترقی ونئی روشنی کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے مگر اس کے لیے کوئی ضابطہ وقانون نہیں، اس حریت وآزادی کی راہ بھی روکی جائے جو غیر ذمہ داری کی عکاسی کرنے والی ہے اور غیروں کی اصطلاحات کے پیچھے تابع مہمل بن کر چلنے کی روش کو بھی طشت از بام کیا جائے، جنہیں ہماری ثقافتی خصوصیات اور فکری امتیازات کے کھاتے میں ڈالا جا رہا ہے۔

ہر شخص کی ذمہ داری:

ہر وہ شخص جسے اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے کسی بھی مقام اور کسی بھی سطح پر ولایت واقتدار عطا کیا ہے اور اس میں قرار وفیصلہ صادر ونافذ کرنے کی اہلیت وصلاحیت پائی جاتی ہے ان سب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح سے سمجھے اور نبھائیں۔ امن وامان کا معاملہ اب صرف امن وامان قائم کرنے والے اداروں سے متعلق افراد کی ذمہ داری نہیں رہ گیا بلکہ ہر شخص اسلام کے کسی نہ کسی محاذ پر موجود ہے لہذا ہر شخص کو خوب خبر دار رہنا چاہیے کہ اسلام کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔

اسٹڈی سرکلز اور ریسرچ سینٹرز:

اب وقت آگیا ہے کہ مراکز بحوث ودراسات اسٹڈی اور ریسرچ سینٹرز قائم ہو اور اعلی سطحی کمیٹیاں بنیں جو مختلف امور کی اسپیشلسٹ ہوں اور وہ ان تمام اشیاء کا مکمل احاطہ کریں جو امت کے فکری امن کے لیے خطرہ ہے۔ امت مسلمہ کے فکری امن سے تعلق رکھنے والے اداروں کے ساتھ مل کر وہ متفقہ علاج وعمل وضع کریں۔

سعودی حکومت کا مضبوط موقف:

یہاں ایک کلمہ حق کہنا ضروری ہے اور اس سے خاموشی اختیار کر کے اسے لپیٹے پڑے رہنے دینا صحیح نہ ہوگا اور وہ ہے حرمین شریفین والے ملک۔ اللہ اس کی حفاظت فرمائے۔ کی حکومت کا امت کے فکری امن وامان کے تحفظ میں اعلی کردار اور اس کی ستائش کہ اس حکومت نے بہت ہی عظیم رول ادا کیا ہے اگرچہ اس پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور دشمنی کے تیز رفتار جھکڑ چل رہے اور اس کی طرف بڑھ رہے ہیں

مگر اس سب کچھ کے باوجود حکومت نے یہ مصمم ارادہ کر رکھا ہے کہ وہ اللہ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق عنایت سے اپنے طے شدہ راستے اور مقررہ پروگرام پر چلتی رہیں گی اور کسی دشمنی کی کوئی پروا نہیں کریں گی۔

سعودی عرب پہلی دفاعی لائن میں:

سعودی حکومت موجودہ چیلنجوں کے مقابلے کے لئے پہلی دفاعی لائن میں کھڑی ہے اور وہ پرانی واصل اسلامی تہذیب کی روشن تصویر پیش کر رہی ہے اگرچہ انسانی حقوق کی بعض تنظیمیں اس کے خلاف کئی جھوٹے دعوے کر رہی ہیں اور اسے دہشت گردی کا الزام بھی دیا جا رہا ہے سعودی عرب مضبوط ستونوں پر کھڑی ثقاہت کی ایک بلند و بالا عمارت اور واضح تشخص وہ ایڈینٹی کی مالک ہے جو کسی بھی ملک کا بلاوجہ تابع مہمل بنے رہنے کی سیاست کو مکمل طور پر مسترد کرتی ہے۔ وہ کسی دباؤ میں آنے والی نہیں ہے اور نہ ہی وہ اپنی آبائی شرافت اور اپنے عظیم روشن ماضی کو بھلا سکتی ہے۔ یہ اپنے روشن عہد حاضر کے لیے ہر قسم کی جدو جہد کر رہی ہے اور اعلی مستقبل کے ان آفاق کو نگاہ میں رکھے ہوئے ہے جنہوں نے اللہ کے حکم سے وہ حاصل کر لیں گی۔ اللہ تعالی اس ملک کی حفاظت فرمائے اسی طرح تمام اسلامی مما لک کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور انہیں حاقد و حاسد لوگوں کے حسد اور مکاروں کی مکاری سے بچائے اور اللہ تعالی اس مملکت کی عزت و وقار اور امن و امان کو قائم و دائم رکھے، اسے اسلام کا مینار بنائے اور تمام مسلمانوں کے لئے اسے مرجع وقبلہ بنائے رکھے اگرچہ یہ بات حاقدوں اور حاسدوں کو بھلی نہ ہی لگے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

استقبالِ رمضان اور روزے کا فلسفہ و مقصد

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

24/8/1425ھ، 8/10/2004ء

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اعمال صالحہ کی بکثرت اور بیش از پیش انجام دہی میں کوشاں رہو، ارشاد الہی ہے: ﴿وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا﴾

"اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔" (الکھف:46)

ماہ رمضان جلیل القدر موقع:

مسلمانو! کسی مناسبت کا جمال و جلال اس کے حسن استقبال، کمال سرور اور انتہائی احساس سعادت سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور کسی بھی مسلمان کی زندگی میں سب سے خوبصورت اور جلیل القدر مناسبت اس ماہ رمضان المبارک کا استقبال ہے جس کی بدولت اللہ تعالی نے امت مسلمہ کو شرف و اکرام سے نوازا ہیں اور اس کے روزوں، قیام اور نیکیوں میں سبقت لے جانے کو سلامتی والی جنت کے عظیم ترین دروازوں میں سے ایک بنایا ہے۔

استقبال رمضان کا غیر صحیح طریقہ:

اہل عقل و دانش لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اب جبکہ اس عظیم ماہ مبارک کے سایہ فگن ہونے کا وقت آگیا ہے تو وہ ماہ رمضان کے استقبال کا صحیح حقیقی انداز معلوم کریں اور اسے اپنائیں۔ یہ استقبال رمضان ہر من پسند چیز رنگا رنگ کھانے پینے کی اشیاء کو جمع کرنے میں لگ جانے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی اس ماہ مبارک کا خیر مقدم اس سے ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو دن کا زیادہ وقت سوئے رہنے کے لیے تیار کرلیا جائے اور اگر کوئی تھوڑا کام کرنا ہی پڑ جائے تو بڑی بے صبری و تنگ دلی، چڑچڑے پن اور بد اخلاقی سے پیش کیا جائے بلکہ ساتھ ہی گالی گلوچ لعن طعن بھی کرتے رہیں۔ اس پر بس نہیں کئی لوگ تو بہتان بازی و تہمت طرازی سے بھی باز نہیں آتے جب کہ یہ فعل نہ صرف برا بلکہ موجب حد (اسی کوڑوں کا باعث) ہے۔

اسی طرح ماہ رمضان کا استقبال اس طرح بھی نہیں ہوتا کہ اب سیٹلائٹ چینلز کو دیکھنے کے لئے تمام سامان (ڈشیں ریسیور وغیرہ) تیار کر کے رکھ لیا جائے ان کی تجدید و اصلاح کروالی جائے تاکہ ان سے نشر ہونے والے پروگرام میں سے کوئی رہ نہ جائے جنہیں وہ اس ماہ مبارک کے شب و روز میں بکثرت نشر کرتے ہیں اور ان پر بہت ہی زیادہ مال اور خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے اور بہت سارے اوقات برباد کیے جاتے ہیں اور بہت ساری ایسی جدو جہد کی جاتی ہے جس کا غالب حصہ اللہ کی رضا و خوشنودی اور رب العالمین کی مرضی سے مطابقت نہیں رکھتا اور نہ ہی ان سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ایسے ہی ماہ رمضان کے استقبال کا یہ طریقہ بھی صحیح نہیں کہ اس ماہ مقدس کی ساری ساری راتوں کو بازاروں میں لایعنی آمد و رفت اور مٹر گشتی میں صرف کر دیا جائے جو کہ دل کے آوارہ ارمانوں کی تسکین کے سوا کچھ نہیں، محض ضیاع وقت ہے، نمازوں سے فرار ہے اور مسلمانوں

مسلمان مرد وخواتین کے لیے ایذا رسانی کا سبب ہے۔

استقبال کا صحیح انداز:

ان اور ایسے ہی دیگر طریقوں سے ماہ رمضان کا استقبال نہیں کیا جانا چاہئے کیوں کہ یہ تو بہت ہی نقصان دہ اور انتہائی قبیح وشنیع اثرات چھوڑنے والے ہیں۔اس کے برعکس ماہ رمضان کا استقبال کریں یوں ہونا چاہیے کہ نیکیوں کی بازی جیت جانے کے لیے کمر کس لیں اور آستینیں چڑھالیں اور اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق و کردار کا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اپنے آپ کو جادہ حق پر چلنے کا پابند بنالینا چاہیے اور ماضی میں کیے گئے تمام گناہوں اور سابقہ برائیوں سے توبہ تائب ہو کر تمام تعلقات توڑ دینے چاہیے اور راہ کا مضبوطی سے التزام کرنا چاہیے جو کہ اللہ کی رضا وخوشنودی تک پہنچا دیں اور اس کے پاس بلند درجات حاصل کرنے اور جنت میں ہمیشہ کی نعمتیں پانے کا اہل بنادے۔

روزے کا مقصد وفلسفہ:

اس ماہ کے حسن استقبال میں بہترین معاون بننے والی چیز یہ ہے کہ روزے کا اصل مقصود اور غرض وغایت یا فلسفہ خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے جو کہ علامہ ابن قیم کے الفاظ میں یہ ہے:

روزہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو شہوت رانی سے روکا جائے،اسے مرغوب اشیاء سے ہٹایا جائے اور شہوانی قوت کی اصلاح اور نظم وضبط کے ساتھ اس میں اعتدال لایا جائے تاکہ وہ اس وقت کے لئے خوب مستعدی حاصل کرسکے جب وہ اس چیز کا مطالبہ کرے جس میں اس کے لیے تمام تر سعادتیں اور نعمتیں ہیں اور وہ ہر اس چیز کو قبول کرسکے جس میں اس کے لیے تزکیہ وطہارت ہے اور وہ ان چیزوں میں سے ہے جن میں اس کی دائمی اور ابدی زندگی ہے۔ یہ روزہ بھوک پیاس کی حدّتوں اور شدتوں کو توڑ دیتا ہے اور روزہ دار کو بھوکے پیاسے مساکین کی حالت یاد دلاتا ہے یہ روزہ بندے کے جسم میں شیطان کے داخلے کی راہوں کو تنگ کرتا ہے اور وہ کھانے پینے کے راستوں کی تنگی کے ذریعے رونما ہوتا ہے اور یہ اعضائے جسم کی قوتوں کو روک کر رکھتا ہے کیونکہ دنیا وآخرت ہر دو جہان کی نقصان دہ چیزوں سے انہیں نقصان پہنچتا ہے۔ یہ روزہ ہر عضو کو تسکین دیتا ہے اور ہر قوت کی سرکشی پر قابو پانے کی صلاحیت مہیا کرتا ہے اور انہیں لگام دیتا ہے۔ یہی اہل تقوی کی لگام،شیطان سے برسرپیکار لوگوں کی ڈھال اور ابرار ومقربین الٰہی کی ریاضت ہے اور یہ روزہ دیگر تمام اعمال سے ممتاز ہے کہ یہ صرف خاص اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہوتا ہے۔روزہ دار کھانا پینا اور شہوت کی حلال تسکین بھی اپنے معبود برحق کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ اپنے نفس کی مرغوب ومحبوب چیزوں اور لذتوں کو اللہ کی محبت ورضا کی خاطر ترک کرتا ہے۔اور یہ روزہ بندے اور اس کے رب کے مابین ایک بھید ہے جس پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوتا۔بندے ممکن ہے تو صرف اس بات کا پتہ تو کرلے کہ اس نے وہ تمام ظاہری چیزیں چھوڑ دیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ بات کہ اس نے تمام چیزیں صرف اپنے معبود کی رضا وخوشنودی کے لئے ہی چھوڑ کر رکھی ہے اس بات کا کسی کو پتہ ہی نہیں چل سکتا اور یہی روزے کی حقیقت ہے اور اسی کی طرف نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى

سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي۔

بندے کے ہر عمل کا ثواب دس گناہ سے لے کر سات سوگنا تک دیا جاتا ہے سوائے روزے کے اور اللہ تعالی فرماتا ہے: سوائے روزے کیوں کہ روزہ میرے لئے ہے اور اس کا اجر بھی میں ہی دوں گا کیونکہ وہ اپنی جائز خواہشات کی تکمیل و تسکین اور کھانا میری خاطر چھوڑتا ہے.[1]" (بخاری و مسلم یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہے)

روزے کی تاثیر و ثمرات:

روزے کی ایک عجیب تاثیر یہ ہے کہ یہ ظاہری اعضاء جسم و باطنی قوتوں کا تحفظ کرتا ہے اور ان تمام مواد فاسدہ سے انہیں بچاتا ہے جو اگر اعضاء وقوی پر غالب آجائے تو وہ انہیں بھی فاسد کردیتے اور بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ روزہ دل اور دیگر اعضاء جسم کی صحت بحال رکھتا ہے اور خواہشات نفس اور شہتوں کیوجہ سے جو اشیاء کم پڑ جاتی ہے روزہ ان کی بازیابی کرتا ہے۔ یہ تقویٰ حاصل کرنے میں تعاون کرنے والے اعمال میں سب سے بڑا عامل ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔" (البقرہ:183)

ادھر صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ۔

"روزہ برائی سے بچانے والی ڈھال ہے۔"[2] (صحیح بخاری و مسلم)

مقصد یہ ہے کہ یہ روزے عقل سلیم و فطرت مستقیم میں قابل ستائش عمل تھے تو اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر رحم و کرم کرنے، ان پر احسان کرنے اور ان کے لیے محافظ و ڈھال بناتے ہوئے فرض قرار دے دیئے اور روزے کے اصل اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے نبی اکرم ﷺ کا طریقہ سب سے کامل و مکمل، عظیم ترین اور نفوس کے لیے سہل و آسان ترین طریقہ ہے۔

رمضان ماہِ قرآن:

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے اس ماہ مبارک کا شایان شان طریقہ سے استقبال کرو اور اس میں خوب جدو جہد کرو، نیکیاں کمانے کے بازی جیتنے میں کوشاں رہو اور اپنے رب کی مغفرت و بخشش اور اُس جنت کی طرف جانے کے لئے لپکو جس کی عرض و چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے. ارشاد الہی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم

[1] صحیح مسلم:1151۔
[2] صحیح مسلم:1151۔

میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔" (البقرہ:185)

سعادتوں سے بہرہ ور لوگ:

اللہ کے بندو! اس ماہ رمضان کا استقبال کرتے وقت ان لوگوں کو بھی یاد کرلیں جن کے مقدر میں پچھلے رمضان کے روزے لکھے تھے اور وہ ہمارے سامنے تھے لیکن آج ہم انہیں اس دنیا میں نہیں دیکھ رہے ہیں۔ موت نے انہیں اس سال کے روزوں کا استقبال کرنے کی مہلت ہی نہیں دی اور نہ ان کے صیام وقیام کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے دیا ہے۔ وہ قبر میں جا بسے ہے اور انہیں قبروں نے ہماری آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں زندہ رکھا ہے اور ہم پر یہ بھی واجب وطے ہے کہ ہم رضاء ومرضی کے کاموں کے حسن توفیق اور قبولیت کے شرف کی دعائیں کرتے رہے جو اس ماہ رمضان میں ہی نہیں بلکہ ہر زمانہ ووقت میں اس کی رضاء ومرضی کی توفیق طلب کرتے رہنا چاہیے اور یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر ہو اور ہمیں ہر قسم کے شر وفتن اور بلاؤں سے بچائے رکھے جن سے دوسرا کوئی نہیں بچا سکتا اور ہمارے امر دین کا انجام رشد وہدایت پر کر دینا۔

وصل اللہ علی نبینا محمد وعلی آله وصحبه أجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

ماہِ رمضان وروزہ کے فضائل: أسرار وحکمتیں:
مقاصد اور تربیتی پہلو: قرآن وسنت کی نظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

1/9/1425ھ، 15/10/2004

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہو. ارشاد الہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا." (آل عمران:102)

اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا (یاد رکھو) اللہ کا وعدہ سچا ہے (دیکھو) تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے." (لقمان:33)

زمانہ اور کسی کی عمر چاہے کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جائے آخر اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور آگے ٹھکانہ ایک ہی ہے کہ یا تو جنت میں جائیں گے یا پھر جہنم میں جانا ہوگا.

خوش آمدید اے ماہ رمضان:

مسلمانو! آج رمضان کا پہلا دن ہے اسی مناسبت سے ہم خود اپنے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اس عظیم مہینے کی آمد پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اللہ سے دعا گو ہے کہ وہ اس ماہ کو پوری امت اسلامیہ اور زمین کے مشرق ومغرب میں بسنے والی تمام مسلمانوں کے لئے باعث خیر و برکت بنا دے۔ اللہ تعالی اس ہلال رمضان اور ماہ رمضان کو ہمارے لئے امن، ایمان، سلامتی واسلام، عزت ونصرت اور مسلمانوں کے اقتدار وغلبہ کا مہینہ بنا دے۔

اے ایمان والو! امت مسلمہ اس عزیز مہمان کو انتہائی فرحت ومسرت کے ساتھ خوش آمدید کہتی اور انتہائی سرور خوشی سے اس کا استقبال کرتی ہے۔

دعائیں، تمنائیں:

اے رمضان! تیری آمد باعث مسرت وبہجت ہے تیری آمد کا دن ایسا ہے کہ اس کے لیے ہمارے سینے اور دل کھل اٹھتے ہیں۔ ہم نے بھرپور خوشی وخوشخبری اور بھرپور امیدوں کے ساتھ تیرا ااستقبال کیا ہے۔ تیری پاک فضاؤں کی دوبارہ واپسی سے ہمیں بڑی خوشی میسر آئی ہے

ان فضاؤں میں ہماری روحیں غوطہ زن ہوگی اور اس کی طراوت سے ان کی خشکی و جمود دور ہو جائے گا۔اسی طرح عرصہ ہو رہا تھا کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت اور اللہ کی عبادت سے اعراض اور روگردانی کیے ہوئے تھے۔تیری آمد کی گھڑی سے ان اطاعتوں کے ساتھ ہماری پھر سے جو صلح ہونے والی ہے اس پر بھی ہمیں بہت خوشی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طور پر تیرے دوران نیکی و احسان کرنے کی توفیق سے نواز اور تیری خدمت کرنے کی مدد فرمائے۔روحیں تیرے مشتاق ہے،کان تیری آواز سننے کے لیے بے تاب ہے اور رحمت اور مغفرت سے لبریز تیرے باران رحمت وغفران کے مشتاق ہے۔تیرے آنے پر ہاتھ اور دل سب نرم ہو جاتے ہیں اور نیکی و احسان کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

ماہ رمضان کی آمد خوشی و بشارت کا باعث ہے جب سے اس کا ہلال رونما ہوا ہے آسمان روشنیوں سے منور ہے بلکہ پوری کائنات شبنم اور رنگ ونور سے معمور لگ رہی ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان کی آمد میں برکت عطا فرمائے اور ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس کی سعادتوں اور برکتوں سے حظ وافر عطا فرمائے۔یہ دنوں کے ہاروں کا نگینہ ہے،سالوں کی پیشانی کا نور و چمک ہے۔کیوں نہ ہو۔یہ ہمارے کانوں کا سرور آنکھوں کا نور و ٹھنڈک ہے۔ہمارے منبروں کا موضوع سخن ہمارے میناروں کی زینت ہے۔ہمارے بازاروں کا سامان اور ہماری مساجد کی زندگی ہے۔اے اللہ! جس طرح تو نے ہمیں ماہ رمضان کے آغاز تک پہنچا دیا ہے اسی طرح ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اس پورے ماہ کی عبادت کی توفیق بھی دے اور انہیں نے شرف قبولیت سے نواز دینا۔

فضائل رمضان:

مسلمانوں وہ کون ہے جو اس ماہ کی قدر و قیمت اور فضیلت کو نہیں جانتا؟ یہ مہینہ تمام مہینوں کا سردار اور سب سے بہتر ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآن﴾

"رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔" (البقرہ:185)

جو شخص اس کے دنوں کے روزے رکھے اور اس کی راتوں کا قیام کرے اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔اس ماہ میں ایک رات ایسی ہے کہ اس کی عبادت کا ثواب ایک ہزار ماہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے اور صحیح بخاری و مسلم میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے ثواب کی خاطر ماہ رمضان کا روزہ رکھا اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔[1]

دوسری حدیث میں ہے:مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا،غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

جس نے ماہ رمضان کا قیام کیا اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اجر و ثواب کی نیت سے ایسا کیا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف ہو گئے۔[2]

ایک حدیث میں ہے:وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

---

[1] صحیح بخاری:1901۔

[2] صحیح بخاری:1901۔

جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اجروثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔"[1]

ماہ رمضان اس میں قرب الٰہی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ روزہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے تاکہ روزہ داروں کی دلوں میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔" (البقرہ:183)

تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق:

یہ مہینہ تزکیہ نفس اور اس کی تربیت وتہذیب کا مہینہ ہے اور تقوی ضمیر میں احساس، شعور کی صفائی، نفس کی شفافیت وستھرائی اللہ کو اپنے ہر کام کا نگران سمجھنے کا نام ہے۔ اللہ کی نگرانی کے شعور میں افزائش واضافے کا باعث بنتا اور نفس کو اطاعت میں لگانے پر آمادگی پیدا کرتا ہے۔

روزے کے امتیازات وفضائل:

روزہ داروں کو ثواب دینے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھالیا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

" كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ"

"اللہ پاک فرماتا ہے کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہ کرنی چاہئے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے، روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔"[2] (صحیح بخاری ومسلم)

صحیح بخاری ومسلم میں ہی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے: يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي

"بندہ میری خاطر کھانا پینا اور جائز شہوت چھوڑتا ہے۔"[3] (بخاری ومسلم)

جبکہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ۔

---

[1] ابوداود: 1371۔
[2] صحیح بخاری: 5927۔
[3] صحیح مسلم: 1150۔

" ایک ماہ رمضان دوسرے ماہ رمضان تک کے درمیان والے گناہوں کا کفارہ ہے بشرط یہ کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔"[1] (صحیح مسلم)

دست دعاء دراز کریں:

اے وہ شخص! جسے گناہوں نے تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے اور نافرمانیوں نے اسے مبتلائے الم کیا ہوا ہے۔ رات کے اندھیروں میں دست دعاء بلند کرنے میں جلدی کرلو اور اپنے رب کریم کی رحمت سے مایوسی مت اختیار کرو کیونکہ اس ذات باری تعالیٰ نے احکام روزہ سے متعلقہ آیاتِ صیام کے وسط میں ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾

" جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔" (البقرہ:186)

اسکی ناک خاک آلود ہو....!:

ادھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ۔

" اس کی ناک خاک آلود ہو جو ماہ رمضان کو پائے مگر اس کی مغفرت نہ ہو۔"[2]

اور یہ اس لیے ہے کہ اس ماہ میں رحمت الٰہی کے جھونکے چلتے ہیں اور ان کے فیض سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو اپنے نفس کو خود ہی اللہ کی رحمتوں سے محروم کرنے پر تلا ہوا ہو۔

صحیح بخاری ومسلم میں ارشاد نبوی ! ہے: إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ۔

" جب ماہ رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔"[3] (بخاری ومسلم)

قیام وذکر اور دعاؤں کی راتیں:

یہ ماہ رمضان المبارک راتوں کو تراویح پڑھنے اور قیام کرنے کا مہینہ ہے اور یہ ماہ ذکر وتسبیح ہے۔ اس کی راتوں کو نمازوں، دعاؤں اور تلاوت قرآن سے زندہ کئے رہیں۔ ہوسکتا ہے کیونکہ رات کے کسی پہر میں کی گئی دعا آسمانوں سے آگے گزر جائے اور اسی کی بدولت آپ کی قسمت میں

---

[1] صحیح مسلم:233۔

[2] ترمذی:3545۔

[3] صحیح مسلم:1079۔

دنیاوآخرت کی سعادتیں ہے لکھ دی جائیں۔

ماہ رمضان ماہ قرآن:

ماہ رمضان ماہ قرآن ہے جو کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے ہر رات آکر ملا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے اور ارشادِ الٰہی بھی ہے:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔"

(البقرہ:185)

عمل سلف کا نمونہ:

سلف صالحین امت کی عادت تھی کہ جب ماہ رمضان آجاتا تو وہ (دوسرے کام کو تو درکنار خاص) حدیث کا درس و تدریس بھی چھوڑ دیتے اور تلاوت قرآن کے لیے فارغ ہو جاتے تھے۔ان کی سیرت اور تاریخ ماضی قریب تک اس بات کی شاہد رہی ہے کہ ان میں سے کوئی تو وہ تھے جو ہر روز یا ہر تیسرے دن یا اسی کے قریب قریب پورا قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے۔اپنے رب کے ذکر میں لگے رہے اور اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی اور اس کی کتاب کی تلاوت سے تر رکھیں۔اسی سے نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے۔شرح صدر ہوتا ہے اور اجروثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔

ماہ جودوسخاءوصدقہ:

مسلمانو! جودوسخا اور انفاق فی سبیل اللہ بھی قرآن کریم کے ساتھ ہی مربوط ہے۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ. يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ: فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملتے اور قرآن کا دور کرتے تو آپ ﷺ بہت ہی زیادہ سخاوت وخرچ کرتے تھے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کے دنوں میں تو آپ ہوا سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ سخاوت فرماتے تھے۔"[1] (صحیح بخاری)

یہ اس لیے کہ ماہ رمضان میں اللہ تعالی اپنے بندوں پر رحمت ومغفرت اور جہنم سے آزادی کی شکل میں سخاوت فرماتا ہے۔لوگوں کے رزق میں برکت دیتا اور انہیں اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے اور جو شخص اللہ کے بندوں پر سخاوت کرے اللہ اس پر سخاوت فرماتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاری:1902۔

ناداروں کا پرسانِ حال کون:

آج جبکہ عطاؤں کے بہت سارے چشمے سوکھ گئے ہیں ۔ایسے میں فقراء ومساکین ،یتیموں اور بیواؤں کا پرسان حال کون ہے؟ ان عوام اور معاشروں کی خبر گیری کرنے والا کون ہے؟ جنہیں مصائب ومشکلات نے گھیر رکھا ہے اور انہیں جنگوں نے لاچار کر دیا ہے۔عنقریب ان کے علاقوں میں سردی کا موسم آنے والا ہے اور وہ آپ کے دینی بھائی ہے اللہ تعالی کے بعد آپ لوگوں کے سوا ان کا کون ہے؟ کیا ہم اس ماہ مبارک سے تجدید عہد کریں گے کہ ہم پہلے ہی کی طرح دوبارہ نیکی واحسان اور صدقہ وخیرات شروع کر دیں گے۔اے وہ اہل دولت و ثروت لوگو! جنہیں اللہ تعالی نے اپنی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔اللہ ہی دیتا ہے اور وہی روکتا ہے۔وہی نیچے گراتا اور وہی اوپر اٹھاتا ہے اور اسی نے تمہیں رزق دے کر خلیفہ بنایا ہے تاکہ وہ دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو۔

اور قیامت کے دن مومن اپنے صدقہ وخیرات کے سائے میں ہوگا۔

جو شخص کچھ بھی خرچ کرے گا اللہ اسے اس کا نعم البدل دے گا اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

اور مالداروں کو کسی محتاج وضرورتمند کو محروم نہیں کرنا چاہیے جسے وہ خود جانتے ہو یا جس کا تعین ثقہ ادارے کریں۔

روزے اَسرار و حکمتیں:

مسلمانو! روزے میں بکثرت حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں ان میں سے ہی ایک یہ ہے کہ روزہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر بعض جائز وحلال چیزوں سے محروم رکھنے کا ایک مشروع طریقہ ہے اور اس میں اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھنے کی تربیت دینے کا پہلو نمایاں ہے۔اس میں اللہ کے لئے خشوع وخضوع پایا جاتا ہے۔یہ غریبوں پر شفقت اور رحم کے جذبات کو ابھارتا ہے،صدقہ وخیرات کرنے پر آمادہ کرتا ہے،غرور وتکبر کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اور صبر وشکیب کی تعلیم دیتا ہے اور نیک خصلتوں کا موقع مہیا کرتا ہے حتیٰ کہ سدا شکم سیر رہنے والے اور ناز ونعمت میں پلنے والے جب روزے کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے کھانے پینے اور اشیاء آسائش سے محروم رہنا پڑھتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ جب کسی پر محرومی واقع ہو تو اس کا کیا حال ہوتا ہے اور جب کسی کو بھوک گھیر لے تو اس پر کیا بیتتی ہے۔

ماہِ فتوحات ونصرت:

اہل ایمان روزہ دارو! یہ ماہ رمضان فتوحات ونصرتوں کا مہینہ ہے۔ہم جس قدر اس کی آمد پر خوش ہوتے ہیں اسے قدر ہی ہم اللہ سے امیدیں وابستہ کرتے ہیں کہ اس کے دوران اللہ تعالی ہماری امت کو موجودہ ذلت وزبوں حالی سے نکال کر اس کی عظمت رفتہ اسے لوٹا دے گا۔اسے عزت ونصرت اور اقتدار وغلبہ عطا فرمائے گا۔ورنہ ماہ رمضان آتا ہے اور امت زخموں سے چور چور ہوتی ہے،درد والم سے دوچار ہوتی ہے۔ ماہ رمضان آتا ہے اور ہمارے رسول اللہ ﷺ کی اسراء ومعراج کا مرکز بیت المقدس اس نجس یہودی عوام کے قبضے میں ہیں جن کی نجاست و پلیدی زمین کے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے۔ماہ رمضان آتا ہے اور بیت المقدس کے اطراف واکناف میں مورچہ بند اہل ایمان کو شہید کیا جا رہا ہوتا ہے،انہیں بے گھر کیا جا رہا ہوتا ہے،ان کے مکانات گرائے جا رہے ہوتے ہیں،ان کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کیا جا رہا ہوتا ہے اور

ان کی جماعت کو ان ظالموں کی نگرانی میں نیست و نابود کیا جا رہا ہوتا ہے جنہوں نے ایسی ہی سرکشی اور ظلم وجور سے سرزمین عراق میں کارروائیاں کر کے لوگوں کو ادھر مشغول کر رکھا ہے۔ اب ہماری تو اللہ ہی کے حضور شکایت ہے۔

مظلوم کا حق:

اس ماہ رمضان میں آپ کے ان سب بھائیوں کا آپ پر کم از کم اتنا حق تو ضرور ہی ہے کہ آپ صرف دل سے ان کی آزادی اور امن وامان کی دعائیں مانگے اور یہ دعائے سجدوں میں کرے اور اللہ کی طرف رجوع کی خاص گھڑیوں میں کرے۔ ان کے مسائل کو حل کرنے میں اپنی عقل و دانش کو صرف کریں اور ان کے حال احوال کی خبر رکھیں اور ان کی خبر گیری کریں کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: وَمَن لم يَهْتَمَّ بأمرِ المسلمين فليس منهم۔

جو شخص مسلمانوں کے حالات پر توجہ نہیں دیتا وہ ان میں سے ہی نہیں ہے۔"

اور اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا﴾

"بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے اور اللہ تعالیٰ سخت قوت والا ہے اور سزا دینے میں بھی سخت ہے۔" (النساء:84)

کیا ابھی وقت نہیں آیا:

ماہ رمضان اللہ کی طرف انابت و رجوع کرنے اور توبہ تائب ہونے کا موسم ہے۔ کیا ابھی امت کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ اپنے خالق و مالک کے لیے سچی عبودیت و بندگی دکھلائے اور اپنے باری تعالی کی طرف جھک کر اسی سے آسرا طلب کرے اور آسمان سے مدد و نصرت کے نازل کروانے کے اسباب کو اختیار کریں اور صرف اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوں اس کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرے امیدیں۔ بہت زیادہ اور بڑی بڑی ہے اللہ تعالی پر ہمیں بھروسہ ہے وہی ہمارا مددگار ہے۔ اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

مسائل واحکام رمضان وروزہ، قرآن کریم کی نظر میں:

ارشاد الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ گنتی کے چند ہی دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرلے اور اس کی طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو

کھانا دیں، پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اسی کے لئے بہتر ہے لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم باعلم ہو۔ ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیئے، ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔" (البقرہ:183-185)

اپنے گریبان میں جھانکئے:

اے مومنو! کوئی مسلمان جب کسی ایسے موسم کا استقبال کرتا ہے جس میں اسے کوئی غنیمت پانے کی امید ہوتی ہے اور اس پر واجب ہے کہ پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں اور اپنے اعمال کی پڑتال کرلے تاکہ کہیں اس کے اعمال ان غنیمتوں کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں پر مشتمل نہ ہو جو کہ اس کی قبولیت عمل کی راہ میں بھی حائل ہونے والے ہوں یا ان میں نقص پیدا کرنے کا باعث ہوں کیونکہ اس محنت کا کیا فائدہ جس کا اجر نہ ملنے والا ہو اور اس عمل سے کیا حاصل جس کے ثواب کی نیت ہو مگر وہ الٹا بوجھ ثابت ہو۔

حرام اور گناہوں سے اجتناب:

ایسے موقع پر یہ بھی ہونا چاہیے کہ اللہ کے دین کا علم حاصل کیا جائے، گناہوں، فرمانیوں اور اعمال کو برباد کرنے والے اعمال سے اجتناب کیا جائے اور اپنے اعضاء جسم کو گناہوں سے بچا کر رکھا جائے۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ بات ذہن نشین کرلیں گے صرف ان خواہشات کی تسکین کو ترک کرنے سے تقرب الٰہی حاصل نہیں ہوگا جو کہ روزے کے وقت علاوہ اصلاہی مباح ہے بلکہ تقرب الٰہی ان حرام چیزوں کو ترک کرنے سے ملتا ہے جو کہ ہر حال میں ہی اللہ نے حرام کررکھی ہے جیسے جھوٹ، ظلم اور لوگوں کے خون، اموال اور آبرو پر زیادتی وغیرہ ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

"جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا اور نادانی و جہالت نہ چھوڑیں اللہ کو اس کے کھانے پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"[1] (صحیح بخاری)

روزے کا اصل مقصد:

مسلمانو! روزے کا اصل مقصد اللہ کی اطاعت پر اپنے نفس کی تربیت کرنا ہے۔ اسی طرح صبر کے ساتھ اس کا تزکیہ کرنا، تقوے کو بڑھانا اور اسے خواہشات نفس پر غالب کرنا ہے۔ جس طرح روزے دار اپنے جسموں کو بعض مباح چیزوں سے روک کر رکھتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی

---

[1] صحیح بخاری:1903۔

اولیٰ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء جسم کو حرام چیزوں سے روک کر رکھے۔

قیمتی وقت کو ضائع نہ کریں:

ماہ رمضان کا وقت اس سے کئی قیمتی ہے کہ اسے لایعنی رتجگوں میں ضائع کر دیا جائے یا بازاروں میں آوارہ گردی کر کے اسے برباد کیا جائے یا پھر سیٹلائٹ چینلوں کے سامنے بیٹھ کر اسے گنوایا جائے جس میں آ کر قیمتی وقت کے ضیاع کے سوا کچھ بھی عیب نہ ہو تب بھی یہ انتہائی قابل مذمت ہے جبکہ ان چینلوں نے تو اپنے پیادوں اور سواروں کے ذریعے اپنی بھرپور کوششوں سے وہ کردار ادا کیا ہے جو کہ دراصل کل شیطانوں کا تھا جنہیں اس ماہ مبارک میں پابند سلاسل کر دیا گیا ہوتا ہے۔

ماہ رمضان ایک عزیز مہمان:

آخر میں عرض ہے کہ کتنے وہ لوگ ہے جو اس ماہ رمضان کو دیر کے بعد آنے والے عزیز مہمان کا مقام دیتے ہیں؟ جنہوں نے اس کی گھڑیوں کو عبادت سے معمور کر رکھا ہے اور دنیا کے لوگوں کو پس پشت ڈال دیا ہے اور وہ اس بات کی تمنا کرتے ہیں کہ کاش یہ مہینہ و بابرکت موسم ہمیشہ ہی رہتا اور لوگوں میں سے ہی کتنے لوگ ایسے ہے جو اس ماہ رمضان کو اپنی خواہشات کی تسکین کا موسم بنا لیتے ہیں۔ وہ توبہ اور رجوع الی اللہ کے معاملے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ گناہوں اور برائیوں میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اور اپنے گناہوں کے بوجھ کو بڑھائے چلے جاتے ہیں اور انہی ایام میں گھاٹے پر گھاٹا کھائے جاتے ہیں اور اس موسم خیرات و برکات سے روز محشر کے لیے کوئی زاد راہ نہیں لیتے۔ اللہ ہمیں اپنے ذکر وشکر اور حسن عبادت کی توفیق سے نواز اور ہماری مدد فرما۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ماہ قرآن وصیام: تقاضے اور مسائل واحکام

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

8/9/1425ھ، 22/10/2004ء

موسمِ حصولِ تقویٰ:

اللہ کے بندو! میں آپ سب کو اور خود اپنے آپ کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہوں کیونکہ تقوی ہی نجات کی سیڑھی، مشکوۃ و نور ہدایت اور اس دنیا کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اس کے حصول کے دواعی و اسباب کا وقت بھی قریب آ گیا ہے جو شخص اسے سمجھ گیا اور پا گیا وہ فوز وفلاح سے سرفراز ہو گیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔" (آل عمران:102)

تجلیات رمضان:

اے اہل ایمان! چند دنوں سے اللہ تعالی نے ہمیں ہمارے پاس خیر و برکت والا مہینہ اور جلیل القدر مہمان بھیج دیا ہے جس کا انتظار میں دل اٹھکیلیاں لے رہے تھے اور اس کی راہیں دیکھ دیکھ کر آنکھیں تھک گئی تھی۔ وہ مہینہ جس نے امنے انوار و تجلیات کو اہل ایمان کے راضی برضاء دلوں کو منور کر دیا اور انہیں تقوی و خوشی سے معمور کر دیا ہے اور ان پر رحمت کے جھونکوں کی بوچھاڑ کر دی ہے اور انہیں رشد و ہدایت اور طہارت و پاکیزگی سے مالا مال کر دیا ہے وہ مہینہ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾

"ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔" (البقرہ:185)

نورِ ایمان کی ضیاء باری:

ماہ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں نور ایمان پھیلتا اور ضیاء باریاں کرتا ہے اور وحی مبارک کے بابرکت جھونکے چلتے اور آتے جاتے ہیں۔ اس ماہ کے تمام اوقات ہی اطاعت وعبادات اور حصول قرب الہی کے وسائل و ذرائع سے معمور ہوتے ہیں اور انسانی روحیں سکون و اطمینان سے معمور ہوتی ہے۔ جسم اپنی شہوتوں ولذتوں سے دستبردار ہو جاتے ہیں اور روحیں تقرب الہی کے زیورات اور ہار سنگھار سے مزین ہو جاتی ہے اور لا متناہی خیر و برکت کے حصول کے لیے آستینیں چڑھا لیتے ہیں اور کمر بستہ ہو جاتی ہیں۔

ماہ عظمت و افتخار:

مسلمانو! ماہ رمضان اپنے مقاصد وخصائص اور یادوں کے حوالے سے ہمارے لیے باعث صد ہزار عزت و افتخار ہے یہ ہماری شان وشوکت جدو جہد اور عظمتوں کا امین ہے۔ یہ ہماری فتوحات اور کارناموں کا ضامن ہے اور اسی میں روشن نشانیاں نازل ہوئیں اور اس میں ہماری

عظمتوں کی بلندی ثبت ہوئیں اورشر والحاد کی قوتوں کی سرکوبی اوران پر غلبہ بھی اس ماہ میں ہی پایا گیا(اوراب بھی پایا جائے گا) چاہے وہ جتنے بھی عسکری اوراسلحہ کی دوڑ میں آگے بڑھ جائے۔

اللہ کے ساتھ تجارت کا مہینہ:

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔ یہ ماہ رمضان المبارک اللہ سے منافع بخش تجارت کرنے کا موسم ہے، یہ درجات کی بلندی پانے اور گناہوں کو بخشوانے کا سنہری موقع ہے۔جس نے اسے ضایع کرلیا اس نے نقصان اٹھایا اوراس کے خیرات و برکات سے محروم رہ جانے والے شخص نے شقاوت و بدبختی کے لئے دروازہ کھول دیا۔

لمحہ فکریہ:

کل تک ہمارے مابین ہمارے دوست واحباب موجود تھے جنہیں زمین کی منوں مٹی کے نیچے دبایا جا چکا ہے وہ ہمارے وسط میں یوں چمک رہے تھے جیسے سورج اور چاند ہوں لیکن اب موت نے انہیں دارالقرار (قبر وحشر وآخرت) میں پہنچا دیا ہے۔کاش ہم سمجھ سکے کہ وہ قادر الکلام، خطیب لوگ اور نظم ونثر کے ماہر شعراء وادباء کہاں گئے؟ جو کہ اس ماہ مبارک کی روشن اور تابناک راتوں اوراس کے دنوں میں حاصل ہونے والی نعمتوں کو بیان کیا کرتے تھے بلکہ اس ماہ خیرات و برکات کی اتنی اقسام اوررشد وہدایت کے اتنے راستے پائے جاتے ہیں کہ جن کا شمار ممکن ہی نہیں ہے اوراس ماہ کی پیشانی کی چمک لیلۃ القدر کے فضائل و محاسن کا تو کچھ پوچھئے مت۔وہ تو اکیلی رات ہی ایک ہزار مہینے سے (تقریباساڑھے 83 سال) سے بھی بہتر ہے.

حقیقتِ صیام کاادراک:

برادران ایمان! یہ ماہ رمضان المبارک ہے اور یہ اس کے مشتملات کا مختصر سا تذکرہ ہے۔اب ایک غیرت مند شخص بڑے دکھ کے ساتھ یہ سوال کرسکتا ہے کیا ہماری امت اسلامیہ نے روزے کی حقیقت کو اس کے دلائل و براہین کے ساتھ سمجھ لیا ہے جو کہ عقل ونقل کے سرچشموں سے لیے گئے ہو اور دلوں کی صفائی، روح کی انسیت ومحبت، تقوی والی سمجھ اوراللہ کے خوف والے علم پر مشتمل ہوں؟ کیا ہم نے اس حقیقت کا ادراک بھی کرلیا ہے کہ ماہ رمضان کا ایک نور ہے جس سے ہمیں اپنے قلوب واذہان کو منور کرنا چاہیے؟ اور پھر اسی روشنی میں امت مسلمہ اپنے قدموں کو ایسے انقلاب کی راہ پر ثبت کردے کہ جس کی بنیاد پر علم وعقل پر ہو، محض اپنے جذبات اورخواہشات نفس پر نہ ہو اوراس پر ایسی ثابت قدمی دکھائے کہ جس میں کوئی چیز لغزش نہ لا سکے یا پھر ماہ رمضان میں ہمارے نصیب میں صرف اس کا معروف نام اورصرف اس کا معلوم مانوف ومانوس زمانہ ومہینہ ہی ہے؟ اور ہمارا اس سے صرف اتنا ہی تعلق واسطہ ہے کہ ماہ ہلال طلوع ہو گیا ہے لہٰذا یہ ماہ رمضان ہے اورسورج نکلا تو یہ روز روز رمضان ہے؟ اور یہ چیز ہمارے حال واقع سے ہی پھوٹ رہی ہے۔

اگر ہم سمجھ جائیں:

ہم کتنے ہی سعادتمند اورخوش نصیب ہو جائے جب ہم اس ماہ رمضان کو زمانے کا وہ دورانیہ سمجھ لے جو بہت ہی قوی اور بہترین ہے۔ جو ہمیں

اپنا تشخص قائم کرنے اور یقین وثبات کے ساتھ ان ظلم وزیادتی کرنے والوں پر فتح ونصرت حاصل کرنے پر لگا دے تب کتنا ہی اچھا ہو اور ہم کوئی کارخیر کرے اور کوئی بلند درجہ پائیں۔

صرف پیٹ کا نہیں تمام اعضاء کا روزہ:

اے دن کو روزہ رکھنے اور راتوں کو قیام کرنے والی امت کے لوگو! اس ماہ مغفرت وبخشش اور نار جہنم سے آزادی وخلاصی کے مہینے میں بھی کتنے افسوس کی بات ہے کہ کتنے ہی وہ مسلمان ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے جن کی عقل وفہم روزے کے اصل حقائق ومضامین اور حقیقی اغراض و مقاصد کو سمجھنے سے عاری ہیں۔ انہوں نے صرف اپنے پیٹ کو تو کھانے پینے کی اشیاء سے بچا رکھا ہے مگر آنکھوں کے حرام امور میں انہیں کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ اپنی نگاہوں کو حرام وفضول نظر بازی سے نہیں بچاتے۔ زبان کے بخار میں جان بوجھ کر کود لے جا رہے ہیں اور دوسروں کی غیبت کرنے، ان کی چغلی کھانے، الزام تراشی اور بہتان طرازی کرنے، لغویات وفضول گوئی کرنے، بدزبانی اور ہذیان بکنے سے ذرہ نہیں کتراتے۔ اللہ تعالی اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے جو شخص اس حالت میں مبتلا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو محض اپنا ایک محل تعمیر کرنے کے لئے پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنۡ لَمۡ یَدَعۡ قَوۡلَ الزُّوۡرِ وَالۡعَمَلَ بِهِ، فَلَيۡسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيۡ أَنۡ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ۔

جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔[1] (صحیح بخاری)

آپ اس وقت تصویر حیرت وغم بند کر رہ جائیں گے جب آپ یہ سنیں گے کہ مسلمانوں میں سے ہی بعض گروہ ایسے لوگوں کے بھی ہے جو کہ بعض سیٹلائٹ چینلوں کی غلاظتوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو چھوڑتے اور نظر سوزی کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالی اپنی حفاظت میں رکھے۔ کیا یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ یہ سیٹلائٹ چینلز وہ تباہ کن کشتیاں ہے جو ہمارے سفینہ امت کو اس طرف دھکیلنے پر لگی ہوئی ہے جہاں ہمارے نوجوان لڑکوں اور دوشیزاؤں کی ہلاکت ہے اور یہ چینلز وہ خطرناک جراثیم ہے جو کہ ہماری عفت وعظمت اور فضیلت وعزت کی وادی کے لیے باعث تباہی وبربادی ہے اور زنگ آلود کر رہی ہے.

اللہ سے ڈر جاؤں!:

خبردار! ان لوگوں کو قرآن کے نزول اور ترتیل وتلاوت کے مہینے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے. جنہوں نے اپنے آپ کو شہوت خیزی اور جنسی جذبات کو ابھارنے اور اس دنیا کے جنگل اور اس زندگی میں سنسنی پیدا کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ جیسے ہی شر وفساد کی آگ ذرہ ٹھنڈی ہوتی ہے تو یہ لوگ اسے پھر سے بڑھا دیتے ہیں اور جیسے ہی اس کی چنگاری بجھنے لگتی ہے یہ اسے پھر سے شعلہ بنا دیتے ہیں۔ ان پر پھٹکار ہو نہ تو یہ عبرت حاصل کرتے اور آنسو بہاتے ہیں اور نہ ہی یہ لوگ قرآن کریم کے تازیانوں پر ہی ہوش میں آتے ہیں۔

خبردار ہم سب کو چاہیے کہ فضیلت ومشرف، عفت وعصمت اور طہارت و پاکیزگی کی طرف لوٹ جائے اور امور الہی کے ساتھ اپنا ربط وتعلق مضبوط کرلیں اور اللہ تعالی نے بھی فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ

[1] صحیح بخاری:1903۔

وَالْحِجَارَةُ﴾

"اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔" (التحریم:6)

ماہ رمضان: ماہِ قرآن:

اے امت قرآن! اس ماہ مبارک کے خصائص میں سے ہی ایک اہم ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن کریم نازل کیا گیا تھا جیسا کہ خود اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

"یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔" (القدر:1)

جی ہاں! روشن آیات نازل ہوئیں اور انہوں نے اس دنیا کو جہاں کو منور کر دیا جو کہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی تھی۔ اس دنیا کی جہالت وحماقت کو بدل کر اسے حیاتِ انسانی کی چوٹی پر بٹھا دیا اور اسے مکمل اور ہر شعبے میں عدل وانصاف سکھلایا، علم نافع سے مزین کیا، ملمّل فہم وسمجھ سے آراستہ کیا۔ اس کتاب نے پوری دنیا کو اپنے آب حیات سے سیراب کیا اور اس کا وہ آب حیات بنی نوع انسان کے لیے سراسر خیر وبھلائی کا ضامن، صلاح درتگی کا باعث، نفع آور اور بنی بشر کے لئے تو خوشی کا پیامبر ہے اور راہ ہدایت وطریق نور میں چلنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔

فصاحت وبلاغتِ قرآن:

اس قرآن کریم کے کلمات وآیات کی فصاحت وبلاغت نے بڑے فصیح وبلیغ ادباؤ شعراء کو چت گرا دیا۔ اس کے الفاظ ومعانی کلام کی انتہا ہے اور اس کی فصاحت میں اہل عقل ودانش کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿الر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾

"الر، یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں، پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔" (هود:1)

جعلسازی وگستاخی:

کیا امت مسلمہ اس ماہ مبارک وفضل میں اپنے رب کی کتاب قرآن کریم کی نسبت اپنے رول کو سمجھنے کے لئے تیار ہوگی؟ خصوصا تاریخ کی اس خطرناک موڑ پر جس سے وہ اس وقت گزر رہی ہے اور ان آخری اوقات میں جبکہ دنیا کے غیر انسانی اور غیر فطری سلوک والے ذلیل وگھٹیا لوگوں کا ایک ٹولہ کھل کر سامنے آچکا ہے جنہیں ان کے لامحدود دسیاہ حقد وکالے حسد اور بدترین سرخ خونی مکاریوں نے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ وہ قرآن کریم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے تو اللہ تعالی کی ذات گرامی اور اس کے مقدسات کے خلاف بھی دست درازی شروع کر دی ہے اور امام الانبیاء والرسل کی جناب میں گستاخی اور توہین آمیز رویہ اپنا لیا ہے اور انہوں نے جعلی قرآن گڑھ کر اسے فرقان الہی باور کروانا شروع کر رکھا ہے حالانکہ وہ محض چربہ اور جھوٹ وبدحواسی کا پلندہ ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا﴾

”یہ تہمت بڑی بری ہے جوان کے منہ سے نکل رہی ہے وہ نرا جھوٹ بک رہے ہیں۔“ (الکھف:5)

دوسری جگہ فرمایا:﴿فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾

”ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ویل (ہلاکت) اور افسوس ہے۔“ (البقرہ:79)

یہ کوئی انوکھی حرکت نہیں:

اس قوم سے یہ جعلی قرآن بنانے والی حرکت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے اور نہ ہی ان کی افتراء طرازی اور باطل پروری کوئی انہونی کرتوت ہے بلکہ ملک یہ قوم وہی ہے جس نے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا، اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھپایا، اللہ کے پیغمبروں کو قتل کیا اور تورات میں تحریف و تبدیلی کردی۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں اور بدنیتی وکا بھانڈا پھوڑا ہے اور ان کے دلوں میں جو چھوٹا موٹا مکروفریب پایا جاتا ہے اور قرآن اس میں سے ہر چیز کو کھول کر بیان کردیا اور پردہ فاش کررکھا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

”اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“ (المائدہ:65)

ساری دنیا میں اسلام:

ان لوگوں نے جو باطل کا پلندہ اکٹھا کرلیا ہے اور گمراہی کا ڈھیر الگادیا ہے وہ تو اس لائق بھی نہیں کہ اس کا ردّ کیا جائے یا اس مقدس مقام پر اس پر تنقید ومناقشہ کیا جائے۔ یہ دین اسلام اللہ کے فضل وکرم سے ہر مقام پر ضرور ضرور پہنچ کر ہی رہے گا جہاں تک دن اور رات یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بات کا ادراک کریں کہ یہ یہودی اور صہیونی قوتیں ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے لیکن وہ ہرگز ہرگز ہمارے مقامات مقدسہ، ہمارے قواعد واصول اور ضوابط وامتیازات اور ہماری کتاب کریم تک نہیں پہنچ سکتے۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ یہ کتاب ہماری زندگی اور نجات ہے۔ اسی کتاب کی بدولت ہم وہ تمام امتوں سے بہترین قوم وملت بن گئے ہیں جسے لوگوں کے لیے میدان میں لایا گیا اور یہ قرآن ہی دنیا وآخرت کا نور ہے اور شاید یہی بجلیوں کی وہ گرج ہے جس سے ہم اللہ کے فضل وکرم سے پکے ہوئے پھل اور کھلے ہوئے پھول چنیں گے اور یہ ہمارے دلوں میں قرآن کریم جیسے دائمی معجزہ سے تعلق میں گہرائی ومضبوطی کا باعث ہوگی اور اس کے احکام واوامر سے تمسک واعتصام پیدا کرنے کا سبب بنے گی اور ہم سب اپنے تمام امور حیات میں اس کتاب الٰہی پر عمل پیرا ہونے کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہا کریں گے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

”اسی طرح اللہ تعالیٰ حق وباطل کی مثال بیان فرماتا ہے، اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔“ (الرعد:17)

جود وسخاء:

روزے دارو! اللہ تعالی کاارشاد گرامی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

” یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔“ (الأحزاب:21)

اور نبی اکرم ﷺ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ دوسرے مہینوں میں بھی بڑے صاحب جود وسخا تھے لیکن ماہ رمضان میں تو بالخصوص آپ بکثرت صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے۔

امام ماوردی کہتے ہیں: ” نبی اکرم ﷺ جود وسخا میں اتنی توفیق عطا فرما گئے تھے کہ آپ نے ہر موجود چیز کو خیرات میں بانٹ دیا۔“

اورارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

” اللہ کی راہ میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لیے بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔“

(التغابن:16)

انفاق واحسان:

اس ماہِ میمون ومبارک میں محتاجوں پر احسان کرنا اور غریبوں فقیروں محتاجوں مسکینوں اور ناداروں پر خرچ کرنا صاف ستھری محبت اور خوبصورت ایمان کی علامت ہے جو کہ نفس کو نرم دلی اور شفقت کے جذبات پر آمادہ کرتا ہے جو امت مسلمہ میں تیز و بار آور ہوا کی طرح پھیل جاتے ہیں اور وہ خوشحالی وآسودگی اور ضرورت میں خرچ کرتی چلی جاتی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اپنے بھائیوں کے لئے دل کھول کر خرچ کریں اس سے ارض وسماء کے خالق ومالک کی رضا وخوشنودی پاؤ گے۔

معتبر اِمدادی وخیراتی ادارے:

احباب گرامی! ہم جب آپ کے ساتھ مل کر عطف ومحبت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو ساتھ ہی لطف ومحبت کے راستے بھی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان امدادی کاروائیوں اور خیراتی خدمات کے خلاف زبان درازی کرنے والے دشمنوں کے منہ میں کالے ہیں کیونکہ انہیں امدادی وخیراتی کاموں سے ہی تو اس مبارک ملک کی فضاؤں میں مہک ہے اور اے خیر و نیکی کرنے والو! آپ وہ نہیں جن کی ہمتوں اور عزائم پر افتراء پردازی کی جاسکے اور دروغ گوئی اور جھوٹ باندھے جاسکے لیکن اس کا معنی یہ بھی نہیں کہ آمدنی اور اخراجات کا حساب کتاب کا نظم وضبط نہ کیا جائے۔ ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں ہمارے ملک میں بکثرت ایسے محکمہ موجود ہے جو کہ بڑے باوثوق اور معتبر ہیں اور امن وامان بحال رکھنے والے اداروں کی بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ لہٰذا اے معزز مہمانان گرامی! اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنا ہاتھ نہ روکے شاید آپ کا یہی عمل آپ کو اللہ کے فضل وکرم کے سہارے جہنم سے بچالے۔

مقدس زمان ومکان اور اہل فلسطین:

اے امت اسلامیہ! آپ انتہائی اعلی شرف والے مقام، انتہائی عزت واحترام والے زمانے سے گزر رہے ہیں اور ان معطر فضاؤں میں

بڑے ناز ونعمت سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خوب امن وامان کے مزے لوٹ رہے ہیں اور ناز ونعمت والی یہ فضائیں ہمیں اس بات سے ہرگز غافل نہ کرے کہ ہم اپنے ان بھائیوں کو بھی یاد رکھیں جو حسرتوں سے دوچار اور زخموں سے چور چور ہیں جن کا پتہ کا سن کر غیرت مندلوگوں کا کلیجہ جلتا بھنتا ہے اور دل سے خون ٹپکنے لگتا ہے اور آپ کے وہ بھائی مسلمانوں کا قبلہ اول اور نبی ﷺ کے معراج کے بنیادی نقطہ والی سرزمین فلسطین میں بستے ہیں۔اللہ تعالی اس کی آزادی اور یہودیوں کی قید سے نکلنے کی خوشی سے مسلمانوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک مہیا فرمائے۔ یہ صہیونی قوتیں بغاوت وسرکشی کے ساتھ انہیں عذاب میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور انہیں کوئی روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے وہ قہر ڈھائے جارہے ہیں،تباہی مچائی ہوئی ہے،توڑ پھوڑ اور دھماکوں پے دھماکے کئے جاتے ہیں اور انہیں ایسی ایسی مشکلات ومصائب میں مبتلا کر رکھا ہے جو کبھی ان کے وہم وگمان میں بھی نہ آئے تھے۔

انسانی حقوق کے پاسبانو!:

کیا یہ خون خون اور کٹے پھٹے لوگ ،یہ یتیموں کی آہ وبکاء اور ٹوٹے پھوٹے گھروں کے ملبے کے نیچے سے بیواؤں کی چیخ و پکار،اندھیروں میں بے آسراؤں کی گریہ وزاری اور مہاجرین کے کیمپوں میں بسنے والے لوگوں کا نالہ اور حزن وملال،انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں، دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والوں اور امن وسلامتی کے دعویداروں کو حرکت دیں گے۔ یہ ہولناکیاں، ان مجرم گنہگاروں ،غاصبوں اور ظالموں کی باقاعدہ پلاننگ کا نتیجہ ہے جو عالمی اقوام متحدہ کی قراردادوں کو رد کرنے کا کھلا چیلنج ہے اور عالمی برادری کے فیصلے کے شرف ووقار پر مبنی معاہدات ومواثیق کے خلاف کھلی بغاوت وہدست درازی ہے اور بلاوجہ تمام انسانی معاملات کو توڑنے کی کھلی جسارت ہے اور یہ اس قوم یہود سے کوئی انہونی حرکت بھی نہیں بلکہ بقول شاعر:

یہ وہ خصلت ہے کہ اسی کے خون سے تمام رنج والم،خلاف ورزیاں اور تحریف وتبدیلیاں رونما ہوتی آرہی ہیں۔"

عالمی انسانی واسلامی تنظیموں والو!:

روزے دار مسلمانوں اور راتوں کو قیام کرنے والے اہل ایمان کے نام سے تمام عالمی تنظیمون،انٹرنیشنل اداروں اور اسلامی وانسانی انجمنوں کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ فوری طور پر کوئی قدم اٹھائیں اور ارض فلسطین میں کیے جانے والے مظالم اور دہشت وبربریت کو روکیں اور یہودیوں کو عالمی معاہدوں کی پابندی کروائیں جو کہ ظلم وزیادتی کو روکتے ہیں اور بے گناہ وبے قصور نہتے روزہ داروں کی حمایت وحفاظت کریں اور انہیں ظالموں کی ریاستی دہشتگردی اور ستم ریزی سے بچائیں۔ان معاہدات کی قراردادوں پر بھی ان سے عمل کروائیں جو کہ ان کی سلامتی اور وحدت وطن کی ضامن ہے جن میں مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر ظلم اور ان کی بے حرمتی کی بھی ممانعت ہیں بلکہ تمام بے دست وپاء اقلیات کا تحفظ بھی ہے۔

استقلال عراق:

اے امت مسلمہ ہم اس وقت انتہائی افسوسناک حالات سے گزر رہے ہیں۔زخمی ملک وادی دجلہ وفرات میں بڑی شدت کے ساتھ اصلاح

احوال اور استقرار امن کے متمنی اور وہاں خوشحالی و آسودگی کے منتظر ہے ۔ وہاں تباہی و بربادی اور رہوہ کا عالم ہے ۔ بچے، بوڑھے اور مرد و زن سبھی مشکلات سے دو چار ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اہل وطن عراق کو آزادی و استقلال اور حق حریت و خود اختیاری مل جائے ۔ ان کی قیادت وسیادت خود اہل وطن کے ہاتھ میں ہو اور ظالموں کے ہاتھ سے اقتدار اپنوں کو منتقل ہو جائے اور باغیوں کی دخل اندازی ختم ہو ۔

اسلامی انقلاب:

کیا اب بھی امت مسلمہ تغیر و انقلاب خیر کی ڈور کھینچے گی یا نہیں جبکہ اس کے زخموں سے خون ٹپک رہا ہے ۔ اسلامی انقلاب ہی سے امت اپنے آپ کو بچا سکتی ہے اور اپنی غیرت و عظمت رفتہ کی بازیابی میں کامیاب ہو سکتی ہے اور آنے والی نسلوں کو دنیا کی ذلت اور آخرت کی رسوائی و جہنم سے بچا سکتی ہے ۔ یہ امید و رجاء ہے اور ہم پر صدق دل سے عمل کرنا واجب ہے ۔ اللہ ان اہل اخلاص کی ضرور مدد کرتا ہے جو اپنے معاشرے کی اصلاح و درستگی اور امت کی عزت و عظمت کے حصول کے لئے جد و جہد کرتے ہیں اللہ ہمیں اہل تقوی عفت ابرار و صالحین کی راہ پر چلا اور ہمیں اپنے برگزیدہ نیک بندوں میں سے بنا دے ۔ ہم سب کو اپنی نعمت اور رحمت و کرم سے نعرے جہنم سے آزادی و نجات کا پروانہ عطا فرما ۔ ہم سب کو جہنم سے خلاصی عطا کر ہم سب کو جہنم سے نجات بخش ۔ اے غالب و عزیز! بہت ہی زیادہ مغفرت و بخشش کرنے والے ۔

فقہ الصیام:

برادران ایمان! روزہ دار کو جس چیز کا خاص طور پر خیال رکھنا و اہتمام کرنا چاہیئے وہ ہے روزے سے متعلقہ مسائل و احکام ۔ لہذا اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے یہاں ہم آپ کے ساتھ بعض مسائل و احکام روزہ پر توجہ دیتے ہیں ۔

مبطلا تِ ومفسداتِ صوم:

ان تمام مسائل و احکام میں سے ہی کے جن کا جاننا ضروری ہے وہ اشیاء و امور بھی ہے جو کہ روزے کو باطل و فاسد کر دیتے ہیں ۔

1) ان میں سے پہلی چیز منہ اور ناک کے ذریعے کھانا پینا ہے. چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾

”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے ۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔“ (البقرہ:187)

ناک سے کچھ چڑھانا بھی کھانے پینے کے قائم مقام ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا ۔

”وضو کرتے وقت ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ سے کام لو سوائے اس کے کہ تم روزے کی حالت میں ہوں۔“[1] (ابو داؤد و ترمذی)

2) روزہ توڑ دینے والی دوسری چیز وہ ہے جو کہ کھانے پینے کے معنیٰ و مفہوم میں داخل ہو جیسے کہ طاقت کے وہ غذائیں ٹیکے ہے جو کھانے پینے کی جگہ لے لیتے ہیں ۔ جب روزہ دار ایسا کوئی ٹیکہ لگا یا یا لگوائے تو اس سے روزہ دار نے روزہ توڑ دیا اور وہ ٹیکے جو کہ غذائی نہیں بلکہ دوائی

[1] ترمذی:788۔

ہوتی ہے وہ ان شاء اللہ روزہ نہیں توڑتے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ وہ ٹیکا خون کی نالی میں لگا یا جائے یا عضلات (گوشت) میں۔ یہی معاملہ آنکھ اور کان میں ڈالے جانے والی قطرات کا ہے۔علمائے کرام کے صحیح تر قول کے مطابق یہ بھی روزہ افطار نہیں کرتے لیکن زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ان کا استعمال رات کو کیا جائے۔

3) روزہ توڑ دینے والی تیسری چیز ہے ماہ رمضان میں دن کے وقت جماع وہمبستری کرنا اس کا گناہ بہت ہی زیادہ ہے اور یہ فعل بھی تو بڑا ہی قبیح وشنیع ہے۔جس شخص اس فعل کا ارتکاب ہوجائے ایسے شخص پر اس دن کے روزے کی قضاء کے ساتھ ہی کفارہ مغلظہ بھی ادا کرنا لازم ہے اور وہ کفارہ مغلظہ یہ ہے کہ ایک مومن کی غلام آزاد کرے اگر اسے کوئی مومن غلام نہ ملے تو وہ دوماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر کسی میں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

4) اپنی رضاء ورغبت اور خوشی واختیار سے منی کا انزال کرلینا بھی روزے کو توڑ دیتا ہے مثلاً کوئی شخص ہیجانی انداز سے اپنی بیوی سے بوس و کنار کرے یا اسے چھوئے اور اس کا انزال ہوجائے۔لیکن اگر احتلام کی شکل میں (غیر اختیاری طور پر) انزال ہوگیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا یہی معاملہ محض تفکیر کا بھی ہے کہ کسی کے تصور کے نتیجے میں اگر انزال ہوگیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا) کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ۔

بے شک اللہ تعالی نے میری امت کے خیال وفکر وکرنے اور محض سوچنے کو معاف کردیتا ہے جب تک کہ کوئی اپنی زبان سے بول کر نہ کہہ دے یا عملاً کسی کام کو کر نہ گزرے۔"[1] (صحیح مسلم)

5) روزے کو باطل وفاسد کرنے یا توڑنے والے پانچویں چیز جان بوجھ کر قے کرنا ہے۔البتہ اگر خود بخود قے ہوجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ۔

" جسے خود بخود قے آجائے تو اس پر کوئی قضاء نہیں ہے اور جو روزے دار جان بوجھ کر قے کرے اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن کے روزے کی قضا کرے۔"[2] (ابوداؤد وترمذی)

حدیث میں جو لفظ "ذرعه" آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قے کی حالت اس پر غالب آجائے اور اسے اس میں کوئی اختیار حاصل نہ ہو۔

6) روزہ توڑ دینے والی چھٹی چیز سینگی لگوانا یا فصد کروا کر جسم کے کسی حصے سے خون نکلوانا ہے کیونکہ ارشاد نبی ﷺ ہے: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ.

سینگی لگانے اور سینگی لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔[3] (مسند احمد سنن اربعہ)

البتہ اگر کسی ٹیسٹ کے لیے یا کسی زخم سے یا نکسیر پھوٹنے کی شکلوں میں تھوڑا سا خون نکل جائے گا یا نکلوایا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

7) روزہ توڑ دینے والی ساتویں چیز عورت کے حیض یا نفاس کے خون کا جاری ہوجانا ہے یہ روزے کو توڑ دیتا ہے اگرچہ مغرب سے چند

---

[1] صحیح مسلم:127۔

[2] ترمذی:720۔

[3] ترمذی:774۔

لمحات پہلے ہی شروع ہو جائے۔

اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے روزہ توڑ دینے والے چند بنیادی امور ہے۔اللہ کے بندوں اپنے روزے کو باطل و فاسد کرنے یا ان کا اجر و ثواب کم کرنے سے انہیں محفوظ رکھوں۔

عشرۂ مغفرت:

اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے اگلے دنوں میں آپ لوگ ماہ رمضان کے درمیانی عشر کا استقبال کرنے جا رہے ہیں جو کہ مغفرت و بخشش کا عشرہے لہذا اچھی طرح تمام آداب کے ساتھ روزے رکھ کر،راتوں کو قیام کر کے،نیک اعمال پر مداومت و پابندی کر کے،تلاوت قران کر کے،توبہ و استغفار کر کے،ذکر الہی کا التزام کر کے اور اللہ سے الحاح وزاری کے ساتھ اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگ مانگ کر اللہ سے مغفرت و بخشش طلب کریں کیونکہ یہ سب ہی اسباب مغفرت اور بخشش کے ذرائع ہیں اور گڑ گڑا کر دعائیں کرنے والوں کو اللہ تعالی پسند فرماتا ہے۔

اسلامی فریضۂ زکوٰۃ:

اس ماہ مبارک میں فریضہ زکوۃ کے بارے میں یاد دہانی کروانا بھی مناسب ہوتا ہے جو کہ کتاب اللہ میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ ہی ذکر ہوئی ہے طیب نفسی اور خوش دلی کے ساتھ زکوۃ کی ادائیگی کرے۔

اتحاد و وحدتِ امت کا بہترین موقع:

برادران اسلام!یہ ماہ رمضان المبارک امت مسلمہ کے لیے ایک بہترین موقع ہے کہ وہ سب کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ اور سلف صالحین کے منہج پر متحد و متفق ہو جائے۔اسی طرح اس بات پر بھی اتحاد و اتفاق کر لیں کہ وہ سب نوجوان طبقہ اور نئی نسلوں کی تربیت منہج وسطیت و اعتدال پر کریں گے۔ایسے ہی تمام افراد امت کو اس بات پر بھی جمع ہو جانا چاہیے کہ وہ سب عورت کو ایسی تربیت دیں گے کہ پردہ دار ہو عفت و عصمت کی محافظ بنے اور عزت و حشمت کا تحفظ کرے اور اس کے ساتھ ہی وہ مردوں کے ساتھ اختلاط اور بے حجاب میل جول سے دور رہے۔تمام افراد امت کو اس بات پر بھی اتفاق کر لینا چاہیے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والے محکمہ احتساب کی عزت و تعاون کریں گے۔امت کے امن و امان کا تحفظ کریں گے اور اس کے مفادات کو بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے۔کیا ہم اس مدرسے رمضان سے کوئی استفادہ کریں گے؟ کیا اس کی خیرات و برکات کے سرچشموں سے فیض و سیرابی تفصیل حاصل کریں گے۔امید تو اسی بات کی ہے اور اس سلسلے میں ہمارا سارے کا سارا بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی پر ہے اور اس کی ذات پاک سے مدد مانگتے ہیں۔اللہ تعالی ہمارے اور آپ سب کے روزے اور قیام قبول فرمائے اور آئندہ یا میں بھی ہم پر ہمیشہ اپنی نعمتیں جاری رکھے۔وہ بڑا ہی صاحب جود و کرم ہے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ماہ رمضان میں ضعفِ شیطان اور قبولیتِ دعاء کی رکاوٹیں اور لیلۃ القدر کے سلسلے میں صحیح طرزِ عمل

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

15/9/1425ھ، 29/10/2004ء

اے مسلمانو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور یہ بات اپنے ذہن میں رکھو کہ آج آپ لوگ جن نعمتوں سے مالا مال ہو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی اللہ کے پاس ہی رزق تلاش کرو، اسی کی عبادت کرتے رہو اور اسی کے شکر گزار رہوں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ہر کمالے راز والے:

مسلمانو! اس دنیا میں جو کوئی بھی اجتماع ہے اس کا انجام افتراق و بانتشار ہی ہے۔ زمانہ کبھی کھلا ہوا ہوتا ہے اور کبھی بند بند سا ملتا ہے اور ہر کمال کو آخر زوال ہی ہوتا ہے۔ زمانے کی گردش اہل ذہانت وفطانت لوگوں کے لیے ایک ایسا بہت بڑا موقع ہے جو ان کی بیداری کا باعث بنتی ہے تا کہ وہ خیر و برکت کے مواقع سے فائدہ اٹھالیں اور اس کے سر چشمے سے خوب سیراب ہولیں اور اس کو پانے کے لئے اسباب سے تعاون حاصل کرلیں اور ساتھ ہی ساتھ اس بات سے بھی ڈرتے رہے کہ یہ چشمہ ایسا ہے کہ اس کے سوتے کبھی بھی بند ہو سکتے ہیں اور اس کا فیضان کبھی بھی رکھ سکتا ہے۔

سعداء واشقیاء:

کل تک ہم اس ماہ مبارک کی آمد کے کتنے شدت کے ساتھ منتظر تھے اور آج ہم اس کا ایک طویل حصہ طے کر کے آچکے ہیں اور ان میں ہمارے کتنے ہیں دفاتر لپیٹے پڑے ہیں۔ معلوم نہیں ان میں کون ایسا شخص ہے کہ وہ نفع کما گیا ہے تا کہ اسے مبارک باد دی جائے اور نہیں معلوم کون خسارہ پا گیا ہے کہ اس سے تعزیت و ہمدردی کی جائے تا۔ ہم عمل خیر وصالح کا قافلہ کبھی بھی نہیں رکتا بلکہ وہ تو اِدھر اُدھر جھانکے بغیر چلتے ہیں رہتا ہے اور زبان حال سے وہ کہتا رہتا ہے:

اے خیر و بھلائی چاہنے والے ہمارے ساتھ کارواں میں شامل ہو جاؤ ورنہ پسماندہ اور بچھڑے ہوئے لوگوں میں سے ہو کر رہ جاؤ گے۔

فضائل رمضان اور فریبِ شیطان:

اللہ کے بندو! جس نے لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد کے حالات پر گہری نظر ڈال کر غور و تامل سے کام لیا اسے سخت حیرانگی ہوگی اور اس کی عقل دنگ رہ جائے گی اور وہ انتہائی دہشت زدہ ہو کر ذہول و حیران میں مبتلا ہو کر پوچھے گا: ماہ رمضان کے خصائص و فضائل کہاں اور یہ لوگ ان سے کہاں؟ ان لوگوں نے صحیح بخاری و مسلم کی وہ حدیث نہیں سنی جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔

جب ماہ رمضان داخل ہو جاتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور نارِ جہنم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔[1] (بخاری ومسلم)

یہ لوگ شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونے کے زمانے میں کہاں ہیں؟ جبکہ شیطان اور اس کے چیلے اس ماہ میں وہ تلبیس و فریب کاری نہیں کر سکتے جو کہ دوسرے مہینوں میں کرتے رہتے ہیں۔ خبردار! جس نے شیطان کے چیلوں کو اس بات کا موقع دے دیا کہ وہ لوگوں کے فہم وقناعت میں یہ بات ڈال دے کہ وہ درحقیقت ان کی زندگی اور اعمال وافعال میں دخل اندازی نہیں کر رہا (حالانکہ وہ واقعی میں پوری طرح اثر انداز ہوتا ہے) کیونکہ اس نے ان کے تمام تصرفات ونظریات کو دوسرے رخ پر لگا رکھا ہے۔ خود فریبی وغلط فہمی میں مبتلا ایسے لوگ نبی اکرم ﷺ کے بخاری ومسلم میں مروی ارشاد سے نابلد ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ۔

"انسان کے رگ وریشے میں شیطان یوں گردش کرتا ہے جس طرح کہ خون چلتا ہے۔"[2] (بخاری ومسلم)

فکرِ اصلاح کا فقدان:

اس طرح کی خود فریبی پر مشتمل قناعت کو شیطان کمزور نفس لوگوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے اور ان کی ذات کے گرد شیطان کے مکروفریب سے معصوم ومحفوظ ہونے کا ہالہ اور دائرہ بنا ہونے کا تصور پیدا کر دیتا ہے اور وہ اپنے عقائد واعمال اور سلوک وکردار کے سلسلہ میں اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں اور اپنے آپ میں کسی کمی بیشی کے تصور کو غلط قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ خود ان کی ذات ہی نہیں بلکہ ان کے پورے معاشرے میں ایسی کوئی خامی نہیں جو اصلاحِ طلب ہوں اور ہماری ایسی کوئی غلطی نہیں جس کی تصحیح ضروری ہو یا کم ازکم وہ لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ پیار ومحبت کرنے والے دل اور برے مستقبل کے خدشات پر مطلع کرنے والے شخص کی نصیحت سننے کی بھی انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قوت ایمان اور ضعفِ شیطان:

جب کہ اس ماہ میں ہر شخص پر واجب ہے کہ شیطان سے مقابلہ کرے اور اسے زیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ کیوں کہ جس کا رب پر ایمان پختہ ہوگیا یقیناً وہ شیطان پر غلبہ حاصل کر لے گا کیونکہ بلاشبہ شیطان کا مکروفریب بہت کمزور ہوتا ہے اور وہ قوی الایمان وصاحب عزیمت شخص کے مقابلے سے جلد بھاگ نکلتا ہے اور اللہ کی اطاعت وفرماں برداری اور اس کے ذکر مسلسل میں یہ تاثیر ہے کہ وہ شیطانی اثرات اور اس کے زور کو کم کر دیتے ہیں اور پھر مومن ومتقی شخص جب اپنے مقابلے میں شیطان کے مکروفریب کو کمزور پاتا ہے تو اس کے اہداف واغراض ومقاصد میں باعث تعجب حد تک قوت آجاتی ہے اور اسے اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مقابلہ ایک بظاہر بھولے ہوئے مگر درحقیقت کمزور دشمن سے ہے اور اس بات کی بہترین دلیل نبی اکرم ﷺ کا وہ مشہور ارشاد گرامی ہے جس میں آپ

[1] صحیح بخاری:1899۔
[2] صحیح بخاری:3281۔

آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے شیطان تمہیں جس راستے میں آتا دیکھ لیں وہ اس راستے کو چھوڑ دیتا اور دوسری راہ لے لیتا ہے۔[1]

اس بات پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ صرف اور صرف شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے پیروکار تھے وہ نہ کوئی نبی مرسل تھے نہ اللہ کا مقرب فرشتہ تھے لیکن وہ اللہ پر مضبوط ایمان اور یقین راسخ کے مالک تھے۔حق کے لیے قوی اور باطل کے لیے انتہائی سخت تھے۔اللہ سیدھی راہ دکھلانے والا ہے۔

ماہ رمضان میں دو عبادتیں:

1) **دعاءِ عبادت:** مسلمانو! اللہ تعالی نے اس امت مسلمہ کو اس ماہ مبارک میں دو قسم کی عبادتوں کو جمع کر کے ان کی وزت وتکریم فرمائی ہے اور ان دونوں کے ذریعے اس ماہ میں جتنا بکثرت اجر وثواب ملتا ہے اتنا کسی دوسرے مہینے میں نہیں مل سکتا اور وہ دو قسم کی عبادتیں ہیں: دعاءِ عبادت اور دعاءِ سوال.

دعاءِ عبادت یہ ہے کہ بندہ بکثرت نماز پڑھے، روزہ رکھے، تلاوت قرآن کرے، اور ذکرِ الہی کرے اور یہ سب عبادات ماہ رمضان میں بکثرت سرانجام دی جاتی ہے یہ درحقیقت بندے کی زبان حال سے یہ دعا ہوتی ہے کہ اللہ اسے بخش دے اس کی عبادات کو قبول فرمائے اور اسے اپنے عذاب سے محفوظ کرے۔

2) **دعاءِ سوال:** جبکہ اس ماہ میں دعاءِ سوال سے مراد وہ مشہور دعائیں ہیں جو کہ قنوت وتر میں، روزہ افطار کرتے وقت، اذان واقامت سننے کے قوت کی جاتیں ہیں اور عام اوقات کی تمام دعائیں ہیں۔ یہ سب اللہ کا فضل اور اس کا کرم ونعمت ہے. اللہ اسے مبارک کرے جسے اس غنیمت موقع سے فائدہ اٹھانے کی توفیق مل جائے اور وہ اسے پائے تکمیل تک پہنچالے اور خائب وخاسر ہوا وہ شخص کہ جو اپنی خواہشات کا غلام بنا تکیہ لگائے پڑارہ جائے اور اہل ایمان اس سے سبقت لے جائے اور اہل اخلاص اس سے آگے نکل جائے۔

نبی کریم ﷺ کا طرزِ مبارک:

امت مسلمہ: اس ماہ میں ان دونوں قسم کی دعاؤں (دعاءِ عبادت اور دعاءِ سوال) کی سخت محتاج ہے۔ کیونکہ اس وقت طوفانوں کے ایسے تیز رو جھکڑوں سے گزر رہی ہے جو اسے دائیں بائیں پچھاڑ کے چلے جارہے ہیں۔اسے چوٹ پر چوٹ آرہی ہے اور موت ہر طرف سے منہ کھولے اس کی راہ دیکھ رہی ہے لیکن یہ مری نہیں لیکن اس کی حالت اتنی تکلیف دہ ہو چکی ہے کہ اسے اب اللہ ہی سنبھال دے تو ممکن ہے۔

[1] صحیح بخاری:3294۔

ہمارے لئے راہِ عمل:

یہاں یہی بھید و پوشیدہ راز ہے کہ لوگ اللہ کی طرف جھک جائیں اسے اپنا ملجا و ماوی بنالیں اور اس کے لطف و کرم کے امیدوار ہو جائے اور اس عزیز غالب اور غفار و بخشش کرنے والے کی جناب میں ہاتھ اٹھائے گڑگڑائیں اور یہ دعائیں مانگیں کہ اے اللہ مسلمانوں کے حالات سنوار دے اور ان کے بکھرے ہوئے لوگوں کو باہم سمیٹ کر ان میں اتحاد و اتفاق پیدا فرمادے اور اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کا عمل مبارک ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ جب سرداران قریش کے ظلم و بربریت اور طغیانی اور سرکشی کی انتہا ہوگئی اور انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کھلی جنگ کا اعلان کر دیا تو ماہ رمضان میں ہی غزوہ بدر کے موقع پر آپ ﷺ نے شب زندہ داری فرمائیں۔ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے اور حیّ و قیوم ذات گرامی سے پورے الحاح وزاری اور تکرار کے ساتھ یہ دعا فرمائیں: اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اللَّهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْأَرْضِ۔

اے میں اللہ تجھے تیرے عہد و وعدے کا واسطہ دیتے اور یاد دلاتے ہوئے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو اس کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہیگا۔[1]

نبی ﷺ نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو اتنا اٹھادیا کہ نبی اکرم ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کے کندھوں سے آپ کی چادر مبارک گرگئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے صدقِ دل، خلوص کامل اور اس یقین قبولیت کے ساتھ دعا مانگی کہ ابھی آپ نے اپنے اٹھائے ہوئے ہاتھوں کو واپس نیچے بھی نہیں کیا تھا کہ اللہ کی طرف سے مدد آگئی فرشتے نازل ہوگئے اور انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو کر مشرکین کے ساتھ جہاد کرنا شروع کر دیا اللہ تعالی ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾

"اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگا تار چلے آئیں گے۔" (الأنفال:9)

شرق و غرب تمام روئے زمین کے مسلمان اس نصرت جمیل اور مدد کریم پر ہوتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کی طرح ہی تضرع اور الحاح وزاری کے ساتھ اپنے مولائے کریم سے دعائیں مانگیں کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائے اور پوری دلسوزی دردناکی کے ساتھ یہ بھی کہیں: تجھے تیرا عہد و وعدہ یاد دلاتے ہیں جو تو نے ہمارے ساتھ بھی کر رکھا ہے کہ تو ہماری مدد و نصرت کرے گا۔

استواریٔ تعلق باللہ:

تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس ماہ مبارک میں اپنے رب کے ساتھ اپنے تعلقات کو درست کرلیں اور بہت اچھے طریقے سے اس کی طرف رجوع کرلیں اور اسے اپنا ملجا و ماوی بنالیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات گرامی ہے جو فیصلے صادر کرتی ہے اور اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور اللہ ہی وہ ذات ہے: جو رات کے آخری تہائی حصے میں آسمان دنیا پر نازل ہو کر اپنے بندوں کی عزت افزائی اور تکریم کرتا

[1] صحیح مسلم:1763۔

ہے اور کہتا ہے کیا کوئی سائل ہے کہ جسے میں عطا کروں یا کوئی مجھے پکارنے والا ہے جس کی میں پکار سنو یا کوئی ایسا ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اسے بخش دوں؟۔[1]

إِذَا مَضَى شَطْرُ اللَّيْلِ أَوْ ثُلُثَاهُ يَنْزِلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ: هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى؟ هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهُ؟ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهُ؟ حَتَّى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ.

بلا وجہ مایوسی اور قبولیتِ دعاء کی رکاوٹیں:

ان تمام بہترین مواقع کے موجود ہونے کے باوجود بہت سارے مسلمان محض دعاؤں کے قبول ہونے میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے مایوسی و ناامیدی میں مبتلا ہو چکے ہیں حالانکہ کھلی آنکھوں سے دیکھنے والوں کی نگاہوں میں امت کی حالت روز بروز بد سے بدترین ہوتی چلی جارہی ہے اور فتن کا شرارہ و چنگاری آگ کا پہاڑ بنتی جارہی ہے۔لیکن اس بات کا یقین رکھنا چاہیے کہ دعا کی قبولیت کی راہ میں کچھ اعمال بدکی رکاوٹیں ہیں اور ضروری ہے کہ امت ان سے باز آجائے تاکہ اس کی دعائیں اور مرادیں پوری ہو۔

1) ترکِ فریضۂ امر و نہی:

ان رکاوٹوں میں سے ہی امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے) نہی عن المنکر (برائیوں سے روکنے) کا فریضہ چھوڑ بیٹھنا اور اس کے بارے میں لاپرواہی برتنا یا پھر اس کی ادائیگی میں شرم و حیا محسوس کرنا۔ چنانچہ اس کے مانع قبولیت دعاء ہونے کا پتہ ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ کی وہ حدیث دیتی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم جو نیکی کا حکم دیتے رہو اور بالضرور برائی سے روکتے رہو ورنہ یقیناً عنقریب ہے کہ ان پر اللہ تعالی کوئی عذاب نازل کردے گا پھر تم اسے پکاروگے اور تمہاری دعائیں فریادیں نہیں سنی جائے گی۔"[2] (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

2) کسب و اکل حرام:

اللہ کے بندو قبولیت دعا کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں میں سے حرام کھانا بھی ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ،وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ. فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ.

ایک شخص سفر کرتا ہے، اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتا ہے،بال و حال پراگندہ اور لباس غبار آلود ہے اور کہتا ہے یارب! اے میرے

---

[1]) صحیح مسلم:758۔
[2]) ترمذی:2169۔

پروردگار! لیکن اس کا کھانا پینا اور لباس وغذا سب حرام ہے اس کی دعائیں بھلا کیسے سنی جائینگی۔"[1] (صحیح مسلم)

3) جلد بازی کرنا:

دعا قبول ہونے کی راہ میں یہ چیز بھی رکاوٹ ہے کہ اس کی قبولیت کی جلدی کی جائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُولُ: دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي۔

"بندے کی دعا تب تک قبول کی جاتی ہے جب تک کہ وہ اس کی جلدی نہ مچائے اور یہ نہ کہنے لگے کہ میں نے دعاء کی ہے مگر قبول نہیں ہوئی۔"[2] (صحیح مسلم و بخاری)

4) غافل دل والے کی دعاء:

کبھی کوئی ایسی دعا بھی قبول نہیں کی جاتی جو کہ ایسے ہونٹوں سے نکلے جس کے ساتھ اس شخص کا دل نہ ہو اور ساتھ بھی وہ جو کہ پانی اور ہوا کا روح کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ زبان دل کی ترجمان اور اس کی پیغام رساں ہوتی ہے اور ایسی زبان سے نکلنے والی دعا جو غافل دل والے شخص سے ہو وہ بالکل ہی بیکار یا کم ہی فائدہ دینے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔

"بے شک اللہ تعالیٰ دل غافل کے مالک شخص کی دعا قبول نہیں کرتا۔"[3] (ترمذی)

دس اُمور:

ایک مرتبہ اہل بصرہ حضرت ابراہیم بن ادھم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گویا ہوئے کے پتہ نہیں کیا بات ہے کہ ہم عرصے سے دعا کر رہے ہیں مگر ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ انہوں نے فرمایا: اہل بصرہ دس چیزوں کے بارے میں تمہارے دل مردہ ہو چکے ہے اس لیے تمھاری دعائیں کیسے قبول ہوں؟:

1) تم نے اپنے اللہ کو پہچان تو لیا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا۔

2) تم نے قرآن کریم تو پڑھا مگر اس پر عمل نہیں کیا۔

3) تم نے شیطان سے عداوت اور دشمنی کا دعویٰ تو کیا مگر اسی کی اطاعت و پیروی اور موافقت و مرضی پر چلے۔

4) تم یہ کہتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کی امت ہو لیکن تم لوگ آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

5) تم دخول جنت کے دعویدار تو بنتے ہو مگر اس کے لئے عمل نہیں کرتے ہو۔

6) تم نارِ جہنم سے نجات کے طلبگار تو بنتے ہو مگر تم نے اپنے آپ کو اسی میں گرا رکھا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: 1015۔

[2] صحیح بخاری: 6340۔

[3] ترمذی: 3479۔

7) تم یہ تو کہتے ہو کہ موت حق ہے مگر اس کے لیے تیاری نہیں کرتے.

8) تم لوگوں کی عیب چینی تو کرتے ہو مگر اپنے عیوب کی اصلاح نہیں کرتے.

9) تم پر اللہ کی بے شمار نعمتیں سایہ فگن ہے مگر تم اس ذات منعم کا شکریہ ادا نہیں کرتے.

10) تم اپنے ہاتھوں سے اپنے فوت شدگان کو دفن تو کرتے رہتے ہو مگر خود عبرت ونصیحت نہیں پاتے.

اللہ مشکل کشا:

مسلمانو! خبردار ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے سامنے بکثرت تضرّع اور الحاح وزاری کرو گڑگڑاؤ، قلب صادق اور پرخلوص رغبت کے ساتھ یہ سب کچھ ہونا چاہیے۔ اگر آپ لوگ ایسا کر گزرے تو اللہ وہ ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دے سکتا ہے اور اس کے خلاف کوئی کسی کو ہرگز پناہ نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾

”بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ کون بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو۔“ (النمل:62)

آخری عشرہ رمضان:

مسلمانو! اللہ سے ڈر جاؤ اور یہ بات خوب سمجھ لو کہ آپ پر وہ عشرہ اخیرہ رمضان سایہ فگن ہو گیا ہے جو انتہائی مبارک ہے۔ اس میں اتنی خیر وبرکت ہے جتنی کہ دوسرے کسی میں نہیں ہے۔

لیلۃ القدر:

اسی عشرہ میں وہ رات بھی ہے جو کہ ہزار ماہ سے بھی بہتر ہے جو اس کی خیر وبرکت سے محروم ہو گیا وہ خیر کثیر سے محروم رہ گیا۔ وہ مبارک رات ایسی ہے کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾

”اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے“. (الدخان:4)

یہ یہ رات ایسی ہے کہ اس میں کیا گیا عمل (83 سال اور چار ماہ) میں کیے گئے عمل سے بہتر ہے، وہ ایسی رات ہے کہ اگر کسی نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اسی سے اجر وثواب کے حصول کے ساتھ ساتھ اس رات میں قیام کر لیا تو اس کے سابقہ تمام گناہ بخش گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ [1] وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ [2] لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ [3] تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ [4] سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ﴾

”یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔ تو کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) کے سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے

تک (رہتی ہے)۔" (سورۃ القدر)

برکات کی کثرت:

اس رات کی بکثرت برکتوں کی وجہ سے اسی میں فرشتوں کے نزول کی کثرت ہوتی ہے اس جگہ" الروح" سے مراد بعض اہل علم کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ وہ حضرت جبرائیل روح الامین علیہ السلام ہے اور بعض علماء تفسیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک خاص قسم کی جماعت ہے۔

عمل و دعاء لیلۃ القدر:

اللہ والو! اس رات کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے جو کہ عشرہ اخیرہ (کی طاق راتوں) میں ہے اور اس میں بکثرت اطاعت اور عبادت، ذکر الٰہی اور دعائیں کرنی چاہیے اور اس میں یہ دعا کرنا ثابت و مسنون ہے: اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عني اے اللہ تو سراسر عفو کرم ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرما دے۔[1] (ابن ماجہ)

کیونکہ امام احمد اور ابو سفیان بن حرب نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں یہ دعا نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔

صدقِ دل، خلوصِ نیت اور مطابقتِ سنت:

اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس عشرہ میں عمل صالح کی بھرپور کوشش اور جد و جہد، صدق نیت و اخلاص للہ کے ساتھ ساتھ عین سنت رسول ﷺ کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

اعتکاف:

اسی طرح اسی عشرہ میں ہی اعتکاف کا عمل بھی مسنون ہے جو کہ عشرہ اخیرہ میں نبی ﷺ ہمیشہ ہر سال وفات پانے تک اعتکاف فرماتے رہے جیسا کہ صحیحین میں یہ بات مروی ہے۔" (بخاری و مسلم)

تلاشِ شب: بلا تکلف:

لیلۃ القدر کی تلاش میں کسی قسم کے تشدد و تکلف سے کام نہیں لینا چاہیے۔ خصوصاً اس رات کی پہچان کے بارے میں مروی بعض آثار کی بنا پر اسے کھوجنے کا تکلف نہ کریں اور نہ بعض اہل تعبیر اور خوابیں مروج کرنے والوں کی باتوں میں آنا چاہیے کیونکہ نیند میں دیکھے گئے عام لوگوں کے خوابوں پر کسی شرعی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی جیسا کہ امام نووی، شاطبی، ابن تیمیہ، ابن قیم رحمہم اللہ نے لکھا ہے بلکہ خود نبی ﷺ نے خواب میں یہ رات دیکھی اور پھر یہ آپ کو بھلا دی گئی۔

[1] ابن ماجہ: 3850۔

نا قابلِ التفات:

بعض اہلِ تعبیر نبی اکرم ﷺ کے ایک ارشاد سے جو استدلال کرتے ہیں اس کی طرف بھی التفات نہیں کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے باغ مل گئے ہیں تعبیر کی تعبیر و استدلال اس لیے توجہ نہیں دینا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے باہم مل گئے ہیں۔

اور اہلِ تعبیر کی تعبیر و استدلال پر اس لیے توجہ نہیں دینا چاہیئے کہ ادھر نبی اکرم ﷺ جو کچھ کہتے تھے وہ حق وحی کا تائید یافتہ ہوتا تھا مگر یہ مقام وصف کسی دوسرے کو ہرگز حاصل نہیں ہیں۔

ضیاعِ وقت اور فریبِ شیطان:

لوگوں کا ایک دوسرے کے خوابوں کو سامنے رکھنا اور انہیں موضوعِ بحث بنالینا محض وقت کا ضیاع ہے اور یہ شیطان کے راستوں کو بھی کھولتا ہے تاکہ وہ ان کی ہمتوں کو فاسد و کمزور کردے تاکہ وہ بعض لوگوں کی بتائی ہوئی کسی ایک رات کو جاگیں اور باقی راتوں کے قیام سے قاصر رہ جائے۔

صحیح و طے شدہ امر:

اہلِ علم کے نزدیک صحیح اور طے شدہ چیز یہ ہے کہ اس رات کے آنے سے پہلے کسی کے بس میں نہیں کے اس کی تعین و تحدید کرسکے وہ چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ اہلِ تعبیر میں سے ہو یا ولی اللہ۔ چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ ، فَتَلَاحَى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ.

رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں بتائیں کہ لیلۃ القدر کون سی رات ہیں۔ اتنے میں فلاں فلاں شخص باہم لڑ پڑے اور اسی اثناء میں اس کی تعیین و تحدید اٹھادی گی اور شاید اسی میں ہی تمہاری بہتری ہے۔ تم اسے آخری عشرے کی نویں رات اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔"[1] (صحیح بخاری)

حکمت اِخفاءِ شب:

اللہ کے بندو! اس رات کے چھپائے جانے میں یہی حکمت و راز پوشیدہ ہے کہ اس کے طالب اسے تلاش کرنے میں پورا عشرہ ہی جد و جہد اور عبادت کریں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ پورا آخری عشرہ ہی اعتکاف فرمایا کرتے تھے تاکہ شاید اسے پالیں۔

---

[1] صحیح بخاری:2023۔

علامات میں احتمالات:

یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ اس کی علامات کے سلسلے میں صحیح ترین حدیث ہے جو کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں انہوں نے اس رات کی علامت ونشانی بتاتے ہوئے فرمایا ہے: أَنَّهَا لَيْلَةٌ صَبِيحَتُهَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ۔

اس رات کے بعد آنے والی صبح کا سورج سفید ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں نہیں ہوتی۔[1] (ترمذی)

اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ خود حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد ہو۔ اسی طرح یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ یہ علامت اس رات کے ساتھ ہو جو انہوں نے اپنے زمانے میں پائی تھی اور صحیح علم تو اللہ کے پاس ہے.

اعمال صالحہ کی پونجی:

مسلمانو: خبردار ہو جاؤ اور وقت نکل جانے سے پہلے عمل صالح کی پونجی جمع کر لو اور اس جنت کی طرف جلدی لپکو جس کا عرض و چوڑائی ان آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور وہ اہل تقویٰ لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

[1] ترمذی: 793۔

ماہ انقلاب: دعاء رمضان: آدابِ اعتکاف

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

22/9/1425ھ، 5/11/2004ء

منافع کا سیزن:

لوگوں میں آپ سب کو اور میں اس سے بھی پہلے خود اپنے آپ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور منافع کے سیزنوں کو اپنے لیے غنیمت سمجھیں جن کا بازار لگا ہوا ہے۔ اسی طرح باب توبہ پر دستک دیتے اور توبہ نصوح کرتے رہا کریں قبل اس کے کہ موت کے ساتھ توبہ کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ غفلت ولاپرواہی منافع کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور معصیت ونافرمانی نقصان وخسارے کا باعث ہوتی ہے اور وہ شخص جو اللہ کے در کو چھوڑ کر دوسروں کے در کی خاک چھانتا پھرے وہ ذلت ورسوائی کی انتہا کو پہنچ گیا اور جو شخص اللہ کے فضل کی بجائے دوسروں سے امیدیں وابستہ کریں اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ جس میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی رضاء وخوشنودی کے لیے کوئی عمل سرانجام دیا اس کے وہ تمام اعمال اکارت وبرباد ہو گئے۔ اللہ کے سہارے کے سوا تمام سہارے ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے در کے سوا تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ ناز ونعمت تو اللہ سے مناجات و سرگوشیاں کرنے میں ہے اور اللہ کی خدمت وعبادت میں تھک جانا ہی اصل راحت وخوشی کا سبب ہے اور تونگری و دولت مندی کا راز اس میں پنہاں ہے کہ بندہ حقیقی طور پر اپنے رب کے در کا فقیر بن جائے۔

وقت کی تیز پرواز:

مسلمانو! دن بڑی تیزی کے ساتھ گزرتے جاتے ہیں۔ سال بھی بڑی رفتاری کے ساتھ پر لگائے اڑتے جا رہے ہیں اور بکثرت لوگ ایسے ہیں کہ وہ غفلت ولاپرواہی میں مبتلا ہیں اور عبرت ونصیحت حاصل کرنے سے اِعراض وروگردانی کر رہے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا﴾

"اور اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ اس شخص کی نصیحت کے لیے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔" (الفرقان:62)

عوضانہ:

اے اللہ کے بندو! جب یہ عمر بہت ہی محدود اور تھوڑی سی ہے اور ہر بندے کو اس دنیا میں جینے کے لیے صرف گنتی کے چند دن ہی دیئے گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر اس بات کا احسان جتلایا ہے کہ اس نے انہیں خیرات وبرکات کے مواسم اور سیزنوں سے نوازا ہے۔ انہیں اپنی رحمت کے جھونکوں میں بسایا ہے اور انہیں ایسے دنوں اور راتوں سے مالا مال کیا ہے جنہیں اس نے بہت ہی عزت وشرم والا بنایا ہے جن کا بے شمار اجر وثواب ہے اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں کی چھوٹی عمر اور عملی کوتاہی کا معاوضہ بنانے کے لیے

ان دنوں اور راتوں میں توفیقِ عمل پا جانے والوں کے لیے عوضانہ بنایا ہے۔تمہارے یہ آج کل کے دن تمام ایام سے افضل ترین دن ہیں۔اس ماہ رمضان کا آخری عشرہ تو باقی ایام سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔

محاسبۂ نفس اور انقلاب:

مسلمانو! بندہ ان فضیلت والے ایام میں اپنی خود احتسابی کا کتنا محتاج ہے۔یہ تغییر و تصحیح اور اصلاح و انقلاب کے لئے بہت مناسب موقع ہے۔وہ اصلاح و انقلاب کسی فرد کی ذاتی زندگی میں لانا مقصود ہو یا امت کی اجتماعی حیات و حالت میں۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔

”جب ماہ رمضان داخل ہو جائے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔“[1] (صحیح بخاری)

جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے: إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ، وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ.

جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان میں سے سارا مہینہ کوئی ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور نارِ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور منادی کرنے والا فرشتہ کہتا ہے: اے خیر و بھلائی کے طلبگار! آگے بڑھو۔اور اے شر و برائی کا ارادہ رکھنے والے باز آ جاؤ۔اللہ ہر رات بے شمار لوگوں کو نارِ جہنم سے آزادی بخشتا ہے۔“[2] (ترمذی)

یہ مہینہ اپنے احتساب کا مہینہ ہے، یہ اصلاح احوال کا موقع ہے اور یہ اپنے اندر تغیر و تبدل اور انقلاب لانے کا بہترین چانس ہے: ”اے خیر و بھلائی کے طلبگار آگے بڑھو اور اے شر و برائی کا ارادہ رکھنے والوں باز آ جاؤ۔“

قابلِ غور دعاء:

مسلمانو! مزید تامل اور غور و فکر کرنے، محاسبہ کا سنجیدہ شعور حاصل کرنے اور اس موجودہ موقع کا گہرا ادراک کرنے کے لئے کیا آپ نے اس دعا پر کبھی غور کیا ہے۔جسے اس ماہ میں مسلمانوں بکثرت دہراتے رہتے ہیں خصوصاً ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں؟ جب کہ اس ماہ کے دن خاتمے کے قریب ہو جاتے ہیں اور اس ماہ کا چاند گھٹتے گھٹتے ڈوبنے ہی لگتا ہے اور مسلمان اس کے فراق کا شعور حاصل کرنے لگ جاتے ہیں اور اس ماہ کو الوداع کہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں اور اس کے فراق کے احساسات و جذبات سے مسلمانوں کے دل لبریز ہوتے ہیں۔کیا آپ نے واقعی کبھی اس دعا پر غور کیا ہے جس سے ہی زندہ دلوں سے مؤثر شعور بھی ٹپک رہا ہوتا ہے اور قلوب و نفوس بلندیوں کی طرف لٹک

---

[1] صحیح بخاری:1899۔
[2] ترمذی:682۔

مٹک رہے ہوتے ہیں اور انہیں ایک بہت بڑا ایمانی شعور حاصل ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اپنے رب، اپنے مولیٰ کریم کو وعدے یاد دلا دلا کر پکارتے ہیں اور کہتے ہیں:

اے اللہ اس ماہ رمضان کو ہمارے حق میں گواہ بنا دے، ہمارے خلاف گواہی دینے والا نہ کر دینا۔

کیا آپ نے کبھی اس دعا پر غور کیا ہے؟ کیا آپ لوگوں نے کبھی اس دعا کے مضامین، اس کے نتائج، اس کی حقیقت اور اس کے انجام کی جانچ پرکھ کی ہے؟

ناقابل جرح شہادتِ رمضان:

روزہ دارو! اس ماہ رمضان کی گواہی ایسے ہے کہ جس کے خلاف کسی قسم کی کوئی جرح قبول نہیں کی جائیں گی۔ یہ موسم خیرات و برکات ہر سال بار بار آتا رہتا ہے اور یہ افراد و امت سبھی کو دیکھتا ہے اور آپ کے حال کو بھی ملاحظہ کرتا ہے۔ کیا یہ ہمارے حق میں گواہی دیگا یا ہمارے خلاف گواہی بن کر کھڑا ہو جائے گا؟ یہ ماہ ہماری حالت پر گہری نظر رکھے ہوئے ہے۔ کیا یہ ہمارے حال پر رنج والم پائے گا یا رشک کرے گا؟ ہم نے اس کا استقبال کیسے کیا؟ ہم نے اس میں کیا کیا افراط وتفریط اور کوتاہیاں برتیں؟ بلکہ سال بھر ہی نہیں ساری عمر کے ہر دن میں ہم نے کیا کیا تقصیریں کیں اور کوتاہیوں میں مبتلا رہے؟ کیا ہم صرف اس ماہ کے دوران عمل میں کوشاں رہ کر سال و عمر کے باقی تمام ماہ و روز کو ضائع کر دیں گے؟

شب وروز اور اعضائے جسم کی گواہی:

اللہ کے بندو! یہ دن بھی گواہی دینے والے ہیں۔ ہمارے جسم کے تمام اعضاء بھی گواہ بن جائیں گے۔ وقت وزمان بھی گواہ بنیں گے اور جگہ و مکان بھی شاہد ہوں گے۔ اس ماہ کی ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف گواہی دینے کے معاملے پر ہمارا غور کرنا ہمارے لیے سنجیدگی سے محاسبہ نفس کے موقع، اپنی کوتاہیوں کا تدارک کر لینے کا ایک عمدہ چانس اور تغییر و انقلاب کا ایک سنہری دور ہے۔ لہٰذا اے خیر و بھلائی کے طلبگار آگے بڑھو اور اے شر برائی کا ارادہ رکھنے والوں کے باز آجاؤ۔"

شہادتِ رمضان کا امتیاز:

اس ماہ رمضان کی گواہی کو ایک طرح کا امتیاز اور خصوصیت حاصل ہے اور وہ کیوں؟ کیونکہ یہ صبر و شکیب کا مہینہ ہے۔ خواہشات نفس کی غلامی کرنے کی بجائے ان سے مقابلہ کر کے ان پر غلبہ پانے کا مہینہ ہے۔ ارادوں کو مضبوط کر لینے کا مہینہ ہے اور نفس کے ناجائز وقتی مطالبوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا دور ہے۔

ماہ امتحان وآزمائش:

روزہ دارو! یہ ماہ رمضان بڑے نفوس اور چھوٹے نفوس کے مابین تفاوت کا پتہ چلانے کے لیے ایک میدان کی حیثیت رکھتا ہے۔ عالی ہمت لوگوں اور کمزور ہمت لوگوں کا پتہ چلانے کا عہد ہے۔ یہ ماہ، یہ گواہ مسلمان کی اندرونی حالت کا پتہ چلانے کے لیے ایک امتحان وآزمائش ہے

۔اور یہ ڈانٹنے والا نفس یا اندرونی دینی حالت اور انسانی ضمیر ہی وہ دو چیزیں ہیں جو کہ کامیاب تربیت کا مرکز ومحور ہے۔

روزہ: اللہ اور بندے کے مابین ایک راز:

اس ماہ رمضان کی شہادت وگواہی پر غور وخوض کرنے اور اس کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ روزے کے خصائص اور روزے داروں کے حالات پر بھی گہری نگاہ ڈالی جائے۔روزہ اللہ اور اس کے بندے کے مابین ایک راز ہے اور اس روزے کو اللہ تعالی نے اپنے لیے خاص کر رکھا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کہتا ہے: الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي۔

روزہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا بھی میں ہی دوں گا۔بندہ اپنا کھانا، پینا اور شہوت کی جائز تسکین صرف میری خاطر چھوڑتا ہے۔"[1]

روزہ توڑنے والی ظاہری اشیاء:

برادران اسلام! بہت سارے لوگوں کے لیے روزہ توڑ دینے والی ظاہری اشیاء سے بچے رہنا تو کوئی مشکل کام نہیں بلکہ ان کے لیے یہ تو آسان ہے۔چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

بندے روزے داروں کے روزے کو توڑ دینے کے ظاہری اسباب واشیاء کو دیکھ لیتے ہیں لیکن یہ بات کہ انہوں نے کھانا پینا اور شہوت کی تسکین کرنا صرف اپنے معبود کی خاطر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔یہ ایسا امر ہے کہ اس پر کوئی فرد بشر اطلاع نہیں پاسکتا اور یہی روزے کا اصل راز ہے۔

اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے.علامہ ابن قیم کی اس بات کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد بھی سن لیں جس میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَهُ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اسی سے حصول ثواب کی نیت سے ماہ رمضان کا روزہ رکھا اس کے سابقہ تمام گناہ بخش دیئے گئے۔ اور جس نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس سے اجر وثواب پانے کے لیے ماہ رمضان کی راتوں کو قیام کیا اس کے تمام گناہ بخشے گئے۔اور جس نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اسی کی رضا وخوشنودی اور اجر وثواب کی نیت سے لیلۃ القدر کا قیام کیا اس کے سابقہ تمام گناہ بخشے گئے۔[2]

اے اللہ والو! وہ کون ہے؟ جو ایمان باللہ اور اسی سے اجر وثواب کی خالص نیت کے معاملے میں پورا اترتا ہے؟

اے خیر وبرکت کے طلبگار آگے بڑھو اور اے شر وبرائی کا ارادہ رکھنے والے باز آجاؤ"

فضول خرچی میں حد سے تجاوز:

آپ بعض روزہ داروں کی حالت پر بھی نظر ڈال کر دیکھ لے کہ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں خصوصا اس سلسلے میں فضول خرچی کے

---

[1] صحیح بخاری:7492۔

[2] ترمذی:683۔

بارے میں وہ کیا رویہ اپنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ کھانے پینے اور اپنی ذات پر خرچ کرنے میں انتہائی فضول خرچی کرتے ہیں اور اعتدال واوسط کی حدود سے بہت تجاوز کر جاتے ہیں اور ان کا اس سلسلے میں تعاون کرنے والے بے علم ذرائع ابلاغ اور میڈیا والے ہیں جنہوں نے کھانے پینے اور دستر خوانوں کے لیے بہت ہی کھلی جگہیں چھوڑی ہوئی ہوتی ہے اور اسی طرح تاجر برادری اور خریداروں اور صارفین کا رویہ بھی درست نہیں ہوتا۔

ضیاعِ اَوقات وواجبات مع ارتکاب گناہ:

اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے۔ آپ اس ماہ مبارک سے گزر رہے ہیں جو کہ شاہد وگواہ مہینہ ہے۔ آپ ذرا غور کر کے تو دیکھے کہ وہ کتنے ہی لوگ ہیں جو کہ ان کی قیمتی دنوں اور بیش قیمت راتوں کی اہمیت سے غافل ہیں۔ آپ ان کے حالات پر غور کر کے دیکھیں جو کہ ان کی قیمتیں شب و روز اور ان اوقات کو ضائع کیے جاتے ہیں جو کہ انتہائی شرف وعزت والے اور فضائل و برکات پر مشتمل ہیں۔ وہ ان اوقات کو کھیل تماشے، فضول اقوال و افعال اور لایعنی پروگراموں میں ضائع کر دیتے ہیں جن سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ان میں سے بعض کے انتہائی مضر حتی کہ مہلک و جان لیوا ہوتے ہیں اور دین کو برباد کر کے رکھ دینے والے ہوتے ہیں جیسے غیبت کرنا، چغلی کھانا، حرام راہوں پر چلنا وغیرہ۔ ان ناجائز وناروا امور نے ان کی زندگی کو تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ انہوں نے دن کو سونے کے لئے اور رات کو ایسے کاموں کے لیے دن بنا رکھا ہے جو نہ تو اللہ کی اطاعت وعبادت کے ضمن میں آتے ہیں اور نہ ہی ان میں خود ان کا یا ان کے معاشروں کا کوئی فائدہ ہے۔

یہ راتوں کو اٹھ کر یا تو واجبات اور ذمہ داریوں کو ضائع کرنے کے لئے ہوتے ہیں یا پھر ممنوع اشیاء وامور میں واقع ہونے اور ہلاکت خیز کاموں کا ارتکاب کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور انہیں اس سلسلے میں ان ٹی وی اسٹیشنوں اور سیٹلائٹ چینلوں کا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ انتہائی لچر گھٹیا اور مخرب اخلاق ڈرامہ سیریز دکھلاتے ہیں اور تفریح طبع کے لیے بہت ہی برے مضر پروگرام پیش کرتے ہیں۔

غیبت وچغلی اور فضول گوئی:

روزے دارو! ان فضولیات پر غور وفکر کرنے پر ہی تعجب ختم نہیں ہو جاتا بلکہ فضول گوئی کے معاملہ میں بعض نیک وصالح اور عابد وزاہد لوگ بھی پیچھے نہیں رہتے تھے جن کی نسبت علم ودین اور دعوت تبلیغ کی طرف بھی کی جاتی ہے۔ ان میں سے بھی بعض غافل لوگ فضول گوئی کے بارے میں کچھ بھی فکر نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ اس اجتناب کرے اور کثرتِ کلام سے بچنے کی سوچیں۔ اسی کے نتیجے میں وہ ظرز ہری وقار کھو بیٹھے ہیں ان کے یہاں حکمت و دانش کی قلت ہوگئی ہے کیونکہ انہوں نے سنجیدگی اور بیہودگی یا ٹھٹھا مذاق کو باہم خلط ملط کر دیا ہوا ہے۔ وہ غیبت کرنے اور چغلی کھانے جیسی بیماری میں واقع ہوتے ہیں۔ دروغ گوئی وجھوٹ بولتے اور ریا کاری کرتے ہیں۔

اعتکاف اور اختلاط:

یہ معروف بات ہے کہ بکثرت لوگوں کے ساتھ اختلاط ومیل جول خصوصا اوقات عبادت میں یہ چیز فضول گوئی، ضیاع اوقات اور بکثرت مشغولیات میں پھنسا دیتا ہے اور یہ اللہ سے مناجات، راز ونیاز اور سرگوشیاں کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ کرنا ہو تو

بعض اعتکاف بیٹھنے والوں کے حالات پر غور کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور ان کے حالات کی اصلاح فرمائیے۔ وہ گروہ در گروہ اعتکاف بیٹھتے ہیں اور ان کے مابین کسی موضوع پر گفتگو شروع ہو جاتی ہے اور پھر اس کے دروازے کھلتے ہیں چلے جاتے ہیں اور وہ بہت وسعت اختیار کر جاتی ہے بلکہ کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جائے اعتکاف زیارت اور ملاقات کے لیے آنے والوں اور مل بیٹھنے والوں کی آماجگاہ بن کر رہ جاتی ہے جو کہ اعتکاف کے مسنون طریقہ اور اس کی حکمتوں سے کوسوں دور ہے۔

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ سب اعتکاف کے مقاصد اور اس کی روح کو پانا ہے اور جاہل لوگوں کا فعل اس کے سراسر برعکس ہوتا ہے کہ وہ جائے اعتکاف کو رہائش گاہ بنالیتے ہیں۔ وہ ملنے جلنے کے لیے آنے والوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور وہ آپس میں بھانت بھانت کی باتیں بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک رنگ ہے جبکہ اعتکافِ مصطفی ﷺ کا ایک دوسرا ہی رنگ تھا۔"

اسی سلسلہ میں بعض اہل علم و دانش نے کہا ہے:

آپ جب یہ چاہیں کہ لوگ آپ کو چھوڑ دیں تو ان سے گفتگو بند کر دیں۔ لوگوں سے تعلقات جوڑے رکھنے کا اکثر سبب یہ گفتگو ہی بنتی ہے۔ جس نے ان سے سکوت و خاموشی اختیار کر لیا اسے انہوں نے چھوڑ دیا۔"

گواہیوں کا انحصار:

مسلمانو! یہ بعض اشارے و لمحہ فکریہ ہے اور انہی پر روزے داروں اور عبادت گزاروں کے بارے میں گواہی کا انحصار ہوتا ہے۔ لہٰذا اے خیر و بھلائی کے چاہنے والے آگے بڑھو اور اے شر و برائی کرنے والوں باز آجاؤ۔"

کیا ہمیں اس کا ادراک ہے؟:

مسلمانو! کیا ان رمضانی گواہیوں پر غور و فکر کے دوران ہمیں اس بات کا ادراک بھی ہو رہا ہے کہ ہم تغییر و انقلاب کے سخت محتاج ہیں؟ اور ہمارے دل اب بھی بہترین مستقبل اور خوشگوار حالات کی امیدوں سے معمور ہیں؟ علاج کے وسائل و ذرائع اور نجات اور کامیابی کے تمام اسباب مہیا ہیں اور ہم سے کوئی دور بھی نہیں ہے۔ ہم امت قرآن ہے۔ امت مصطفی ﷺ ہے۔ اس ماہ مبارک و شاہد والی امت ہے اور ہم دوسری امتوں کے بارے میں شہید و گواہ امت ہیں اور اصلاح و انقلاب اور تغییر و تبدیلی کا منہج و طریقہ اس آیت کریمہ میں موجود ہے جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں۔" (الرعد:11)

اسی طرح اس ندائے ماہ رمضان میں بھی اصلاح و انقلاب کا منہج مذکور ہے۔ جس میں منادی کہتا ہے: اے خیر و برکت چاہنے والے آگے بڑھو اور اے شر و برائی کا ارادہ کرنے والے باز آجاؤ۔"

محض تنقید نہیں:

محض تنقید اور ایک دوسرے پر زبان و لعن طعن دراز کرنے میں اور فساد کی تمام ذمہ داری مدمقابل دشمن پر ڈال کر اکتفاء کر لینے میں اصلاح

وتعمیر نہیں ہے بلکہ ہر مسلم صادق وسنجیدہ اور اپنے لیے خیر چاہنے والے اور اپنی امت پر غیرتِ صادقہ کھانے والے مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرے، اس سے ڈرتا رہے اور اس زندگی کی غرض وغایت اور مقصد تخلیق کا ادراک حاصل کرے اور اس دنیا میں زندگی کا وظیفہ ومقصد سمجھے، اپنے اوقات کا تحفظ کرے، انہیں بے کار ضائع نہ کرے۔شرف وفضیلت والے ایام واوقات کو غنیمت موقع سمجھے اور تغیر وانقلاب اور اصلاح وتعمیر کی طرف بڑھنا شروع کردے اور جدوجہد والی سنجیدہ و پرعزم اور معتدل متوازن زندگی جئے۔ فرائض وواجبات کو ترک کرکے مباحات میں ہی غرق نہ رہے۔

اسی طرح نفس کو مارنا، اسے سدھارنا اور اعمال صالحہ کا عادی بنانے کے لئے اس کی تربیت اور تہذیب کرنا، سنت رسول اور نمونہ نبوی کو تلاش کرنے اور پھر طریقۂ مصطفویہ ﷺ کی صحیح معنوں میں پیروی کرنے کا بھی عادی بنانا چاہیے۔

یہ عشرۂ اخیرہ: موقعِ انقلاب:

برادران اسلام! ماہ رمضان کا یہ آخری عشرہ ایک حقیقی موقع ہے جس میں بہترین کردار وعمل کی طرف انقلاب کے لئے اپنے نفس کا امتحان لیا جاسکتا ہے اور اللہ کی توفیق ومدد سے اپنے نفس میں تغیر وانقلاب لانا کچھ بھی مشکل نہیں ہے اور نہ ہی اسے ان اشیاء وامور سے الگ کرنا کوئی دشوار ہے جن کا وہ عادی بن چکا ہوں خصوصا اس شخص کے لئے کوئی مشکل نہیں جس کی نیت خالص ہو اور اس کے عزائم میں صداقت ہو۔

منذر بن عبید کہتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نماز جمعہ کے بعد منصب خلافت پر سرفراز ہوئے اور نماز عصر تک ان کی حالت ہی بالکل بدل گئی۔"

اسوۂ رسول ﷺ:

اسی ماہ مبارک وماہ صبر میں تغییر وانقلاب کے دلائل، ہمت کے مظاہر، عزیمت کی قوت اور ضبط نفس وارادہ کا پتہ چلانے کا یہی طریقہ ہے کہ بندہ عمل صالح کی کوشش میں لگ جائے اور اس عشرہ میں احسان ونیکی اور راہِ للہ خرچ کرنے لگے اور نبی اکرم ﷺ کو اپنے لئے اسوہ ونمونہ بنالے۔ نبی اکرم ﷺ تو پورے ماہ رمضان کو ہی عمل صالح کی انجام دہی کا موقع وسیزن بنالیا کرتے تھے اور اس عشرہ اخیرہ کو تو نبی اکرم ﷺ نے عبادت میں خوب جدوجہد اور کوشش کرنے کے لئے خاص دیا جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ، مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ.

نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان میں اتنی جدوجہد سے عبادت فرمایا کرتے تھے جتنی دوسرے کسی ماہ میں نہیں ہوتی تھی اور اس کے آخری عشرہ میں اتنی محنت سے عبادت فرماتے کہ اتنی پہلے عشروں میں نہیں ہوتی تھی۔"[1]

لیلۃ القدر نقطۂ انقلاب:

بندہ جب لیلۃ القدر کو پانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے تو تغییر وانقلاب کی طرف توجہ واضح ہوتی ہے۔ ہمت بڑھ جاتی ہے اور بندہ نیک عمل کرتا

---

[1] صحیح مسلم:1175۔

اور اسی کی تلاش میں لگا رہتا ہے۔ اس کے نفس میں روحانی بلندی پیدا ہوتی ہے اور اعلیٰ مراتب تک پہنچنے کے لئے اس کے مقاصد بھی بلند ہو جاتے ہیں۔ اعلٰی مطلوبات، توبہ، گناہ سے اجتناب اور اصلاح و احسان پر عزم ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی اس حدیث پر بھی غور و فکر کرے کہ اس میں کتنی ترغیب و توجہ دلائی گئی ہے اور اپنے نفس و حال کا محاسبہ کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَرَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کی زندگی میں ماہِ رمضان آیا اور اس حال میں ہی نکل گیا کہ اس کی مغفرت نہ ہو سکی۔"[1]

کچھ کر کے دکھلا دیں:

احباب گرامی! اس ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کو نیکیاں کر کے دکھلا دیں، دن کو روزہ، رات کو قیام، عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف، تلاوتِ قرآن، ذکر الٰہی، صدقات و خیرات، دعا و مناجات، محاسبۂ نفس، اپنے کردار و عمل کی جانچ پڑتال، اپنے کیے پر ندامت و شرمندگی، توبہ و استغفار اور نیک اعمال پر عزم و عہد، غرض بندہ برائے بندگی کو ثابت کر دے اور منادی کہتا ہے: اے خیر بھلائی کے طلبگار آگے بڑھو اور اے شر و برائی کا ارادہ کرنے والے باز آجاؤ۔

دعاء اور رمضان:

روزہ داروں کو رمضان اور روزہ کے مسائل و احکام کے وسط میں" دعا مانگنے" کا پتہ دینے والی آیت آ گئی ہے اور اس میں کئی عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴾

"جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔" (البقرہ:186)

اور ایک عظیم حکمت اور گہرے راز کی بنا پر رمضان و روزے سے متعلقہ آیات کا اختتام وعظ و نصیحت پر مبنی اس آیت پر ہوا جس میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴾

"یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ وہ بچیں۔" (البقرہ:187)

رحمت کے جھونکوں کا موسم:

مسلمانو! ماہِ رمضان کی شہادت و گواہی کا ذکر چل رہا ہے اس بات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ یہ اصلاح و تغییر اور انقلاب کے مواقع ہیں کیونکہ یہ ماہ

---

[1] ترمذی:3545۔

رمضان خیر و برکت کے عظیم موسموں میں سے ہے اور یہ رحمت کے جھونکوں کا انتہائی عزت وشرف والا زمانہ ہے۔اہل تقوی صالح و دیندار لو گ عمل صالح میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لیے ایسے مواسم کو غنیمت سمجھتے ہیں۔یہ مہینہ اپنا سایہ رحمت و برکت غافل فطرت نافرمانوں اور کوتاہ عمل لوگوں پر ڈالتا ہے۔وہ بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں اور نادم و پشیمان ہو جاتے ہیں اور توبہ تائب ہو جاتے ہیں۔خوش نصیب وسعادتمند وہی ہے جس نے اپنے لیے اس ماہ کو تجدید عزم و اطاعت کا موقع بنالیا اور اللہ کی رسی دین اسلام سے تمسک و تعلق کے لیے ممد و معاون بنالیا۔تقوی کے زادِ راہ کو جمع کرنے کا وسیلہ اور بلند ہمتی کا قائد بنالیا معزز و مکرم اور غیرت مند نفس عزم و عمل سے کم پر راضی نہیں ہوتا علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب بے کاری کی رات میں ہمت کے بادل اٹھیں اور ان کے پیچھے ہی نورعزم وارادہ بھی آجائے تو زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھتی ہے"۔

بشری فطرت وکمزوری:

مسلمانو! اہل ہمت عالیہ اور کمالات کے طالبوں پر واجب ہے کہ وہ بشری طبیعت وفطرت کو پہچانیں، انسانی کمزوری کو بھی سمجھے۔اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:﴿وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا[27]يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾

"اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور جو لوگ خواہشات کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ۔اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے"۔(النساء:27-28)

جہد وعمل شرط ہے:

ایسے ہی امور کے بارے میں بعض اہل علم وحکمت اور اصحابِ خرد ودانش نے کہا ہے:

یہ خطاو غلطی ہے کہ آدمی خیر و برکت والی کسی اچھی خصلت کو اختیار کرے اور جب اسے یہ شعور ہوں کہ وہ اس کی انتہا کو پانے سے عاجز ہے تو وہ اس خصلت وعمل کو چھوڑ ہی بیٹھے اور اس سست گروہ میں شامل ہو جائیں جنہیں اس خصلت وعمل کی ہمت نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں ایسے اعمال میں سے کچھ نصیب ہوتا ہے۔لیکن صحیح طریق،نہجِ حکمت اور سعادت وخوش بختی کا طریقہ ومنہج یہ ہے کہ وہ اغراض ومقاصد کو بہت بلند رکھے اور دور تک پھیلا دے اور پھر ان کے حصول کی بھرپور سعی کریں اور انتہا کو پالینے سے پہلے رک نہ جائے سوائے اس کے کہ وہ اپنی کوششوں میں جاری رہے،انہیں نافذ کرتا رہے اور اپنی ہمت بھر کوشاں رہیں.

اللہ کا فضل ونعمت:

اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔اللہ سے ڈرتے رہا کرے اور یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ اس ماہ کا پالینا اور اس میں نیکی واحسان اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ایک عظیم نعمت ہے اور یہ اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے اور اسے صرف وہی شخص پاسکتا ہے اور اس کی توفیق بھی

صرف اسے ہی ملتی ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے نعمت فرمائی ہے اور جس پر خیرات و برکات کے دروازے کھول دیے۔ لہذا اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، اللہ کی اطاعت وعبادت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ نیکیاں کمانے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اور جدو جہد کریں اور لیلۃ القدر کو تلاش کریں اور اپنے رب کی رحمتوں کے جھونکوں سے فیض یاب ہونے میں کوشاں رہیں۔ اللہ تعالی ہمارے اور آپ سب کے روزے، راتوں کا قیام اور تمام عبادات کو قبول فرمائے بے شک وہ بہت ہی سننے والا اور ماننے قبول کرنے والا ہے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

وداعِ رمضان: فطرانہ: سال بھر کی نفلی عبادات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ

29/9/1425ھ، 12/11/2004ء

جواب دہی کا دن:

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ آپ سب کو ایک دن اللہ تعالی کے حضور جواب دہی کے لیے کھڑے ہونا ہے اور وہ دن بھی ایسا ہوگا کہ ہیبت وخوف کے مارے آنکھیں تلپٹ اور پھٹی کی پھٹی رہ جائے گی۔ اس دن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ مَا سَعَىٰ﴾

"جس دن کہ انسان اپنے کیے ہوئے کاموں کو یاد کرے گا۔" (النازعات:35)

اور اسی دن کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ﴾

"پس جب کہ کان بہرے کر دینے والی (قیامت) آجائے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامنگیر) ہوگی جو اس کے لئے کافی ہوگی۔" (عبس:34-37)

فراق والوداع کا درد وغم:

مسلمانو! کسی کو الوداع کرنے کا موقعہ ایسا وقت ہے کہ اس میں ایک تلخی وعبرت اور گلے کی پھانس پائی جاتی ہے اور لمحاتِ فراق کا اپنا ہی درد اور غم ہوتا ہے کیونکہ ان میں محبوب سے دوری کا تصور، اس کی روانگی کا خیال، اس کے انس ومحبت اور قرب ووصال کے خاتمے کا احساس ہوتا ہے اور اس کے دلربا سائے میں بیٹھنے کی مہلت کی انتہا کا اشارہ موجود ہوتا ہے۔

آخری گھڑیاں:

آپ کا یہ معزز مہمان اور محبوب مہینہ ماہ رمضان جانے کے لیے پر تول چکا ہے اور اس کی آخری چند گھڑیاں ہی بچ گئی ہے جبکہ مومن نفوس مضبوط عزائم والے اور بلند ہمت لوگ اس ماہ کا کھلا میدان دیکھ چکے ہیں اور اس مقابلے کے میدان کی وسعتوں کا اندازہ کر چکے ہیں جس میں خیر وبھلائی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا بہترین موقع تھا اور باقیات صالحات اور اعمال خیر وبر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا سنہرا چانس تھا۔ اس ماہ میں ابوابِ خیر ونیکی تھے، برّ وتقوی کی راہیں تھیں، پھل پکے ہوئے چننے کے لئے بالکل تیار موجود تھے جبکہ باغوں کے راستے ہموار تھے اور تمام رکاوٹوں اور مشکلات کو ہٹا کر منزل کو بہت ہی آسان بنا دیا گیا تھا۔

باعثِ حسرت:

ایک مسلمان کے مشاعر واحساسات پر اس وقت حسرت چھا جاتی اور فراق کا غم اسے اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے جب اسے اس ماہ مبارک

کے فراق کا پتہ چلتا ہے اور اس حسرت وغم کا اصل سبب اور اس پر مجبور و آمادہ کرنے کا اصل باعث یہ ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان یہ نہیں جانتا کہ آئندہ سال کا ماہِ رمضان لوٹ کر اس کی زندگی میں آئے گا یا نہیں اور اسے یہ ماہ دیکھنا نصیب ہوگا یا نہیں؟ یا پھر اس کی آمد سے پہلے ہی موت کا آہنی پنجہ اسے اپنی پکڑ میں لے لیں گا اور دل کے ارمان دل ہی میں دم توڑ کر رہ جائیں گے؟ آئندہ رمضان کے آنے تک وہ قبروں کا مکین وقیدی اور مٹی کا ڈھیر ہو چکا ہوگا۔

سببِ غم و پریشانی:

اسی طرح اس ماہ کے الوداع کرتے وقت مسلمان اس لیے بھی غمگین ہو جاتا ہے کہ اسے اس بات کا پتہ نہیں ہوتا کہ اس کے دوران اس نے جو بھی اعمال صالحہ سرانجام دیئے ہیں وہ اللہ کے پاس قبول بھی ہوئے ہیں یا نہیں؟ کہ وہ فوز وفلاح والوں میں سے ہو جائے گا؟ یا پھر انہیں رد کر دیا گیا ہے؟ اور وہ خسارہ اور نقصان پانے والوں کی فہرست میں شمار ہو گیا ہے؟ لہٰذا عابد وزاہد ہر شخص امام عبدالعزیز بن ابو رواد کے اس قول پر کوئی تعجب نہیں ہوتا جس میں کہ وہ کہتے ہیں:

"میں نے سلف صالحین امت کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ عمل صالح کے سرانجام دینے کی بھرپور کوشش کرتے اور جب وہ اسے سرانجام دے لیتے تو پھر ان پر غم اور پریشانی چھاتی کہ پتہ نہیں ان کا یہ عمل قبول بھی ہوگا یا نہیں؟"

تہنیت وتعزیت:

امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ماہِ رمضان کی آخری رات میں وہ فرمایا کرتے تھے:

"کاش کہ ہمیں پتہ چل جائے کہ کس کے اعمال صالحہ قبول ہو گئے تا کہ ہم اسے مبارکباد دے اور کاش کہ ہمیں اس کا بھی پتہ چل جائے کہ کس کے ماہِ رمضان کے اعمال شرف قبولیت پانے سے محروم رہ گئے تا کہ ہم اس کے ساتھ تعزیت کریں۔"

قبولیتِ عمل کی دعاء:

اللہ والو! یہ مقبولیت پر تہنیت اور مبارک باد بھی ایسی ہے کہ اس کے کیا ہی کہنے ہیں اور محرومی پر یہ تعزیت بھی ایسی کے اس کے بھی کیا ہی کہنے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس ماہ رمضان کو الوداع کرتے وقت اپنے پروردگار اعلیٰ سے پوری انکساری کے ساتھ یہ دعا کرے کہ وہ اس کے روزے، قیام اور قرب الٰہی کے حصول کے لیے سرانجام دیئے گئے اس کے تمام اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے کیونکہ سلف صالحین امت ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ایسا کرنے سے انہی کے نقش قدم پر آپ بھی چلنے لگیں گے۔ حتیٰ کہ ان سلف صالحین اور اس امت کے بہترین لوگوں کے بارے میں بعض اہل علم ومعرفت نے کہا ہے:

"وہ چھ ماہ تک اللہ سے یہ دعائیں کرتے رہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ماہ رمضان تک پہنچائے اور رمضان گزر جانے کے بعد چھ ماہ تک یہ دعائیں کیا کرتے تھے کہ اللہ ان کی عباداتِ رمضان کو قبول فرمالے۔"

توبہ واستغفار:

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس ماہ کو توبہ استغفار کے ساتھ ختم کرے تا کہ اللہ اس کی تقصیروں وکوتاہیوں اور اس کے اعمال پر فخر وتکبر اور ریا کاری جیسے افعال کو بخش دے۔

اللہ کے بندو! توبہ واستغفار کے بارے میں علامہ ابن رجب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

یہ تمام اعمال صالحہ کا خاتمہ ہے۔ اسی پر نماز، حج اور قیام اللیل اور تہجد وتراویح ختم کرنی چاہیے اور تمام مجالس کا خاتمہ بھی استغفار سے ہی کرنا چاہیے۔ اگر یہ مجلسیں ذکرِ الٰہی پر مشتمل دینی وعلمی مجلسیں ہوں گی تو استغفار ان کے لیے مہر ٹکٹ کا کام کرے گا اور اگر وہ مجلسیں محض لہو ولعب، کھیل تماشے اور باطل افعال پر مشتمل ہوئی تو یہ استغفار ان کا کفارہ بن جائے گا۔ اسی طرح ہی ماہ رمضان کے روزے بھی ہے انہیں بھی استغفار کے ساتھ ہی ختم کرنا چاہیے تا کہ نقص وکمی زائل ہو جائے اور کھٹے پھٹے شگافوں کی رفو گری ہو سکی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا حکم:

پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز نے تمام شہروں کی طرف ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں وہاں کے لوگوں کو حکم دیا کہ: وہ ماہ رمضان کو استغفار اور صدقہ فطر کی ادائیگی کے ساتھ ختم کیا کریں کیونکہ جس طرح سے فطرانہ روزے دار کی لغویات اور جنسی گفتگو جیسے کوتاہیوں سے اسے پاک کرتا ہے اسی طرح استغفار بھی روزے میں واقع ہونے والے ہر قسم کے عیب وشگاف کی رفو گری کرتا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے اس مکتوب گرامی میں شہروں کے اہلیان کو لکھا:

تم بھی اسی طرح دعا کرو جس طرح کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا تھا:﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ (الأعراف:23)

ایسے ہی وہ یہ دعاء کیا کرے جو کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کی تھی اور کہا تھا:﴿وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

”اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا، تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔“ (ھود:47)

اسی طرح ہی وہ دعاء کیا کریں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور کہا تھا:﴿ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ﴾

اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔“ (الشعراء:82)

اور پھر اس طرح کہا کرو جس طرح کے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے کہا تھا:﴿ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي ﴾

”اے پروردگار! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا، تو مجھے معاف فرما دے۔“ (القصص:16)

نیز یہ دعا کیا کریں کہ جو ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام نے کی تھی اور اللہ سے کہا تھا:﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِينَ﴾

"تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہوگیا۔" (الأنبیاء:82)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے زرین کلمات:

جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "غیبت و چغلی روزے میں شگاف ڈال دیتی ہے اور استغفار اس کا رفو کر دیتا ہے اور جو شخص چاہے کہ رفو شدہ (سالم و کامل) روزہ لائے وہ استغفار کرتا رہے۔"

عزم مصمم:

بے شک وہ مسلمان جسے اللہ تعالی نے اس ماہ رمضان کے روزے رکھنے اور اس کی رات کا قیام کرنے کی توفیق سے نوازا اسے چاہیے کہ وہ اس رمضان میں اپنے طرز عبادت کو سال بھر اور ہمیشہ کے لیے اپنائے رکھے اور اس بات کا پختہ عزم کر لیں کہ اللہ تعالی نے اسے جن گناہوں سے بچنے کی اس ماہ میں توفیق دی ہے وہ ان گناہوں کو آئندہ بھی نہیں کرے گا اور اسے اس بات کا بھی عزم بالجزم کر لینا چاہیے کہ اس ماہ رمضان کے بعد بھی اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لئے اطاعت وعبادت کے جو مواقع مہیا کر رکھا ہے وہ انہیں غنیمت سمجھ کر ان میں عبادات سر انجام دے گا۔

1) شش عیدی (شوال کے چھ) روزے:

ماہ رمضان اگر چہ ختم ہوگیا ہے لیکن اللہ کا تقوی حاصل کرنے کے لیے روزوں کے مواقع تو ہرگز ختم نہیں ہوئے بلکہ اللہ جسے توفیق دے اس کے لیے روزوں کے مواقع سال بھر میں مہیا ہیں مثلا یہ ماہ وشوال کے چھ (شش عیدی) روزے ہیں جن کے رکھنے والوں کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے کوئی ہمیشہ روزے ہی رکھے چلا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

" جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد ماہ شوال کے چھ روزے رکھ لیئے وہ ایسے ہی ہے جیسے ہمیشہ کا روزہ دار ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

2) یوم عرفہ وعاشوراء کے روزے:

اسی طرح اللہ کے مہینے محرم کا روزہ بھی ہے جو کہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے بتایا ہے جو کہ صحیح مسلم میں مروی ہے۔

ایسے ہی یوم عرفہ (9، ذوالحج) کا روزہ ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صِيَامُ يَوْمِ

[1] صحیح مسلم:1164۔

عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ

یہ روزہ سابقہ اور آئندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور یہ یوم عاشوراء (10 محرم) کے روزے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ گزشتہ سال کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

3) سوموار اور جمعرات کے روزے:

ہر ہفتے میں دونوں سوموار اور جمعرات کے بھی روزے ہیں جن کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتی ہے کہ آپ ﷺ ان دو دنوں کے روزے تلاش و کوشش کر کے رکھا کرتے تھے جیسا کہ جامع ترمذی اور سنن نسائی میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کی تلاش و کوشش کا سبب اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

سوموار اور جمعرات کے دن بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور مجھے یہ بات محبوب ہے کہ جب میرے اعمال پیش کئے جائیں تو میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں۔"[2] (ترمذی)

4) ایامِ بیض کے روزے:

نفلی روزوں میں سے ہی ماہانہ ایامِ بیض کے تین روزے بھی ہے جن کی نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو تاکیدی وصیت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ تین روزوں کا اجر ثواب ہمیشہ کے روزے رکھنے کے برابر ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: أَوْصَانِي بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَلَا أَنَامُ إِلَّا عَلَى وِتْرٍ، وَبِسُبْحَةِ الضُّحَى فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ.

مجھے میرے خلیل ﷺ نے تین باتوں کی وصیت و تاکید فرمائی: 1) ہر ماہ کے تین روزے 2) نمازِ ضحی (چاشت) کی دو رکعتیں 3) سونے سے قبل نماز وتر ادا کرلیا کرو۔[3] (ابو داؤد)

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ.

ہر ماہ تین روزے رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کہ کوئی ہمیشہ کا روزے دار ہے۔[4] (ترمذی)

بعض احادیث جو کہ مسند احمد اور کتب سنن اربعہ میں ہیں اور انہیں امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں وارد کر کے انہیں صحیح قرار دیا ہے۔ ان میں ان تینوں روزوں کا بیان بھی موجود ہے کہ وہ ہر ماہ چاند کی 13، 14 اور 15 تاریخ کے روزے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: 1162۔
[2] ترمذی: 747۔
[3] ابو داؤد: 1433۔
[4] ترمذی: 762۔

5) صوم داؤدی:

اگر کوئی شخص اس سے بھی زیادہ روزے رکھنا چاہے اس کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام والے روزے بھی ہیں کہ ایک دن روزہ رکھیں اور ایک دن چھوڑ دے۔ روزہ کے اس انداز کو صوم داؤد کہا گیا ہے جو کہ اللہ کو سب سے زیادہ اور بہت ہی محبوب ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے جو کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ : كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ.

اللہ کو سب سے پیاری نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور اللہ کو سب سے محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام والے روزے ہیں۔ پہلی وہ آدھی رات سوتے اور پھر ایک تہائی آرام کرتے اور آخری وبقیہ چھٹا حصہ پھر سو جاتے تھے اور وہ ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے اور ایک دن چھوڑ دیا کرتے تھے۔"[1] (بخاری ومسلم)

6) قیام اللیل یا نمازِ تہجد:

اگر چہ ماہ رمضان کے گزر جانے سے راتوں کے قیام (تراویح) کا وقت گزر گیا ہے لیکن نفلی قیام اللیل (تہجد) کا موقع تو نہیں گزرا وہ تو اہل توفیق کے لیے سال بھر کے لیے موجود رہتا ہے اور جن کی اللہ تعالی مدد فرمادے وہ اس عبادت کو سارا سال ادا کر سکتے ہیں اس تہجد کے بارے میں رسول ہدایت ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک حدیث میں فرمایا ہے: وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ۔

"...فرض نمازوں کے بعد افضل ترین نماز صلاۃ اللیل تہجد ہے۔"[2] (صحیح مسلم)

7) دیگر نفلی عبادات:

اسی طرح ہی دیگر نفلی اطاعت وعبادات بھی ہے جیسے تلاوت قرآن، تسبیح و ذکر وصدقہ وخیرات، صلہ رحمی، غریبوں مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانا، وغیرہ یہ تمام ابواب الخیر یا پھر نیکیوں کے دروازے ہیں جو کہ سبھی کے لیے کھلے ہیں جو چاہے ان میں داخل ہو سکتا اور نیکیاں کما سکتا ہیں اور اپنی عمر کے وقت کو آباد کر سکتا ہے۔

اللہ والو! جو اس ماہ رمضان کا رب ہے وہی باقی تمام مہینوں اور سالوں کا بھی رب ہے۔

اللہ کے بندو! اس ماہ کا اختتام اللہ کے شکر سے کرو کہ اس نے اسے اتمام پذیر کرنے کی توفیق سے نوازا۔ اس سے گناہوں کی بخشش طلب کرے اور توبہ تائب ہو جائیں اور یہ عزم وعہد کر لیں کہ جس طرح ماہ رمضان میں نیکیاں کرنے کا انداز اختیار کیا تھا اور اعمال صالحہ و باقیات صالحات میں سبقت اور دوسروں سے بازی لے جانے کی کوشش کی ہے اسی انداز اطاعت کو بحال اور اسی طرز عبادت کو قائم رکھیں گے۔ اللہ تعالی

---

[1] صحیح بخاری: 3420۔

[2] صحیح مسلم: 1163۔

نے بندے کے لئے عمل صالح کا آخری وقت مقرر نہیں فرمایا سوائے موت کے۔ اسی لیے اس نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو ہمیشہ عبادت کرتے رہنے اور اس پر صبر و ہمت سے چلتے جانے کا حکم دیا یہاں تک کہ موت نہ آجائے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴾

"اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔" (الحجر:99)

فرضیت و اشیاء صدقۂ فطر:

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت کے کمال، ان پر اس کے عظیم احسانات اور انتہائی فضل و کرم میں سے ہی یہ بھی ہے کہ اس نے ان پر اس ماہ رمضان کے اختتام پر صدقۃ الفطر و فطرانہ فرض قرار دیا ہے جو کہ روزے داروں سے لغویات کے سرزد ہو جانے اور منہ سے کوئی شہوانی بات نکل جانے جیسی کوتاہیوں اور روزے کے عیوب سے اسے پاک کر دیتا ہے اور یہی فطرانہ دوسری طرف فقراء و مساکین کے لئے روزی روٹی کا سبب بن جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا نبی اکرم ﷺ: "فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا"، فَذَكَرَ بِمَعْنَى مَالِكٍ، زَادَ: "وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ".

"زکاۃ الفطر فرض قرار دی جو کہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو ہے اور یہ ہر آزاد و غلام، مرد و زن اور چھوٹے بڑے مسلمان پر فرض فرمائیں اور حکم فرمادیا کہ لوگوں کے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے اسے ادا کر دیا جائے۔"[1] (ابوداؤد)

صحیح بخاری و مسلم کی ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: كُنَّا نُعْطِيهَا فِي زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ۔

"نبی ﷺ کے زمانۂ مبارکہ میں غلے (گندم) کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا جَو کا ایک صاع یا منقّے کا ایک صاع دیا کرتے تھے۔"

جبکہ ایک روایت میں ہے: أَوْ صَاعًا مِنَ الْأَقِطِ

"یا پنیر کا ایک صاع۔"[2] (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں وارد کلمہ "طعام" سے مراد صرف گندم ہی نہیں بلکہ اہل علم کے صحیح قول کے مطابق اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو کسی علاقے کی غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہو جیسے گندم، مکئی، چاول اور دیگر غذائی اشیاء ہے کیونکہ یہ فطرانہ مالداروں کی طرف سے غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون اور غم خواری ہے اور مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے علاقے کی غذائی چیز کے ساتھ تعاون کرے اور اپنے علاقوں کی غذائی اشیاء کے سوا کسی چیز سے تعاون و غمخواری کرنا واجب نہیں ہے۔

---

[1] ابوداؤد: 1612۔

[2] صحیح بخاری: 1508۔

مقدارِ فطرانہ:

برادران گرامی! ان تمام اشیاء میں سے واجب مقدار یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صاع برابر کسی بھی چیز کا ایک صاع دے جو کہ درمیانے سائز کے دو ہاتھوں کے بھرے ہوئے چار بکو کے برابر ہے اور یہ تین کلو کے قریب (ڈھائی کلو) غلہ بنتا ہے۔

اہلِ نصابِ فطرانہ:

اس فطرانے کا ہر چھوٹے بڑے، مرد وزن اور آزاد وغلام تمام مسلمانوں کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے اور جہاں تک ماں کے پیٹ کے بچے (جنین) کی طرف سے فطرانہ دینے کا مسئلہ ہے تو اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ اس کی طرف سے فطرانہ نکالنا واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی نکالتا ہے تو یہ مستحب عمل ہے کیونکہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین نکالا کرتے تھے اور یہ فطرانہ ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس عید کے دن اور رات کی ضروریات اصلیہ کو پورا کرنے لے کر لینے کے بعد خود اپنی اور اپنے زیر کفالت لوگوں کی ایک دن اور رات کی غذا سے زائد ایک صاع غلہ موجود ہو۔

وقتِ فطرانہ:

فطرانہ دینے کا افضل وقت نماز عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ہے اور نماز عید سے اس کی تاخیر کرنا جائز نہیں ہے. نماز عید سے ایک یا دو دن پہلے ادا کردینا بھی جائز ہے کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے ایک یا دو دن پہلے دے دیا کرتے تھے۔"[1] (صحیح بخاری)

مصرفِ فطرانہ:

اس فطرانہ کا مصرف فقراء ومساکین ہیں ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ، فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ ۔

نبی اکرم ﷺ نے زکاۃ الفطر فرض فرمائی تا کہ روزہ دار سے سرزد ہونے والی لغویات اور شہوانی حرکات وگفتگو کا کفارہ ہو جائے اور مساکین کے لئے روزی روٹی کا سبب بنے جس نے اسے نماز عید سے پہلے ہی ادا کردیا وہ اس کی زکات فطر مقبول ہے اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا وہ اس کی طرف سے وام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے ۔[2] (ابو داود، ابن ماجہ)

اور یہ بھی جائز ہے کوئی سارا فطرانہ کسی ایک ہی فقیر ومحتاج کو دے دے۔

---

[1] صحیح بخاری: 1511۔

[2] ابن ماجہ: 1827۔

عہد وعزم:

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس ماہ کو بہترین اعمال کے ساتھ اختتام پذیر کرو اور وہ بہترین اعمال ہے توبہ واستغفار، صدقہ وخیرات اور اس بات کا پختہ عہد اور عزم کرلو کہ میں جس طرح رمضان میں اعمال خیر و برّ میں لگا رہا ہوں اسی طرح اب بقیہ ساری عمر میں لگا رہوں گا.

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

موجودہ حالتِ امت: غزوۂ أحزاب (خندق) کے تناظر میں اسباب وواقعات: دروس وأسباق

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

6/10/1425ھ، 19/11/2004

اللہ تعالی نے اول وآخر تمام بنی نوع انسان کو ہی اس کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾

"اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔" (النساء:131)

دھند لکے میں سفر ومنزل:

خبردار رہیں کہ بہترین توشہ اور زادِ راہ تقوی ہی ہے۔ یہ دنیا صرف ایک گزرگاہ ہے اور اصل دارالقرار آخرت ہی ہے۔ اپنی اسی دائمی اقامت گاہ کے لئے اس گزرگاہ سے کچھ کما کر جمع کرلیں۔ جو پیچھے رہ جانے سے ڈرتا ہے وہ منہ اندھیرے سفر شروع کردیتا ہے اور جو اندھیرے میں سفر کا آغاز کرلے وہ منزل کو پا ہی لیتا ہے۔

خبردار ہوجائیں کہ اللہ کا سامان وسودا بہت ہی بیش قیمت ہے اور وہ سودا جنت ہے۔ اپنے آپ کا محاسبہ خود ہی کرلیں قبل اس کے کہ آپ کا حساب کتاب کوئی دوسرا لے اور اللہ تعالی کے سامنے روزِ محشر میں اپنی پیشی وحاضری کے لئے تیاری کرلیں جس کے بارے میں ارشاد الہی ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ﴾

"اس دن تم سب سامنے پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا۔" (الحاقۃ:18)

ضعف وکمزوری:

مسلمانو! ٹوٹ پھوٹ اور ضعف وکمزوری زمانے میں جب کہ امت پر چاروں طرف سے گھیرا ڈالا جاچکا ہو، مصائب ومشکلات کے پہاڑ ٹوٹے پڑے ہوں ایسے میں دل ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کی حالت بہت ہی پتلی ہوجاتی ہے حتی کہ اہل ایمان بھی کہہ اٹھتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب پہنچیں گی؟ ایسے ہی سخت حالات سے آج مسلمان دوچار ہیں۔ ان پر مصائب ومشکلات کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہر سو ہر جانب سے انہیں فتنوں نے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

اپنے حالات کا جائزہ ومحاسبہ اور اقوام سابقہ کے واقعات:

ایسے حالات میں مسلمانوں کو اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ اپنے حالات کا جائزہ لیں اور حسن انجام کے لیے کوئی تدبیر کریں۔ آج ہم صبر وثبات اور ہمت واستقلال کے اسباب کے کتنے محتاج ہیں جو ہمیں موت آنے تک دین اسلام پر قائم وثابت قدم رکھ سکیں۔ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ایسے ہی کیا۔ انہیں اسی طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا جب نبی ﷺ دشمنان دین کی طرف سے مصائب ومشکلات سے دوچار کردیئے گئے تو ارض وسماوات کے رب نے ثبات واستقلال کے جن اسباب

سے جا بجا ثابت قدمی عطا فرمائی۔اور ان اسباب میں سے ہی سابقہ انبیاء ورسل علیہم السلام کے حالات، پہلے پچھلے لوگوں کے واقعات و قصے اور اہل تقویٰ کے انجام کی خبریں بھی تھیں. چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾

”رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لئے بیان فرمارہے ہیں۔آپ کے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے۔“ (ھود:120)

غزوۂ اَحزاب (خندق):

مسلمانو! انہیں قوانین قدرت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ایک ایسا تاریخی واقعہ پیش کر رہے ہیں جو کہ مسلمانوں کے لیے بڑا ہی سخت تھا اور وہ دین نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے لئے بڑے ہی مشکل تھے۔تاہم ان کا نتیجہ فتح و نصرت اور حکومت و اقتدار کی شکل میں رونما ہوا تھا لیکن اس سے قبل اللہ تعالی نے دلوں کی آزمائش اور امتحان لے کر مومنوں اور منافقوں میں خط امتیاز کھینچ دیا تھا۔وہ تاریخی واقعہ غزوہ خندق ہے۔جسے اللہ تعالی نے غزوہ احزاب کا نام دیا تھا حتی کہ اسی نام کی پوری سورت نازل فرمائی ہے جس کی قیامت تک اللہ کے حضور لوٹ جانے تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

اَسباب و واقعات:

یہ غزوہ احزاب خندق اسی ماہ شوال سنہ 5 ہجری میں رونما ہوا تھا اس کے اسباب و واقعات کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ یہودیوں کے قدیم و معروف عادتِ نفاق سامنے آئیں اور یہود بنونضیر کے کچھ لوگوں نے سازش و یورش شروع کر دی۔مکہ مکرمہ جا کر وہاں قریش ومشرکین مکہ کے سرداروں سے ملے اور انہیں نبی ﷺ کے خلاف جنگ چھیڑنے پر اکسایا اور انہیں اپنی طرف سے مدد وتعاون کا یقین دلایا اس طرح وہ ان کی بات مان گئے۔پھر وہ شر پسند یہودی ٹولہ غطفان پہنچا اور انہیں بھی اپنی سازش میں شریک ہونے کی نہ صرف دعوت دی بلکہ انہیں اس میں شرکت پر برانگیختہ و آمادہ کیا۔لہذا وہ بھی مان گئے اور اس سازش میں ان کے ساتھ مل گئے۔بالآخر قریش مکہ اپنا لاؤ لشکر لے کر نکلیں ان کے ساتھ ہی ان کے تابع علاقوں تہامہ وغیرہ کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔اسی طرح اہل غطفان بھی ان کے ساتھ مل گئے اسی طرح دس ہزار (10 ہزار) سے بڑا لشکر جرار تیار ہو گیا اور مدینے پر حملہ آور ہو گیا۔انہوں نے مدینہ منورہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا کہ ان کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا گیا۔نبی ﷺ نے ان کا مشورہ قبول فرمایا اور تمام مسلمانوں نے طے کر لیا کہ مدینہ منورہ کے اندر ہی قلعہ بند ہو کر اپنا اور شہر کا دفاع کیا جائے گا۔نبی ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کی شمال مغربی جوانب میں خندق کھودی جائے اور یہی جوانب صرف کھلی تھیں باقی اطراف پہاڑوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

خندق کی کھدائی:

آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے مابین خندق کی جگہ پر تقسیم کر دی۔ ہر دس آدمی کے فریق کو 40 ہاتھ خندق کھودنے کو ملی اور خندق کا طول تقریباً پانچ ہزار ہاتھ تھا۔ صحابہ کرام نے پہلو بہ پہلو خود نبی ﷺ نے بھی بنفس نفیس خندق کھودنے میں شرکت فرمائی۔ سخت سردی کا موسم تھا اور شدید بھوک اور تنگدستی کا عالم تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھوک کی شکایت کی۔ اور نبی ﷺ کو اپنے پیٹوں پر سے کپڑا ہٹا کر دکھایا کہ ہم نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھا ہوا ہے۔ اس پر نبی اکرم ﷺ نے اپنا بطن طاہر سے کپڑا ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر اوپر نیچے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

اس بھوک و تنگ دستی کے باوجود وہ سب انتہائی صابر و ثابت قدم رہے۔ اللہ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کے ذکر میں مشغول رہے اور رزجریہ اشعار و ترانے پڑھتے رہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : جَاءَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلَى أَكْتَافِنَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کے نبی اکرم ﷺ خندق کا معائنہ کرنے کے لیے نکلے تو دیکھا کہ انصار و مہاجرین تمام صحابہ صبح صبح سخت سردی کے باوجود خندق کھودنے میں مشغول ہیں اور جب دیکھا کہ وہ کس قدر بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے دوچار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ اے اللہ! ان تمام انصار و مہاجرین کی مغفرت فرمادے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا سن کر صحابہ کرام نے جواباً کہا:

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

ہم نے حضرت محمد ﷺ کے دست مبارک پر اس بات کی بیعت کر رکھی ہے کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے ہمیشہ جہاد کرتے ہی رہیں گے۔[1]

(بخاری و مسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، حَتَّى أَغْمَرَ بَطْنَهُ، أَوِ اغْبَرَّ بَطْنُهُ

نبی اکرم ﷺ غزوہ خندق کے وقت خندق کھودنے کے دوران مٹی کو اٹھا کر لے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن مبارک غبار آلود ہوگیا۔[2] (متفق علیہ)

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت براء بن عازب ہی سے مروی ہے: يَرْتَجِزُ بِكَلِمَاتِ ابْنِ رَوَاحَةَ، وَهُوَ يَنْقُلُ مِنَ التُّرَابِ يَقُولُ:

---

[1] صحیح مسلم: 1805۔

[2] صحیح بخاری: 4104۔

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

قَالَ: ثُمَّ يَمُدُّ صَوْتَهُ بِآخِرِهَا.

نبی ﷺ حضرت ابن رواحہ کے زجریہ اشعار پڑھتے اور خندق سے نکلنے والی مٹی ڈھوتے تھے۔ آپ ﷺ جب ان زجریہ اشعار کو پڑھتے تو یہ مصرع کو آخر سے کھینچ کر کہتے تھے۔ وہ اشعار یہ تھے:

اللہ کی قسم اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ہم راہ ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ وخیرات کرتے اور نہ ہی نماز کی ادائیگی کرتے۔

اے اللہ ہم پر اپنی سکینت و اطمینان نازل فرما۔ ہمارے دشمنوں نے جب ہمیں کسی فتنے میں مبتلا کرنا چاہا تو ہم نے اس سے ہار ماننے سے انکار کر دیا۔

ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اور لشکرکشی کی ہے اور یہ جب جب کسی فتنے و جنگ کی آگ بھڑکائیں گے ہم ہار ماننے اور جھکنے سے انکار کرتے رہیں گے۔[1] (بخاری و مسلم)

دورانِ کھدائی ظہورِ معجزات:

1) خندق کی کھدائی کے دوران بہت سارے معجزات رونما ہوئے۔ انہی میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جو صحیح بخاری و مسلم میں مذکور ہے: جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا، فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَإِنِّي رَأَيْتُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا، فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتِ الشَّعِيرَ، فَفَرَغَتْ إِلَى فَرَاغِي وَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِمَنْ مَعَهُ، فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَّا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ إِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُورًا فَحَيَّ هَلًا بِهَلّكُمْ"، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى أَجِيءَ"، فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَأَتِي، فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ، فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ، فَأَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينًا فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: "ادْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِي وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ.

---

[1] صحیح بخاری:4106۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے معلوم کیا کہ نبی کریم ﷺ انتہائی بھوک میں مبتلا ہیں۔ میں فوراً اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہا کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ میرا خیال ہے کہ نبی کریم ﷺ انتہائی بھوکے ہیں۔ میری بیوی ایک تھیلا نکال کر لائیں جس میں ایک صاع جَو تھے۔ گھر میں ہمارا ایک بکری کا بچہ بھی بندھا ہوا تھا۔ میں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اور میری بیوی نے جَو کو چکی میں پیسا۔ جب میں ذبح سے فارغ ہوا تو وہ بھی جَو پیس چکی تھیں۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں کر کے ہانڈی میں رکھ دیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری بیوی نے پہلے ہی تنبیہ کر دی تھی کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرنا۔ چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے کان میں یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا بچہ ذبح کر لیا ہے اور ایک صاع جَو پیس لیے ہیں جو ہمارے پاس تھے۔ اس لیے آپ دو ایک صحابہ کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ آپ ﷺ نے بہت بلند آواز سے فرمایا کہ اے اہل خندق! جابر (رضی اللہ عنہ) نے تمہارے لیے کھانا تیار کروایا ہے۔ بس اب سارا کام چھوڑ دو اور جلدی چلے چلو۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک میں آنہ جاؤں ہانڈی چولھے پر سے نہ اتارنا اور تب آٹے کی روٹی پکانی شروع کرنا۔ میں اپنے گھر آیا۔ ادھر آپ ﷺ بھی صحابہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ مجھے برا بھلا کہنے لگیں۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے عرض کر دیا تھا۔ آخر میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنے لعاب دہن کی آمیزش کر دی اور برکت کی دعا کی۔ ہانڈی میں بھی آپ نے لعاب کی آمیزش کی اور برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ۔ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور گوشت ہانڈی سے نکالے لیکن چولھے سے ہانڈی نہ اتارنا۔ صحابہ کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اتنے ہی کھانے کو سب نے (شکم سیر ہو کر) کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔ جب تمام لوگ واپس ہو گئے تو ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح شروع میں تھی اور آٹے کی روٹیاں برابر پکائی جارہی تھیں۔

2) خندق کی کھدائی کے دوران ایک ایسی سخت چٹان آ گئی کہ صحابہ کرام سے ٹوٹ نہیں رہی تھی۔ کوئی پھاوڑا کام نہیں کر رہا تھا بلکہ اس کے سامنے سب کدالیں بیکار ہو رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اس چٹان کے پاس تشریف لائیں، دست مبارک میں کدال لی اور بسم اللہ پڑھ کر اسے تین چوٹیں اس زور سے ماریں کہ وہ اس کے پرخچے اڑا دیے اور وہ چٹان کرچی کرچی ہو کر رہ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قال: الله أكبر أعطيت مفاتيح الشام، والله إني لأبصر قصورها الحمر الساعة. ثم ضرب الثانية فقطع الثلث الآخر فقال: الله أكبر، أعطيت مفاتيح فارس، والله إني لأبصر قصر المدائن أبيض. ثم ضرب الثالثة وقال: بسم الله؛ فقطع بقية الحجر فقال: الله أكبر أعطيت مفاتيح اليمن، والله إني لأبصر أبواب صنعاء من مكاني هذا الساعة وللطبراني من حديث عبد الله بن عمرو نحوه، وأخرجه البيهقي مطولا من طريق كثير بن عبد الرحمن بن عمرو بن عوف عن أبيه عن جده وفي أوله خط رسول الله - صلى الله عليه وسلم - الخندق لكل عشرة أناس عشرة أذرع - وفيه - فمرت بنا صخرة بيضاء كسرت.

اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں (حکمرانی) دے دی گئی ہے اور میں گویا اپنی آنکھوں سے اس کے لال قلعے دیکھ رہا ہوں۔ اللہ اکبر مجھے فارس (ایران) کی چابیاں (حکومت) دے دی گئی ہے۔ اللہ کی قسم میں مدائن کے قلعے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں (اقتدار) بھی دے دی گئی ہے۔ اس وقت میں اپنی اسی جگہ پر کھڑا صنعاء کے دروازہ دیکھ رہا ہوں۔"[1]

اہلِ نفاق کا ظہور:

اس صورتحال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اپنے زندہ بچے رہ جانے میں شک ہونے لگا۔ انہیں بھوک نے کاٹ کھایا تھا۔ سردی انہیں بڑی اذیت پہنچائی تھی اور دشمن انہیں گھیرے ہوئے تھا اور بعض لوگوں کی طرف سے نفاق بھی ظاہر ہونے لگا حتی کہ بعض منافقین نے تو یہاں تک کہہ دیا: کیا محمد ﷺ کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ وہ دعوی کر رہے ہیں کہ انہیں شام فارس اور روم کی حکومت دے دی گئی ہے جبکہ ہم میں سے کسی کو اپنی جان کی امان حاصل نہیں کہ وہ باہر قضائے حاجت (بول و براز) کے لیے جائے گا تو واپس بھی لوٹ کر آئے گا یا نہیں اور ان کی اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا﴾

"اور اس وقت منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (شک کا) روگ تھا کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا فریب کا ہی وعدہ کیا تھا۔" (الأحزاب:12)

حملہ اور دفاعی صورت:

مشرکین مکہ اور ان کے حلیف آگئے اور انہوں نے مدینہ منورہ کی مشرقی جانب جبل اُحد کی طرف پڑاوَ ڈالا اور ان کا ایک لشکر مدینہ کی بالائی جانب ڈیرہ لگائے بیٹھا جیسا کہ ان کی اس پوزیشن کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ﴾

"جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے۔" (الأحزاب:10)

یعنی وادی کے بالائی جانب مشرق کی طرف سے اور وادی کے دامن ومغرب کی جانب سے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے شہر سے نکلے اور انھوں نے اپنے سامنے دشمن کو دیکھا اور سلع نامی پہاڑ آپ لوگوں کی پشت پر تھا اور دشمن کی فوج اور نبی ﷺ کے جانثاروں کے مابین خندق تھی۔ نبی ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو مدینہ منورہ کے قلعوں میں محفوظ کر دیا۔ یہودیوں کے قبیلہ بنوقریظہ کے مدینہ منورہ کے مشرق میں قلعے تھے اور ان کے اور نبی اکرم ﷺ کے مابین ایک دوسرے کے دفاع اور عدم جارحیت کا معاہدہ طے پا چکا تھا۔ وہ کوئی 800 کے قریب جنگجو تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینے کی ایک جانب ان کے موجود ہونے کی وجہ سے اس جانب کا پرامن ہونا سمجھ لیا۔ لیکن حی بن اخطب یہودی ان کے پاس پہنچ گیا اور انہیں اکساتا رہا حتی کہ نبی ﷺ کے ساتھ دیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور دوسری دشمن احزاب واقوام کے ساتھ مل کر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف جنگ کرنے پر رضامند ہوگئی اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے پر تل گئے۔ اب خطرہ بہت

---

[1] طبرانی: ص.: 459.

ہی بڑھ گیا۔ کرب و بلاء اور بھی سخت ہوگئی اور مسلمان انتہائی تنگ حالی میں مبتلا ہو گئے اور انہیں خود اپنی جانوں اور مدینہ منورہ میں عورتوں اور بچوں کی جانوں کا خوف بڑھ گیا۔ اللہ تعالی نے ان کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾

”جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیے گئے۔“ (الأحزاب:10-11)

ایک ماہ محاصرہ اور ثابت قدمی:

ایک مہینہ تک مدینہ منورہ کا یہ محاصرہ جاری رہا۔ منافق قسم کے لوگوں نے حیلوں بہانوں سے اجازت لی۔ مسلمانوں کو بے یار و مددگار کرتے گئے اور ان حالات کے ہاتھوں وہاں سے بھاگتے گئے اور اللہ تعالی نے جب اہل ایمان کا امتحان لے لیا تو پھر انہیں ثابت قدمی عطا فرمائی اور اسے ان کی صدقِ ایمانی کا علم ہوگیا۔ اسی کی نقشہ کشی کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾

”اور ایمان والوں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا (بے ساختہ) کہہ اٹھے! کہ انہیں کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، اور اس (چیز) نے ان کے ایمان میں اور شیوۂ فرماں برداری میں اور اضافہ کر دیا۔“ (الأحزاب:22)

یعنی اللہ پر ایمان میں اضافہ ہوا۔ اس کے احکام و اوامر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا جذبہ مزید بڑھ گیا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا شیوہ بھی پہلے سے زیادہ ہوگیا۔

آزمائش کی بھٹی اور کندن:

ان صادق و سچے مومنوں کا یہی حال ہوتا ہے جن سے مدد و نصرت کا وعدہ کیا جا چکا ہو۔ سختیاں ان کے ایمان میں ہمیشہ اضافے کا باعث بنتی ہے اور وہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی روش بڑھاتی ہے اور وہ اللہ کے احکام و اوامر پر مزید ڈٹ جاتے ہیں اور اپنے دین پر مستحکم ہو جاتے ہیں اور وہ اسی حالت میں اس وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے رب سے نہ جا ملیں۔ فتح و نصرت یہی نہیں کہ جسم سلامت رہے اور دنیاوی عیش و عشرت میسر آئے چاہے وہ ذلت و رسوائی کے دلدل ہی میں کیوں نہ ہو۔ ہرگز نہیں۔ فتح و نصرت کا معنی اپنے مبادیات اور اصولوں پر جمے رہنا ہے اور دشمن اس بات سے عاجز آ چکے ہوں کہ وہ مومن کو اس کے دین سے سرِ مو بھی محروم کرسکیں اگرچہ وہ انہیں ان کے جان و مال میں نقصان پہنچا ہی لے۔

دلیرانہ جواب ومشورہ:

مسلمانوں پر بڑا سخت وقت آگیا حتی کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ ارادہ کرلیا کہ اہل غطفان سے یہ معاہدہ کرلیتے ہیں کہ انہیں مدینہ منورہ کے پھلوں کی کل پیداوار کا تیسرا حصہ دے دیا کریں گے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس وقت محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے جائیں اور نبی ﷺ کا یہ ارادہ صرف مسلمانوں کی حالت پر ترس کھانے کی وجہ سے تھا لیکن اس سلسلے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے حسب عادت آپ نے دو قبائل کے سرداروں حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اور یہ سب لوگ شرک پر تھے بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اللہ کی عبادت تو کیا ہم اللہ کو جانتے بھی نہ تھے۔ ان اہل غطفان نے مدینہ منورہ کے پھلوں میں سے آج تک یا تو خرید کر کھایا ہے یا ضیافت ومہمانی کی شکل میں اور جب کہ اللہ تعالی نے ہمیں اسلام اور ہدایت جیسی نعمتوں سے سرفراز کیا ہے اور آپ کو ہمارے لئے نبی مبعوث فرما کر ہماری عزت افزائی کی ہے تو کیا اب ہم انہیں اپنے مال واموال اور پھل دیں؟ اللہ کی قسم! ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم ہم انہیں صرف تلوار ہی دیں گے اور ڈٹ کر مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالی ہمارے اور ان کے مابین اپنا فیصلہ (فتح وشکست کی صورت میں) صادر فرمادیں۔

نبی اکرم ﷺ ان کے اس دلیرانہ جواب ومشورہ پر بڑے ہی خوش ہوئے۔ ان کے ثبات واستقامت جذبہ دفاع اور عزت نفس پر آپ کو بہت فرحت ملی۔

فتح ونصرت کا نزول:

مسلمانو! اس طرح کی سخت آزمائشوں اور ہرسو ہر جانب سے حصار محاصرہ کے باوجود اللہ تعالی نے سات آسمانوں کے اوپر سے مدد اور نصرت نازل فرمادیں اور چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ﴾

”اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے بھرے ہوئے ہی (نامراد) لوٹا دیا انہوں نے کوئی فائدہ نہیں پایا، اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کو کافی ہوگیا اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا اور غالب ہے۔“ (الأحزاب:25)

حضرت نعیم رضی اللہ عنہ کا اسلام وخدمات:

حضرت نعیم بن مسعود بن غطفانی رضی اللہ تعالی عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام میں داخل ہوئے اور انہی افواج کفر (احزاب) میں لوٹ گئے تا کہ وہ انہیں ذلیل ورسوا کریں۔ اللہ نے ان کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کو بہت ہی فائدہ پہنچایا اگرچہ وہ بالکل ہی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مومن ہر حال میں حسب استطاعت اللہ کے لیے خدمات سرانجام دیتا رہتا ہے اگرچہ وہ اکیلا تن تنہا ہی کیوں نہ ہو۔

تیز وٹھنڈی آندھی:

پھر اللہ تعالی نے موسم سرما کی سخت آندھی اور تیز ہوا چلا دی جس کی شدت سے ہنڈیاں الٹنے لگیں۔کفار کے ڈیرے اکھڑنے لگے اور پتھر اڑ اڑ کر کر ان پر پڑھنے لگے اور نبی اکرم ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے اور دعائیں فرما رہے تھے۔

مستدرک حاکم اور سنن کبری میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: لقد رأَيْتُنا ليلةَ الأحزابِ ونحن صافُّونَ قُعودًا، وأبو سُفيانَ ومَن معه مِن الأحزابِ فوقنا، وقُريظةُ اليهودِ أسفَلَ مِنَّا، نخافُهم على ذَرارِينا، وما أَتَتْ علينا ليلةٌ قطُّ أشدُّ ظُلمةً، ولا أشدُّ رِيحًا، في أصواتِ رِيحِها أمثالُ الصَّواعِقِ، وهي ظُلمةٌ ما يرى أحدٌ مِنَّا أصبعَه۔ الرَّحيلَ الرَّحيلَ. ثمَّ دخَلْتُ العسكرَ فإذا أَدْنى النَّاسِ مِنِّي بنو عامرٍ يقولون: يا آلَ عامرٍ، الرَّحيلَ الرَّحيلَ، لا مُقامَ لكم، وإذا الرِّيحُ في عسكَرِهم ما تجاوِزُ شِبرًا، فواللهِ إنِّي لأسمَعُ صوتَ الحِجارةِ في رِحالِهم وفُرُشِهم، الرِّيحُ تضرِبُهم

غزوہ خندق کی ایک رات ہم نے دیکھا کہ ابوسفیان اور اس کی مشرک وحلیف جماعتیں ہماری بالائی جانب تھیں اور یہود بنو قریظہ زیریں جانب تھے۔ہم ان سے اپنے بچوں کے بارے میں ڈر رہے تھے۔اس رات سے زیادہ سیاہ وسخت رات اور اس آندھی سے زیادہ تیز وشدید آندھی ہم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔آندھی کی تیزی سے نکلنے والی آوازیں یوں تھی کہ جیسے بجلیاں گونج رہی ہو اور ظلمت واندھیرے کا یہ حال تھا کہ اپنی ہاتھ کی انگلی تک نظر نہیں آرہی تھی۔"

آگے چل کر وہ بیان کرتے ہیں:" میں نے مشرکین کو یہ کہتے ہوئے سنا کے بھاگو بھاگو یہاں سے کوچ کرو، یہاں تمہارے قیام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ان کی افواج میں آندھی نے کہرام مچا رکھا تھا۔اللہ کی قسم! میں نے ان کے خیموں اور ڈیروں تو کیا انکے بستروں پر ہوا کو پتھر پھینکتے دیکھا اور ہوا انہیں ان پتھروں کے ساتھ مار رہی تھی۔"[1]

ایسی ہی مدد ونصرت بھیجنے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجوں پر فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز وتند آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے۔" (الأحزاب:9)

کفر کی پسپائی اور دائمی ہزیمت:

تمام افواج واحزاب کفر میں تفریق و پھوٹ پڑگئی اور مشرکین وقریش مکہ واپس لوٹ گئے اسی طرح ہی اہل غطفان بھی منہ کی کھا کر واپس چلے گئے اور انہیں کوئی بھلائی ہاتھ نہ لگی۔یہودی اپنی خیانتوں و بدعہدیوں اور معاہدہ شکنیوں کے باوجود خائب وخاسر اور نامراد ہی واپس لوٹے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لن تغزوَكم قريشٌ بعد عامِكم هذا ولكنَّكم تَغزونَهم۔

[1] فتح القدیر:4/376

"اس سال کے بعد قریش مکہ کبھی تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ تم ان پر حملہ آور ہو گے۔"[1] (مسند احمد)

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اَلْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ۔

"اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں۔"[2] (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ کی یہ بشارت و پیشن گوئی ہو بہو پوری ہوئی ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ رونما ہو گیا۔

نبی ﷺ کی دعائیں:

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ یہ دعائیں کرتے تھے: " اللَّهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ، اللَّهُمَّ اهْزِمْ الْأَحْزَابَ، اللَّهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ ".

اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے (قیامت کے دن) حساب بڑی سرعت سے لینے والے، اے اللہ! مشرکوں اور کفار کی جماعتوں کو (جو مسلمانوں کا استیصال کرنے آئی ہیں) شکست دے۔ اے اللہ! انہیں شکست دے اور انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دے۔"[3] (بخاری و مسلم)

اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اس غزوہ احزاب میں خندق کے بعد یہ کہا کرتے تھے: " لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ "

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے جس نے اپنے لشکر کو فتح دی۔ اپنے بندے کی مدد کی (یعنی نبی کریم ﷺ کی) اور احزاب (یعنی افواج کفار) کو تنہا بھگا دیا پس اس کے بعد کوئی چیز اس کے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔"[4] (بخاری و مسلم)

یہود بنی قریظہ کی سرکوبی:

نبی اکرم ﷺ جب شہر مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے، اسلحہ رکھا اور سرحد کی حفاظت میں جو ہتھیار بند رہنے کی مشقت دور کرنے کے لئے غسل کرنا چاہا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور فرمایا فرشتوں نے تو ابھی تک اسلحہ نہیں رکھا اور اس کے ساتھ نبی ﷺ کو اللہ کا حکم دیا کے یہود بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جائے۔ نبی ﷺ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کا محاصرہ کر لیا پھر انہیں قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا جو کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں لانے والے نہیں۔ انہوں نے اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ صادر فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ قتال اور جنگ میں شریک ہوئے تھے ان سب کو قتل کر دیا جائے، ان کے بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور جتنے بھی خائن و غدار تھے ان سب کی گردن ماردی گئی اور اللہ نے اپنے دین اور اپنے اہل ایمان اولیاء کی نصرت فرمائی۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

---

[1] ابن کثیر، تفسیر القرآن: 6/ 396

[2] صحیح بخاری: 4110۔

[3] صحیح بخاری: 2933۔

[4] صحیح بخاری: 4114۔

﴿وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا﴾

"اور جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کرلی تھی انہیں (بھی) اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا اوران کے دلوں میں (بھی) رعب بھر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو اور اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا اور ان کے گھر بار کا اور ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس کو تمہارے قدموں نے روندا نہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" (الأحزاب:26-27)

اہل صبر وتقویٰ کا حسنِ انجام:

ان متقی اور صابر لوگوں کا یہی بہترین انجام ہے جو کہ مصائب ومشکلات میں گھبراتے نہیں اور نہ وہ انہیں ان کے دین سے پھیر سکتے ہیں اور نہ ہی فتنے انہیں ان کے اپنے رب پر یقین سے لڑکھڑا سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ﴾

"کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔" (البقرہ:214)

اسوۂ حسنہ اور قدوۂ عالیہ:

مسلمانو! غزوہ احزاب اور خندق کھودنے کے دنوں میں کئی حکمتیں اور عبرتیں تھیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ انہیں سمجھے اور انہیں اپنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی حالات کے ضمن میں ہی فرمایا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔" (الأحزاب:21)

صبر وپیشقدمی:

قدیم وجدید ہر دور میں اللہ کا قانون کارفرما ہے۔ دین کا اجنبی بن جانا اور مسلمانوں کا کمزور ہو جانا کسی بھی صورت میں نفوس کی شکستگی اور پسپائی کا باعث ہرگز نہ بننے پائیں بلکہ اس سے صبر وہمت، بذل وعطاء اور ثبات واستقامت کا باعث بننے چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح ونصرت اور کشائش عطا کر دے۔ عبودیت وبندگی کے مقامات ودرجات میں سے ہی صبر وثبات، رباط سرحدوں کی پہرے داری، یقین وثابت قدمی دعاء، محاسبۂ نفس، اقامت دین، اللہ کی قضاء پر ایمان، ابتلاء وآزمائش کی سنت وقانون کا ادراک اور دین کا تحفظ بھی ہیں اور ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔“ (یوسف:21)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

عدل و اِنصاف اور حسنِ ظن کا رویہ: علماء وصلحاء کی آبرو کا دفاع

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

13/10/1425ھ، 26/11/2004ء

وصیتِ تقویٰ:

وصیت کرنے والوں نے جن چیزوں کی تاکید ووصیت کی ہے اور پند ونصیحت کرنے والوں نے جن چیزوں کی نصیحت کی ہے ان میں سے بہترین چیز اللہ کا تقوی وخوف ہے۔ اللہ تعالی آپ پر رحم وکرم فرمائے اور اللہ سے ڈرتے رہا کرے۔ چنانچہ اسی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔" (الحشر: 18)

موسم عبادت کے اثرات:

مسلمانو! اطاعت کی باد نسیم، عبادتوں کی مہک اور تقرب الہی کے حصول کی خوشبو، مسلمان مردوں اور عورتوں کی زندگی میں ایک بہترین اثر مرتب کرتی ہے اور ماہ رمضان المبارک کی تجلیات اور اس کی رحمتوں کی باد بہاری اسی طرح عید سعید کے مواقع کی ضیاباریاں اور حسن وجمال امت مسلمہ کی زندگی پر جو اثرات مرتب کرتے ہیں ان سب میں سے اہم ترین چیز وہ مثبت اثر ہے جو کہ محبت ومودت، اخوت وبھائی چارے، دلوں کی صفائی وستھرائی، صلہ رحمی وخیر سگالی کے جذبات اور اس کے مظاہر کے عام ہونے کی شکل میں رونما ہوتا ہے جبکہ افراد معاشرہ کے دلوں سے ایک دوسرے کے خلاف نفرتو جفا بہت دور ہٹ جاتی ہے اور ان کی جگہ محبت ووفا لے لیتی ہے اور چاہیئے تو یہ کہ ایسا ماحول وقت اور زمانے کی حدود کو پھلانگ کر دائمی شکل اختیار کر جائے کیونکہ انسانوں کے باہمی لین دین کی چوٹی اور اجتماعی ومعاشرتی تعلقات کی بلندی اور متحد وممتاز اسلامی معاشرے کی بنیادوں میں سے ایک مرکزی چیز ہے خصوصا آج کے مادہ پرست دور میں اور اس بحرانوں اور انقلابات کے عہد حاضر میں۔

نفرتوں کا بازار:

مسلمانو! معاشرتی تعلقات کے میدانوں اور لوگوں کے باہمی معاملات اور لین دین کے حلقوں پر غور وفکر کرنے والا شخص ہولناک صورتحال دیکھتا اور ہیبت ناک مظاہر سے دوچار ہوتا ہے کہیں قطع تعلقی ہے، ایک دوسرے سے بے رخی ہے تو کہیں دلوں میں نفرتیں موجیں مار رہی ہے اور ایک دوسرے کو ملنا جلنا ہمیشہ کے لیے چھوڑا جا چکا ہے اور خواہشات نفس کی پیروی کی جا رہی ہے، دلوں میں بغض ونفرت بھری ہوئی ہے، بخل کو اپنایا جا چکا ہے، ہر شخص اپنی ہی رائے مرضی پر اتراتا پھر رہا ہے، خودغرضانہ افواہوں کا علم بلند کیا جا چکا ہے اور جھوٹی وخود ساختہ

خبریں چلائی جارہی ہیں، بری اور بے قصور لوگوں کی عیب چینی کا مرض پھیلتا جارہا ہے اور علمائے کرام کی فروگزاشتوں کی رائی کا پہاڑ بنا بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور اہل فضل کے مقام ومرتبہ کو گرانے کی سعی نامشکور کی جارہی ہے حتیٰ کہ ایک غیرت مند مسلمان جب ان سیاہ دور اور تاریک شکل مظاہر کو لوگوں میں پھیلتا دیکھتا ہے جیسے جنگل میں آگ پھیلتی ہے تو اس کے دل ودماغ ماؤف ہونے لگتے ہیں، وہ عجیب شعور کا شکار ہوجاتا ہے اور وہ ان تمام امور کی کوئی توجیح نہیں کرپاتا اور نہ ہی اس سے ان کا کوئی باعث ملتا ہے۔

گستاخانہ کردار:

غیرت مند مسلمان دوسروں کے لئے ایسا ہوتا ہے جیسے شمع خود کو جلا کر دوسروں کے لئے روشنی مہیا کرتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ دیکھتا ہے کہ بعض چور لوگ دوسروں کے گھروں میں نقب لگانے کے لئے، اپنے ذاتی مفادات ومقاصد کو پانے کے لیے اور اپنے مادی و دنیاوی طمع کو پورا کرنے کے لئے دوسروں کے کندھوں پر سے پھلانگ جاتے ہیں۔انہیں دین اخلاق اور ضمیر کوئی چیز نہیں روک پاتی۔وہ گھٹیا کردار، مکروفریب اور بدنیتی کے عادی ہوچکے ہوتے ہیں۔وہ بلند نگاہ لوگ کی ذات میں کیڑے نکالنے اور کامیاب لوگوں کی بے ادبی و گستاخی کرنے میں لذت محسوس کرتے ہیں، نیک لوگوں کی کوتاہیاں ڈھونڈنے اور اہل عمل اہل صالحین کی شان گھٹانے کی کوششوں میں لگے رہنے میں لطف پاتے ہیں۔لوگوں کو ان سے متنفر کرنے میں لگے رہتے ہیں اور ہر وہ کوشش کرتے ہیں جس سے ان کی شان میں کمی کر سکیں۔الزامات گھڑ گھڑ کر ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، طعن وتشنیع کرتے ہیں، ان کے خلاف غلط افواہیں پھیلاتے ہیں اور یہ سب ایسے وقتوں میں کیا جاتا ہے جبکہ کچل کر رکھ دینے والی اجتماعی ومعاشرتی جنگیں چھڑی ہوئی ہیں اور قاتلانہ نفسیاتی دباؤ طرح طرح سے ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے۔

دنیوی تنگی وتکدر:

یہ بھی دنیاوی طور پر بڑی ہی تنگی وتکدر ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی خاندان میں، اپنے گردوپیش کے معاشرے میں، اپنے اہل واقارب میں ،پڑوسیوں میں، اپنے دفتر کے ساتھیوں میں ایسے بدفطرت ونافرمان اور سرکش لوگوں کو دیکھیں اور پائے جن کی گھٹی میں ہی دوسروں کے ساتھ بدظنی کا رویہ رکھنا داخل ہوتا ہے یہ کمینہ ذہنیت ان کا اوڑھنا بچھونا رہتی ہے اور دوسروں کو اذیت پہنچانا اور احسان جتلانا ہی ان کی لغت اور کل کائنات ہے۔

مفاد پرست لوگ اور میڈیا:

اس امر کی خطرناکی اس وقت چوٹی تک پہنچ جاتی ہے جب ایسے لوگ ذرائع ابلاغ، سیٹلائٹ چینلز، انٹرنیٹ اور تمام میڈیا پر بھی قابض ہو جائیں ان وسائل کے تھروا پنے باطل پروپیگنڈے اور خودغرضانہ جھوٹوں کو نشر کروانے میں کامیاب ہوجائیں تاکہ ان کے اکاذیب زبان زدعام ہوجائے، بار بار ذکر کیے جانے لگے، ہر مجلس میں وہی موضوع سخن بننے لگے اور انہیں ایسے حقائق مان لینا شروع ہوجائے جو کہ کسی قسم کی ردّوقدح اور بحث ومناقشہ کو قبول نہیں کرتے حالانکہ درحقیقت وہ خودغرض اور مفاد پرست لوگوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں کے سوا کچھ بھی نہ

ہو اور ایسے لوگوں کے اسی طرح کے کرتوت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ﴾

”اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔“ (النور:39)

جھوٹوں کے دعاءگو: بعض اہلِ جبہ و دستار:

اللہ تعالی آپ کی حفاظت و نگرانی فرمائے۔عجیب بات تو یہ ہے کہ بکثرت لوگ ان کی تصدیق کرنے میں بڑی ہی عجلت و جلد بازی دکھلاتے ہیں گویا کہ وہ امر لازم و ثابت ہوگیا ہے بلکہ آپ کو اس وقت مزید تعجب کا سامنا کرنا پڑے گا جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جو بغیر سوچے سمجھے منہ میں آئی ہر سچی جھوٹی بات کہہ دیتے اور زبان کے ان فتنوں کو مروج کیے جاتے ہیں اور آپ کا تعجب ختم نہیں ہوگا کیونکہ آپ دیکھیں گے کہ اس بھونڈ کے کاروبار اور غلط پروپیگنڈے کو رواج دینے والوں میں بعض جبہ و دستار والے اہل علم و فضل اور کئی عالی مرتبت اور اہل صلاح و نیکی پردہ نشینوں کے بھی نام آرہے ہیں۔

کیا سنا نہیں:

گویا ان لوگوں کے کانوں تک سورہ حجرات کی اس آیت کی بازگشت نہیں پہنچی اور نہ ان کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائی ہے جو پکار پکار کر کہہ رہی ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ﴾

”اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو۔“ (الحجرات:6)

اس آیت کے لفظ "فَتَبَيَّنُوا" کی جگہ امام حمزہ کسائی کی قرأت میں "فَتَثَبَّتُوا" ہے اور معنیٰ دونوں کا ہی تحقیق و چھان پھٹک کرلینا ہے۔اسی طرح کیا ان لوگوں کے پردہ سماعت سے نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد نہیں ٹکرایا جو کہ صحیح مسلم وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

”کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بلاتحقیق بات آگے بیان کردے۔“[1] (صحیح مسلم)

دخل در معقولات:

بعض لوگ تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں کے معاملات، ان کے مال و اولاد اور ان کے خاص الخاص امور و مواقف میں بے جا دخل اندازی سے باز نہیں رہتے اور وہ انہیں اپنی مرضی پر موڑنے کے لیے مائل کرنے پر لگے رہتے ہیں اور اگر وہ ان کی منشاء و مرضی پر پورے نہ اترے تو پھر وہ انہیں افواہوں کی لٹکتی تلوار یا ہتھوڑے کے نیچے ڈال دیتے ہیں، ان پر الزام تراشیاں کرتے ہیں، ان کے خلاف افتراء پردازیاں اور طعن و تشنیع کا بازار گرم کردیتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم:5۔

اے اس عادت و کردار کے مالک شخص! اس مخلوق کو اس کے خالق کے لیے چھوڑ واور تمہیں دوسروں کی کیا پڑی ہے اپنی دیکھو۔ اسی طرح تم صحیح و سالم رہو گے اور اسی میں ہی تمہارا فائدہ ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔

افادات ابن تیمیہ:

اللہ تعالی شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر رحم فرمائے وہ لکھتے ہے:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو بڑا عابد وزاہد اور دیندار شمار کیا جا رہا ہوتا ہے مگر اس کی زبان زندہ و مردہ انسانوں کے گوشت کاٹے چلی جاتی ہے اور اسے اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ وہ کیا کہے جا رہا ہے۔"

اسلامی منہجِ اَخلاق:

اے برادران ایمان! ان تاریک واحوال وظروف میں ضروری ہے کہ اس ممتاز اخلاقی منہج وطریقہ کے جھنڈے بلند کی جائیں جو اعلی عادات اور عمدہ اطوار وفضائل پر مبنی ہے جس میں اخلاق عالیہ اور بہترین اقدار پائی جاتی ہیں، جس میں سراسر انصاف ہے، ظلم و جور نام کو نہیں، اتحاد وانس ومحبت ہے اختلاف نہیں، باہمی ہمدردی وخیر خواہی ہے کسی کو ذلیل ورسوا کرنے کا رواج نہیں، معافی تلافی کا ماحول ہے دوسروں کو سینگ مارنے اور ظلم وانتقام کی فضا نہیں، دلوں کی صفائی ہے جفا وکدورتیں نہیں، ایک دوسرے کی مدد وتعاون کیا جاتا ہے نفرتوں کا کاروبار نہیں، ایک دوسرے کا گلا نہیں کاٹا جاتا بلکہ افہام وتفہیم سے کام لیا جاتا ہے، نظم وضبط سے کام لیا جاتا ہے، تصادم ومقابلے کی سیاست اختیار نہیں کی جاتی، اتفاق واتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے تشتت وافتراق کی نہیں، باہم گھل مل کر رہا جاتا ہے تنازعات وخصومتیں نہیں اپنائی جاتیں، اجتماع اکٹھا ہوتا ہے نزاع وجھگڑا نہیں۔ ان اعلی خلاق وعمدہ عادات کو رواج دینے کے لیے ضروری ہے کہ لوگ خصوصا نئی نسلیں حصول علم کے ساتھ ساتھ ہی اخلاق وآداب کی بھی تربیت پائیں کیونکہ وہ علم جس کے ساتھ ہی عمدہ اخلاق کی تربیت نہ ہو وہ علو و بلندی سے روشناس نہیں کرواتا بلکہ وہ گراوٹوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ادب قبل از علم:

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لوگ (صحابہ کرام) علم سے پہلے اخلاقیات اور ادب واحترام کرنا سیکھتے تھے مگر آج لوگوں نے آداب واخلاق سیکھنے اور اپنانے سے انکار کر دیا ہے۔"

بعض دیگر سلف امت نے کہا ہے: "ہمیں بکثرت علم کی بجائے تھوڑے سے اخلاق وآداب کی زیادہ ضرورت ہے۔"

امام مالک کے شاگرد عبداللہ بن وھب کہتے ہیں:

"ہم نے امام مالک سے جتنا علم سیکھا اس سے کہیں زیادہ ان سے اخلاق وآداب حاصل کیے ہیں۔"

دوسروں سے حسنِ ظن کی تربیت:

اسی طرح لوگوں کی ایسی تربیت ہونی چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کا رویہ رکھیں خصوصاً اپنے علماء اور حاملین شریعت پر حسن ظن رکھیں کیونکہ ان پر طعن و تشنیع بہت ہی خطرناک بات ہے ایسا کرنے والا پھسلنے اور لرزش میں مبتلا ہونے والا ہے کیونکہ وہ صرف ان مقامات پر ہی نگاہ ٹکاتا ہے جو کہ معلول و مریض ہے صرف عیب چینی کرتا رہتا ہے۔ ایسا کرنے سے علماء کی ہیبت و رعب ختم ہو جائے گا، ان کی حرمت و شان اور جلیل القدر مقام پر حرف آئے گا اور ان کی عظمت مجروح ہوگی اور احمق لوگ ان کے خلاف زبان کھولنے کی جرأت کرنے لگیں گے اور علم و علماء کے خلاف گھات لگائے بیٹھے لوگوں اور قینچی جیسی تیز زبانوں والے لوگوں کے سامنے دروازہ کھل جائے گا۔ انہیں خطرات کے پیش نظر اگر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو حسن ظن کی تربیت دی ہے اور مسلمانوں کو بدظنی و بدگمانی رکھنے سے خبردار کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾

”اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔“ (الحجرات:12)

جبکہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔

”خبردار بدگمانی سے بچ کر رہو کیونکہ بدظنی و بدگمانی بہت ہی جھوٹی بات ہے۔“[1]

سنن کبری بیہقی وغیرہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إنَّ اللهَ حرَّمَ من المسلمِ دمَه ومالَه وأن يُظنَّ به ظنُّ السَّوْءِ

”اللہ تعالی نے مسلمان کا خون اور اس کی آبرو دوسروں کے لئے حرام کی ہے اور یہ بھی حرام کیا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مسلمان کے خلاف بدظنی رکھے۔“[2]

امام شافعی فرماتے ہیں:

جو شخص یہ چاہے کہ (دنیا و آخرت کے دن) اللہ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کا فیصلہ فرمائے اسے چاہیے کہ وہ لوگوں کے بارے میں اچھا گمان رکھے۔“

حسنِ ظن اور تلاشِ عذر:

اللہ تعالی آپ کا محافظ ہو۔ سابقہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اسلام میں اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے اور ان کے اقوال و افعال اور ان کے تمام کردار و معاملات کو اچھے امور پر ہی محمول کیا جائے بلکہ ان سے کسی اجتہاد و تاویل میں اگر کہیں کوئی کوتاہی ہو جائے تو ان کے لیے وعذر و معذرت کی راہ تلاش کی جائے۔

إن عمرَ وضعَ للناس ثمانيةَ عشرَ كلمة حكما كلها، منها: ضَعْ أمر أخيك على أحسنِهِ حتى يُجيئَك منه ما يُغْنيك، ولا تَظُنَّنّ بكلمةٍ خَرَجَتْ من مسلمٍ شرا وأنتَ تَجِدُ لها في الخيرِ موْضعا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”تمہارے مومن بھائی کے منہ سے جو بات بھی نکلے اسے جب تک کسی اچھے معنوں پر محمول

---

[1] صحیح مسلم:2563۔
[2] تخریج الاحیاء:2/221

کرنے کی کوئی بھی صورت نکلے،کسی برے معنوں پر ہرگز محمول نہ کرو۔"[1]

امام ابن مبارک فرماتے ہیں:

مومن دوسروں کی غلطیوں پر ان کے لئے عذر تلاش کرتا ہے اور منافق دوسروں کی لرزشوں کی ٹوہ میں رہتا ہے۔"

نیتوں پر حملے:

ان سب امور سے زیادہ خطرناک و بدترین بات یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو دوسروں کی نگران مقرر کرلے،ان کے دلوں کا حاکم بن بیٹھے اور بزعم خود ان کے مقاصد وارادوں کا مالک شمار کرنے لگے۔ان پر بڑے بڑے الزامات لگانے اور بہتان تراشیاں کرنے سے بھی نہ چوکے اوران پر طعن و تشنیع کا رویہ اپنالے۔ان کے لئے کوئی عذرو بہانہ تلاش ہی نہ کرے،نہ ان کے بچاؤ کی راہ ڈھونڈے۔وہ ان کی عزت وآبرو میں منہ ڈالتا پھرے اوران کا گوشت کاٹتا رہے۔آپ کو لوگوں کی زندگی میں ایسے کئی عجائب ملیں گے۔سبحان اللہ

علماء کی پگڑیاں اچھالنا:

اللہ والو!امت کا پھر کون سا فرد بچ جائے گا؟اس کے لیے کیا رہ جائے گا؟جب اس کے علماء وصلحاء پر طعن و تشنیع ہوگی اوراس کے فاضل ونبیل لوگوں کی فضیلت وشرف والوں کی بھی پگڑیاں اچھالی جانے لگیں گی؟

بدزبانیوں پر مہر تصدیق:

انتہائی خطرناک امر یہ ہے کہ مجلسیں لگیں،کلبوں اور بیٹھکوں،حویلیوں میں دسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں لوگ جمع ہوئے اور جہاں بھی مل بیٹھیں وہیں بدباطن و بدزبان شخص اپنی بدبودار زبان سے اہل علم کی مذمت کرنے لگے اوران کے خلاف زبان درازی کرنے لگے اورلوگ ہمہ تن گوش ہو کر نگاہیں جھکائے اس کی ژاژ خائی و یاوہ گوئی کو سنتے رہیں اوراس کی زبان سے نکلنے والے زہریلے کلمات والزامات پر اپنی خاموشی سے قبول ورضا کی مہر تصدیق ثبت کرتے جائے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ فرحت وخوشی اور تسلی و تشفی محسوس کرے اوراسی پر بس نہیں بلکہ اس کے ہر زہریلے تیر کے سامنے سر تسلیم خم کرتے جائے۔

کیا اسی کا نام تربیت ہے:

کیا اسلام نے اپنے ماننے والوں کی اسی طرح تربیت کی ہے؟مسلمانوں کی عزت وآبرو سے کھیلنے والے کا دفاع کرنے کا اخلاقی فرض کہا گیا؟اہل علم وفضل اور ارباب نیکی وصلاح کے تحفظ کی ذمہ داری کیا ہوئی؟مسلمانوں کی عزتوں کا دفاع کرنا خصوصاً علماء وصلحاء کی آبروؤں کا تحفظ و دفاع ایک ایسا فریضہ بن گیا جسے لپیٹ کر کونے میں لگا دیا گیا ہے۔اس کا کوئی تذکرہ کرنے کو بھی تیار نہیں ہے۔یہ ایک ایسی سنت بن گئی ہے جسے چھوڑ دیا بلکہ بھلا ہی دیا گیا ہے۔کیا سنن ترمذی ومسند احمد میں حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[1] ذخیرۃ الحفاظ: 2/932

”جس نے اپنے کسی بھائی کی آبرو کا دفاع کیا قیامت کے دن اللہ تعالی اس کے چہرے سے جہنم کی آگ کو دور کر دے گا۔“[1]

جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے:

”اللہ اسے قیامت کے دن جہنم کے شعلوں سے بچالے گا۔“ (ابن ابی شیبہ)

اللہ اکبر! کتنے کم لوگ ایسے ہوں گے اور لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو کہ دوسروں کی آبرو سے کھیلنے میں چھل خوری جتنی لذت محسوس کرتے ہیں بلکہ اس کی خواہش رکھتے اور اس سے اپنے نفس کی تشفی پاتے ہیں۔ اللہ ہی ان کا حساب لینے اور ان سے تصفیہ کا مطالبہ کرنے والا ہے۔

اخلاقی و ادبی شجاعت و بہادری یہ ہے کہ مسلمان اپنے او پر لازم کر لیں کہ وہ دوسروں کی آبرو کا دفاع کریں گے اور ان لوگوں کے زہر میں بجھے خنجروں کو روکیں گے جو کہ گھات لگائے بیٹھے ہیں اور مفاد پرست و خود غرض لوگوں کے ان تیروں کا بھی منہ موڑ لیں گے جو کہ لوگوں کی آبرؤوں سے کھیلنے میں تشفی پاتے ہیں. اگر تمام مسلمان اس ذمہ داری کا بوجھ اٹھالیں تو یہ خبیث بیماری اس امت کے جسم میں پھیلنے نہ پائے اور نہ ہی یہ قاتل مرض مسلم معاشرے میں خیمہ زن ہو سکے۔

اے امت اسلامیہ! مسلم امہ کے سفینوں کو فتنوں کی لہروں اور مصائب و مشکلات کی آندھیوں سے بچانے کے لیے یہ چند ذرائع ہیں۔ ان اچانک پیش آنے والے ہنگامی مسائل، نئے رونما ہونے والے حالات اور ان کی تغیرات و انقلابات کا مقابلہ اس اجتماع و اتحاد اور الفت محبت کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے اور دشمنان اسلام ہمارے اختلافات و تنازعات سے فائدہ اٹھا کر ہم پر مسلط ہو گئے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اختلافات و افتراق کا سبب بننے والے فساد کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اجتماع و اتحاد اور الفت و محبت کی خلاف ورزی کرنے والا۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں سے بغض و نفرت اور عداوت و دشمنی کرنے لگیں اور بعض لوگوں سے ولاء و محبت قائم کر لیں اور یہ ولاء و براء یا محبت و نفرت اللہ کے لیے نہ ہو بلکہ ذاتی اغراض اور شخصی مفادات کی بنیاد پر ہو حتی کہ بعض لوگوں کی حالت یہ ہو جائے کہ وہ دوسروں پر لعن طعن کرنے لگیں، ان کی عیب جوئی و تحقیر پر اتر آئیں، بعض لوگوں کو دوسروں پر دست درازی کرنے بلکہ اسلحہ اٹھانے اور قتل و غارت کرنے پر آمادہ کر دیں اور بعض لوگ دوسروں کا بائیکاٹ کر بیٹھیں اور ان کے خلاف (بزعم خود) جہاد کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور نوبت یہاں تک آپہنچی کے وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا نہ کریں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حرام کردہ امور میں سے بڑے بڑے امور ہیں۔“

آگے چل کر موصوف لکھتے ہیں:

مشرقی ممالک پر اللہ تعالیٰ نے تاتاریوں کو مسلمانوں کے مذہبی و غیر مذہبی اختلافات اور دیگر فتنوں کی کثرت کے نتیجے میں مسلط کیا تھا اور یہ باطل پر تعصب برتنے والے، اپنے ظن و گمان کی پیروی کرنے والے اور خواہشات نفس کی اتباع کرنے والے اور ذاتی ہوی و ہوس کے تحت چلنے والے تھے۔ جن کے پاس اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت سے کوئی دلیل نہیں تھی۔ ایسے تمام لوگ مذمت و عتاب اور سزا کے واقعی مستحق تھے اور یقین مانیں کہ جماعت کے ساتھ جڑے رہنا اور باہمی الفت و محبت کی فضا قائم رکھنا اصول دین میں سے ہے۔“

---

[1] ترمذی:1931۔

یہ باتیں ہم ایسے وقت میں کہہ رہے ہیں اور ایسے وقت میں ہی کہی جاتی ہیں جبکہ ہماری امت مسلمہ زخموں سے چور ہے اس کا پورا ڈھانچہ ہی داغ داغ ہو چکا ہے، اختلافات رونما ہو چکے ہیں بلکہ خصومات اور جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ تاریخ کے اس موڑ پر امت اسلامیہ کو تمام مواقف میں اتحاد و یک زبانی اور وحدتِ صف کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ طمع ولالچ رکھنے اور گھات میں بیٹھے تمام دشمنان اسلام اور اعداء دین کی راہ روک سکیں۔

آج فلسطین وہاں کے حالات جو رخ اختیار کر چکے ہیں۔ ارض عراق وادی دجلہ وفرات میں جو خونچکاں واقعات اور دلفگار حالات چل رہے ہیں جن میں اللہ کے گھر، مساجد اور عبادت گاہ بھی غریبوں کے دست ظلم وستم سے نہیں بچ پائیں، ان پر ہر غیرتمند شخص کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور سخت درد والم محسوس کرتا ہے۔ ان ہزاروں لوگوں کی جانیں کیوں لی گئیں؟ خصوصاً عورتوں اور بچوں کو موت کے منہ میں کس سبب کی بنا پر دھکیلا گیا ہے؟ خون کی نہریں بہا دی گئی ہیں۔ گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے، زمینیں بے آباد کر دی گئی ہیں، مسلمان عورتوں کو بے آبرو کیا گیا ہے آخر کیوں؟

اللہ کا سلام وسلامتی ہو مقابلے میں ڈٹے ہوئے شہر فلوجہ پر جو کہ عزت کا نشان اور سر بلند وسرفراز ہے اور مردم خیز و زرخیز ہے۔ جس کو پانے کی کوشش کرنے والوں کے اللہ کے فضل سے چھیتھڑے اڑ جائیں گے اور اس کے شجاع و دلیر اہالیان کی پامردی کے نتیجے میں یہ غاصبانہ قبضہ ختم ہو جائے گا۔ چاہے یہ استعمار جتنے بھی حریت وآزادی کے نعرے لگائے اور حقوق انسانی کی سبز باغ دکھلائے۔

اے ہمارے عراقی بھائیوں! صبر کرو اور ہمت سے کام لو۔ اے وادی دجلہ وفرات کے باسیو! اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ اسی ذات باری تعالی سے امید ہے کہ آپ کی مصیبت کو دور اور مشکل کشائی کریگا اور آپ کے تمام حزن وملال کو زائل کرے گا جبکہ دور رسیا آگیا ہے کہ اللہ کے سوا مدد ونصرت کرنے والے کم ہی رہ گئے ہیں اور ان غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کی رات بہت لمبی ہوگئی ہے۔ لیکن یہ تاریخ سے کہاں بھاگیں گے؟ اور ان کے حصے میں قوموں کی نفرت وناراضگی اور اللہ کا غضب وغصہ ہی آئے گا۔ یہ سب صرف جذبات کو بھڑکانے کے لیے ہی نہیں بلکہ مضبوط موقف اختیار کرنے اور متفقہ بیانات جاری کرنے کی دعوت ہے۔

اے پیارو! قول وعمل کے فتنے اور لوگوں پر الزام تراشی سے خبردار و باز رہو اور بلا علم اللہ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے سے اپنی زبانوں کو لگام دے کر رکھو۔ اسی طرح نئے پیش آمدہ مسائل میں اللہ کے نام پر حکم صادر کرنے اور فتویٰ بازی کرنے سے پرہیز کرو۔ پہلے اس کے آثار وانجام پر گہری نگاہ ڈال لیں، اس کے مصالح ومفادات کو دیکھ لیں یوں پہلے خوب تول لیں پھر بولیں۔ کیا کسی ایسے فریضے پر جو کہ اسلام کی کوہان کی چوٹی ہے اس پر یونہی چڑھ دوڑیں گے جبکہ نہ جھنڈا ہو نہ لگام۔ محض جذبات کی رو میں بہہ کر نہ اس کے مقاصد کو سمجھنے کی کوشش کریں اور نہ اس کے قواعد وضوابط کی رعایت رکھیں نہ اس کی شرطیں پوری کریں نہ ہی اس کے موانع کی نفی ہو۔

خبردار! موجودہ ہنگامی پیش آمدہ مسائل میں طلبہ علوم دینیہ کو اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ معاملہ کے گرم حال وسختی حالات پر بھی اسی ذات باری تعالی کے سپرد کر دیں جو کہ حالات کی سردی وخوشگواری کا مالک ہے اور خود ان تمام چور دروازوں سے خبردار رہے جن سے یہ گھات لگا کر بیٹھنے والے دراندازہوتے ہیں اور خودغرض، موقع کا فائدہ اٹھانے والے، ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے والے ابن الوقت اور مفاد پرست لوگ

فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ ہی اہل اجتہاد علماء کی رائے کا احترام کریں، ان سے حسن ظن رکھیں اور بھوک چوک پر انہیں معذور سمجھیں اور ان کے لیے عذر تلاش کریں۔ ان کی آبروؤں کا تحفظ کریں اور ان کی پگڑیاں اچھالنے والوں سے ان کا دفاع کریں اور مقدمات پر نتائج کی بنیاد رکھیں۔ البتہ مسلمانوں کے مفادات عامہ، ان کے دلوں کو متحد کرنے والے امور، ہنگامی مسائل میں اتحاد مرجع اور ان امور میں فتوی بازی سے گریز کرنا اولی ہے اسی بات پر توجہ دینی اور اسی چیز کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اسی سے اعلی مفادات کا حصول ممکن ہوگا اور اسی سے بدترین نقصانات سے بھی بچا جاسکے گا اور اللہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم کے ساتھ اپنے دین کی مدد فرمائے۔ اپنے کلمہ کو بلند کرے اور مسلمانوں کو غلبہ عطا کرے اور ان کے حالات کو بلند کرے اور ان کے اخلاق کی اصلاح فرمائے وہی وہ بہترین ذات ہے جس سے مانگا جائے اور وہ تمام قدرتوں کا مالک ہے کہ جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

برادران اسلام! معاشرے کی اصلاح و صفائی اس کے افراد کے اتحاد و اتفاق، ان کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کرنے اور ان میں نظم و نسق قائم کرنے کے لئے اہم ترین وسائل و ذرائع میں سے ہی یہ ہے کہ تمام افراد معاشرہ ٹھوس و پائیدار موقف اختیار کرنے کے لیے عدل و انصاف پر تربیت پائیں اور اختلافی و نزاعی امور میں انصاف کرنے کے عادی بنیں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾

"کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔" (المائدہ:8)

امت کو آج اس خصلت کو اپنانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ دین کا تحفظ اور نظام شریعت قائم ہو۔ مسلمانوں کی خاص و عام حرمتوں کے تقدس کا دفاع ہوسکے، اپنے بھائیوں دوستوں کو اکٹھا کیا جاسکے اور خودغرض و مفاد پرست لوگوں کی راہیں بند کی جاسکیں۔

یہ معلوم و معروف بات ہے کہ عدل و انصاف بہت ہی عزیز و قیمتی چیز ہے اور موجودہ دور میں لوگوں کی عملی زندگی سے اس کا ستارہ ڈوبنے کے قریب لگتا ہے۔ علامہ ذہبی اپنے زمانے کے لوگوں میں عدل و انصاف کی قلت کا شکوہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم ایسے دور میں داخل ہوگئے ہیں کہ آدمی انصاف کے بات کہنے کی قدرت نہیں پاتا۔ اللہ تعالی ہمیں سلامتی ایمان و عمل سے نوازے اور لوگ اگرچہ قرابت داری والے ذورحم بھی ہے اس کے باوجود قلتِ انصاف کی وجہ سے قطع تعلقی عام ہے۔ جب عدل و انصاف کی بساط لپیٹ لی جائے اور احمق و نادان سر چڑھ آئے تو نیک و بد برابر ہوجاتے ہیں، اہل حق و اہل باطل اور ظالم و مظلوم میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔

بنی بشر اس فطرت پر تخلیق پاتے ہے کہ وہ اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور اپنے مفادات کو حاصل کرنے میں کوشاں و سرگرداں رہتے ہیں اگرچہ اس سے دوسروں کو نقصان ہی کیوں نہ ہو۔

داؤد بن زید یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امام شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم اگر میں 99 مرتبہ صحیح کام کروں اور ایک مرتبہ مجھ سے خطا ہوجائے تو لوگ میرے 99 صحیح کام نہیں دیکھیں گے میری اس غلطی کو ہی لے کر بیٹھ جائیں گے۔"

اس صورتحال سے صحیح سلامت بچ نکلنے کا راستہ صرف یہ ہے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لیں، اپنی زبان کو پاک رکھیں اسے خراب نہ ہونے دیں۔ دلوں کو نفرتوں اور سینوں کو کدورتوں سے پاک رکھیں۔ نظم جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اختلافات کے آداب کا علم حاصل

کریں اور دعائیں مانگتے رہیں۔

وہ لوگ جن کی پگڑیاں اچھالی گئی لوگ ان کی آبرو کے درپے ہوئے، ان کے خلاف افواہیں پھیلائی گئیں، ان پر کذب طرازی و افتراء پردازی کی گئی۔انہیں مبارک ہو،انہیں اس سے تنگ دل و بے قرار نہیں ہونا چاہیے بلکہ انہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے یہ تو انبیاء و رسل علیہم السلام کا راستہ ہے اور مومن بھی ہر وقت امتحان و آزمائش کا نشانہ بنا رہتا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾

"تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔" (النور:11)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:﴿لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ﴾

"اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔" (النور:12)

اس کے ساتھ ہی اپنے آپ کی اصلاح کرتے رہیں۔نیکی کماتے رہیں اور دوسروں کی برائی کو احسن طریقے سے دفاع کرتے رہیں۔اللہ تعالی کشائش پیدا کر دے گا اور تنگیوں سے نکلنے کے راستے کھول دے گا۔

بقول شاعر:

"اگر آپ ایسی قوم کے ذریعہ آزمائے گئے ہیں جو اخلاق سے عاری ہے تو شرعی و اخلاقی ضرورتیں آپ سے اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان کی خاطر مدارت کرتے رہیں اور اللہ سے دعائیں کرتی رہیں کہ اللہ تو اپنا لطف و کرم فرماتے رہنا کیونکہ زمانہ ہر طرف سے ہم پر ٹوٹ پڑا ہے اور ہم آزمائشوں میں ڈال دیئے گئے ہیں۔"

اس کے علاوہ اپنے نفوس کی صبر و تحمل پر ٹریننگ بھی ایک ضروری امر ہے۔اسی طرح اللہ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ بھی لازمی ہے اور اپنے خیر سگالی کے جذبات کو غالب رکھیں، مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دیں اور اس بات کا یقین رکھیں کہ پتھر صرف اسی درخت پر پھینکا جاتا ہے جو کہ پھلدار ہو، کانٹوں والے درخت پر کون پتھر مارتا ہے۔

مسلمان اپنے آپ پر بھروسہ کرنے اور خود اعتمادی کا بھی سخت ضرورت مند ہے۔اس کی رائے میں اعتدال و توازن ہونا ضروری ہے اور مضبوط و جاندار مواقف اختیار کرنے میں دوسروں سے مشورہ کر لینا بھی نہایت اہم ہے اور ان سب امور کے ساتھ ساتھ کسی بھی وقت اور کسی بھی حال میں مایوسی و ناامیدی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ فتح آخر حق کی ہی ہوا کرتی ہے اور صرف صحیح باقی رہتا ہے غیر سہی حرف غلط کی طرح مٹ جایا کرتا ہے۔چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

"اب جھاگ تو ناکارہ ہو کر چلا جاتا ہے لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہری رہتی ہے۔" (الرعد:17)

ایسے کتنے ہی شر پسند لوگ گزرے ہیں جنہوں نے بے قصور لوگوں کو ضرر و نقصان پہنچایا لیکن ان کا انجام زبردست شکست و ناکامی اور زور سے زمین پر پٹخے جانا ہی ہوا۔اللہ نے سچ فرمایا ہے:﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾

”اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔“ (الفاطر:43)

ہمیں لوگوں کے خلاف احکام صادر کرنے میں اختلاف سے کام ہر گز نہیں لینا چاہیے بلکہ اس تعمیم سے بچنا چاہیے ۔قیامت تک اس امت میں خیر وبھلائی موجود رہیں گی لہذا آپ ہمیشہ مثبت پہلو اختیار کریں اگر چہ آپ کو بڑے دلخراش اور بڑے دلسوز مواقف کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن انجام تو روشن وتابناک ہے ۔تکلیف دہ مواقف کا انجام فرحت بخش وعمدہ ہوتا ہے ۔

اللہ آپ کی حفاظت فرمائے دوسروں پر بدظنی کرنے سے بچیں اور نہ ہی غلط فہمی میں مبتلا ہوں ۔اپنے بھائی کی تمام حرکات وسکنات کو ہر ممکن حد تک کسی اچھے معنوں پر محمول کرنے کی کوشش کرتے رہیں ۔جس نے اپنے کسی بھائی کی آبرو کا دفاع کیا اللہ اسے قیامت کے دن نارِ جہنم سے بچالے گا۔اسلام کا یہی پیغام ہے، پیغام محبت ومودت اور امن وسلامتی کا پیغام ،معافی تلافی اور وسعت ظرفی ،دلوں کی صفائی وستھرائی اور محبت ویگانگت کا پیغام اور اس کا یہ پیغام ساری دنیا کے نام ہے تا کہ انہیں اس دین اسلام کا روشن چہرہ نظر آئے اور اسے پتہ چلے کہ دین اسلام انسانیت کے لیے اس قدر خیر وبھلائی اور امن وسلامتی کے جذبات رکھتا ہے اور وہ امن سکون کی طرف ہی دعوت دیتا ہے اور ارشاد الٰہی ہے:﴿ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

”اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔“ (یوسف:21)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

فتنۂ کتمانِ حق اور تلبیس و تضلیل کا تعارف و نقصانات

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

20/ 10/ 1425ھ، 3/ 12/ 2004

تقویٰ: مقام ولایت:

میرے اور سب کے لیے اللہ کی طرف سے جو تاکید اور وصیت و نصیحت کی گئی ہے وہ ہے اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرنا اور کردہ و نا کردہ امور و احوال میں اللہ تعالیٰ کو نگران تسلیم کرنا۔ تقوی کی دولت ہی سے مقام ولایت اور اللہ سے دوستی کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اس مقام درجہ کے حصول پر اللہ تعالی بشارتیں دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[62] الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ[63] لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴾

”یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔“ (یونس:62-64)

اظہارِ حق کا فقدان: بہت بڑا فتنہ:

مسلمانو! ہمارے اس موجودہ دور میں تمام مسلمان معاشرے جن فتنوں میں مبتلا ہیں ان میں سے ہی ایک بہت ہی بڑا فتنہ حق کا فقدان اور اس کا باطل کے ساتھ التباس و اختلاط ہے۔ اسی طرح اظہار حق اور باطل کے مقابلے میں اس کی مدد و نصرت کرنے میں صحیح وصریح مرجع کے غلبہ کی عدم موجودگی بھی ہے۔ ایسے ہی فقر و فاقہ کے خوف سے بلاتردد اس انداز سے حق کا اظہار بھی معدوم ہو چکا ہے جس طرح کہ اللہ تعالی نے اسے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ حق کے اصل چہرے سے نقاب کشائی بھی نہیں کی جارہی ہے جس میں باغیانہ شکوک وشبہات سے خالی تاویلات نہ ہو اور نہ ہی خواہشات نفس کا عمل دخل ہو بلکہ ان کی کارفرمائی سے خالی خالص حق ہی ہوں اور یہ امور مسلم معاشروں میں اسلام کی صحیح تصویر کا اور اس کے اصل جوہر کو دو بہت بڑے بڑے خطرات سے دو چار کرنے کا بنیادی سبب بن رہے ہیں۔

اس کا پہلا مہلک خطرہ: فساد و بگاڑ:

ان دو مہلک خطرات میں سے پہلا بہت بڑا خطرہ تو یہ ہے کہ اس طرح اسلام میں فساد و بگاڑ پیدا ہوتا اور بڑھتا جائے گا۔ اس کی اقدار کی شکل تشویش ناک ہوتی جائے گی اور اس کے ثابت شدہ مفاہیم کی شکل بگڑنا شروع ہو جائیگی اور وہ اس طرح کے صحیح تعلیمات میں جعلسازی کریں گے اور وہ خود ساختہ اشیاء اسلامی تعلیمات کی جگہ لے لیں گی اور اصل مالک کو ہٹا کر وہاں باہر سے آنے والے اجنبی کو بسادیا جائے گا تاکہ لوگ ان مقلوب و محرّف مفاہیم و تعلیمات کو ہی اپنے معاملات میں اختیار کرنے لگیں گے اور ان کے دلوں میں یہ امید بھی قائم رہیں گی کہ ایک وقت آئے جب دوبارہ حق اپنی اصل صورت میں لوٹ آئے گا لیکن ان کے اس انتظار کے دوران ان کے دلوں میں یہ اعتقاد فاسد جگہ بنالے گا کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں جو کہ اصلا دین سے دور اور اس کی اصل تعلیمات سے قاصر و عاری ہے اور اس میں اچھی

بری ہر طرح کی اشیا شامل ہیں وہی عین اسلام ہے اور جب دعاۃ و مبلغین اٹھیں گے، چلائیں گے اور انھیں اس اصل منہج حق اور دائمی شریعت کو اپنانے کی دعوت دیں گے جو کہ اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہے تو لوگ ان کی اس دعوت پر نکیر کرنے لگ جائیں گے اور وعظ و نصیحت کرنے والوں پر یہ الزام تراشی کرنا شروع کر دیں گے کہ یہ لوگ ہمیں جمود اور رجعت و قدامت پسندی کی دعوت دیتے ہیں اور محض نصوص کے ظاہر کو اپنانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کی گہرائیوں اور روح کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اسلام کے خلاف تلبیس و تدلیس کرنے والے یہی بدگمانی کریں گے اور دعاۃ کے نصیحت کرنے پر ان کی زبان حال پر اللہ تعالی کا یہ ارشاد ناطق ہوگا: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ [11] أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَشْعُرُونَ ﴾

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار ہو! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔“ (البقرہ: 11-12)

ہماری اس بات کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: كيف بكم إذا لبستكم فتنةٌ، يربو فيها الصغيرُ، ويهرمُ فيها الكبيرُ، وتتخذُ سنةٌ، فإن غيّرت يومًا قيل: هذا منكرٌ! قيل: ومتى ذلك؟ قال: إذا قلّت أمناؤُكم، وكثرت أمراؤُكم، وقلت فقهاؤُكم، وكثرت قراؤُكم، وتُفُقِّه لغيرِ الدينِ، والتُمست الدنيا بعملِ الآخرةِ.

اس وقت تو تمھارا کیا بنے گا جب تم ایسے فتنے میں مبتلا ہو جاؤ گے جس میں بچہ بڑا ہو جائیگا اور بڑا بڑھاپے کو جا پہنچے گا۔ ایک سنت کو اپنایا جائے گا اور اگر کسی دن اسے چھوڑ دیا یا بدل دیا جائے تو کہاں جائے گا کہ یہ ایک منکر امر ہے۔

ان کے شاگردوں نے پوچھا: یہ فتنہ کب رونما ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: جب تم میں امانتداری کی قلت ہو جائے گی اور حکام و امراء کی تعداد بہت بڑھ جائیں گی۔ تمہارے فقہاء بہت کم رہ جائیں گے اور قرآن کی محض تلاوت (بلافہم) کرنے والے قاری بکثرت ہو جائیں گے اور دین کے سوا دوسرے علوم کا حصول بڑھ جائے گا اور آخرت کے لیے کرنے والے اعمال سے دنیا کمائی جائے گی۔“[1]

دوسرا مہلک خطرہ: تفرقہ بازی اور تلبیس و تضلیل:

اللہ والو! امت کو پیش آنے والے مہلک خطرات میں سے دوسرا بڑا خطرہ یہ ہے کہ یہ تلبیس و تخلیط، حق و باطل اور تضلیل و گمراہی پھیلانے والی تحریکوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں تفرقہ بازی شروع ہو جائیں گی کہ جس کی موجودگی میں ان کا متحد و متفق ہونا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت تک ہر گروہ اس زعم میں مبتلا ہو جائے گا کہ اس کا اپنا ایک خاص منہج و طریقہ ہے، اس طرح اسلام کی طرف نسبت کرنے والوں کی کئی قسمیں بن جائیں گی اور ہر صورت دوسرے سے الگ ہوگی اور وہی شکل بن جائیں گے جس طرح دو متوازی خطوط کبھی کہیں جا کر بھی نہیں ملتے یا ندی کے دو کنارے کبھی یکجا نہیں ہوتے۔ اسی طرح ان مسلم گروہوں میں وحدت کا حصول مشکل ہو جائے گا اور نوبت یہاں تک آجائے گی بلکہ آچکی ہے کہ اسی زعم باطل کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی عجیب بانت تانٹ ہو چکی ہے۔ کہیں شمالی اسلام ہے تو کہیں جنوبی اسلام، کسی جگہ

[1] صحیح الترغیب: 111

مشرقی اسلام ہے تو کسی مقام پر مغربی (ترقی یافتہ) اسلام مروج ہے۔ یہ تقسیم سب غلط ہے اسلام تو دراصل ایک ہی شریعت ہے۔ایک ہی رنگ ہے جس کے سوا کوئی دوسرا رنگ قابل قبول نہیں۔ البتہ یہ سب تضلیل اور دوسروں کو گمراہ کرنا اور حق و باطل کو باہم مخلوط کرنے کا سیاہ دھندہ ہے اور یہ معاشروں میں وہ تباہی مچاتا ہے جو بڑے بڑے جری و سرکش لشکر بھی نہیں مچا سکتے۔

پاکباز معاشرہ:

پاک نفس و پاکباز مسلم معاشرہ وہ ہے جس میں منہج کی صفائی، ہدف و مقصد کی وضاحت اور باطنی سلامتی کا دور دورہ ہو۔ یہ امور فیصلوں، نظام حکومت، فتویٰ صادر کرنے، تربیت و تعلیم دینے اور ذاتی حالات معاملات غرض ہر شعبہ میں کارفرما ہو اور اسلام کو مکمل طور پر اختیار کرنے کا انتظام موجود ہو اور اس کے کسی بھی پہلو کو کنارے لگانے کا سلسلہ موجود نہ ہو جو کہ اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہو اور نہ ہی اس کے احکام و قوانین کی خلاف ورزی، لاقانونیت و انارکی اور کسی قسم کی سودے بازی ہو۔

خلافتِ راشدہ کا روشن عہد:

تاریخ میں خلافت راشدہ کے زمانوں پر گہری نظر رکھنے والے شخص کو قطعی یقین آجاتا ہے کہ وہ تمام دور اس تلبیس و تضلیل اور شریعت کے ساتھ کسی بھی طرح کی دھوکہ دہی جیسے تمام امور سے پاک تھا یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے وقت میں اور عظمتیں ملیں اور زمین کے وسیع علاقوں پر انہوں نے حکومت کی۔ یہ سب ان پر اللہ تعالی کے فضل و کرم کے بعد خود ان کے ظاہر و باطن میں صدق اور سچائی کا نتیجہ تھا اور اس سب کچھ کے باوجود خلفائے راشدین کوئی نبی نہیں تھے اور نہ ہی ہماری اس شریعت اسلامیہ کے سوا ان کی کوئی دوسری شریعت تھی اور نہ ہی ان کے پاس ہماری اس کتاب قرآن کریم کے سوا کوئی دوسری کتاب تھی بلکہ یہی کتاب تھی جسے ہم بھی پڑھتے ہیں اسے ہی وہ بھی پڑھتے تھے۔ان کے پاس بھی نبی اکرم ﷺ کی سنت کے سوا دوسرا کوئی طریقہ نہ تھا۔صرف یہ تھا کہ ان کا اللہ تعالی کی ذات گرامی اور حضرت ﷺ کی رسالت پر راسخ و مضبوط ایمان تھا۔وہ حقیقت کی دنیا میں اپنے قول و عمل میں صادق تھے اور وہ اپنے رب کی کتاب سے عبرت حاصل کیا کرتے تھے کہ اللہ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جنہوں نے اپنے رب کو دھوکا دینے کے زعم میں اور خود اپنے ہی ہم جنس بنی بشر کے سیدھے سادے لوگوں اور چرواہوں کو فریب دینے کے لیے تلبیس و تضلیل سے کام لیا۔عہد خلافت راشدہ کے لوگ ان واقعات و قصص کو پڑھتے تھے اور اس سے عبرت حاصل کیا کرتے تھے اور ان دھوکہ دہی و فریب کاری میں مبتلا لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾

"وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، مگر سمجھتے نہیں۔" (البقرہ:9)

تلبیس و تضلیل کی مذمت:

تلبیس و تضلیل کرنے والوں کی مذمت کا پتہ دینے والی آیات سے اللہ کی کتاب بھری پڑی ہے یا تو عین اسی کلمہ کے ساتھ یا اس کے مشتقات و معانی کے ساتھ ان کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے بعض اہل کتاب کا یہ عیب ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اقوام اور معاشروں

کو اس وقت دھوکا دیا جبکہ انہوں نے ان کی شریعت میں وہ امور داخل کر دیئے جوکہ دراصل اس کا حصہ نہیں تھے تاکہ وہ امور ان لوگوں کے مابین مروج ہو جائے اور ان امور کے پھیلاؤ اور ترویج سے وہ دھوکہ باز لوگ ان سادہ لوگوں کے مابین ان کے مشفق و مہربان اور تصحیح و اصلاح کرنے والے بن جائیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُونَ﴾

"ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے بھی ہیں کہ جو کتاب کے صرف اہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں اور صرف گمان اور اٹکل ہی پر ہیں۔ ان لوگوں کے لئے "ویل" ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالی کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ویل (ہلاکت) اور افسوس ہے۔" (البقرہ:78-79)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

"اور بے شک ان میں سے یقینا کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔" (آل عمران:78)

انہیں دھوکہ باز اہل کتاب کے بارے میں ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ تمہیں تو خود اس کا علم ہے۔" (البقرہ:42)

اور دوسری جگہ ان کی اسی تلبیس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے اہل کتاب! تم کیوں حق کو باطل سے خلط ملط کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو۔" (آل عمران:71)

تلبیس کی تباہ کاریاں:

یہ تلبیس و تدریس اور دھوکہ دہی و فریب کاری وہ امراض ہیں کہ جس قوم کی صفوں میں پھیل جائیں یا جس قوم کے سمندر میں موجیں مارنے لگیں یہ اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں اور یہ مغضوب علیہ وضال وگمراہ قوموں (یہود ونصاریٰ) کی علامت و کرتوتوں میں سے ہیں۔

تلبیس و تضلیل کا تعارف:

مسلمانو! تلبیس و تضلیل یہ ہے کہ باطل کو حق کی شکل میں پیش کیا جائے، بری چیز کو اچھا اور شر کو خیر کی صورت میں سامنے لایا جائے اور یہ بات تو طے ہے کہ جو شخص حق و باطل میں اختلاط و تلبیس کرتا ہے وہ اس بات پر مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس حق کو چھپا دے جو اس بات کا پتا دیتا ہے کہ اس کی پیش کردہ یہ بات باطل ہے اور اگر وہ اس حق کو چھپانے کی بجائے اسے بیان کر دے گا تو اس کا پیش کردہ باطل زائل ہو جائے گا جسے وہ حق کے ساتھ خلط ملط کرنے اور پھر حق کو چھپا کر باطل کو پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ بات مغربی تہذیب و تمدن کو رواج دینے اور ان ہی کی طرز اور چال ڈھال کو نافذ کرنے کی تجاویز پیش کرنے والوں کی اکثریت کے ذہن سے غائب ہوتی ہے جو اپنے نظریات کو اس دعوے سے پیش کرتے ہیں کہ اس میں دورِ حاضر کا ساتھ دینے کے لیے ضروری امر تجدید ہے۔ اصلاح اور ترقی کا نسخہ ہے تا کہ ہمارے ممالک بھی ترقی یافتہ ممالک کے کارواں میں شامل ہو جائیں اور اپنی اس بات کو منوانے کے لیے وہ ہر طرح کی تاویلات اور شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں اور واضح نصوص کتاب و سنت کی گردن مروڑ مروڑ کر ان میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بعض سلف صالحین نے کہا ہے:

حق کو جب باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا جائے تو ایسا کرنے والا باطل کو حق کی شکل میں پیش کرنے والا ہو جاتا ہے اور وہ ایسا دو معنی لفظ زبان سے نکالتا ہے جس کے دو معانی ہوں۔ ایک صحیح معنی اور دوسرا باطل معنی اور سننے والے کو اس بات کا وہم ہوتا ہے کہ وہ صحیح معنی مراد لے رہا ہے حالانکہ درحقیقت اس کی مراد باطل معنی ہوتا ہے۔

وسائل تلبیس:

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ یہ بات ذہن نشین کر لیں کے تدلیس و تلبیس کے کئی وسائل و ذرائع ہیں اور اس فعل کا ارتکاب کرنے والے محض ایک انداز پر اکتفا نہیں کرتے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ ان وسائل و ذرائع میں سے ہر شخص ہر وقت تمام کے تمام کو بخوبی استعمال کرنا بھی نہیں جانتا۔ لہٰذا ان میں سے کوئی تو کسی تاویل سے کام لیتا ہے اور شرعی نصوص میں سے متشابہات کے پیچھے لگ جاتا ہے جو کہ ان کے مفادات و نظریات کی معاون بن جاتی ہے یوں وہ حق و باطل میں تلبیس و اختلاط کر دیتے ہیں۔ ایسی خصلت والوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾

"پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔" (آل عمران: 7)

اس کے نقصانات کا پھیلاؤ:

اللہ والو! یہ خطرناک انداز صرف اہل حرص وہوی، اصحاب شکوک وشبہات اور کجرو لوگوں کے لئے ہی نقصان دہ نہیں بلکہ اس کے اثرات ہر شخص تک بھی پہنچتے ہیں جو اپنے علم واقتدار اور معاملات میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہوں اور وہ چاہے کوئی بھی کیوں نہ ہو۔

رزین افادات اِبن قیم:

علامہ اِبن قیم نے لکھا ہے: ”اہل علم میں سے جس نے بھی دنیا کو ترجیح دی اور اسے ہی پسند کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ پر ناحق باتیں اپنے فتوؤں، فیصلوں اور خبروں میں کہے کیونکہ اللہ کے احکام بکثرت ایسے ہوتے ہیں کہ وہ لوگوں کی اغراض وخواہشات کے خلاف نکلتے ہیں خصوصا ان لوگوں کی اغراض وخواہشات کے خلاف ہوتے ہیں جو کہ ریاست وسربراہی والے اور اہل منصب ہوں۔ اگر ایسے علماء اور حکام اور رؤساء منصب اقتدار کو چاہنے والے اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے ہوئے تو انہیں یہ چیزیں اس وقت تک نہیں مل سکتی اور نہ ہی وہ اپنے مفادات کو تب تک پاسکتے ہیں جب تک کہ وہ حق کے منافی امور کے ذریعے حق کو روانہ کریں گے خصوصا جب کوئی شبہ ان کے ہاتھ لگ جائے تو شک وشبہ رہ جاتا ہے شہوت پرستی واتباع خواہشات بھی موجود رہتی ہے اور ہوی وہوس بھڑک اٹھتی ہے مگر حق غائب ہوجاتا ہے اور حق کا چہرہ مسخ ہوجاتا ہے۔“

دنیا کو پسند اور اسے ہی ترجیح دینے کا یہ اثر جب ایک عالم وحاکم پر ہوسکتا ہے اور انہیں اس حد تک پہنچا سکتا ہے تو پھر یہ صحافی اور مفکرین کس باغ کی مولی ہے اور سیاست داں اور دانشور کس تھالی کا بینگن ہے۔ غرض اس کا اثر بہت ہی گہرا وشدید ہوتا ہے اور راہ بہت ہی کٹھن ہے. لا حول ولا قوۃ الا باللہ.

اہل تلبیس کا دوسرا ہتھکنڈا:

اہل تلبیس ایک دوسرا ہتھکنڈا بھی اختیار کرتے ہیں اور وہ بھی انتہائی خطرناک ہے اور وہ طریقہ وانداز یہ ہے کہ وہ کتمانِ حق اور اسے چھپانے کی راہ اپناتے ہیں اور اگرچہ اسے باطل کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے مگر اس کا اظہار بھی نہیں کرتے اور اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اسے مخفی رکھنے اور اس کا اظہار کرنے کے خطرات کے دلائل اور اپنے شبہات بھی پیش کرتے ہیں اور حق کے اظہار پر مرتب ہونے والے مفاسد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ رائی بھی پہاڑ نظر آنے لگتی ہے اور اس کے مقابلے میں جو مفادات ومصالح اس کے اظہار پر مرتب ہوتے ہیں انہیں کوئی حیثیت واہمیت ہی نہیں دی جاتی کیونکہ حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کرنا اور کتمان واخفاء حق دولازم وملزوم چیزیں ہیں۔

کتمانِ حق کی سزا:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

” جو شخص حق کو چھپاتا ہے اسے اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ باطل کو اس کی جگہ پر لے آئے اور وہ حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کردیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جس نے اللہ کے نازل کردہ احکام میں سے کچھ چھپایا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی جگہ باطل کو

ظاہر کرے۔"

اس غلط راہ کو اختیار کرنے والے لوگوں کو اللہ تعالی نے بڑی سخت وعید سنائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ﴾

"جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔" (البقرہ:159)

اسی طرح صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وَاللهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ، مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا اگر قرآن میں یہ کتمان حق کی وعید والی آیت نہ ہوتی تو میں لوگوں کو کوئی چیز بیان نہ کرتا اور پھر انہوں نے اسی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔[1]

ایسے ہی مسند احمد میں متعدد طرق سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ.

"جو شخص علم سے متعلق کوئی بات پوچھا گیا اور اس نے اسے چھپا لیا قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔"[2] (ابن ماجہ)

ہر زمان و مکان کیلئے دائمی شریعت:

اللہ والو! واجب ہے کہ ہم اللہ کی شریعت کو تسلیم کریں اور اس بات کا بھی اقرار کریں کہ یہ دائمی شریعت و قانون ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ التباس اور کوئی کجی نہیں ہے اور یہ ہر ملک اور ہر زمانے کے لیے یکساں قابل عمل ہے اور یہ کہ امت مسلمہ کو عزت و عظمت صرف اس کے اپنانے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے اور مسلمان اس سے جتنے جتنے دور ہوتے جائیں اور اس کی راہ چھوڑتے جائیں گے اتنے ہی یہ ذلت و رسوائی اور خسارہ اور نقصان میں واقع ہوتے جائیں گے۔

اہل تلبیس کے مقابلے میں:

مسلمانوں کی شریعت کو کنارے لگا دینے کے مشوروں اور چرب لسان لوگوں کی تلبیسی کاروائیوں سے ہمیں فریب نہیں کھانا چاہیے اور مسلمان کا موقف یہ ہونا چاہیے کہ وہ ان گمراہ کرنے کی آندھیوں اور تلبیس کے بھگولوں کے مقابلے میں صرف وہ بات کہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے ان راسخین علم کی تعریف کی ہے جو ایسے گمراہ کن فتنوں اور شریعت الہیہ میں تشکیک پیدا کرنے کی کوششوں کے مقابلے میں یہ کہتے ہیں: ﴿يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

"اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لا چکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقلمند حاصل کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی

[1] صحیح بخاری:2350۔

[2] ابن ماجہ:266۔

بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔" (آل عمران:7-8)

ایک لطیف تفسیر و باریک نقطہ:

اللہ آپ کی حفاظت ونگرانی فرمائے! بعض مفسرین کرام نے آیت :﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

کی تفسیر کرتے ہوئے بڑا لطیف کلام اور باریک نکتہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ دوسروں کو گمراہ کرنا اور اس پر اپنی تلبیس کا وار کرنا صرف دو ہی طریقوں سے ممکن ہے۔ اگر اس دوسرے شخص نے اس سے قبل حق کے دلائل سن رکھے ہیں تو اسے صرف اس طرح گمراہ کیا جاتا ہے کہ اس کے ذہن میں کوئی دلیل کے بارے میں تشویش اور شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور اگر اس نے کبھی دلائل حق نہیں سنی اسے گمراہ کرنے کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دلائل حق کو چھپا دیا جائے اور اسے ان تک پہنچنے سے روک دیا جائے۔ اللہ تعالی کے ارشاد:﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ میں پہلے طریقے کی طرف اشارہ ہے جو کہ دلائل حق میں تشویش اور تشکیک کے بارے میں ہے اور اس ارشاد باری تعالی کے دوسرے حصہ:﴿ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾ میں دوسرے طریقے کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں کو دلائل تک پہنچنے سے ہی روک دیا جائے اور یہ دونوں طریقے ہیں بلاء ومصیبت ہیں.

فاروقی اقوال زرین:

اللہ والو! شک والتباس اس وقت واقع ہوتا ہے جب سبیل حق اور طریق باطل کا علم غائب ہو جائے یا پھر ان دونوں میں سے کسی ایک کا علم نہ ہو جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:إنما تنقض عرى الإسلام عروة عروة إذا نشأ في الإسلام من لا يعرف الجاهلية

اسلام کی مضبوط زنجیر ایک ایک حلقہ کر کے تب ٹوٹے گی جب اسلام میں ایسے لوگ آ گئے جو جاہلیت کو جانتے ہی نہ ہوں گے۔

اور اسی سے پھر ان کا وہ مقولہ مشہور ہے جس میں انہوں نے فرمایا:لست بخب ولا يخدعني الخب"

نہ تو میں مکّار وفریب کار ہوں اور نہ ہی کوئی مکار ولئیم مجھے دھوکہ دے سکتا ہے۔"

اس اثر فاروقی میں وارد لفظ "الخب" کا معنی ہے: ملامت زدہ لئیم، دھوکے باز وفریب کار.

علم وبصیرت کی اہمیت وضرورت:

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے رب سے ڈرتا رہے۔ اپنے دین کے معاملے میں علم و بصیرت حاصل کرے۔ اللہ تعالی نے اپنی آیات کی تفصیل بیان کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴾

"اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تا کہ مجرموں کا راستہ خوب واضح ہو جائے۔" (الأنعام:55)

تلبیس و تضلیل سے بچاؤ:

جب غلط سلط عام ہو جائے، شور وشغب بڑھ جائے، تلبیس وشیطانی فسوں کاری پھیل جائے، ادنی وگھٹیا لوگ مفادات عامہ کے بارے میں بولنے لگ جائے، اور لوگ نیک و بد باتوں کو مخلوط کر دیں تو ایسے میں ہدایت کے حصول، تلبیس و تضلیل سے بچاؤ کی صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کر لیا جائے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی نماز تہجد کا افتتاح ہوا آغاز ان الفاظ سے فرمایا کرتے تھے: اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ. أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ "

" اے اللہ! جبرائیل، میکائیل و اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور کھلے کے جاننے والے، اپنے بندوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے، اے اللہ! جس چیز میں بھی اختلاف ہوا ہے اس میں حق کو اپنانے، حق کو قبول کرنے کی اپنے اذن وحکم سے مجھے ہدایت فرما، (توفیق دے) کیونکہ تو ہی جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر چلاتا ہے"۔[1] (صحیح مسلم)

مشکلات میں امام ابن تیمیہ کا طرزِ عمل وموقف:

علامہ ابن قیم نے ہمارے لیے اپنے استاد گرامی امام ابن تیمیہ کا ایک موقع پر بیان کیا ہے جو انہوں نے ایسے ہی مشکل حالات ومعاملات میں سے کسی موقع پر اختیار فرمایا تھا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ مسائل کے ہاتھوں لاچار ہو جاتے اور وہ ان کے بس سے باہر ہو جاتے تو وہ انہیں چھوڑ چھاڑ کر توبہ استغفار میں لگ جاتے تھے، اللہ سے مدد طلب کرنے اور اسی سے التجائیں کرنے میں مصروف ہو جاتے اور حق وصواب کی راہ اس سے طلب کرتے تھے اور اس سے سوال کرتے کہ وہ ان پر اپنی رحمتوں کے خزانے کھول دے اور بہت کم ہی ایسا ہوا کہ ان پر مدد الہی کا پے درپے نزول شروع نہ ہوا اور فتوحات الہیہ کے دروازے ان پر نہ کھل گئے ہیں کہ وہ ان میں سے جس سے چاہے شروع کر دیں"۔

اس دن سے ڈرو جب....:

جس کے دل میں اللہ کا تقوی ہو اور وہ اللہ کی عقوبت وسزا سے ڈرتا ہوں اس کے لئے حق یہ ہے کہ وہ مکر وفریب اور حیلے بازی کے ذریعے اللہ کے حرام کردہ امور واشیاء کو حلال بنا لینے سے باز رہے اور اسے اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ مکر وفریب اور دھوکہ ودجل سے اس نے جو اقوال وافعال بھی ظاہر کیے ہیں یہ اسے اللہ سے ہرگز خلاصی نہیں دلا سکتے اور اسے اس بات کا بھی پتہ ہونا چاہئے کہ اللہ کا ایک دن ایسا بھی ہے جب تمام بہادر سے بہادر لوگ بھی بزدل وکمزور پڑ جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں بکھرنے اڑنے لگیں گے اور ہر طرف ہولناکیاں اور خوف و ہراس کا عالم ہوگا اور اس دن انسان جسم کے اعضاء اور ایک ایک جوڑ گواہی دے گے۔ اس دن وہ لوگ سرخرو اور

---

[1] صحیح مسلم: 770۔

روشن چہروں والے ہوں گے جن کے دلوں میں اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کے لیے خیر خواہی کے جذبات موجزن ہیں اور وہ بر وتقویٰ، نیکی صدقِ دل اور سب سے بڑے صاحب علو ذات باری تعالی کے لیے خلوص نیت والے ہیں اور اس دن کچھ لوگوں کے منھ کالے ہوجائیں گے جن کے دل دھوکا دہی، مکروفریب، جھوٹ اور حیلے بازیوں کا گڑھا ہیں۔ وہاں ان دھوکے بازوں کو پتہ چلے گا کہ وہ تو خود اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہے اور اپنے دین سے کھلواڑ کرتے رہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴾

”اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں فریب کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ فریب کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔“ (الأنعام:123)

دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾

”بیشک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ (کچھ) ہم سے مخفی نہیں، (بتلاؤ تو) جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ تم جو چاہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کیا کرایا دیکھ رہا ہے۔“ (حم السجدہ:40)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ضیاعِ مساعی وعمل والے لوگ اور حسد کی تباہ کاریاں وتوبہ، جدہ تخریب کاری کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ اسامہ الخیاط حفظہ اللہ
27/10/1425ھ، 10/12/2004ء

ہر عمل کا حساب:

اللہ کے بندو اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ بات یاد رکھو کہ تمہارے ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کا بھی حساب ہوگا وہ چاہے کھجور کی گٹھلی کے چھلکے یا تل کے برابر بھی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ فَمَنۡ يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَرَهُ وَمَنۡ يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴾
"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔" (الزلزال:7-8)

اہل اللہ اور اہلِ علم وعقل کا منہجِ عمل:

مسلمانو! عمل میں نقصان سے بچ کر رہنا اور سعی و جدو جہد کی گمراہی سے نفرت کرنا اہل عقل و دانش کا اللہ کے بندوں کا انداز اور علم میں رسوخ رکھنے والوں کی سبیل ہے اس کے ذریعے وہ اپنے رب تک پہنچنے کا وسیلہ چاہتے ہیں، اللہ کے یہاں حظِ سعید کی امید رکھتے ہیں اور اس کے دارِ کرامت (جنت) میں پہنچنے کے خواہاں ہوتے ہیں تاکہ اللہ کے اولیاء کی ہمسائیگی حاصل ہو جائے اور اس کے برگزیدہ بندوں کا قرب و رفاقت اور ساتھ حاصل ہو جائے کیوں کہ اہل علم وعقل بندے اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بندے کی اصل سعادت اس میں ہے کہ اسے اللہ کی طرف سے راہ حق پانے، جادہ مستقیم پر قائم رہنے، صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کرنے، گناہوں سے بچنے اور لغزشوں سے نجات پانے کی توفیق مل جائے اور یہ کہ وہ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے مشروع کردہ اعمال سرانجام دینے سے ہی ممکن ہے جو کہ اس نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے نازل کئے ہیں یا پھر اس کے بھیجے ہوئے رسول ﷺ لائے ہیں۔ اس میں بندے کا تحفظ اور اس بات سے بچاؤ ہے کہ وہ اعمال میں نقصان اٹھانے والوں کے زمرے میں شمار ہو جائے جن کے حالات اللہ تعالی نے ہمیں بتائے ہیں اور ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلۡ هَلۡ نُنَبِّئُكُمۡ بِالۡأَخۡسَرِينَ أَعۡمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِي الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُونَ أَنَّهُمۡ يُحۡسِنُونَ صُنۡعًا ﴾
"کہہ دے کیا ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔" (الکہف:103-104)

عملی خسارے والے لوگ:

امام ابن جریر طبری کی ترجیح کے مطابق ان لوگوں سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے عمل کیا اور وہ سمجھتا ہے کہ اس نے صحیح عمل کیا ہے اور اپنے اس عمل میں وہ اللہ کا مطیع و فرمانبردار اور اسے راضی کرنے والا ہے جب کہ در اصل وہ اپنے اس فعل سے اللہ کو ناراض کرنے والا ہو اور وہ

چاہے کسی بھی دین والوں میں سے ہو مگر راہِ ایمان سے ہٹا ہوا ہو۔"
اور اسی سے ملتی جلتی بات ہی امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔
یہ اس دنیاوی زندگی میں ناکام رہنے والے لوگوں کے بارے میں تعبیر ربانی ہے جس میں ان کی تصویر کشی کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ایسے اعتقاد کے ساتھ دھوکہ دیتے ہیں جس کی تائید نہ توان کا واقع کرتا ہے اور نہ ہی ان کا حال اس کے حق میں گواہی دیتا ہے اور نہ ہی ان کے اعمال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

ضیاعِ مساعی وعمل کی اَقسام:

محنتوں کے رائیگاں جانے اور مساعی کے بیکار ہونے کے کئی رنگ اور کئی انداز و اقسام ہیں جن کی حد بندی کرنا اور جنہیں مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں البتہ ان میں سے بدترین، انتہائی برا اور سخت نقصان دِہ امر یہ ہے کہ امیر کی اطاعت وفرمانبرداری سے سرکشی کی جائے، مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی جائے، نافرمانی و بغاوت کے دلدل میں دگرا جائے، بے قصور لوگوں کی حرمت والے خون اور جان کو حلال سمجھ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارا جائے اور ان لوگوں کو قتل کیا جائے جنہیں کسی دینی حق (قصاص وغیرہ) کے سوا قتل کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور ان کی خونریزی وقتل کے لیے باطل تاویلوں، فاسد درآمدہ آراء اور مفاد پرستی وخودغرضی پر دیئے گئے غلط فتویٰ کا سہارا لیا جاتا ہے جن کی بنیاد کسی صحیح دلیل پر نہیں، نہ ہی کسی مکتبِ فکر کی فقہ ہی اس کی اساس میں کارفرما ہے اور نہ ہی عقل سلیم سے انہیں جواز ملتا ہے۔ ایسے لوگوں کی انہی گمراہی پر مشتمل فسادی کارروائیوں میں سے ہی چند دن قبل جدہ میں (امریکی قونصلیٹ میں) رونما ہونے والا واقعہ بھی ہے جس کی خبر آپ سن چکے ہیں۔ اس تخریب کاری نے بڑا شر وفساد برپا کیا ہے۔ کوئی ایسا مومن صادق جو آخرت سے ڈرنے والا اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے وہ ایسی کسی تخریبی کاروائی کو قبول کرنے کو تیار نہیں اور نہ ہی وہ اس کی طرف دعوت دے گا اور نہ ہی وہ کسی کو اس پر آمادہ کرے گا۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم یہ ممکن ہی نہیں ہے، کیونکہ قتل وخونریزی اور پرامن شہریوں کو خوف وہراس میں مبتلا کرنا اس دین میں کب جائز اور کہاں مشروع تھا کہ جس دین کی آسمان سے نازل شدہ کتاب قرآن کریم نے کہا ہے: ﴿مِنۡ أَجۡلِ ذَٰلِكَ كَتَبۡنَا عَلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَنَّهُۥ مَن قَتَلَ نَفۡسَۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ أَوۡ فَسَادٖ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعٗا وَمَنۡ أَحۡيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحۡيَا ٱلنَّاسَ﴾
اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔" (المائدہ:32)

نیکی نہیں جرم:

بغاوت اور دشمنی زیادتی مسلمانوں پر ہوں یا معاہدہ امن حاصل کئے لوگوں (مستامنین) پر۔ یہ اللہ کی رضاء وخشنودی کی راہ اور اس کی جنت کی سبیل کب سے ہوگئی؟ اور اللہ والو! یہ تو بتاؤ کہ ان افعال وکاروائیوں سے درحقیقت فائدہ کس کو ہو رہا ہے؟ کوئی شخص اپنے لئے یہ بات کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ اپنی امت ووطن (قوم وملک) کے دشمنوں اور اعداء دین کے ہاتھوں میں ایک کھلونا وکٹھ پتلی بن جائے؟ اور دشمنان اسلام اپنے شر پسندانہ کاروائیوں اور فساد انگیزیوں سے اپنے مقاصد حاصل کرلیں؟ اور خود ان کا بال بھی بانکا نہ ہو بلکہ وہ صحیح وسلامت بھی رہے

اور مسلمانوں کے نقصان پر آنکھیں ٹھنڈی اور دل پر سکون ہوں؟ اور ان دشمنوں کی آنکھیں ٹھنڈی کیوں نہ ہو جب کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ بعض مسلمان خود ان کی طرف اپنے ہی بھائیوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ ان کا اسلحہ اپنے لوگوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور انہیں کی فتنہ پرور جماعت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

عداوتِ شیطانی:

کیا ہمیں ہمارے رب نے شیطان کی اطاعت و فرماں برداری اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے سے بڑی سختی کے ساتھ باز نہیں کیا؟ اس ذات باری تعالیٰ نے تو فرما رکھا ہے: ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾

"یاد رکھو! شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن جانو وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔" (فاطر:6)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾

"ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (البقرہ:208)

جدہ میں تخریب کاری:

یہ (جدہ والی) تخریب کاری اور ایسے ہی پہلے والی کاروائیاں اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ شیطان سے دوستی و محبت، اس کی اطاعت و پیروی اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے ہی کی شکلیں ہیں۔

حقد و حسد کی تباہ کاریاں:

اللہ کے بندو! جب حقد اور حسد و بغض کی آگ بھڑکتی ہے تو وہ عقلوں اور دماغوں کو ماؤف کر دیتی ہے، کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔ ایسے میں وہ شخص اپنے عقل و فہم، قوت سماعت و شنوائی اور بصر و نظر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ اپنی عقل سے اس وقت فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب کہ وہ امور کو ان کی صحیح جگہ پر نہیں رکھتا، نہ ان کے نتائج پر غور و فکر کرتا ہے اور نہ ہی ان کے اثرات پر نظر ڈالتا ہے۔ ایسا شخص اس وقت بھی اپنے کانوں سے استفادہ نہیں کر سکتا جب وہ نصیحت و خیر خواہی کی باتیں سننے سے اپنے کانوں کو بند (بہرا) کر لیتا ہے اور اس نصیحت کو قبول کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیر کر بڑے متکبرانہ انداز سے نکل جاتا ہے حالانکہ یہ نصیحت تو مومنوں کو فائدہ و نفع دیتی ہے ایسا شخص اپنی آنکھوں کی بینائی سے اس وقت تک فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب ان نشانیوں اور ہدایت کو دیکھنے سے اپنی آنکھیں موند لیتا ہے کہ جس سے جادہ حق دیکھا جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اپنے ہی ان مفید و کارآمد اعضاء کو بے کار کر لیتا ہے تو اس کا انجام بہت ہی برا ہوتا ہے۔ اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے اور وہ بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ اس کی محنت سب رائیگاں جاتی ہے، اس کے اعمال کا اکارت جانا اس کا مقدر بن جاتا ہے اور ایک تاریک و مایوس کن اور ہلاکت خیز انجام اس کا منتظر ہوتا ہے۔

سفینۂ حسد کے مسافر کا انجام: غرق ہونا:

حقد وحسد اور بغض وکینہ کبھی بھی خیر وبھلائی کی طرف لے جانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ راہ رشد وہدایت دکھلاتا ہے اور یہ جلد یا بدیر کسی قسم کا کوئی بھی نفع نہیں پہنچاتا بلکہ یہ صرف وہ کشتی ہے جس کے سوار کا انجام غرق ہونا ہے، وہ خود بھی غرق ہوتا ہے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ان کے ڈوبنے پر نہ کسی کو کوئی افسوس ہوتا ہے نہ ان کی خوشگوار یادیں ہی باقی رہتی ہیں اور نہ ہی انہیں کوئی اچھے لفظوں سے یاد کرتا ہے۔یہ کتنا ہی بدترین انجام ہے اور کتنی ہی بری انتہا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو ایسے انجام کے شر سے محفوظ رکھے۔اپنے غم وغصے اور ناراضگی کے اسباب سے ہمیں بچائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے.آمین

سچی دعوت کے حقوق وتقاضے:

یہ بات حقیقی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے اور یہ اخوت صادقہ وسچی بھائی چارگی کے حقوق میں سے بھی ہے کہ تمام مسلمان بھائی اپنے دینی بھائیوں کی مدد ونصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔وہ دینی بھائی دنیا کے کسی بھی ملک اور کسی بھی کونے میں کیوں نہ ہو اور اپنی اپنی سرکاری وعوامی سطح کے مختلف شعبوں سے متعلق تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس مبارک مملکت اور پاک سرزمین پر ہونے والی فسادی وتخریبی کارروائیوں کے مقابلے میں اس ملک کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوں اور بھرپور یکجہتی کا مظاہرہ کریں کیونکہ یہ کارووئیاں کھلا ظلم ہے جسے نہ اللہ پسند کرتا ہے نہ اس کا رسول اس کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیا بھر کے اہل ایمان میں سے کوئی اس کی تائید کرتا ہے۔وہ سب دنیا کے مشرق ومغرب میں جہاں جہاں بھی اس کی مذمت اور اس پر تنقید کرتے ہیں اور اس کی مذمت ونکیر بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح دوسری تمام برائیوں پر مذمت واجب ہے۔اسی طرح ایسا کرنے سے نبی اکرم ﷺ کی بیان کردہ وہ اعلی مثال بھی کھل کر سامنے آجائے گی جس میں نبی اکرم ﷺ نے مومنین صادقین کے ایک دوسرے سے گہرے تعلق کی مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے: مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى".

"مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی (یعنی سب مؤمن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہوجاتاہ،ے نیند نہیں آتی ،بخار آجاتا ہے۔"[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اسی طرح صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: " الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ".

"ایک مومن دوسرے مومن کے ساتھ ایک عمارت کے حکم میں ہے کہ ایک کو دوسرے سے قوت پہنچتی ہے۔اور آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے اندر کیا۔"[2] (صحیح بخاری ومسلم)

اس ملک کے ساتھ ان تخریبی کارروائیوں کے مقابلے کے لیے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا وجوب اس لیے بھی زیادہ اہمیت اختیار کرجاتا ہے کہ

---

[1] صحیح مسلم:2586۔

[2] صحیح بخاری:481،صحیح مسلم:2585۔

اس مبارک مملکت نے حکومتی وعوامی ہر سطح پر دنیا بھر کے تمام مما لک میں اور ہر قسم کے بحرانوں میں بڑا مضبوط موقف اختیار کیا ہے اور بھر پور تعاون پیش کیا جو کہ مشہور ومعروف ہے جس کا انکار کرنا ممکن ہی نہیں اور اللہ نے فرمایا ہے:﴿وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

"آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔" (البقرہ:237)

توبہ واستغفار کی تاکید:

اللہ کے بندو! توبہ استغفار کی عظمت، اس کی عند اللہ شان وشوکت، اسکے مقام ومرتبہ اور اس کے شیریں انجام کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنے تمام بندوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ توبہ تائب ہو جائیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو۔" (النور:32)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا﴾

"اے ایمان والو! اللہ کے سامنے سچی وخالص توبہ کرلو۔" (التحریم:8)

اور توبہ نصوح سے مراد خالص وصادق توبہ ہے اور توبہ خالص وصادق تب ہوتی ہے:

1) جب دل سے اپنے سابقہ گناہوں پر اظہار ندامت وشرمندگی کیا جائے۔

2) زبان کے ساتھ اللہ سے مغفرت وبخشش طلب کی جائے۔

3) جسم کو ان گناہوں سے یکسر روک لیا جائے اس گناہ کو آئندہ کبھی بھی نہ دہرانے کا عزم مصمم کیا جائے۔

4) جس پر ظلم کیا ہو ان کا (معافی تلافی یا ادائے حقوق) سے بدلہ چکا یا جائے.

توبہ کے سلسلہ میں اسوہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں توبہ اور اس کی ترغیب کے بارے میں کئی احادیث موجود ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عمر بن المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللَّهِ، فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ".

اے لوگو! توبہ کرو اللہ کی طرف کیونکہ میں ہر دن میں اللہ تعالیٰ سے سو بار توبہ کرتا ہوں۔"[1] (صحیح مسلم)

جب کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ارشاد نبوی ہے:وَاللهِ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً

[1] صحیح مسلم:2702۔

"اللہ کی قسم میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ سے مغفرت وبخشش طلب کرتا ہوں اور اس کے حضور توبہ تائب ہوتا ہوں۔"[1] (صحیح بخاری)

تخریب کارو! توبہ کرلو:

نبی اکرم ﷺ جنہیں پہلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں ۔توبہ واستغفار کے سلسلے میں جب آپ ﷺ کا یہ عالم ہے تو پھر دوسروں کا کیا حال ہونا چاہیے جو کہ شب و روز (قدم قدم) پر اور لمحہ بہ لمحہ گناہوں کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں؟ اور جس طرح توبہ تمام مخلوقات کے لئے عام حکم رکھتی ہے اسی طرح دہشت گردی وتخریب کاری جیسے مجرمانہ افعال و کاروائیاں کرنے والوں کو بھی شامل ہے ۔انہیں بھی حکم ہے کے موقع موجود ہے اپنے گناہوں سے توبہ کرلیں اور توبہ کے دروازے قیامت تک کھلے ہیں ۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللهُ عَلَيْهِ.

جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلی اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔"[2] (صحیح مسلم)

اسی طرح صحیح مسلم میں ہی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا.

" اللہ تعالی ہر رات کو اپنا دست مبارک سے پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ و برائی کرنے والا توبہ کرلے اور وہ ہر دن کو بھی اپنا دست مبارک سے پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کا ارتکاب کرنے والا توبہ کرلے اور یہ سلسلہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے (روز قیامت) تک جاری رہے گا۔"[3] (صحیح مسلم)

لہذا اے اللہ کے بندو توبہ تائب ہوجاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت وبخشش اور معافی طلب کرلو۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] صحیح بخاری:6307۔
[2] صحیح مسلم:2703۔
[3] صحیح مسلم:2759۔

سینے کی سلامتی و وسعتِ ظرفی اور غیر انتقامی حمیتِ دینی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ سعود الشریم حفظہ اللہ

5/11/1425ھ، 17/12/2004ء

حسد نہیں بلکہ رشک و دعاء:

لوگو! میں خود کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی تلقین و وصیت کرتا اور اس بات کی بھی تاکید کرتا ہوں کہ اس بات کو کبھی فراموش نہ کریں بلکہ آپ کے ذہن میں ہونی چاہیے کہ بندے کے لئے اس سے بڑھ کر باعثِ سعادت وخوشی، اس کے لیے شرح صدر کا سبب اور اس کی روح کے لیے باعثِ سکون و اطمینان دوسری کوئی چیز نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے معاشرے میں اور اپنے بنی بشر کے مابین اس انداز سے زندگی گزارے کہ وہ دل کا پاک، روح کا برگزیدہ اور طبیعت کا صاف ستھرا اور صحیح و سالم ہو، وہ کینہ کے وساوس، حسد وحقد کے بے قابو جذبات، بغض ونفرت، ذاتی غلبہ کے پیار اور مد مقابل سے انتقام لینے کی خو سے بری ہو۔ اس کا دل بہت بلند خیال ہوتا ہے جو اس کے ذکر کو بھی بالا کر دیتا ہے اور اس کی قدر و منزلت کو بڑھا دیتا ہے۔ ایسے آدمی کو آپ دیکھیں گے کہ وہ فارغ البال اور خوشحال نظر آتا ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے پر اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے تو اسے اس بات کا بخوبی ادراک ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کا اپنے اس بندے پر فضل ہے اور آپ اسے دیکھیں گے کہ وہ حسد کی آگ سے جلنے کی بجائے زبان حال سے ابو داوٗد میں وارد نبی ﷺ کے مسنون ذکر سے رطب اللسان و مشغول الجنان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کہا کرتے تھے: اللَّهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِي مِنْ نِعْمَةٍ أو بأحد من خلقك فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ

"اے اللہ! صبح کو جو نعمتیں میرے پاس اور تیری مخلوق میں سے کسی کے بھی پاس ہیں وہ تیری ہی دی ہوئی ہیں، تو اکیلا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے، تو ہی ہر طرح کی تعریف کا مستحق ہے، اور میں تیرا ہی شکر گزار ہوں"۔[1] (أبو داود)

دوسروں کے دکھ میں شرکت کی دعاء:

اللہ والو! اس میں کوئی تعجب نہیں کہ دل کی طہارت و صفائی صرف نعمت دیکھ یا پا کر شکر کی حد تک ہی نہیں رہتی بلکہ ایسے دل کا مالک شخص جب دیکھتا ہے کہ اس کے کسی ہمسائے کو یا دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے مسلمان کو کوئی اذیت و تکلیف یا بلاء و مصیبت پہنچی یا آئی ہے تو وہ اس پر دلگیر و غمگین ہو جاتا ہے اور اللہ سے یہ دعا و تمنا کرنے لگتا ہے کہ اس کی وہ مشکل آسان ہو جائے۔ اللہ اس کی مغفرت و بخشش فرمادے اور وہ اس وقت دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر خوش ہونے والی کمینہ عادت کو درگور کرنا نہیں بھلاتا۔ اس کے دل کی صفائی و سلامتی آگے بڑھ جاتی ہے اور وہ زبان حال و قال سے وہ دعا کرنے لگتا ہے جو کہ سنن ترمذی میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھتے تو یہ کہا کرتے تھے: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ، وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا

"سب تعریف اللہ کے لیے ہے کہ جس نے مجھے اس بلا و مصیبت سے بچایا جس سے تجھے دو چار کیا، اور مجھے فضیلت دی، اپنی بہت سی مخلوقات

[1] أبو داود: 5073۔

پر".(ترمذی)

صاف دل: باعثِ برکت ونجات:

وہ دل جو ایسا پاکیزہ وشفاف ہے اس کی مثال اس ملائم پتھر (چینی) کے بنے برتن کی طرح ہے جس سے ناممکن ہے کہ کوئی سائل مادہ باہر اسنے لگے اور یہی اللہ سے ڈرنے والا پاک صاف اور روشن دل ہے جس میں اللہ تعالی برکت نازل فرماتا ہے اور خیر وبھلا ئیاں اس کی طرف لپکی چلی آتی ہیں حتی کہ اسے وہاں سے بھی بھلائی پہنچ جاتی ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ایسے دل کا مالک شخص اس دن معزز و مکرم نجات پاجائے گا جس دن کہ کسی مال و دولت اور بیٹے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکیں گے بلکہ صرف وہی بچ پائے گا جو قلب سلیم کے ساتھ اللہ کے حضور آئیگا۔

قلب سلیم کیا ہے:

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قلب سلیم وہ ہے کہ جو کہ قلب صحیح ہو اور یہ مومن کا دل ہوتا ہے.

ایک دوسرے جلیل القدر تابعی حضرت محمد بن سیرین صاحب وتعبیر رویہ سے پوچھا گیا کہ قلب سلیم سے کیا مراد ہے انہوں نے فرمایا:

"وہ دل جو اللہ کی مخلوق کے معاملے میں اس کا خیر خواہ ہوں یعنی جس میں نہ دھوکہ وفریب ہو نہ حسد وبغض اور نہ کینہ وخیانت.

صفائیٔ قلب کی توجہ دلانے کے دو مواقع:

مسلمانوں ہمارا دین حنیف موقع بموقع لوگوں کے لئے نفوس کو ٹٹولتا وخبر گیری کرتا ہے تاکہ انہیں پاک ومیٹھے پانی سے دھوتا ہے اور ان سے دھوکہ دہی کا میل اور دھواں وگرمی صاف کرتا رہے تاکہ ان میں معاشرے اور دوسرے لوگوں کی نسبت پاکیزہ اور صاف ستھرے احساسات وجذبات بالیدگی پائیں اور پڑتال کرنے یا ٹٹولنے کے ان طے شدہ مواقع میں سے دو مواقع تو ہر ہفتے میں مقرر ہیں جو خود بندے کو ہی اپنے نفس کا فیصلہ کرنے والا حاکم وقاضی بنا دیتے ہیں تاکہ وہ خود ہی فیصلہ کرلے، اپنے کردار میں پائے جانے والے خلل کو دور کرلیں اور اپنے بقیہ شعور کی کوتاہی کا بھی تدارک کرلے۔وہ فیصلے کرنے والے دو قاضی یا مواقع نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد میں مذکور ہے۔جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَاثْنَيْنِ، فَيَغْفِرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ امْرِءٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا ، إِلَّا امْرَأً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ : ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

"ہر جمعرات اور پیر کے دن بندوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور اس دن اللہ عزوجل ہر اس شخص کی مغفرت وبخشش فرما دیتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوں سوائے اس شخص کے جس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے مابین ناراضگی وعداوت یا بغض وکینہ ہو اور اللہ تعالی فرماتا ہے: ان دونوں کو اس وقت تک بلا مغفرت چھوڑ دو جب تک کہ یہ دونوں باہم صلح نہیں کرلیتے."[1] (صحیح

[1] صحیح مسلم:2565۔

مسلم)

کفار کیلئے شعلہ، مسلمانوں کیلئے شبنم:

صاف ستھرا مسلم معاشرہ وہ ہے جس کی بنیاد باہمی محبت و الفت پر قائم ہوں اور اس کے افراد ایک دوسرے کی نفرت عیب چینی چینی سے دور ہوں۔ ہر مسلم معاشرے میں انفرادی تسلط اور بخل و ناشکری کی کوئی بلکہ اسکے ابناء و افراد کو دیکھ کر مومن کے دل میں وہ ارشاد الٰہی تازہ ہو جاتا ہے جس میں اس نے فرمایا ہے:﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں۔" (الفتح:29)

اسی طرح ایک قوم کی عمدہ صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴾

"وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر۔" (المائدہ:54)

اسی طرح اس ارشاد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جس میں اللہ نے فرمایا ہے:﴿ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾

"اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔" (الحشر:10)

اسلامی اصول و اخلاقیات:

ہماری شریعت اسلامیہ باہمی رحمدلی، اتحاد و اتفاق اور عدل و انصاف کا حکم دینے اور بے رخی، قطع تعلقی، باہمی بغض و نفرت، حسد و حقد، فتنوں کی تخم ریزی اور تفرقہ بازی سے منع کرنے کے لیے آئی ہے کیونکہ ان اخلاقی مبادیات و اصولوں پر عمل پیرا نہ ہونے سے لڑائی جھگڑے جنم لیتے ہیں، فتنوں کی آگ بھڑکتی ہے اور ان کے کانٹے سر اٹھاتے ہیں۔ معاشرے کی پھلواڑی کے پھول مرجھا جاتے ہیں، زخم چھدتے ہیں اور عقلوں میں حسد و حقد کا اور نفرت و غصہ پیدا ہوتے ہے اور وہ نفسیاتی انارکی پیدا ہوتی ہے جو لوگوں کو ایسے حالات سے دوچار کرتی ہے جن کا ضرر و نقصان ان کے فائدے سے زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ غضب و غصے کی فضاء بن جاتی ہے جو کہ آنکھوں کو ایسا اندھا کر دیتی ہے کہ وہ صرف منفی و سیاہ پہلو سے ہی دیکھتی ہے بلکہ غصے میں اپنی انگلیاں چبانے سے آگے بڑھ کر انہیں کذب و جھوٹ کو تخیل میں لانے اور قبول کرنے تک پہنچا دیتی ہے اور لوگ تنازعات کی رسیوں کے ریشوں پر اعتماد کرنے لگتے ہیں۔ ایک آویزش قائم ہو جاتی ہے۔ وہ مثالی غلبے کی امید میں بیٹھ جاتے ہیں اور لایعنی وعدوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہ تمام امور ایسے ہیں کہ اسلام ان سے روکتا ہے اور معاشروں کو ان گڑھوں میں گرنے سے باز کرتا ہے۔

ذاتی انتقام نہیں صرف حمیتِ دینی:

وہ ذلت وخواری اور غفلت جس کے بنی آدم میں در آنے کو اسلام نے ناپسند کیا ہے اور وہ انتقامی جذبہ جو بندے کے دل کو موقع بہ موقع کھینچتا ہے۔ان میں سے باعث نفرت جذبات وہی ہے جو کہ دنیا اور اس کی خواہشات، طمع و لالچ ،حظ نفس،لذتِ ریاست و اقتدار اور دیر کے بعد ہاتھ آنے والی جنت کی نعمتوں کی بجائے دنیا کی فوری آسائشوں کو ترجیح دینے کے نتیجے میں جنم لیتے ہیں۔رہا وہ جذبہ انتقام یا غضب و غصہ اور بغض ونفرت جو صرف اللہ کی خاطر ہوں،حق کے اظہار کے لیے ہوں،اللہ کے حدود سے تجاوز کرنے اور محارم کی بے حرمتی کرنے اور شرف و دین وعقل کے برعکس وقوع پذیر ہونے والے امور کے خلاف ہو تو وہ معاملہ دوسرا ہے۔ان کی مذمت کی بجائے ان کے مندوب ہونے کا پہلو راجح ہے اور شریعت اسلامیہ میں اس کی باقاعدہ سخت ترغیب دلائی گئی ہے اور ہر وعظ ونصیحت میں بلا انقطاع اس کی یاد دہانی کروائی جاتی ہے اور اس بات کی تاکید کی جاتی ہے کہ نصیحت وخیر خواہی اسی طرح اصلاح وتشہیر کے مابین فرق کیا جائے اور تفرقہ بازی کے بگل سے اتحاد کی دعوت دینے والے سے خبر دار رہنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور شکار بھگانہ کے عمل سے بھی امن وامان کی راہ تلاش کرنے پر توجہ دلائی گئی ہے۔

اسوۂ رسول ﷺ:

دوسرے بھائیوں کے خیر خواہ مسلمان پر اس میں کوئی مواخذہ وگناہ نہیں کہ اس کا دل اپنی امت کی خیر خواہی اور اپنے معاشرے کی رہنمائی اور ان پر شفقت کھانے میں لگ جائے اور وہ ہر ناجائز رغبت وخواہش سے خالی اور خالص احمقانہ حرکتوں سے بچا رہے۔نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی اس سلسلے میں بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ تھی۔چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ ایسے امور کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فرماتی ہے: وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلَّهِ.

نبی اکرم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ اگر اللہ کی حرمتوں کا تقدس پامال اور حدود سے تجاوز ہو رہا ہوں تو پھر ان پر آپ ضرور انتقام لیتے اور (شرعی سزائیں دیتے) تھے۔"[1] (بخاری ومسلم)

سینوں کی سلامتی اور وسعتِ ظرفی:

اللہ کے بندو! حاصل گفتگو یہ کہ سینوں کی سلامتی اور دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں وسعتِ ظرفی ہی دستہ ہے جو کہ آج کے دور میں بکثرت معاشروں کے دلوں سے مفقود ہے سوائے صرف ان لوگوں کے جن پر اللہ کا فضل وکرم ہے اور ایسے لوگ بہت ہی قلیل مقدار میں ہیں۔آج کے اس بغض ونفرت اور لاتعلقی وکدورت بھرے دور میں اس سلامتی صدر اور وسعت ظرفی کی کتنی اشد ضرورت ہے۔اسی طرح دوسروں کی نیتوں کے میل اور اندرونی بیماریوں والے افراد کے ساتھ حسن معاملہ کی ہمیں کتنی سخت حاجت ہے۔ہمارے پرخلوص اجتہادات اور حق کی

---

[1] صحیح بخاری:6126۔

دعوت دینے والے مذاکرات میں بھی ان چیزوں کی سخت و اہمیت ہے۔مسلم معاشرے میں فرد اور خاندان، خاندان اور معاشرہ اور خیر خواہی کرنے والے اور جس سے خیر خواہی کی جائے ان سب میں وقتی اور روز مرہ کے معاملات میں معیار مقرر کرنے کے لیے بھی ان اشیا کی سخت ضرورت ہے۔ایسے ہی کسی کے انڈر کام کرنے والے اپنے سربراہ کی طرف دیکھنے، رعایا کے اپنے حاکم کی طرف دیکھنے اور ان پر دو کے برعکس دیکھنے میں بھی ہمیں سلامتی صدر اور وسعت ظرفی و عالی حوصلگی کی سخت ضرورت ہے اور ساتھ ہی اس ہیبت اور اہمیت کو بھی نظر میں رکھنا ضروری ہے اور اسلام نے اس پر خصوصی توجہ دی ہے کیونکہ اس پر توجہ دینے میں لوگوں کے مفادات بہم پہنچتے ہیں اور مفاسد دور کئے جاتے ہیں۔

حضرت اسامہ کا طرزِ عمل:

اور اس بات کی دلیل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جسے امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے جس میں ہے کہ لوگوں نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ سے اعلانیہ بیعت کرے تو انہوں نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اللہ کی قسم میں نے ان سے اپنے اور ان کے مابین گفتگو کی ہے لیکن بغیر اس کے کہ میں کوئی دروازہ کھولو جسے کھولنے والا پہلا میں ہی بنوں اور میں کسی بھی امیر کو جو مجھ پر امیر و حاکم ہو یا میرے علاوہ دوسرے لوگوں پر امیر ہو اس کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ وہ دوسرے تمام لوگوں سے بہتر و أفضل ہے۔"

شرح وتفسیر:

قاضی عیاض اور حافظ ابن حجر نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان کا ارادہ ان الفاظ سے یہ تھا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں گفتگو کی ہے سوائے اس کے کہ میں ائمہ و امراء اور حکام پر کھلے عام نکیر کرنے کا دروازہ کھولوں کیونکہ اس سے امت اسلامیہ کی شیرازہ کے بکھرنے اور اس میں پھوٹ پڑ جانے کا خدشہ ہوتا ہے، کیونکہ ایک دوسری روایت کی رو سے انہوں نے فرمایا تھا: تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر میں تمھیں سنا کر (تمہارے سامنے) بات نہ کروں گا تو میں گویا ان سے بات ہی نہیں کروں گا۔

اور پھر انہوں نے لوگوں کے اس وہم کا ازالہ فرمادیا اور کہا کہ: میں کسی سے مداہنت نہیں کرتا چاہے وہ امیر و حاکم ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ انہیں پردے میں نصیحت کرتے ہیں اور یہی انداز زیادہ قابل قبول بھی ہے۔"

أفضل لوگ:

اگر کسی کے قلب ونظر میں ایسا توازن و اعتدال موجود ہو جو کہ بندے کو دوسروں کے بارے میں سینے کو صاف و پاک رکھنے کی ترغیب دلاتا ہے تو اس کی دوسروں پر فضیلت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے اس وقت بیان فرمایا جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: " كُلُّ مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ"،

قَالُوا: صَدُوقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ, فَمَا مَخْمُومُ الْقَلْبِ, قَالَ: "هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ, لَا إِثْمَ فِيهِ, وَلَا بَغْيَ, وَلَا غِلَّ, وَلَا حَسَدَ"

" رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر صاف دل، زبان کا سچا" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: زبان کے سچے کو تو ہم سمجھتے ہیں، صاف دل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "پرہیز گار صاف دل جس میں کوئی گناہ نہ ہو، نہ بغاوت، نہ کینہ اور نہ حسد"۔[1] (ابن ماجہ)

بہترین ائمہ وحکّام:

اسی طرح یہ حقیقت بھی ہمارے دل و دماغ سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ یہی قلب ونظر کا توازن واعتدال اس بات کا بھی ضامن ہے کہ اس کی بدولت وہ بھلائی و بہتری کا وصف بھی ظاہر ہوں گا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: " خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ "

بہتر حاکم تمہارے وہ ہیں جن کو تم چاہتے ہو اور وہ تم کو چاہتے ہیں وہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔ اور برے حاکم تمہارے وہ ہیں جن کے تم دشمن ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں تم ان پر لعنت کرتے ہو وہ تم پر لعنت کرتے ہیں۔"[2]

دعوتِ اصلاح:

مسلمانوں خبر دار ہو جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ اپنے رب کی طرف رجوع کر لو اور نماز قائم کرو اور اس کا تقوی اختیار کرو اور اختلافات میں نہ پڑو کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [31] مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

" (لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔" (الروم:31-32)

حصولِ مقبولیت:

لوگوں جس کا دل سلیم و بیباک اور لوگوں کے لئے سینے میں وسعت ہو اور وہ ان کی خیر خواہی کے جذبات سے لبریز ہو، ان کے لئے شفقت کا منبع ہو اور اس کا ظاہر و باطن دونوں ہی صاف ہو۔ اسے لوگوں کے مابین قبولیت حاصل ہو جاتی ہے اور دوستوں سے پہلے دشمن اس کے معترف ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کرتا اور نہ ہی خاص اپنے لئے کسی سے انتقام لیتا ہے اور اس کا لوگوں کے دلوں کو فتح کر لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے غلبہ نہیں چاہتا۔

---

[1] ابن ماجہ:4216۔
[2] صحیح مسلم:1855۔

قلبِ سلیم کی حلاوت اور سلفِ امت:

قلب سلیم کا ایک مزہ وحلاوت وشیرینی ہے جسے صرف وہی جانتا پہچانتا ہے جس نے اسے چکھا ہے۔

مسلمانو! قلب سلیم اور اس دل کے مابین بڑا فرق ہے جو کہ بغض ونفرت اور وساوس سے بھرا ہوا ہے اور اپنی ذات کے لیے فتح وغلبہ پانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ ہمارے سلف صالحین امت نے اس سلسلے میں بہترین مثال قائم کی ہیں۔

1) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود اپنے آپ کے ساتھ انصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ بات جان لو کہ وہ سنگدلی وسختی (جو میری فطرت میں ہے) وہ عام حالات میں تو ضعیف وکمزور پڑ گئی ہے لیکن اگر کسی نے مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کی کوشش کی تو ان کے مقابلے میں وہ سختی پھر لوٹ کر آ ئے گی۔ جہاں تک اہل دین اور سلامتی اور میانہ روی اختیار کرنے والوں کا تعلق ہے تو میں ان کے لیے اس سے بھی زیادہ نرم ہو جتنے کہ وہ آپس میں ایکدوسرے کے لیے ہیں۔ میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے پر ظلم وزیادتی کرے اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کے رخسار کے بل زمین پر لٹادوں گا اور اس کے دوسرے گال (اس کی گردن پر) اپنا پاؤں رکھ دونگا اور اسے اس وقت تک ایسے ہی رکھوں گا جب تک کہ وہ حق کو قبول نہ کرلے۔ ظالم پر اس وقت اس سختی کے ساتھ ہی اہل عفت اور کفایت شعار لوگوں کے لئے میں خود اپنے رخسار (چشم ودل) زمین پر بچانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔

بشارتِ جنت کا سبب:

مسند احمد میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا قصہ مروی ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: يَطّلُعُ الآنَ عليكم رجلٌ من أهلِ الجنةِ فطلَعَ رجلٌ من الأنصارِ تَنطُفُ لِحيتُه من وُضوئِه، قدْ علَّقَ نَعليْهِ بيدِه الشِّمالِ، فلَمَّا كان الغدُ قال النَّبيُّ مِثلَ ذلِك؛ الرجلِ مِثلَ المَرَّةِ الأُولَى، فلَمَّا كان اليومُ الثَّالِثُ قال النَّبيُّ مِثلَ مَقالَتَهُ أيضًا، فطَلَعَ ذلِكَ الرجلُ على مِثلِ حالِهِ الأَوَّلِ، فلَمَّا قامَ النبيُّ تَبِعَه عبدُ اللهِ بنُ عمروٍ فقال: إنِّي لَاحَيْتُ أبِي فأَقْسَمْتُ أنِّي لا أدخلُ عليه ثلاثًا، فإنْ رأيتَ أنْ تُؤْوِينِي إليكَ حتى تَمْضِيَ فعلْتَ؟ قال: نَعَمْ قال أنَسٌ: فكانَ عبدُ اللهِ يُحدِّثُ أنَّه باتَ معَهُ تلكَ الليالِيَ الثلاثِ، فلمْ يرَهُ يقومُ من الليلِ شيئًا، غيرَ أنَّه إذا تَعارَّ وتقَلَّبَ في فِراشِهِ ذكرَ اللهَ عزَّ وجلَّ وكَبَّرَ حتى يقومَ لِصلاةِ الفجرِ قال عبدُ اللهِ: غيرَ أنِّي لم أسْمعْهُ يقولُ إلَّا خيرًا فلمَّا مَضتِ الثَّلاثُ الليالِيَ، وكِدْتُ أحتقِرُ عَمَلَهُ، قُلتُ: يا عبدَ اللهِ! لم يكن بيني وبين أبي غضَبٌ ولا هِجرةٌ، ولكن سمعتُ رسولَ اللهِ يقولُ لكَ ثلاثَ مَرَّاتٍ يَطّلُعُ الآنَ عليكم رجلٌ من أهلِ الجنةِ فطَلَعْتَ أنتَ الثلاثَ المَرَّاتِ فأردتُ أنْ آوِيَ إليكَ لأنْظُرَ ما عملُكَ؟ فأقْتَدِي به، فلَمْ أرَكَ عَمِلْتَ كَبيرَ عَمَلٍ، فما الذي بلَغَ بِكَ ما قال رسولُ اللهِ؟ قال ما هو إلا ما رَأَيْتَ فلَمَّا ولَّيْتُ دعَانِي فقال ما هو إلَّا ما رَأَيْتَ، غيرَ أنِّي لا أجِدُ في نفسِي لأحدٍ من المسلمينَ غِشًّا، ولا أحسُدُ أحدًا على خيرٍ أعطاهُ اللهُ إيَّاهُ فقال عبدُ اللهِ: هذه التي بَلَغَتْ بِكَ۔

ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک آدمی آئے گا۔تھوڑے ہی وقت کے بعد وہ آدمی آ گیا جوکہ انصار میں سے تھا۔نبی ﷺ نے اس آدمی کے بارے میں تین دن مسلسل یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص نے ایک رات اس آدمی کے گھر گزاری تاکہ وہ اس کی اطاعت وعبادت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکیں۔انہوں نے اسے کوئی بڑا عمل سرانجام دیتے ہوئے نہ پایا۔بالآخرانہوں نے اس آدمی سے پوچھا نبی اکرم ﷺ کی اس بشارت کا مستحق تمہیں کس عمل نے بنایا ہے۔اس آدمی نے کہا کہ: میرا عمل تو صرف یہی ہے جو آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب و میں اپس لوٹنے کیلئے مڑا تو اس نے مجھے بتایا : میرا عمل تو یہی ہے جو آپ نے دیکھ لیا ہے تاہم ایک بات یہ ہے کہ میں مسلمانوں میں سے کسی بھی شخص کے خلاف اپنے دل میں دھوکہ و فریب نہیں پاتا اور نہ ہی کسی ایسے شخص کے خلاف دل میں حسد رکھتا ہوں جسے کہ اللہ نے کوئی خیر وبھلائی عطا کر رکھی ہو۔حضرت عبداللہ نے فرمایا: یہی وہ چیزطہارت قلبی ووسعتِ ظرفی ہے جس کی بدولت تمہیں یہ بشارت ملی ہے۔"[1]

مخالفین کیلئے معافی کا اعلان عام:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ہمارے لئے کچھ کلمات رقم فرمائے ہیں جو ایسے ہیں کہ ہر مومن خیرخواہ شخص کے دل میں رہنے چاہیے۔وہ اپنے دوستوں کے سامنے اپنے تمام دشمنوں اور مدمقابل لوگوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جنہوں نے شیخ الاسلام کو بہت اذیتیں پہنچائیں، ان سے حسد کیا اور تنازع بنایا چنانچہ ان لوگوں کے بارے میں وہ رقم طراز ہے:

اللہ تعالی آپ سب پرراضی ہو! آپ جانتے ہیں کہ میں اس بات کو قطعا پسند نہیں کرتا کہ میں عام مسلمانوں میں سے بھی کسی کو اذیت وتکلیف پہنچاؤ چہ جائیکہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایسی کسی چیز کو روا رکھوں یہ نہ ظاہر میں ہے نہ باطن میں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس شخص سے بدلہ لوں اور اس پرغلبہ پاؤں جس نے میرے خلاف جھوٹ باندھا یا مجھ پر ظلم کیا اور زیادتی کی۔میں نے اپنے تمام حقوق اور اذیتوں سے تمام مسلمانوں کو آزاد کیا۔میرا کسی پر کوئی دعوی وشکوہ نہیں ہے۔میں تمام مسلمانوں کے لئے خیر وبھلائی کو پسند کرتا ہوں اور یہ اس خیر کو تمام مؤمنوں کے لئے چاہتا ہوں جو میں خود اپنے لئے چاہتا ہوں اور جن لوگوں نے میرے خلاف جھوٹا محاذ قائم کیا اور مجھ پر ظلم کیا میں نے اپنی طرف سے ان سب کو معاف وآزاد کیا۔"

بشارتِ الٰہیہ:

اللہ اکبر! ان لوگو کے دل کتنے عظیم تھے۔اللہ اکبر! وہ جسم وکتنے بڑے بڑے تھے جوکہ ان دلوں کو اپنے اندر اٹھائے چھپائے پھرتے رہے ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ[63] لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

"یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے اللہ تعالی کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔یہ بڑی کامیابی

[1] مسند احمد:12697

ہے"۔(یونس:62-64)

وصل اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

فساد فی الارض: مذمت، نقصانات، اَسباب،
جدہ میں امریکی قونصلیٹ پر حملہ کے تناظر میں

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ
12/ 11/ 1425ھ، 24/ 12/ 2004ء

حیات اخروی کی تیاری:

لوگو! میں خود کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی راختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں۔لہذا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔اس سے ڈرتے رہا کریں. متاعِ دنیا کی مدت تو بہت تھوڑی ہے جبکہ اس کا حساب وکتاب بڑا طویل ہوگا۔اس دنیا سے دارآخرت کی طرف منتقل ہونے کے لئے خود ہی تیاری کرلو قبل اس کے کہ اچانک سفر پر نکلنا پڑ جائے اور یوم آخرت وحیات اخروی کے لیے اسی زندگی میں زادِراہ تیار کرلیں۔اللہ تعالی سے مغفرت وبخشش طلب کریں اور اس کے حضور توبہ تائب ہوجائیں۔جن جن پرظلم وزیادتی کی ہے اور جس کسی کے حقوق غصب کیے ہیں ان سے معافی مانگ کر یا ادائیگی کرکے پلہ پاک کروالیں اور نادانوں ظالموں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ظلم ونادانی سے روک دیں۔جدو جہد کرومگر زیادتی نہ ہو اور نہ ہی کوتاہی برتو۔کسی عمل وموقع کے ہاتھ سے نکل جانے پر جو افسوس ہوگا وہ سکرات الموت (جانکنی کی شدتوں سے) بھی زیادہ سخت ہے اور اللہ کے کسی بندے سے منہ پھیر لینا اور ناراض ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ اسے لایعنی امور میں مشغول کر دیتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے کہ فرعون کی قوم کے مومن شخص نے کہا:﴿يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

”اے میری قوم! یہ حیات دنیا متاع فانی ہے، (یقین مانو کہ قرار) اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے۔“ (المؤمن:39)

تمام شرائع میں تحفظِ حق:

تمام مِلل وشرائع کا انسانی حقوق کے تحفظ اور اس کی عزت وکرامت کو ماننے پر اتفاق ہے اور مسؤلیات وذمہ داریوں اور مکلف ہونے کے اعتبار سے اللہ کی ساری مخلوق ہی برابر ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کرکے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔“ (النساء:1)

تمام بنی آدم عزت واحترام اور قدر ومنزلت کے اہل ہیں۔چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔" (بنی اسرائیل:70)

اور دوسری جگہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾

"اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا۔ جس (رب نے) تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔" (الانفطار:6-7)

دین انبیاء کی دعوت:

اللہ تعالی کا وہ دین جسے انبیاء اور رسل اس سے لائے اس دین آسمانی نے تمام بنی بشر کو باہمی ربط و تعلق، خیر و برّ کے کاموں میں باہمی تعاون اور عدل و انصاف کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

"اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔" (النحل:90)

جبکہ ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

"اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔" (المائدہ:2)

تعلیمات اسلام میں رحم و کرم:

دین اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ معافی تلافی و وسعتِ ظرفی اور رحم و کرم کا معاملہ کرنا اس کے بنیادی اصولوں اور تعلیمات کی اساس ہے اور اس کے احکام و قوانین کی روح میں ہی یہ چیز پائی جاتی ہے۔ ہمارے رب کی رحمت ہر چیز کو محیط ہے اور وہ نیکی و احسان کرنے والوں کے بہت ہی قریب ہے اور حضرت محمد ﷺ تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾

"اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔" (الأنبياء:107)

فساد فی الارض کی ممانعت:

اللہ تعالی آپ لوگوں پر رحم و کرم کرے۔ قرآن کریم کی اس آیت پر غور و فکر کر کے دیکھیں کہ کس طرح وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی ممانعت اور رحمت الہی کے حصول کی امید کو یکجا کر کے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

"اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب

ہے۔" (الأعراف:56)

اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم:

اسی طرح دین اسلام کی تعلیمات کا یہ بھی امتیاز ہے کہ انہوں نے انسان میں پائی جانے والی اخلاق عالیہ کی قدروں کو ممتاز مقام عطا کیا ہے چنانچہ انہیں اخلاقی قدروں کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔" (المائدہ:8)

ایک جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾

"اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے۔" (البقرہ:251)

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾

"اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو بری طرح ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (نصرانیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔" (الحج:40)

خوشگوار زندگی کے اصول:

مسلمانو! یہ تمام اخلاق اصول واقدار اور ایسے ہی دیگر اخلاقی قواعد اس لیے مقرر کیے گئے تا کہ انسانی زندگی خوشگوار ہو اور زمین شاد وآباد رہو اور نیکی وتقوی اور اصلاح کا عمل جاری ہو اور یہی امور تقوی واحترام حاصل کرنے کی راہ وسبیل ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنادیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔" (الحجرات:13)

پرامن رہنے کے اصول:

یہ تمام مبادیات واصول اور اخلاقی قواعد واقدار اس لئے تھیں تا کہ لوگ خود اپنے ہی لوگوں سے پرامن رہیں، اپنے آپ کے شر سے محفوظ

رہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بچے رہیں اور جن وانس کے شیطانوں کے وسوسوں اور بہکاوے و دھوکے سے خبردار رہیں. ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾

”اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن, جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے۔“ (الأنعام:112)

خلافت وتعمیرِ ارض:

بنی آدم کو اللہ تعالی نے اس دنیا کا خلیفہ بنایا ہے تا کہ وہ زمین کی تعمیر وترقی کی خدمت سرانجام دیں اور اس کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دینے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں اور اپنے اپنے کیے کا پھل پائیں. چنانچہ ارشاد رب کائنات ہے: ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَوَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

”اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا۔ پھر وہ تم کو جتلائے گا جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔“ (الأنعام:164-165)

فساد فی الارض کی مذمت:

مسلمانوں انہی مبادیات واصولوں اور اقدار کو راسخ کرنے اور نیکی وتعمیر کے عمل کو برتری مہیا کرنے کے لیے ہی اس شخص پر سخت تنقید اور مذمت کی گئی ہے جو زمین میں فساد و بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش کرے، اس کی کھیتی کو تباہ اور نسلوں کو ہلاک کرے۔ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾

”اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔“ (الأعراف:56)

اور ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

”جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔“ (البقرہ:205)

کبیرہ گناہ اور بڑے جرائم:

اسی بنا پر کبیرہ گناہوں اور بڑے جرائم میں سے حرمت والے خون کو بہانا، معصوم و بے قصور لوگوں کو خوف زدہ و ہراساں کرنا، انہیں اذیت پہنچانا اور انہیں قتل کرنا بھی ہے۔ یہ تو عام حالات میں ہے چہ جائیکہ دھماکوں اور تخریب کاری کے ذریعے یہ افعال و کبائر سر انجام دیئے جائیں۔ یہ زمین فساد برپا کرنے اور مخلوق کو اس سے دوچار کرنے کی بدترین شکلیں ہیں۔

تخریب کاریوں کے برے اثرات:

حکمت و دانائی اور عقل مندی یہ ہے کہ ان افعال کے دورس برے اثرات اور ان کاروائیوں کے نتائج بد پر رکھی جائے خصوصاً ان اثرات و نتائج پر جو کہ اہل اسلام اور ممالک اسلامیہ پر مرتب ہوتے ہیں۔ ہمیں حساب کتاب کے لیے ضرور وقت نکالنا اور ان امور کا گہری نظر سے محاسبہ کرنا چاہیے تاکہ ہم اس سے رونما ہونے والے فوائد و نقصانات کا اندازہ لگا سکیں کہ ان کی وجہ سے اہل اسلام پر کیا گزری ہے۔ انہی احمقانہ کاروائیوں اور تخریب کاریوں کے نتیجے میں دشمنان اسلام اور اعدائے دین بکثرت مسلم ممالک میں غاصبانہ طریقے سے داخل ہو کر دندناتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی، ان کے خلاف بھاری و ممنوع اسلحہ استعمال کیا، ان کی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے زبان درازی کی اور ان کے اہل قلم مسلمانوں کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے ہیں، ان کی جمعیتیں تنظیمیں اور تمام ادارے مسلمانوں کے خلاف اتناواویلا کرنے لگ گئے ہیں کہ انہوں نے مظلوم کو ظالم اور اصحاب حق کو باغی و غاصب بنا دیا اور انہیں اس سلسلے میں دلیل و استناد کے لئے صرف یہی تخریبی کارروائیاں ہی ملی ہیں۔ وہ ان احمقانہ حرکتوں کو اپنے حق میں استعمال کر رہے ہیں بلکہ یہ ان کے دست و بازو بن رہی ہیں اور امت مسلمہ کی حالت ایسی پتلی و نازک ہوگئی ہے کہ ان کے بڑے بڑے مسائل بھی بے وقعت سے ہوتے جا رہے ہیں اور ان کی دوسری کئی مشکلات عالمی رائے عامہ سے اوجھل ہوتی جا رہی ہیں۔

ممالک اسلامیہ پر کفار کا قبضہ:

ان احمقانہ و تخریب کارانہ اقدام نے دشمنوں کو ممالک اسلامیہ میں دخل اندازی اور تسلط جمانے میں تعاون کیا ہے اور وہ لوگ اسلام، اہل اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بھڑک رہے اور انتقامی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس بات کا ادراک نہیں ہوتا کہ ان کی ان حرکتوں سے صرف مسلمانوں کے خلاف دلوں میں حقد و کینہ دبائے بیٹھے لوگوں کا ہی فائدہ ہو رہا ہے جنہیں صرف یہی بات بھلی لگتی اور انہیں خوش کرنے والی ہے۔ امت مسلمہ پر اس کا دین اختلاط میں مبتلا ہو جائے۔ بلاد اسلامیہ کا امن و امان تباہ ہو اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہی بڑھکا بھڑا دیا جائے۔

ایک انسان چونگم:

آج مسلمانوں کے علماء و عمائدین، سیاستدان و قائدین اور دعاۃ و مبلغین ہی نہیں بلکہ ان کا نوجوان طبقہ بھی ایک چنگم کی شکل اختیار کر چکا ہے اور ذرائع ابلاغ و میڈیا سے متعلقہ لوگ ان کا تذکرہ یوں کیے جا رہے ہیں جیسے کوئی انتہائی لاپرواہی سے اس چنگم کو چبائے جا رہا ہو۔ بعض

لوگوں کی ان تخریب کاروائیوں کی وجہ سے کتنے ہی گھٹیا قسم کے حاقد و حاسد لوگ بھی لایعنی طور پر دخل درمعقولات کیے جا رہے ہیں۔

اپنے ہی لوگوں کا قتل ونقصان:

ان کمینہ سرشت وفریب خوردہ ناتجربہ کار لوگوں نے اپنے ہی ملک کے خلاف ہلہ بول دیا ہے۔ اپنے ہم وطنوں کو قتل کیا ہے۔ اپنے ہی ملک کے پاسبانوں کی جان لی ہیں اور اپنے امراء وحکام سے سرکشی و بغاوت کی ہے۔ پرامن شہریوں کو مرعوب و ہراساں کیا ہے اور اپنی ان غلط حرکتوں سے ان لوگوں کے دروازے کھول دیئے ہیں جو گھات لگائے کچلیاں نکالے بیٹھے تھے کہ کب داؤ چلے اور جسدِ امت میں دانت گاڑ دیں۔ ان کا برا ہو! کیا یہ لوگ امت کو ایسے مصائب ومشکلات میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں جو دین کو نقصان پہنچانے والی ہیں، امن کو تہ و بالا کر دینے والی ہیں، ملک میں لاقانونیت و انارکی کی فضا پیدا کرنے والی ہیں، دلوں کو پژمردگی میں ڈالنے، خیر و بھلائی کے پروجیکٹس کو معطل کرنے اور کاروان اصلاح کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے والی ہیں۔

زندوں کا مردوں پر رشک:

کیا یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ قتل وخونریزی عام ہو جائے، حرمتوں کا تقدس پامال ہو، لوگوں کے الگ الگ گروہ بن جائیں، کوئی کسی کو چاہنے والا اور کوئی کسی کی ماننے والا ہو جائے اور مرجع بھی ہے ایک نہ رہے بلکہ کئی ہو جائیں یہاں تک کہ زندہ لوگ مردوں پر رشک کرنے لگیں جیسا کہ آج بعض ان ممالک میں یہ حالات جہاں لاقانونیت و انارکی زوروں پر ہے اور دشمنان اسلام نے انہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا ہوا ہے۔ یہ لوگ ایسے فتنے برپا کرنا چاہتے ہیں جن کا ایندھن انسانی مال و جان اور پھل ہیں۔ جن کی پیداوار صرف دین میں نقص وکمی اور خوف وتفرقہ اور بھوک وفاقے کا عام ہونا ہی ہے۔

تشدّد کبھی نہیں پھلتا:

یہ کم وعقل و ناتجربہ کار افراد یہ نہیں جانتے کہ آج تک پوری تاریخ میں کبھی کوئی ایسی تحریک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوئی جس نے تشدد اور سختی کو اپنا لیا ہو؟ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ دہشت گردی کسی قسم کے ہدف کو پانے اور کوئی بھی فائدہ حاصل کرنے میں کارگر نہیں ہے؟ چہ جائیکہ ہدف واضح نہ ہو، کوئی بین مسئلہ وقضیہ سامنے نہ ہو اور کوئی جائز قانونی حق اور شرعی مقصد ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

کئی جرائم وگناہ:

کتنے ہی ناتجربہ کار نوجوان ہیں جنہوں نے قتل وخوں ریزی، دھماکوں اور تباہی مچانے کا ارتکاب کیا، خودکشی کا جرم کیا اور اپنے گردوپیش والوں کا ناحق ہی خون بہایا۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

نادان بچوں کے عیوب ونقائص:

یہ نادان بچے ہیں جو کہ دو جدائیوں سے دوچار ہیں۔ ایک نفسیاتی وشعوری قوی کی جدائی اور دوسری علمی استعداد کی جدائی۔ ایسے ہی یہ اپنے ہی خول میں بند رہنے والے لوگ ہیں، اہل علم اور اہل معاشرہ سے کٹے ہوئے ہیں معتبر قسم کے قابل مراجعہ لوگوں سے یہ دور ہیں۔ اہل علم وفضل

لوگوں کا ماحول انہیں نصیب نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ یہ شرعی نصوص کو توڑ مروڑ کر انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتے ہیں اور اپنی فکر وافعال کی دلیل بناتے ہیں جن پر کے دراصل وہ دلالت نہیں کرتیں۔ اور سب اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے لئے ایک ایسا خول یا تنگ سا ماحول کرسکیں جس میں وہ اپنے آپ کو بقلم عالم بھی منوائیں اور اپنے تعصب اور جانبداری پر بھی ڈٹے رہیں اور ان کے وہ استدلالات ان کے معتبر اصولوں اور قواعد وضوابط سے بھی ہٹ کر ہوتے ہیں۔

تائید نہیں مذمت:

اس بات کا خود انہیں بھی علم ہو چکا ہے۔ اگر وہ کچھ علمی استعداد رکھنے والے ہیں کہ اہل علم میں سے کوئی قابل اعتماد شخص ایسا نہیں جو ان کے اوچھے ہتھکنڈوں اور تخریبی وفسادی کارروائیوں کی اجازت دے اور جو شخص اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہے۔ اپنے دین کا خیر خواہ ہے اور اپنے اہل وعیال کا بھی خواہ ہے اسے اس بات سے خبر دار رہنا چاہیے کہ وہ ایسے افعال کی تائید کریں، اس بات پر خوشی کا اظہار کریں یا ان پر نکیر ومذمت کرنے میں تردد کرے۔

ضرورت بیداری:

مسلمانو! خطرات ہر طرف سے بکثرت منڈلا رہے ہیں اور اعداء دین کی فریب کاریاں ومکاریاں بہت بڑے پیمانے پر ہیں اور یہ سب ہم سب پر واجب کردتی ہیں کہ ہم ہر گمراہ فکر، ہر متشددانہ کارروائی اور دہشت گردانہ کردار کاڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لیے بیدار ہو جائیں۔ یہ فساد فی الارض سبھی کو نشانہ بنا رہا ہے اور اس کے اثرات ونتائج سبھی کے لیے خطرے کا الارم اور کھلی ہوئی دھمکی ہیں۔ بچوں اور نوجوانوں نسل کو ایسی تربیت دینی چاہیے اور یہ بات ان کے دل ودماغ میں بٹھا دینی چاہیے کہ اللہ تعالی کے احکام کی عظمت اور اس کی حرمت وتقدس کو ملحوظ خاطر رکھنا ہر کام سے اولیٰ ومقدم ہے اور اللہ کے منع کردہ امور سے بچنا اور اس کی ناراضگی وغضب سے بچ کر رہنا چاہیے اور جس طرح امت اسلامیہ تارکِ نماز کے گناہ کو بہت بڑا جانتی ہے اسی طرح اسے یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ تخریبی کاروائی اور فساد بھی بہت بڑا جرم ہے اور اس کے خطرات دین و دنیا دونوں کے لیے ہی بہت ہیں جب کہ ہمارے نبی ﷺ جنہوں نے فرمایا ہے: الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ۔

ہمارے اور ان کافروں کے مابین عہد نماز کا ہی ہے جس نے اسے ترک کو کردیا اس نے کفر کیا۔[1]

انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے: لَزَوَالُ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ

"پوری دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کا خون بہانے سے کم درجے والا امر ہے۔"[2]

اور انہوں نے یہ بھی فرمایا ہے: لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا۔

---

[1] ابن ماجہ: 1079۔

[2] ترمذی: 1395۔

"بندہ اس وقت تک اپنے دین کی طرف سے وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ وہ کسی کے خون سے اپنے ہاتھوں کو نہ رنگ لے۔"[1]

انہوں نے ہی یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا

"جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کر دیا وہ جنت میں جانا تو درکنار اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا۔"[2]

میرے ماں باپ نبی ﷺ پر فدا ہو آپ نے ہی فرمایا ہے: وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا، وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ.

"جو شخص میری امت کے خلاف تلوار اٹھائے اور اس کے نیک و بد ہر کسی کو قتل کرتا جائے وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں ہوں۔"[3]

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.

"جس نے مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔"[4]

حق گوئی و راست نویسی:

ہمیں کلمہ حق کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس بات کی حاجت ہے کہ ہر عالم و معلم، واعظ و خطیب اور مفکر و مؤلف صحیح و راست نویسی و حق گوئی سے کام لے اور علماء و مفکرین اور اہل الرائے دانشوروں پر جو کہ دین اسلام، اپنے مسلم وطن و ملک اور اخلاقی اقدار کے پاسبان و محافظ ہیں۔ان پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نوجوان نسل کی رہنمائی کریں، انہیں ان علم و ثقافت سے مالا مال کریں اور انہیں ہر اس لہر کے پیچھے چلے جانے سے بچائیں جو منحرف افکار والے، خواہشات نفس کے غلاموں اور خود غرض لوگوں کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں اور اس غرض کے لیے مساجد کے ممبروں، ذرائع ابلاغ اور نشر و اشاعت کے اداروں اور تعلیمی کورس سے صحیح کام لینا چاہیے اور دین و امت اور وطن کے تحفظ کی سنجیدہ سعی اور مخلصانہ جدو جہد کرنی چاہیے۔حقوق کے تحفظ، قوت کی تعمیر و ترقی اور اتحاد امت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور امت کا شیرازہ بکھرنے سے بچانا چاہیے۔ایسے ہی مسائل میں اختلاف کا سلیقہ سیکھنا اور فقہ الخلاف کا علم حاصل کرنا چاہیے۔اللہ کی طرف دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا عمدہ طریقہ اپنانا چاہیئے اور مذاکرات و مناظرات اور مد مقابل سے رد و قدح کرتے وقت اچھے طریقے سے گفتگو ہونی چاہیے درشت و سخت لہجے میں نہیں، سکون و اطمینان پر مبنی مذاکرات کی نیو ڈالیں اور تعمیری تنقید کو اپنا شعار بنائے۔

منہجِ امت وسط و اعتدال:

مسلمانو! ان تمام تر حالات کے باوجود امت مسلمہ اس بات پر مطمئن ہے کہ اس کے تمام افراد و عمائدین چھوٹے کیا بڑے کیا، نوجوان نسل بھی اور علمائے امت بھی، اہل رائے بھی اور سیاستدان بھی سب اللہ کے فضل و کرم سے منہج وسط و اعتدال راہ پر گامزن ہیں۔الحمدللہ

---

[1] صحیح بخاری:6862۔

[2] صحیح بخاری:3166۔

[3] صحیح مسلم:1848۔

[4] صحیح بخاری:7070۔

یہ ایک ایسی راسخ وثابت شدہ حقیقت ہے کہ اسے بدلہ نہیں جاسکتا اور نہ ہی اللہ کے فضل سے اس سے بغاوت کی جاسکتی ہے۔ان کی تعلیمی مناہج اور کورسوں میں تربیت ہی ایسی ہوئی ہے اور وہ اسے خوب سمجھ چکے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں اور کردار میں اس کا عکس دکھلا رہے ہیں۔ہماری قوم کے لوگ نہ تو اطاعت سے سرتابی وسرکشی کرتے ہیں نہ جماعت میں تفرقہ وگروہ بندی کے قائل ہیں اور نہ ہی تنازعات میں پڑھتے اور کسی معاملے کو اس کے اہل لوگوں سے نکالنے کے لیے کھینچا تانی کرتے ہیں۔نہ غلطیوں خطاؤں کی رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں اور نہ ہی نیکیوں کو چھپاتے ہیں۔نہ ان رشتہ داریوں اور تعلقات کو توڑتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے۔نہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔نہ فتنوں کو ہوا دیتے ہیں نہ کسی مومن مسلمان پر اور نہ ہی کسی پروانہ امن حاصل کر لینے والے غیر مسلم پر کوئی زیادتی کرتے ہیں اور اپنے عہدو ذمہ داری میں غداری وعہد شکنی کرتے ہیں۔نہ پرامن شہریوں کو مرعوب وہراساں کرتے ہیں۔حسب توفیق واستطاعت وہ اللہ سے ڈرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور اللہ کے فضل وکرم کے ساتھ خیر وبھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔یہ افعال ہی ان کا منہج ودین اور عقیدہ ومسلک ہیں۔بنی بشر سے کوتاہی ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہوتی رہتی ہے اور مفید اصلاحی تنقید کا دروازہ کھلا ہے۔

كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ.

ہر بنی آدم خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہے جو بکثرت توبہ کرنے والے ہیں۔"[1] (ترمذی، ابن ماجہ)

سعادت مند کون؟:

اللہ والو! سعادت مند وہ ہے جسے اس حال میں موت آئے کہ وہ شہادت توحید پر قائم ہو۔اس کی گردن پر دوسرے لوگوں کے حقوق کا کوئی بوجھ نہ ہو۔وہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ ہی پیوستہ ہو اور فتنوں سے بچ کر رہنے والا ہو۔ان تمام فتنوں سے ڈرتا ہوں جو صرف ظالموں کو اپنی لپیٹ میں نہیں لیں گے بلکہ اس کی لپیٹ میں سبھی آجاتے ہیں۔ارشاد الٰہی ہے کے اہل علم یہ دعائیں کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ [8] رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴾

"اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" (آل عمران:8-9)

اَصل نشانہ:

مسلمانو! خطرات ہر طرف سے بکثرت منڈلا رہے ہیں اور دشمنوں کا مکروفریب بھی بہت بڑی شکل میں آکر کام کر رہا ہے اور اس کا نشانہ اسلام، اہل اسلام اور اسلام کا پہلا ملک بلاد حرمین شریفین ہے۔یہ اعداء دین اس ملک کے عربی واسلامی ممالک اور عالمی سطح پر جانے

[1] ترمذی:2499۔

مانے اور فعال کردار کو داغدار کرنا چاہتے ہیں لیکن حق اور اہل حق اور مملکت ایسے مواقع پر بڑا مضبوط موقف اختیار کرتے ہیں اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرتے ہیں تا کہ وہ اپنے دین، وطن اور عوام کا تحفظ کر سکے۔

سعودی بیداری:

موجودہ حادثہ (جوجدہ) میں پیش آیا ہے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ملکوں کے پاسبان وعوام بیدار ہو چکے ہیں اور ایسی تخریبی کارروائیوں کی راہ روکنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں اور اپنے فرائض منصبی کو عالمی پیمانے پر ادا کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی باریکی کے ساتھ حادثات سے نپٹتے ہیں اور ان کے انہی اوصاف کے نتیجے میں انہوں نے تحفظ امن و امان کے کئی معرکے سر کیے، اپنی اداری قوتوں کا مظاہرہ کیا اور ہر زمان ومکان کے حالات کو دور س نگاہوں سے پرکھا۔

سرخروئی:

موجودہ واقعات سے نپٹنے کے سلسلے میں تمام شعبے کامیابی سے ہمکنار ہوئے، وہ اداری یا مینجمنٹ سے تعلق رکھتے ہوں، امان بحال رکھنے والے ہوں یا سیاسی شعبہ ہو سبھی نے اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا تا کہ اپنے دین، وطن اور اس کی املاک ومال کا تحفظ کریں اور سب سے یہ سکہ منوالیا کہ ہم اس ہتھکنڈے کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں جو صرف ہمارے دین اور اس ملک کے امن و امان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو اور مسلمانوں کے لیے ضرررساں ہو۔ ہماری گورنمنٹ نے دہشت گردی، لاقانونیت وانارکی اور فتنوں کے خاتمہ کے لئے مضبوط قدم اٹھایا، پرامن جدوجہد کی ہے۔ تربیت ورہنمائی کی ذمہ داری نبھائی ہے اور ایسی شاذ ومنکر کی بیخ کنی کے لیے ہدایت اور رہنمائی کی ہے خصوصاً نوجوان طبقہ، کم پڑھے لکھے لوگوں اور محدود ادراک وسمجھ والوں پر خاص توجہ دی ہے۔

مزید بیداری کی ضرورت:

ان تمام لائق ستائش وتشکر خدمات اور اعتماد کے ساتھ ساتھ مزید بیداری وہوش کی ضرورت ہے خصوصاً انفرادی عوامی اور خاندانی سطح پر تا کہ اپنے بال بچوں کو متنبہ کیا جائے اور انہیں ان خطرات سے آگاہ کیا جائے اور غلو وتشدد پر مبنی گمراہ کن افکار میں پھسلنے سے خبردار کیا جائے۔

دعاءِ خیر:

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اس ملک اور تمام اسلامی ممالک کو ہر شر و برائی سے محفوظ رکھے اور ظاہر و پوشیدہ تمام فتنوں سے بچائے۔ ہمارے لئے ہمارے دین کی حفاظت فرمائے جو کہ ہمارے بچاؤ کا ذریعہ ہے اور وہ ہماری دنیا کی بھی اصلاح فرمائے جس میں کہ ہمارا معاش اور روزی روٹی ہے اور ہماری آخرت کو سنوار دے جس کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے وہ بڑا ہی سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

امن وامانِ بلد الحرام اور تاریخ کی گواہی

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ عبد الرحمن السدیس حفظہ اللہ

19/11/1425ھ، 31/12/2004ء

اللہ کے بندوں میں خود کو اور آپ سب کو اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنے کی تلقین وتاکید کرتا ہوں اس سے اتنا ڈرتے رہے جتنا کہ اس کا حق ہے یہی مضبوط سہارا، دائمی کا ذخیرہ اور صاف ستھرا راستہ ہے۔ یہی جنت تک پہنچانے والی سواری بھی ہے۔

امن کی تلاش ازل سے:

مسلمانو! ازل سے لے کر آج تک اور ہمیشہ کے لئے انسان اس روئے زمین پر امن وامان اور سکون واطمینان سے مالا مال زندگی کا خواہاں چلا آرہا ہے جس میں اسے قرار نفس، سکون خاطر، دلی تسلی اور ضمیر کا اطمینان حاصل ہو اور ڈرا گھبرایا ہوا شخص تو ہر وقت خبر دار و چوکنا ہی رہتا ہے، اسے کھانے پینے کا کوئی مزہ نہیں آتا اور نہ ہی وہ کسی راحت وسکون اطمینان بخش نیند سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

ہر سو قلق واضطراب:

ہماری موجودہ زندگی جس نے مادی وتہذیبی ترقی کی بہت ساری منزلیں طے کرلی ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود قلق واضطراب کے جوئے تلے اور خوف ورعب کے زیر سایہ ہی چل رہی ہے۔ ہر سو خوف وہراس کا ڈیرہ ہے اور لاقانونیت وانارکی پھیلی ہوئی ہے اور ان حالات ناگفتہ بہ میں زندگی کا کیا مزہ ہے؟

آفتاب اسلام اور امن وامان:

جب سے اس شریعت اسلامیہ کا سورج روئے زمین پر طلوع ہوا ہے تب سے کائنات امن کے گھنے سایوں اور مکمل سکون واطمینان کی سانس لے رہی ہے کہ جسے بیان کرنا بھی مشکل اور دست وقلم کے ذریعے احاطہ تحریر میں لانا بھی ناممکن ہے.

امن وامان اور ضیوف الرحمن:

امن وامان ایک ایسی چیز ہے جو تمام افراد اور معاشروں کا مشترکہ مطالبہ ہے اور یہ تمام اقوام وملل اور تمام تہذیبوں کا مقصد اساسی ہے اور یہ سب جرائم کی دنیا سے دور اور جنگ وجدال سے ہٹ کر ہو۔ آج یہ بات اس وقت کی جارہی ہے جبکہ امت اسلامیہ ان دنوں اپنے اس محور و مرکز کی طرف متوجہ ہے جو ان سب کے لئے اتحاد واجتماع کا رمز ہے۔ گردنیں اٹھ رہی ہیں اور نگاہیں اسی قطب امن وامان اور مرکز استقرار و اطمینان کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ کے مہمانوں کے قافلے پہنچنا شروع ہو گئے اور ضیوف الرحمن کے یہ اول دستے تشریف لاچکے ہیں۔ ان معظم ومکرم وفود کے افراد کو ہم روئے زمین کے اس افضل واعلی اور مقدس مقام پر خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کا خیر مقدم کرتے ہیں.

بلد الحرام کا انتخاب:

برادران ایمان! اللہ تعالی نے چاہا تو حرمین شریفین والے اس ملک کو چن لیا اور وہ مرضی کا مالک ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا

يَشَاءُ وَيَخْتَارُ﴾

"اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔" (القصص:68)

اس نے اس ملک کو اپنے پیغام رسالت اور اسلام کی نشر واشاعت کا نقطہ آغاز بنایا، اسے اپنی وحی کے نزول کا مقام ہونے کے شرف سے نوازا اور اسے اپنے نبی ﷺ کی دعوت کا گہوارہ بنایا، اسے اپنے تمام بندوں کا قبلہ قرار دیا اور ان کے دلوں کی تمناؤں کا مرکز بنا دیا اور اسے ہی تمام مناسک حج کی ادائیگی کی جگہ ہونے کی عزت بخشی، اس ملک کا امن وامان ہی تمام ممالک کا امن وامان ہے اور اس کے ایمان کا نور دنیا کے کونے کونے میں چمک رہا ہے۔ یہ ہدایت کے قلعوں میں سے ایک مضبوط قلعہ ہے اور یہ ملک وہ مضبوط چٹان ہے جس کے سامنے عداوت و دشمنی کے تمام تیر منہ کے بل گرتے ہیں اور اس کی سربلندی کے آگے تباہی کے عوامل اور تخریب کاری و بربادی کے وسائل بے کار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ایمان کا مرجع، اسلام کا مینار، عقیدہ وشریعت کا گہوارا، تہذیب وترقی کا مرکز اور عالم اسلامی کے لئے قیادت وسیادت کا نقطہ آغاز ہے. اگر یہ ملک اسلام کے ڈھانچے اور اس کی پیشانی کی چمک کی آخری لکیر ہے، یہ عقائد کی دفاعی دیوار کا آخری سرا، ایمانی قلعہ، شریعت کا گہوارا اور اس کا دارالحکومت ہے۔ حکومت کا راس المال وسرمایہ اور اس کا سب سے قیمتی منافع بھی یہی ہے۔ دنیا میں اس ملک کا وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں دل کو ہوتا ہے۔ اللہ نے اس کی شروع سے ہی حفاظت فرمائی ہے۔ کبھی کسی استعماری طاقت کا قدم اس میں داخل نہیں ہوا۔ اللہ نے اسے سلامت رکھا ہوا ہے اور کسی لاپرواہ وآوارہ شخص کے ہاتھوں اس کا امن وامان تہہ وبالا نہیں ہوا۔ اس ملک میں اللہ کے فضل وکرم سے تخریبی کارروائیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ ہی اس میں مجرمانہ افعال کو مجال ہے۔ اللہ نے اس کے گوشے گوشے میں امن وامان کو عام کر رکھا ہے اور اس کے کونے کونے میں سکون واطمینان کا دور دورہ ہے. فلله الحمد والمنة

مرکز اسلام کا امن وامان:

حقیقی مسلمان کے سینے کو اس بات سے ٹھنڈک ملتی ہے اور وہ سکون پاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ اسلام کے قبلہ میں امن وامان کا دور دورہ ہے، اسلام کی دعوت چارسو پھیل رہی ہے، اسے یہ دیکھ کر فرحت ومسرت ہوتی ہے کہ یہاں صاف ستھرا عقیدہ پایا جاتا ہے اور اس وقت اس کی خوشی کی کوئی حد ہی نہیں رہ جاتی جب وہ پورے امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ حج وعمرہ کے مناسک ادا کرتا ہے جبکہ حج وعمرہ کا یہ سفر پہلے وقتوں میں موت وحیات کی بازی لگانے والی بات ہوتا تھا۔ اس امن وامان اور سکون واطمینان کے عطا کرنے پر اول وآخر اور ظاہر وباطن ہر قسم کی تمام تعریفیں اللہ تعالی ہی کے لئے ہے۔

روئے زمین کا مقدس مقام:

مسلمانو! اپنے بندوں پر اللہ تعالی نے یہ فضل وکرم فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لئے اس بیت اللہ الحرام، اس بلد امین، اس حرم ازہر، سرزمین اطہر مقام انور وبالاتر کو مہیا فرمایا جو کہ تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ جلیل القدر جگہ اور بالاتفاق افضل ترین مقام ہے۔ کیوں نہ ہوتا جبکہ اللہ تعالی نے اس کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں دائمی کر دیا ہے جن کی تلاوت تلاوت کی جاتی رہے گی۔ چنانچہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا﴾

”مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے۔“ (النمل:91)

نعمت امن کا احسانِ الٰہی:

اس شہر و ملک کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جو امن و امان کی نعمتیں فراواں نازل کی ہے اس کا احسان جتلاتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ﴾

”کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے ارد گرد سے لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔“ (العنکبوت:67)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَقَالُوا إِنْ نَتَّبِعِ الْهُدَى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ أَرْضِنَا أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا يُجْبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِزْقًا مِنْ لَدُنَّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾

”کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابع دار بن جائیں تو ہم تو اپنے ملک سے اچک لیے جائیں، کیا ہم نے انہیں امن و امان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں، لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے۔“ (القصص:57)

دنیا کی بدامنی:

بلادِ حرمین شریفین کو یہ سب شرف حاصل ہیں جبکہ دنیا اس وقت سخت جنگوں کی چکی میں پس رہی ہے اور خوف و ہراس کی بجلیاں ہر طرف کڑک رہی ہیں اور ناگہانی حادثات و آفات کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کی کاروائیاں نے ان کا دن کا چین اور رات کا سکون غارت کر رکھا ہے۔ طرح طرح کے جرائم و حوادث نے ان کے امن و امان کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کہیں زلزلوں اور سیلابوں کی خبریں ہیں تو کہیں سے آتش فشاں پھٹنے اور اس اضطرابات و مظاہرات کی اطلاعات آ رہی ہے اور تخریب کاریوں کے افعال و دھماکے روز روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

انسان و حیوان اور جمادات کیلئے امن:

برادرانِ عقیدہ! بلد الحرام میں امن و امان کا شکار کیے جانے والے جانوروں اور پودوں، گھاس پھوس اور درختوں کو بھی حاصل ہے اور جمادات بھی محفوظ ہے تو مسلمان انسان کے امن و تحفظ کے تو کیا ہی کہنے؟ کیا اس سے بڑی دلیل بھی کوئی اس بات کی ہو سکتی ہے کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانی حقوق کے تحفظ کا سب سے پہلا اور بڑا علمبردار ہے اور یہ رحم و کرم، امن و امان اور خیر و سلام کا دین ہے۔

بلد الحرام کی دائمی حرمت و تقدس:

اس شہر بلد الحرام کا احترام و ادب محفوظ چلا آ رہا ہے، اس کا امن و امان اور مقام و مرتبہ دائم ہے اور اسے یہ سب شرف حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کے دور سے لے کر حاصل ہے اور اس وقت تک رہے گا جب تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس ساری زمین اور اس پر موجود ہر چیز کا اکیلا وارث رہ جائے گا اور وہ بہترین وارث ہے۔ اللہ نے اسے ہر کسی کے مکر و فریب سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی طرف

بڑھنے والے ہر سرکش و نافرمان ہاتھ کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور یہ امن و امان جو اتنے عرصے سے قائم چلا آرہا ہے، جس کے اثرات بڑے عام ہیں اور جس کی چمک بہت بلند ہے۔ یہ سب صرف بلد الحرام کو ہی حاصل ہے اس کے علاوہ روئے زمین پر کسی دوسرے مقام کو یہ شرف حاصل نہیں ہے اور یہ شرف نہ کبھی اٹھایا جائے گا اور نہ ہی یہ کسی بھی زمانے میں ختم ہونے پائے گا۔ یہاں امن الہی ہے جو کہ ان تمام بشری کوششوں کو عاجز و درماندہ کر دینے والا معجزہ ہے۔ جو کوئی ایسا علاقہ ایجاد و روشناس کروانا چاہے جس میں ایسا امن و امان ہو اور جہاں اسلحہ رکھ دیا جاتا ہو اور ہتھیار ڈال دیے جاتے ہوں۔ جس میں باہم ناراض لوگ بھی امن و امان پاتے ہو، جہاں خوں ریزی نہ ہو، ہر مظلوم و مقہور اس سے پناہ حاصل کرے اور ہر خوف زدہ شخص وہاں جان کی امان پائے۔

یہ بلد الحرام، اس کے عظیم خصائص اور اس کا سدا بہار امن و امان بے نظیر و بے مثال ہیں۔ اس کے شرف و امن کا ذکر یوں زبان زد خاص و عام ہے۔ جیسے او رضرب المثل کسی کو منہ زبانی ہوتی ہے۔ جھوٹے نعرے سب ایسے ساقط ہو جاتے ہیں اور تہذیبیں یوں ڈھیر ہو جاتی ہے جیسے موسم خزاں میں درختوں کے خشک پتے جھڑ جاتے ہیں لیکن یہ بلد الحرام اللہ کی حفاظت و نگہبانی سے تاریخ کے تمام ادوار میں محفوظ و مامون رہے گا اور یہ توحید کی رمز، عقیدے کا مرکز اور امن و امان کی پھلواری بنا رہے گا: بحمد للہ

حسد و بغض کی انتہاء:

مسلمانو! دشمنان اسلام کا یہ وطیرہ چلا آرہا ہے کہ جیسے ہی اس بلد الحرام کو کوئی نعمت نصیب ہو یا کسی مشکل کا خاتمہ ہو تو وہ ناک منہ چڑھاتے ہیں اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے حملے شروع کر دیتے ہیں اور اس مبارک و مقدس سرزمین والے ملک کے خلاف جھوٹ پھیلاتے اور کذب بیانی کرتے ہیں اور یہ ان لوگوں کی معروف بدزبانی ہے اور ان کے الزامات و اتہامات کو وہ لوگ بھی جگالی کرتے رہتے ہیں جنہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی اپنی باگ ڈور دشمن کے ہاتھوں میں دے رکھی ہے اور اپنی عقل و فکر غیروں کے ہاتھوں کرائے پر اٹھا رکھی ہے اور ایسے کرائے کے ٹٹو بن چکے ہیں جو زبان سے وہ ہذیان بکتے رہتے ہیں اور ان باتوں کا مفہوم و معنیٰ بھی نہیں جانتے یا پھر اعراض روگردانی کرتے ہوئے تجاہل عارفانہ برتتے ہیں اور فکر و نظر، علم و اطلاع اور تحقیق و تثبیت سے کام نہیں لیتے جو کچھ نشر ہو رہا ہوتا ہے اسے سچ مان لیتے ہیں اور جو کچھ شائع کیا اور پھیلایا جاتا ہے اسے تسلیم و قبول کر لیتے ہیں حالانکہ صاحب عقل و دانش اور اہل فکر و فہم مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ نقل صحیح اور عقل صریح کی میزان پر رکھ کر ہر بات کو پرکھ لے اور مفادات کو بہم پہنچانے اور مضرات کو ہٹانے کے قاعدے کو پیش نگاہ رکھے اور ہر فتنے کے دعوے دار اور مصائب و مشکلات کو جنم دینے والے ہر شخص کے پیچھے ہی نہ چل پڑے۔

منہاج نبوت و جادۂ حق:

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت و نگرانی فرمائے۔ ہم سب پر واجب ہے کہ ہم مسلمان کے اس عظیم شرف کو ثقاہت کے معیار پر قائم رکھیں اور علم توحید کے تحت کام کرنے والی جماعت کی راہ پر گامزن رہیں اور منہاج نبوت کو مکمل طور پر اپنائیں۔ ہمیں خواہشات نفس اور مختلف فرقے باہم بانٹ کر نہ رکھ دیں اور نہ ہی ذاتی آراء کی پیروی اور دھڑے بندیاں ہمیں باہم متفرق کر دیں۔ دین اسلام کے جو نشانات مٹ رہے ہیں انہیں دوبارہ زندہ کرتے رہیں، مفاہیم شریعت میں سے جہاں جہاں کہیں التباس و سوء فہم پیدا ہوا ہے اس کی اصلاح و تصحیح کرتے چلیں اور

ہر اس تشویشناک بات اور مشہور کی جانے والی افواہ سے دور رہیں کہ جس سے ماحول میں شوروشغب پیدا کرنے کے لئے اور افراد امت کو باہم لڑانے بھڑانے کے لئے پھیلایا جاتا ہے۔

امنِ حرم: عقیدۂ راسخہ:

اے مسلم امۃ! یہ بات مسلمہ امور میں سے ہے کہ حرمین شریفین کو ایک تقدس وحرمت حاصل ہے اور ہر وہ فعل جو ان کے امن وامان کو درہم برہم کرنے والا ہوں اس سے دور رہا جائے یہ ایک راسخ ومضبوط عقیدہ اسلامیہ ہے اور ازلی وثابت مسئلہ ہے۔ اسے نہ تو مرورایام ومرورِسنین بدل سکتی ہیں اور نہ ہی صدیوں کا گزرتے جانا ان مسائل عقائد میں کوئی تغیر لاسکتے ہیں۔ اہل ایمان کے لئے اس عقیدہ کا تحفظ کرنا بہت ضروری ہے خصوصا موجودہ چیلنجز، فتنوں، تغیرات اور مصائب کے دور میں اور اس مقدس عقیدے کی مضبوطی اور رسوخ کی تائیدوتاکید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امت خودغرض لوگوں کے حملوں کی آگ میں جھلس رہی ہے۔ ہر طرف سے آوازیں اٹھ رہی ہے اور کوئی ان کی تکذیب میں شک کرنے والا نہیں۔ زبانوں سے الزامات وبہتان بازی کالاوا ابل رہا ہے، وہ ان لوگوں کے اندرونی حقد وبغض کو باہر انڈیل رہے ہیں۔ یہ نادان وغیر فقیہہ لوگوں کا ہذیان ہے، ناقص الرائے زہریلے لوگوں کے بھونکنے کا آوازہ ہے اور حرمین شریفین والے ملک کے خلاف فتنہ برپا کرنے کی کوششیں ہیں۔ ناسمجھ لڑکوں کو بڑھانے کا ذریعہ اور چرواہوں میں ہیجان پیدا کرنے کی سعی نامشکور کررہے لیکن ان کی یہ تمام ریشہ دوانیاں اس ملک کے امن وامان میں مزید ثبات کا باعث ہوگی اور ان کی یہ سازش کے نتیجے میں ملک کے امن وامان میں رسوخ وگہرائی پیدا ہوگی۔

تاریخ کی گواہی:

نادان اپنوں اور شاطر بیگانوں سب سے یہی کہا جائے گا کہ تاریخ کا مطالعہ کرو، اس میں تمہارے لئے سامان عبرت موجود ہیں اور اس بیت اللہ کا رب اس کی حفاظت خود کریں گا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اثر میں ہے: فتنہ سویا ہوا تھا اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے جگایا۔"

استحکام امن حرم:

بلدالحرام میں امن وامان کا استحکام ایک عقیدہ راسخہ ہے جس کی جڑ زمین کی گہرائی تک اور جس کی شاخیں آسمان کی اونچائی تک پہنچی ہوئی ہے اور یہ مکارانہ حملے اور کھلی یلغاریں کچھ نہیں بگاڑ سکتیں جو کہ اسلام، اہل اسلام، قبلہ اسلام اور مقدسات اسلامیہ کے خلاف کی جارہی ہے اور ان کے اصل ذمہ دار اعداء اسلام اور دشمنان دین ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو کہ انہی کی دنیا کے اور انہی کے محور میں چلنے والے ہیں، انہی کے اغراض ومقاصد کو پورا کررہے ہیں اور انہی کے اہداف بہم پہنچا رہے ہیں اور وہ ہمارے بنی جنس ہیں اور ہمارے ہی بولی بولتے ہیں اگرچہ بات اپنے ہی آقایان ولی نعمت کی کرتے ہیں اور جس ذات گرامی نے بیت اللہ الحرام کی اس وقت حفاظت فرمائی تھی جبکہ اس کے متولیان مشرک تھے وہ اپنی قوت وقدرت سے اس کی اب بھی حفاظت فرمائے گا جبکہ اس کے متولیان موحد ومتبع لوگ ہیں۔

مثالی امن وامان اور حرمت مومن:

یہ امن عام ہے جوکہ بلادحرمین شریفین کے گوشے گوشے اور دیوار پر سایہ فگن ہیں۔ اللہ اس مملکت توحید کو توفیق مزید سے نوازے۔ اس کا یہ امن وامان اللہ کے فضل وکرم سے ضرب المثل بن چکا ہے اور یہ ملک سلامتی واطمینان کا بے مثال گھوارہ بن چکا ہے اور اس کے خلاف اٹھنے والی طوطوں کی طرح رٹی رٹائی آوازیں اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں اور نہ ہی یہ حق وہدایت سے بھٹکے ہوئے یہ لڑکے اس کا کوئی بال بانکا نہیں کر سکتے ہیں۔ غارت ہوجائے وہ ہاتھ جوکہ ملک ووطن اور اہل وطن کے امن وامان کو درہم برہم کرنے کے درپے، دزیادتی کرنے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہیں جوکہ اپنوں ہی کے خون کے پیاسے اور کشتوں کے پشتے لگانے کے دلدادہ ہیں۔ بے قصور لوگوں کی حرمتوں کا تقدس پامال کرتے ہیں، تکفیری خارجیوں کا منہج وطریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جرائم، دھماکے، تباہی اور تخریب کاری کی راہ پر چل نکلے ہیں.

امام ترمذی نے اپنی سنن میں روایت ذکر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کعبہ شریف پر نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا: مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ وَالْمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِنْدَ اللهِ مِنْكِ

تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت وادب کتنا زیادہ ہے لیکن ایک مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے۔"[1] (سنن ترمذی)

ادب وتعظیم کی بے نظیر مثالیں اور فوز وفلاح:

سلف صالحین امت نے ماہ حرام اور بلد الحرام کی تعظیم وادب کے سلسلے میں بے نظیر وشاندار مثالیں قائم کی ہیں اور وہ سب اللہ کی طرف سے نقمت وسزا کے خوف، حرم شریف کی تعظیم اور حرمتوں کے تقدس کی حفاظت کے پیش نظر تھا۔ یہ کتنا اعلیٰ ادب اور کتنا عمدہ احترام ہے۔ کتنی کم نصیبی اور کتنی بدنصیبی ہے ان لوگوں کی جو سلف صالحین کے منہج کو چھوڑ بیٹھے اور شور وشغب کو اپنالیا۔ اس حرمتوں والے حرم شریف کی تعظیم کرنے والے آپ کو اپنی اس اداسے اور ان مقامات مقدسہ کا ادب کرنے والے اپنے انداز سے اپنا دیوانہ بنالیتے اور مدہوش کردیتے ہیں اور اللہ کی قسم ہے! یہ تعظیم حرم اور مقامات ومشاعر مقدسہ کا ادب بندے کی صلاح وفلاح اور فوز ونجاح کا عنوان ہے اور یہ خلوت وجلوت میں تقویٰ کی علامت ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ﴾

"یہ اور جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے ہاں بہتر ہے۔" (الحج: 30)

حجاج کی ذمہ داری:

اسے مبارک ہو جو اس ملک کے گوشے گوشے میں عاجزی وخشیت سے رہتا ہے اور خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جو اس بلاد حرمین شریفین کی تعظیم وادب پر قائم رہتا ہے۔

اے میرے حجاج بھائیو! اس ملک کو کی پر امن وامان اور سکون واطمینان فضاؤں کا تحفظ کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہے اور مشاعر مقدسہ مقامات شریفہ کی تعظیم وتوقیر اور ادب واحترام قائم کرنے اور اسے بحال رکھنے کی کوشش کریں۔ اس ملک کا امن ہر اس شخص کا امن ہے

[1] سنن ترمذی: 2032۔

جو اس کے قبلہ کی طرف رخ کرنے والا ہے اور اس عمل سے صرف اسی شخص کا دل کڑھتا اور غیظ غضب میں پیچ وتاب کھاتا ہے جو کہ جاحد ومنکر ہے اور صرف اسی شخص کا ضمیر کبیدہ وناراض ہوتا ہے جو کہ ناشکرا ہے۔

شرعی وعالمی دعوت:

اے امت اسلامیہ! ان مقامات مقدسہ کے شرف ومرتبہ کا تذکرہ اور ان کے امن وامان کا خیال رکھنے کی ضرورت واہمیت کوئی مقامی و علاقائی دعوت نہیں اور نہ ہی یہ تعصب وعنصریت کا شاخسانہ ہے بلکہ یہ عین اسلامی خالص شرعی اور عالمی دعوت ہے۔ اس ملک کے لیے اور یہی اللہ کی قضاء وقدر اور اس کا ارادہ کونیہ شرعیہ ہے بلکہ یہ اس ملک کے لئے باعثِ شرف وافتخار ہے۔ ارشاد الہی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾

"اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔" (الأنبياء: 107)

مسلمان کے یہاں بلد الحرام کا مقام:

اس قطعہ ارض کا دنیا میں وہی مقام ہے جو کسی نماز کے لئے قبلے کا، شاہی جوڑے کے لیے تاج کا اور چمکدار اعضاء روشن پیشانی کا۔ اپنے رب کی قسم کھا کر مجھے بتائیں کہ وہ کون ہے جو قبلہ کو بوسہ نہیں دیتا، مقامات مقدسہ اور مشاعر مبارکہ کی محبت کا دیوانہ نہیں اور مناسک حج سے متعلقہ جگہوں سے پیار میں پاگل نہیں؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان مقامات کی محبت کا دریا ہر مومن کے دل میں موجزن ہے اور دشمن کے دل کو غیظ و غضب میں مبتلا کرتی ہے۔

بے جا مدح وستائش یا خوشامد نہیں بلکہ حقیقت:

وہ انصاف پسند عقلمند جس کی آنکھوں کی بصارت وروشنی اور نور بصیرت وفراست کو عداوت ودشمنی، بغض وکینہ اور دلوں میں چھپے ہوئے حقد وحسد اندھا نہیں کر رکھا وہ اس حقیقت کا بخوبی ادراک کر سکتا ہے کہ امن بلد الحرام اس شریعت اسلامیہ کیے روشن میناروں میں سے ایک سنگ میل ہے اور اس ملت مسلمہ کا ایک اہم خدوخال ہے، اس کو بیان ہونا چاہیے، اسے اوراق میں لپیٹ کر نہیں رکھ دینا چاہیے، اسے ظاہر کیا جانا چاہئے محض دلوں میں چھپا کر نہ رکھا جائے اور اسے واضح کیا جانا چاہیے اور پردہ خفاء میں نہ رکھا جائے خصوصا اسے نوجوان طبقے اور موجودہ نسلوں کے سامنے کھول کر رکھا جائے۔ اور اے مسلمانو! یہ نعمتوں کا تذکرہ ہے تاکہ فضل وکرم سے نعمتیں نازل کرنے والی ذات باری تعالی کا شکر ادا کیا جائے اور اس اہم مسئلہ کی تاکید واہمیت اجاگر کی جائے جسے موجودہ نسل یاد رکھے جن کے بارے میں خدشہ ہے کہ وہ منافقین کی باتوں میں نہ آجائے اور عیار وشاطر لوگوں سے دھوکہ نہ کھا جائے اور امت کو اس کی یاددہانی، اس سے نصیحت پکڑنے اور عبرت حاصل کرنے پر توجہ دلائی جائے۔ یہ بات کسی کی خوشامد اور بے جا مدح وستائش کے لئے نہیں اور نہ ہی بلا وجہ کسی کی مذمت اور ردوقدح ہے بلکہ یہ خالص لوجہ اللہ اور اس کے بعد بیان حقیقت اور تاریخ کے ریکارڈ کے لئے ہے۔

جذباتِ مذمت:

اے امت اسلام! جب مسلمان اس اہم موضوع کو یاد کرتے ہیں تو ہر غیرت مند آدمی کے جذبات و احساسات ہر اس چیز کی مذمت ونکیر کے لئے بھڑک اٹھتے ہیں جو کہ اس ملک کے امن و امان کو درہم برہم کرنے اور اس کے سکون و اطمینان کو تہہ و بالا کرنے کے درپے ہو۔

الریاض میں دھماکوں کی مذمت:

حرمین شریفین والے ملک کے دارالحکومت، شہر توحید اور اصلیت وتجدید کی بلندیوں پر فائز دارالخلافہ الریاض میں جو بزدلانہ اقدامات کیے گئے ہیں بلاشبہ یہ ناجائز وحرام، فساد فی الارض کی ایک قسم ہے اور مجرمانہ دہشت گردی کی ایک تاریک شکل ہے اور ان لوگوں کی منحرفانہ اور غلو وتشدد پسندی والی فکر کی قطعی دلیل ہے جو اتنا وحشت ناک طریقہ اپنا کر اپنی گراوٹ کا ثبوت مہیا کر رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ اس بلد توحید کو دھماکوں اور جنگ کی بھٹی میں جھونکنے اور تباہی وتخریب کاری کے دلدل میں پھنسانا چاہتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے یہ اس منحرف فکر کی انتہا ہے کیونکہ وہ لوگ انتہائی بزدلانہ اقدامات کر رہے ہیں اور وہ احمقانہ حرکات و پاگلانہ افعال سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ اپنی تخریب کاری کا نشانہ ہر چیز کو بنا رہے ہیں وہ اپنا ملک ہو یا اس کی دولتیں، معاشرہ ہو یا اس کے ادارے، امن و امان کے قلعے ہوں، ملک کے پاسبان اور ان کی املاک۔ اور یہ چیز اس بات کا یقینی پتہ دے رہی ہے کہ یہ ٹولہ انتہائی مایوسی کی حالت میں مبتلا ہے اور وہ بدترین حد تک مایوس ہو چکے ہیں یہ ان کی ناپید کھلی ناکامی اور شکست اور ان کا افلاس وتنگدستی نیز ان کی بچکانہ اور لایعنی حرکات ہیں۔

یہ سب آخر کیوں؟:

سوال یہ سامنے آتا ہے کہ یہ سب دہشت گردی کیوں ہے اور جرائم پر مبنی یہ سیریز کب تک چلتی رہے گی؟ اور پھر اسی وقت کیوں جب کہ یہ مہینہ اللہ کے حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے؟ اور یہ ایسا وقت ہے کہ امت مسلمہ موسم حج کا استقبال کر رہی ہے۔ ہم میں سے ہر شخص پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ اس فتنے کی آگ کو بجھایا جاسکے اور دور بیٹھ کر تماشہ دیکھنے والوں اور ان نادانوں کو انگیخت کرنے والوں کے سامنے اس طرح ڈٹ کر کھڑا ہوا اور ان کا جرأت مندانہ مقابلہ کیا جاسکے۔ کیا یہ لوگ اور ان کی پشت تھپتھپانے والے اس بات کا ادراک کر سکتے ہیں کہ وہ تو محض کٹھ پتلیاں اور کھلونے ہیں جن سے وہ کھیل رہے ہیں جو ملت اسلامیہ ومسلم امہ کے دشمن ہیں۔ اس ملک کے دشمن ہیں اور وہ اپنے گھٹیا مفادات پورا کرنا چاہتے ہیں وہ اسے چاہے یا انکار کریں؟ کیا امت اسلامیہ نے اپنے بچوں کی عقل وفہم کے تحفظ کے لیے مناسب تدابیر اختیار کی ہیں؟ اور نوجوان طبقوں کو اس سیاہ افکار اور منہجی انحراف سے بچانے کی چارہ سازی کی ہیں؟ اور کیا اس ملک کے نوجوان اپنے آپ کو اپنے ملک کے پاسبان اور راتوں کو کھلی آنکھ بنانے کے لیے تیار ہیں جو اس ملک کے امن و امان کو تہہ و بالا کرنے کی کسی سازش وکوشش اور کسی خیانت کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

پاسبانِ امن کو خراج تحسین اور ہمارا فرض:

بایں ہمہ یہ بھی بیان نعمت کی قبیل سے ہے کہ پاسبان امن و امان نے بڑی جدوجہد اور مستعدی دکھلائی ہے اور ہمارے بہادر سپاہیوں اور

دلیر نوجوانوں، اہلکاروں بڑی بروقت ضرب کاری اور مناسب کاروائی کر کے غیر تمند ان کے سامنے یوں کھڑے رہے ہیں جیسے شیر اپنی کچھاروں کے دروازے پر ڈٹے ہوئے ہوں۔ ہم اس پر امن حرم میں ان کے لئے دعا گو ہے کہ اللہ انہیں مزید استقامت وثبات عطا فرمائے، ان کے دلوں کو سکون واطینان سے لبریز کر دے، ان کے اعمال کو فی سبیل اللہ محاذ جنگ کی خدمت میں شمار فرمائے اور ان کے موازین حسنات کے پلڑے کو ان اعمال سے بھاری کر دے۔ وہ اپنے معاشرے کی خدمت جس طرح کر رہے ہیں وہ تو اس کے اہل ہے اور جو خدمات انہوں نے سرانجام دی ہے اور دے رہے ہیں تاکہ اپنے ملک کا امن و امان بحال رکھیں اور اپنے معاشرے کا تحفظ کریں اس کے بدلے میں ہمیں بھی چاہیے کہ ہم ان کا تعاون کریں، ان کی ہمت افزائی کریں انہیں عزم وحوصلہ دلائیں، ان کی جدو جہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں اور وطن اہل وطن کے لیے امن وامان کے حصول و بحالی کے لیے ان سے تعاون کریں۔

دعا ہے کہ ہمارا ملک سلامت تاقیامت رہے، اس کا چپہ چپہ شاد وآباد رہے اور پوری تاریخ کے ہر دور میں یہ تمام شہروں کا موتی اور تمام ملکوں کے گال کا تل بن کر رہے، امن وامان کا گہوارہ بنا رہے، خیر وبھلائی اور امن وسلامتی کا منبع اور سرچشمہ بنا رہے اور پوری نوع بشر کے لیے باعث سکون واطینان ہو، یہ عقیدہ صحیحہ کا نگران رہے، شریعت میں دراندازہونے والی ہر ایجاد نو کی راہ میں دیوار بنا رہے اور اس کا بھرپور دفاع کرنے والا ہوں اور اسلام واہل اسلام کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری بنی نوع انسانی کے لئے خیر وصلاح میں کوشاں رہے۔ اس ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی نیت سے گھات لگائے بیٹھے لوگوں کے منہ کالے ہو اور ان حسد دو حقد نیز کینہ و بغض رکھنے والوں کی ناک خاک آلود ہو جنہیں اس ملک کا زبردست وبجد ید نظام امن وامان ایک آنکھ نہیں بھاتا اور نہ ہی اس کا بحالی وفروغ امن کا تانابانا گوارہ ہے۔

بقول شاعر:

لوگوں میں سے ان کی خاک آلود ہو اور یہ بھی کہہ دے کہ اے ہمارے رب ان کے سوا کسی کی ناک خاک آلود نہ ہو۔

اللہ تعالی حرمین شریفین والے اس ملک کو اور تمام اسلامی مما لک کو مکاروں کی سازشوں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ حاسدوں اور حاقوں کے حسد وحقد سے اسے بچائے اور زیادتی کرنے والوں کے ظلم وزیادتی سے محفوظ رکھے۔ اس کے امن وامان کو قائم ودائم رکھے، اس کی ترقی وخوشحالی کو بیش از پیش کرے وہی سب سے بہترین ذات ہیں جس سے سوال کیا جائے اور وہ معزز ومکرم ایسا کہ جس سے تمام امیدیں وابستہ کی جائے اور ارشاد الہی ہے: ﴿ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

"اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔" (یوسف:22)

اے مسلمانو! بابرکت حجاج کرام! اللہ تعالی سے ڈرتے رہا کرے جو کہ آپ کا رب پروردگار و پالنہار ہے اور وہی اس چیز کا حقدار ہے کہ جس سے ڈرا جائے۔

خوش آمدید، حجاج کرام:

اے اللہ والو! اے حجاج بیت اللہ! حج مبارک کے ایام آن پہنچے ہیں، اس کی راتیں سایہ فگن ہوگئی ہے اور حج وزیارات مقامات مقدسہ کے شوق کی باد بہار چل پڑی ہے اور اس جگہ سے سعادت وخوشی پانے والے بعض لوگوں کے دل عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ سے لو لگا بیٹھے

ہیں اور حرمین شریفین والے اس ملک میں پوری مستعدی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا ہے اور آپ لوگوں کی آمد کی خوشی سے خنداں رو ہے اور بہترین موسم حج میں تشریف لانے والے وفود کے افراد و مہمانان گرامی قدر

شرف وفضیلت زمان ومکان:

ائے معزز ومکرم حجاج! اے وہ لوگوں جو اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ سفر کی صعوبتیں اور دیگر مشقتیں اٹھاتے ہیں اور اس بیت اللہ العتیق کی زیارت وطواف کے لیے آتے ہیں۔ اس اللہ عزوجل کا شکر ادا کرو جس نے آپ کو زمان ومکان کے دونوں شرفوں کی نعمت سے مالا مال کر دیا ہے۔ اللہ آپ پر رحم وکرم کرے اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور خوب اجر ثواب کمائے، گناہوں اور خطاؤں سے مکمل اجتناب وگریز کرے اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

”حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔“ (البقرہ:197)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ۔

”حج مبرور کا اجر وثواب تو جنت ہی ہے۔“[1] (بخاری ومسلم)

حجاج کرام کیلئے لائحہ عمل:

اے میرے مبارک حاجی بھائی! اللہ نے آپ کو سلامتی کے ساتھ پہنچا دیا ہے اور مرادیں پوری ہو رہی ہیں اور اللہ نے آپ کو یقین کی ٹھنڈک سے مالا مال کر دیا ہے۔ آپ کی آنکھوں سے گرم آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے جو کہ گناہوں کے خوف کا نتیجہ ہے اور اللہ سے مغفرت وبخشش کی طلب میں بہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو توفیق سے نوازے اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلے، آپ کی نگاہ کسی غلط وحرام جگہ پر نہ پڑے۔ اپنے آپ کو اطاعت وعبادت کے کاموں میں مشغول رکھیں، اپنے دل کو خواہشات کی غلامی اور گمراہی کے گڑھوں سے بچا کر رکھیں۔ اس ذات گرامی کے لیے پوری طرح اخلاص کا مظاہرہ کریں جس کی نداء پر لبیک کہتے ہوئے آپ یہاں آئے ہیں۔

اے پیارے! ہر راستے، ہر وقت آپ کا یہی رویہ رہنا چاہیے۔ حسن اخلاق اور عمدہ عادات کا مظاہرہ کرتے رہے، ایک دوسرے سے لین دین میں باادب اور انداز کریمانہ اپنائیں۔ امن وامان اور نظم ونسق کا احترام وخیال رکھے اور حبیب مصطفی اور رسول مصطفی ﷺ کے نقش قدم پر چلے اوران کے ارشاد کی تعمیل کرے جنہوں نے فرمایا: خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُم

مجھ سے حج کے مسائل واحکام سیکھ لو۔[2]

---

[1] صحیح بخاری:1773۔

[2] ابن ماجہ:3064۔

اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے علم نافع،عمل صالح اورتوبہ نصوح کے ساتھ تیاری کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حج کے موقع پر کسی قسم کے نعرے بازی واجتماعات اور ہڑتال ومظاہرات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اَمن اور ایمان،کعبہ وتوحید اور حج وعقیدہ میں ربط وتعلق:

پیارے مسلمان بھائیو! ایک پرلطف بات اور باریک نکتہ جو کسی بھی قاصد بیت اللہ اور عازمین حج وعمرہ میں سے کسی بھی شخص کے ذہن سے غائب نہیں ہونا چاہیے وہ یہ ہے کہ امن اور ایمان، بیت اللہ اور توحید نیز حج اور عقیدہ میں گہرا جوڑ میل اور مضبوط ربط وتعلق ہے۔ارشاد الہی ہے:﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴾

”اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔“ (ابراہیم:35)

دوسری جگہ فرمایا:﴿ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا ﴾

”اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کردی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔“ (الحج:26)

اے اللہ کے بندو! اَول وآخر توحید ہی توحید ہے اور اے حجاج کرام! ابتداء وانتہاء عقیدہ ہی عقیدہ ہے۔جب ہم ایمان لے آئیں گے تو امن وامان پائیں گے۔ چنانچہ اسی بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴾

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا،یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“ (الأنعام:82)

اور جب ہم اللہ کی توحید کو اپنالیں گے تو ہم میں اتحاد ویگانگت بھی آجائیں گی. چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴾

”یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے،اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو۔“ (الأنبیاء:92)

شعائر ومشاعر کی تعظیم:

اللہ والو اللہ سے ڈرتے رہا کرو،اس کے شعائر واحکام اور مشاعر ومقامات مقدسہ کی تعظیم کیا کروں۔آپ بہت ہی وافر مقدار میں خیر وبھلائی پائیں گے اور آخرت میں اس دن نجات نصیب ہوگئی جس دن کے پوشیدہ بھیدوں کی جانچ پڑتال ہوگی.

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

فرضیت وفضیلت حج وعمرہ، درودیوارمکہ مکرمہ وبطحاءاورمشاعرمقدسہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن محمد آل طالب حفظہ اللہ

26/11/1425ھ،7/1/2005ء

اِخلاص عمل اور فضیلتِ ایام:

مسلمانو! اپنے اوقات کی خوب حفاظت کرو یہ انتہائی انمول چیز ہے اور حلال و پاکیزہ کے غذا کھاؤ اور صرف حلال طریقے سے ہی کماؤ اور اپنے اعمال کو میزان شریعت پرتول کرسرانجام دیا کرو اور اپنے مقاصد ونیتوں کو صحیح کرلو اور خوب اخلاص للہ سے کام لیا کرو اور اپنے ظاہرو پوشیدہ ہرعمل میں اس ذات باری تعالی کو نگران و دیکھنے والا مانو جو کہ ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیزوں کو بھی جانتا ہے اور اسے اپنے ہر فعل کا نگران ماننا بہت ہی عمدہ وجلیل القدر بات ہے اور موقع ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے اپنے موجودہ ایام (شب وروز) کو غنیمت سمجھو کیونکہ اللہ تعالی نے ان ایام کو بڑا اشرف ومقام اور درجۂ فضیلت عطا کیا ہے۔

مکہ مکرمہ کا استقبالِ حج:

مسلمانو! ان مبارک دنوں میں مکہ مکرمہ حجاج کرام کے وفود کا استقبال کررہا ہے اور مسجد حرام انہیں (اللہ کے مہمانوں کو) اپنی گود میں لینے کے لئے وارفتہ اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہے۔حجاج کرام اس طرح شان وشوکت سے چلے آرہے ہیں کہ ان پر اللہ تعالی کی خاص عنایت و کرم ہے اور وہ دنیا کے کونے کونے سے اکٹھے چلے آرہے ہیں۔وہ اپنے رب کے تعالی کی نداء پر لبیک اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان پر سرتسلیم خم کئے پہنچ رہے ہیں۔اللہ تعالی نے انہیں حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا:﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾

”اورلوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے تاکہ وہ اپنے بہت سے فائدوں میں حاضر ہوں۔“ (الحج:27-28)

مقدس ترین مقام:

حجاج کرام سواریوں کو کھینچے چلے آرہے ہیں، شوق وذوق اور جوش وولولہ انہیں بازی لے جانے پر لگائے ہوئے ہیں، امیدان کی حدی خواں ہے، فرحت ومسرت ان کے رویں رویں سے پھوٹ رہی ہے اور وہ اللہ کے عظیم گھر بیت اللہ کعبہ شریف کی طرف رواں دواں ہیں۔وہ اپنے گناہوں کے کفارے کا لالچ دلوں میں سموئے ہوئے ہیں اور جنتوں کے حصول کا سامان کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنے دین اسلام کے پانچ ارکان میں سے پانچویں اہم رکن حج کی ادائیگی کے لیے روئے زمین کے سب سے مقدس ترین مقام سرزمین مکہ مکرمہ میں حاضر ہورہے ہیں یہ ایک تاریخ ہے، کچھ یادیں ہیں، ایک سیرت ہے اور ایک راہ عمل ہے۔ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ[96] فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا﴾

”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا۔“ (آل عمران: 95-96)

مرکزِ ملت: مکہ مکرمہ:

اسی خانہ کعبہ کا حج تمام انبیاء کرام نے کیا، اسی کی طرف رخ انور کر کے امام الحنفاء حضرت محمد ﷺ نے نماز پڑھی، مکہ مکرمہ سے ہی نور ہدایت پھوٹا، یہیں سے پیغام توحید نشر ہوا اور وہ پوری روئے زمین میں پھیل گیا اور اس نے ساری دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور اس نے تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ عدل و انصاف پسند اور سب سے عمدہ تہذیب و تمدن سے بنی نوع انسان کو متعارف کروایا۔ یہ مکہ مکرمہ ساری دنیا کا مرکزی نقطہ اور مرکز ملت ہے، یہ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی رمز اور ساری دنیا کے لیے منبع نور و سرچشمہ ہدایت ہے۔ یہ اللہ کے نزدیک ساری روئے زمین کا مقدس و افضل ترین خطہ ہے اور یہ نبی اکرم ﷺ کے نزدیک تمام ملکوں اور شہروں سے بڑا پیارا شہر ہے۔ مکہ مکرمہ ام القریٰ اور تمام شہروں کا سردار ہے، اس کائنات کے افضل ترین شخص حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت اسی شہر مقدس میں ہوئی۔ اسی کی سرزمین میں آپ ﷺ پلے بڑھے اور پرورش پائی۔ اسی کے گوشے گوشے میں آپ چلتے پھرتے رہے کہ کہے دیتی ہے شوخیٔ نقش پا کی۔

نصف صدی سے زیادہ گزر عرصے تک نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی اسی شہر مکہ مکرمہ میں ہی گزاری تھی۔ اس شرف سے بڑا اشرف اور دوسرا کونسا ہو سکتا ہے؟

یہی وہ علاقہ ہے جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر نبی ﷺ پر نازل ہوا کرتے تھے اور یہی کوہ صفا پر چڑھ کر نبی ﷺ نے دعوت توحید کا نعرہ بلند کیا تھا (جسے پہاڑی وعظ کو کہا جاتا ہے) اگر کعبہ شریف کو یارائے نطق ہو، اگر زمزم میں بولنے کی سکت ہو اور اگر مقام ابراہیم کو قدرت کلام ہو تو یہ سب بول بول کر بتائیں کہ یہاں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جلوہ افروز تھے اور یہاں حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہ جلوہ نما رہے اور یہیں دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ رونق حرم تھے جنہوں نے پوری دنیا کو نور توحید سے روشن اور نجاست شرک سے پاک کر دیا تھا اور انہی کے ہاتھوں معرکہ توحید و شرک (معرکہ حق و باطل) بپا ہوا اور اللہ نے انہیں فتح مندیوں سے نواز کر دین اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمایا.

اس کعبہ کے سامنے یہیں نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے دین کے عظیم مبادیات و اصول لوگوں کو سکھلائے اور بنی نوع انسان کے لیے بلند بہترین طرز زندگی سے فرمایا جس کے مقابلے میں آج تک دنیا کی تمام تہذیبیں ایسے اصول پیش کرنے سے قاصر ہیں.

حجاج کرام کو مبارک ہو:

اے حجاج بیت اللہ الحرام! آپ کا اس عظیم خانہ کعبہ بیت اللہ شریف تک پہنچنا آپ کو مبارک ہو۔ ان شعائر کی ادائیگی اور ان مشاعر مقدسہ تک رسائی مبارک ہو، یہ شرف زمان و مکان مبارک ہو اور آپ جو عظیم اعمال سرانجام دے رہے ہیں اور دیں گے وہ بھی مبارک ہو۔ اپنے اس رب جلیل کا شکر کرو اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں جس نے آپ کو ان عظیم نعمتوں سے مالا مال کیا ہے اور اس نے شکر کرنے والوں کے لیے نعمتوں میں اضافہ کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ آپ تشریف لائے بسم اللہ اور ان مقامات پر قدم رنجہ فرمایا خوش آمدید۔ آپ اللہ کے مہمان اور وفد

الٰہی کے افراد ہیں جن کی ضیافت ومیزبانی اورعزت واحترام واجب ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کے لیے حج وعمرہ کو آسان فرمائے اور آپ کو ہر قسم کی پریشانی ومصیبت سے محفوظ رکھے اور آپ کے حج کو مبرور ومقبول بنائے،آپ کی سعی صفاومروہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔اللہ تعالیٰ ہمارے اور آپ کے اعمال صالحہ کو قبول فرمائے۔

گناہوں کا کفارہ اور جنت کی ضمانت:

مسلمانو!مقامات مقدسہ اطہر کی زیارت کے ارادے سے یہاں آنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے،برائیوں کو دھو ڈالتا ہے اور خطاؤں کو اڑا لے جاتا ہے بلکہ حج مبرور ومقبول کی تو جزا ہی جنت ہے۔جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی اس کا شاہد عدل ہے:وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ

حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔"[1] (بخاری ومسلم)

شوق زیارت:

نفوس ودل مکہ مکرمہ کی وادی بطحا کی زیارت کا کتنا شوق لیے ہوئے ہیں؟اور ان پاک وادیوں اور مقامات کے لیے دل مچل رہے ہیں کتنے لوگ شدت جذبات محبت وشوق سے مغلوب ہو کر زاروقطار رو رہے ہیں اور کتنے ہی لوگ ایسے بھی ہیں جو دلوں میں یہ تمنا لیے بیٹھے ہیں کہ وہ وادی محسر بھی دیکھیں (جہاں کعبہ کے حملہ آور ہاتھی والوں کو اللہ نے پرندوں سے نہس نہس کر دیا تھا دیکھئے سورۃ الفیل) وہ منی میں راتیں گزارنے کی تمنا اور عرفات میں گھڑی بھر وقوف کا جذبہ دلوں میں سجائے ہوئے ہیں۔وہ وادی مزدلفہ میں رات کاٹنا چاہتے ہیں،جمرات پر رمی کرنا (کنکریاں مارنا) ان کی حسرت ہیں،وہ بیت اللہ کا طواف کرنے اور اسی دوران آنسو بہانے کا ارمان لئے ہوئے ہیں وہ ان تمام مقامات کی زیارت کی تمنا لیے ہوئے ہیں جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں،جہاں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں،جہاں گناہوں کی بخشش اور دعاؤں کی قبولیت کا شرف حاصل ہوتا ہیں۔اللہ خیر وبرکت سے معمور اس سنگلاخ وادیوں کو ہمیشہ تروتازہ اور پررونق رکھے۔کسی شاعر نے کہا ہے:

یہ مسجد خیف ہے اور یہ وادی منی ہے۔اے حدی خوان ذرا ہمارے لئے سواریوں کو آہستہ چلاؤ بلکہ گھڑی بھر کے لیے کارواں کو یہیں رکنے دو تاکہ ہم یہاں اپنے رب کے سامنے آہ وبکا کرلے اور اسی روز اور اسی موقع کے لئے تو ہم رونے اور آنسوؤں کو تیار کر رکھا ہے.حدی خواں اگر تھوڑی دیر کے لئے یہاں نرم رفتاری اختیار کرلے اور جب ہم آنسو بہا چکیں تو وہ ناقہ کو تیز کرلے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔یہیں تو وہ دیار مقدس ہے جنہیں اہل شوق وجنون پیار ومحبت کے ساتھ پہچانتے ہیں۔"

برّ وبحر وفضاء میں تلبیہ کے ترانے:

حجاج کرام کے قافلے سے ہر طرف سے بڑھے چلے آرہے ہیں،تلبیہ لبیک اللھم لبیک کی آوازیں کتنی دلنواز ہے جس سے فضاؤں میں

[1] صحیح بخاری:1773۔

ہوائی جہاز بھی معمور ہے، سمندروں میں کشتیاں اور سفینے انہیں آوازوں سے باغ و بہار ہیں اور بیت اللہ شریف کی طرف آنے والی بسوں، گاڑیوں میں بھی اسی نغمۂ توحید کا عجیب سماں بندھا ہوا ہے اور ہر طرف سے یہی ایک آواز آرہی ہے:

لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد لله الملك لا شريك لك پکارنے والوں کی توجہ ایک ہی طرف ہے، ان سب کا ہدف بھی ایک ہی ہے اور وہ سارے کے سارے ہی اللہ کے حکم پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں اللہ کے اس حرم شریف میں ایک دوسرے سے باہم آملے ہیں۔ یہ ایمان کے قافلے ہیں، یہ دلوں کو کھینچنے والے مقام کی طرف کا مبارک و مقدس سفر ہے۔ یہ اسلام کی رمز اور مسلمانوں کا قبلہ وکعبہ ہے۔

فرضیت و وجوب حج:

اللہ والو! اے حجاج بیت اللہ! اللہ تعالی کے نزدیک حج کا بہت ہی بڑا مقام اور عظیم درجہ ہے اور دین اسلام میں اس کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے۔ اللہ تعالی اسے واجب و فرض قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾

"اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پرواہے۔" (آل عمران:97)

فضائل حج: جنت کا پروانہ:

جہاں تک فضائل و برکات حج کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ۔

ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے مابین کیے گئے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔[1] (بخاری ومسلم)

اسی طرح صحیح مسلم میں یہ مروی ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ " أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ، أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: حَجٌّ مَبْرُورٌ".

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا" کہا گیا، اس کے بعد کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا" کہا گیا، پھر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "حج مبرور"۔[2] (صحیح بخاری)

دونوں جہان کا منافع:

یہ حج دنیا و آخرت کی تجارت مع اللہ اور دونوں جہانوں میں منافع کمانے کا بہترین موقع ہے۔

---

[1]) صحیح بخاری:1773۔

[2]) صحیح بخاری:1519۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ ".

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حج اور عمرہ ایک کے بعد دوسرے کو ادا کرو اس لیے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل کو مٹا دیتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے"۔[1] (ترمذی)

نیا جنم:

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: " مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ ".

" جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔"[2] (صحیح بخاری و مسلم)

(جیسے اس دن تھا جس دن کے اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا یعنی وہ خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہو کر لوٹتا ہے)

درجات و نیکیوں میں اضافہ:

اس کے ساتھ ہی نیکیوں میں اضافہ اور درجات میں بلندی ملتی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا: صلاةٌ في مَسْجِدي هذا أفضَلُ من ألفِ صلاةٍ فيما سِواه إلَّا المَسجِدَ الحرامَ، وصلاةٌ في المَسجِدِ الحرامِ أفضَلُ من صلاةٍ في مَسجِدي هذا بمِئةِ صلاةٍ.

میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ایک ہزار گناہ سے زیادہ ہے سوائے مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے۔ اور مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مساجد سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔" (مسند احمد)

یعنی ایک نماز کا ثواب کتنا ہے جتنا 54 سال نماز پڑھنے کا ہوتا ہے.

مشاعر مقدسہ:

کیا اس کے بعد بھی کسی کا حرم شریف سے عشق وجنون لائق ملامت رہتا ہے؟ اور خاص ان فضائل و برکات حرم کے علاوہ مکہ مکرمہ کے مضافات میں سے میدان عرفات وہ جگہ ہے جہاں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہیں جبل رحمت بھی ہے اور مشعر حرام مزدلفہ بھی اللہ کا قرب حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ یہیں وادی منی ہے جس کے مختلف راستوں پر چلنا اور اس کی مختلف جگہوں پر وقت گزارنا ہوتا ہے۔ بیت اللہ شریف کا طواف کیا جاتا ہے، صفا مروہ کے مابین سعی کی جاتی ہے، جمرات (شیطان کے ابراہیم علیہ السلام کے بہکانے کے لئے آنے والی جگہوں) کی رمی کی

[1] ترمذی:810۔
[2] صحیح بخاری:1820۔

جاتی ہے اور انہیں کنکریاں ماری جاتی ہے۔ یہ سارے مقامات ہیں نزول رحمت اور قبولیت دعا کے مقامات ہیں۔

میدان عرفات:

جہاں تک میدان عرفات کا تعلق ہے تو آپ کیا جانے کے عرفات کیا ہیں؟ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللَّهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ "عرفہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندوں کو آگ سے اتنا آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن آزاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ قریب ہوتا ہے اور فرشتوں پر بندوں کا حال دیکھ کر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ کس ارادہ سے جمع ہوئے ہیں؟"[1] (صحیح مسلم)

یہ لوگ اللہ کی رحمتوں اور اس کی جنتوں کے طلبگار ہیں، یہ اپنے گناہوں کی مغفرت وبخشش اور جہنم سے خلاصی ونجات چاہتے ہیں، یہ دنیا کے دور دراز علاقوں اور زمین کے کونے کونے سے یہاں آئے ہیں، اپنے اہل وعیال اور بچے چھوڑ کر آئے ہیں، انہوں نے اپنے گھر بار کے درو دیوار اور اپنے ملک و وطن کی فضاؤں کو خیرباد کہا ہیں اور ان مقامات مقدسہ اور مشاعر مبارکہ تک پہنچنے کے لیے انہوں نے حسب استطاعت مال و دولت خرچ کیا ہیں۔

عدم ادائیگی حج پر وعید:

عین اسی وقت کچھ لوگ بھی ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنی بکثرت نعمتوں اور مال و دولت سے نواز رکھا ہے اس کے باوجود وہ اسلام کے اس رکن اور فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہوتے۔ وہ اپنے مال کو سیر وسیاحت، لہو ولعب اور غفلت میں ضائع کرتے اور اپنے اوقات کو لایعنی امور میں برباد کرتے پھرتے ہیں اور ساری عمر میں انہوں نے ایک مرتبہ بھی حج ادا نہیں کیا۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ انھوں نے اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن کو ترک کیا ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: من كانَ ذا يسارٍ فماتَ ولم يحجَّ فليمُتْ إن شاءَ يهوديًا, وإن شاءَ نصرانيًا

جسے مالی کشائش و استطاعت واقف ہو اور پھر بھی وہ حج کیے بغیر ہی مرجائے تو وہ اب یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر اس میں کوئی فرق نہیں۔[2]

ایسا ہی ایک ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے: ایسے لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور صاحب استطاعت لوگوں کو چاہیے کے وقتوں کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے مناسک حج کی ادائیگی کرلیں لیکن اگر حج ادا کیے بغیر اچانک کوئی معذوری ومجبوری پیدا ہوگئی یا پھر موت نے ہی آدبوچا تو اس سستی ولاپرواہی کا کوئی عذر فائدہ مند کارگر نہیں ہوگا۔

عظیم شعائر:

1) اے مومنو! اے حجاج اکرام! اللہ تعالی نے آپ کو اس بیت اللہ العتیق تک پہنچا دیا ہے۔ اب اس کے شعائر ومشاعر کی تعظیم بجالاتے رہو

---

[1] صحیح مسلم: 1348۔

[2] نیل الاوطار: 5/ 8

اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان وتقویٰ میں اضافہ فرمائے گا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴾

”یہ سن لیا اب اورسنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔“ (الحج:32)

اللہ کے شعائر اور مقامات ادب کی تعظیم یہ بھی ہے کہ عمل پورے خلوص نیت سے کیا جائے، اس میں مکمل صورت میں ادا کریں، اسے کامل شکل ادا کرنے کی کوشش کی جائے اور ہر چھوٹے بڑے عمل میں نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کی اتباع و پیروی کی جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے اپنے مناسک واحکام حج سیکھ لو۔

مناسک واعمال حج کے سلسلے میں رخصتیں تلاش کرنے کے پیچھے لگے رہنا اوران کی ادائیگی میں سستی ولاپروائی برتنا اس کے اجروثواب میں نقص وکمی پیدا کردیتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ﴾

”حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو۔“ (البقرہ:196)

2) شعائر کی تعظیم میں ہی یہ چیز بھی شامل ہے کہ اگر اس فعل سے بچ کر رہا جائے جو حج میں نقص پیدا کرنے والا ہے اوراس کے ساتھ ہی ان مقامات واوقات کی عزت واحترام ملحوظ خاطر رکھیں جنہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے عظمتوں سے نوازا ہے۔

بلاوجہ کے لڑائی جھگڑے، مناظرے بازیاں اورلوگوں کو تشویش میں مبتلا کرنا ایسے افعال ہے کہ ان سے مکمل اجتناب و پرہیز ضروری ہے کیونکہ حج کی مقبولیت اور مغفرت وبخشش کا حصول انہیں ترک کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ﴾

”حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اورلڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔“ (البقرہ:197)

اور نبی اکرم ﷺ کی صحیح بخاری مسلم میں مروی حدیث پہلے بھی ذکر کی جا چکی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:" مَنْ حَجَّ هَذَا الْبَيْتَ، فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ".

”جس نے اس گھر کا حج کیا اور نہ شہوت کی فحش باتیں کیں، نہ گناہ کیا تو وہ اس دن کی طرح واپس ہوگا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“[1] (صحیح بخاری ومسلم)

خشوع وادب:

طہارت نفس، ازدیاد ایمان اور حصول تقوی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب مسلمان اللہ کی عبادت پورے خشوع وخضوع اور ادب و احترام سے ادا کرے اور وہ جس غرض وغایت اور عظیم مقصد کے لئے اس مقام پر حاضر ہوا ہے اپنے آپ کو اس کے لئے پوری طرح فارغ کر لے، اپنے وقتوں کی قدر کو پہچانتے ہوئے اس کا تحفظ کرے، اپنے رب کے لئے اخلاص نیت سے عمل کرے۔

[1]) صحیح بخاری:1820۔

سوال وعلم وقبل از عمل:

اسی طرح کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کے بارے میں شرعی احکام پوچھ لینا چاہیے۔ کتنے ہیں حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ جہالت اور لاعلمی سے عبادت سرانجام دینے چلے جاتے ہیں۔ نہ سیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی سے پوچھتے ہیں اور کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ پہلے ایک کام کر گزرتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں اگر انہوں نے اس کام کو کرنے سے پہلے پوچھ لیا ہوتا تو انہیں کسی حرج میں مبتلا نہ ہونا پڑتا۔

مسئولین کی ذمہ داری:

حجاج کرام کے استقبال اور طعام وقیام کے مسئول لوگوں پر یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے انہیں چاہیے کہ اس سلسلے میں وہ اللہ سے ڈرتے رہے اور نبی ﷺ نے فرمایا رکھا ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی زیر نگرانی اور دست لوگوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1]

توحیدِ باری تعالیٰ اور خانہ کعبہ:

اے مومنو! اس خانہ کعبہ کی بنیاد جس اصل عظیم پر رکھی گئی ہے وہ ہے اللہ رب العالمین کی توحید اور اللہ تعالی نے اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾

"اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔" (الحج:26)

اور آیات و احکام حج کے ضمن میں ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ [30] حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾

"پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ اللہ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے۔" (الحج:30-31)

ذکرِ الٰہی: اعلان توحید:

اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے اور اعمال کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کرلو، اپنے تمام اعمال بلکہ اپنی پوری زندگی میں ہی نبی اکرم ﷺ کی سنت کو بطور مشعل راہ بناؤ اور شرک اعمال صالحہ کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور ذکر الہی کو لازمی طور پر اختیار کرلو کیونکہ یہ حج میں ایک نمایاں چیز ہے اور یہ ذکر ایک اِعلان توحید ہے جو کہ حج کا شعار ہے۔" لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ"

"حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، حمد وثنا، نعمتیں اور فرماں روائی تیری ہی ہے، تیرا (ان میں) کوئی شریک نہیں"۔

---

[1] صحیح بخاری:893۔

﴿وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ﴾

اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو۔" (البقرہ:203)

اور ایک جگہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾

"جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو۔" (البقرہ:198)

تھوڑا آگے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ﴾

"پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔" (البقرہ:198)

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے بعض مقاصد حج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ﴾

"اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں۔" (الحج:28)

فضائل عشرۂ ذوالحج:

اے پوری دنیا کے مسلمانوں چند ہی دنوں کے بعد عشرہ ذوالحجہ شروع ہو جائے گا اور وہ ایسے دن ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے بڑی تعظیم بتائی ہے اور ان کا ذکر بڑا بلند کیا ہے اور اپنی کتاب مقدس قرآن کریم میں ان کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

"قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی!" (الفجر:1-2)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: " مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ " فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ "

"ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہوں"، لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال دونوں لے کر اللہ کی راہ میں نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا"۔[1] (صحیح بخاری)

أعمال خیر و مستحبات کی کثرت:

عشرہ ذوالحج کے ان دس دنوں میں بکثرت نیک اعمال سر انجام دینا، مختلف قسم کے نوافل ادا کرنا، تکبیر (اللہ اکبر) کہنا، تحمید (الحمدللہ کہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) مستحب ہے۔ ان سنتوں کو زندہ کرو اور اللہ سے خیر و بھلائی طلب کرو تاکہ آپ لوگ فلاح و نجات پا جائیں۔

[1] صحیح بخاری:969۔

یوم عرفہ کا روزہ: دو سالوں کا کفارہ:

جو شخص حج نہیں کر رہا اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ یوم عرفہ (نو ذوالحج) کا روزہ رکھے کیونکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ
"مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ یوم عرفہ کا روزہ گزشتہ و آئندہ دو سالوں کے گناہوں کو مٹا دے گا۔"[1] (صحیح مسلم، ابو داوٗد، ترمذی، ابن ماجہ)

بال و ناخن نہ کاٹنا، نہ تراشنا:

جو شخص قربانی کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ہلال ذوالحج نظر آجانے اور ماہ ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جانے سے لے کر اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کر لینے تک اپنے بال نہ کاٹے اور نہ ہی ناخن تراشے۔

نااہل کی فتویٰ بازی:

یہاں ایک اہم بات پر لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جسے علم و فن فتویٰ میں کمال حاصل نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اس میدان میں نہ کود پڑے اور نہ ہی بلا علم اللہ کی طرف باتوں کو منسوب کرتا جائے۔ کتنے ہی شخص ایسے ہیں جو فتویٰ بازی میں عجلت سے کام لے کر حجاج کرام کو حرج و مشکل میں مبتلا کر دیتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اپنے غلط فتوی کی وجہ سے لوگوں کا حج خراب کرنے کا گناہ بھی اس کے سر آجائے کیونکہ اس نے فتویٰ دینے کا منصب سنبھال لیا ہے وہ اس کا اہل نہیں ہے اور اس نے بلا وجہ دخل اندازی کی ہے حالانکہ اس سے کوئی بات پوچھی ہی نہیں گئی تھی۔ اگر وہ تقوی و ورع اختیار کرتا اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ کو اس اندھے کنویں میں نہ گراتو وہ خیریت و عافیت میں رہتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا فتوے سے احتراز:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ فتویٰ صادر کرنے سے بچتے رہے تھے۔ آج ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے یہ فتوی بازی میں یوں سبقت لے جانے پر تلے رہتے ہیں جیسے یہ کوئی مال غنیمت لوٹنے والی بات ہو۔ اس میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کے لوگوں کو تعلیم دینا، ان کی رہنمائی کرنا اور انہیں فتوی دینا بہت بڑا واجب اور قرب الٰہی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے لیکن یہ منصب ان علماء اور علم میں گہرا رسوخ رکھنے والے طلبہ علم کا کام ہے اور یہی کام جب جاہل لوگ اور عوام الناس شروع کر دیں تو ان کیلئے یہ ایک جرم ہے۔ اللہ تعالی نے بلا علم اس کی طرف باتیں منسوب کرنے کو شرک و گناہ اور بغاوت و سرکشی کی صف میں شمار فرمایا ہے۔

حج ایک عبادت ہے جو فقہ دین اور علم عمیق کی متقاضی ہے اور اس کے اہل لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا یہ منصب سنبھالے اور اس ذمہ داری کو نبھائیں تا کہ ان کی موجودگی میں لوگ دوسروں سے مستغنی اور بے نیاز ہو جائیں۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

[1] صحیح مسلم: 1162۔

عالمگیر اجتماع کا ایک اہم درس: اتحادِ مسلم و وحدتِ امت
ہمارے تمام مسائل و مشکلات کا حل اسی میں ہے

امام و خطیب: فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن السدیس حفظہ اللہ

4/12/1425ھ 14/1/2005ء

اللہ کے بندو! میں آپ سب کو اور اے حجاج کرام آپ سب کو بھی اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں کیونکہ تقوی بہترین زادِ راہ و توشۂ آخرت ہے۔ اسی سے بندوں اور ملکوں کی اصلاح ہو سکتی ہے اور ان کے معاشی معاملات اور اخروی امور سدھر سکتے ہیں اور یہی مخلوق انسانی کے رب کی رضاء و خوشنودی تک پہنچانے والا واحد راستہ ہے۔

حج کا عظیم موقع و تقریب:

مسلمانو! زمانے نے اپنا ایک دورانیہ پورا کرلیا ہے، پورا سال گزر گیا ہے اور امت اسلامیہ کے لیے ایک مرتبہ پھر ایک عظیم موقع و تقریب آپہنچا ہے۔ اور انھیں عام خیرات و برکات کے موسم نے اپنے جلو میں لے لیا ہے۔ ماہ ذوالحجہ کا ہلال خیر و برکت نظر آ گیا ہے تاکہ وہ ہمارے دلوں میں اپنی نورانیت و نوار سے کچھ انڈیل دے اور اپنی حکمتوں و اسرار کے فیض سے ہماری روحوں کو بلندی عطا کرے۔

صرف چند دن رہ گئے، دو قوسوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ و عرصہ رہ گیا ہے کہ ہماری امت مسلمہ اسلام کے پانچویں رکن فریضہ حج بیت اللہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ بیت اللہ الحرام کا حج کرنے والوں کے لیے آسانیاں فرمائے اور مناسک و اعمال الحج کی ادائیگی میں ان کی مدد فرمائے۔ وہ بڑے ہی فضل و کرم والا اور صاحب جود و سخاء ہے۔

حجاج کرام کا خیر مقدم:

اے بابرکت حجاج کرام! آپ آئے ہم آپ کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ آپ اپنے ہی لوگوں میں آئے ہیں اور یہ ملک بھی آپ ہی کا دوسرا ملک ہے۔ اھلا و سہلا آپ اچھے ہوئے آپ کی آمد خوشگوار ہے۔ اللہ آپ کی تمام امیدیں اور تمنائیں پوری کرے۔ حرمین شریف والے ملک میں آپ تشریف فرما ہیں جو اس ملک کے لیے شرف و افتخار ہے۔ آپ کی خدمت ایک ایسا فخریہ تاج ہے جو اس ملک والوں کے سینوں پر روشن نظر آرہا ہے اور یہ وہ تمغہ شرف ہے جو اس ملک کے باسیوں اور ابناء اہل وطن کی گردن میں چمک دمک دکھلا رہا ہے۔ اس بیت اللہ العتیق خانہ کعبہ کی زیارت کا شوق و جذبہ ہو، ان مقامات مقدسہ کی طرف موڑ مڑ جائیں اور اماکن مبارکہ و شریفہ کی طرف بڑھنے لگے تو جیسے ہی ان جذبات عالیہ کا مالک شخص اور ان اماکن سے محبت کرنے والا مسلمان ان جگہوں کو دیکھ لیتا تو اس کی تمام مشقتیں مٹ جاتی اور تھکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔

بقولِ شاعر: "اگر آپ صاحب ہمت ہے تو چلے آؤ آپ کو حدی خوان شوق نے منادی کر دی ہے اب یہ مراحل سفر طے کیسے چلے آؤ"

حجاج کا شرف اور شکر:

آپ اس ایمانی بہار کے مزے لوٹنے آن پہنچے ہیں اور وہ کیسے کہ آپ کا نصب العین یہ مسجد حرام ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور دلوں کو جلال باری تعالی اور مسرت سے بھر دیتی ہے؟ اللہ کا شکر ادا کرنا ہر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو کہ قاصد حرمین ہوا اور اللہ نے اپنی رحمت سے اسے منزل مقصود پر پہنچا دیا اور اس بات پر اللہ کی حمد و ثنا خوانی بھی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی نے اربوں مسلمانوں میں سے انہیں ہی اس شرف و تکریم کے ساتھ ممتاز دیا ہے۔ اور اللہ کی نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ اس فریضہ کو اس طریقے سے ادا کرنا بھی ہے جیسا کہ اسے اللہ نے مشروع فرمایا ہے اور اسی طریقے سے اس کا اتمام و اکمال ضروری امر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ﴾

”اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔“ (البقرہ:196)

حج: رنگ و نسل اور حسب و نسب کا خاتمہ:

حجاج بیت اللہ! اب آپ لوگ ہمیں شریفین میں موجود ہیں، ان روحانی فضاؤں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں اور ایک علمی و اسلامی تقریب میں شریک ہیں۔ آپ کتنے ہی باہم محبت و شفقت کرنے والے ہیں اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے باہم الفت و تعاون کرتے ہیں اور ایمان کی باد نسیم کے صاف و جانفزا جھونکوں سے لذت اندوز ہونے والے چیدہ و برگزیدہ منتخب لوگ ہیں۔ جلیل القدر مقصد کے لیے اپنے کپڑوں کی زینت کو چھوڑا ہے اور ایک ہی طرح کا لباس احرام زیب تن کر لیا ہے۔ آپ نے حسب و نسب اور القاب و آداب کی رسموں کو توڑا ہے اور سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ بلند و بابرکت نام والے اور بے شمار نعمتوں سے نوازنے والے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:﴿ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾

”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں۔“ (الحج:27-28)

اللہ تعالی آپ کی حمایت و رعایت اور نگرانی و حفاظت فرمائے۔ آپ ذرا غور کر کے دیکھیں کے اللہ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ صیغۂ تنکیر کے ساتھ کیا ہے اور یہ صیغۂ عموم کے صیغوں میں سے ایک ہے تا کہ یہ تمام دینی و دنیاوی اور اُخروی منافع و مفادات پر حاوی و شامل ہو جائے۔

حج: وحدتِ امت کا عظیم تصور:

مسلمانو! آپ کی شاندار سواریاں وٹولیاں، آپ کے مبارک و پیارے لشکروں کے لشکر جو کہ زمان و مکان اور شعائر و مشاعر اور خیالات و جذبات ہر چیز میں باہم متحد و متفق ہو گئے ہیں۔ اس فضاء میں اسلام حج کے واضح فوائد و منافع میں سے اس عظیم فائدے کا پتہ دیتا ہے کہ حج وحدت امت، اتحاد و اتفاق اور مضبوط روحانیت کا وہ تصور دیتا ہے کہ جس کے سامنے وہ تمام مصائب و مشکلات ہیچ ہیں جس سے ہماری امت مسلمہ دوچار ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴾

”اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔“ (المؤمنون:52)

تاریخ کا خطرناک موڑ اور بصیرت کی ضرورت:

مسلمان اگر اپنے ان حالات پر بصیرت سے کام لیں جن میں تاریخ کے اس خطرناک موڑ پر ہماری امت اسلامیہ دو چار ہے تو انہیں اس بات کا یقین آجائے گا جو ذلت و رسوائی دیکھنی پڑی ہے اور بکثرت ملکوں میں انہیں جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اس سب کچھ کا سبب ان کے شیرازے کا بکھر جانا اور ان کا باہم بٹ جانا اور قوتوں کا منقسم ہو کر مفقود ہو جانا ہے۔

اور اے بزرگی وہ عزت والے حجاج کرام! یہ مقدس فریضہ حج اپنے جوہر و مظہر میں مسلمانوں کو یہی سبق دیتا ہے اور دعوت دیتا ہے کہ تمہارے مابین وحدتِ صف، ملی و قومی شیرازہ بندی واجب ہے اور اس موجودہ دور میں مسلمان جس ضعف و کمزوری میں مبتلا ہیں، ایک دوسرے سے باہم قطع تعلقی کئے اور کٹے ہوئے ہیں یہ مسلم امہ کی ذلت و رسوائی اور اس کے مصائب و مشکلات کا دوسرا اہم سبب ہے۔

وقت کی آواز: وحدتِ امت:

اب وقت آگیا ہے کہ اس امت کو چاہیے کہ اس وحدت کا درس دینے والے موقع وفریضہ حج کے موقع کو اپنے اتحاد و اتفاق کی غنیمت کا موقع سمجھے۔ جبکہ فتنوں اور نفس فریبوں نے دلوں کو باہم متفرق اور تتر بتر کر رکھا ہے اور مصائب و مشکلات نے ان کا شیرازہ بکھیر رکھا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

"سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔" (الحجرات:10)

دوسری جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔" (آل عمران:103)

حج کا اساسی مقصد: توحیدِ باری تعالیٰ:

برادران ایمان! وہ عظیم قضیہ یا مسئلہ ہے جو اس حج بیت اللہ جیسے رکن اعظم کا اور تمام اطاعات وعبادات کا بنیادی و مرکزی نقطہ و مقصد اساسی ہے وہ ہے توحید باری تعالی جو کہ بندوں پر اس کا حق ہے کہ تمام عبادات میں صرف اللہ ہی کی رضا و خوشنودی مقصود ہو اور تمام شرکیات سے دست کشی کی جائے۔

بقول شاعر:

طریق حق و ایمان کے معاملہ میں تم صرف اس یکتا و تنہا کے (حنیف و موحد) بن جاؤں۔

عقیدے کی درستگی میں تمام دیگر امور کی اصلاح اور درستگی کا باعث ہے اور حج کے عظیم ترین مقاصد میں سے ہی ایک عقیدہ و منہج میں اللہ کی توحید ہے اور ہر جگہ اسی کی فرماں برداری کرنا اور جانوروں کے خون بہانے اور بہ آواز بلند تلبیہ و تکبیرات کہنے سے اس کا قرب چاہنا، یہ تلبیہ جسے حجاج کرام پڑھتے ہیں اور اس کی گونج سے پورے بلد الامین مکہ مکرمہ کی فضاؤں میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے اور سارے مقامات و مشاعر مقدسہ اسی ترانہ توحید سے گونجتے رہتے ہیں۔ یہ تلبیہ توحید و ایمان کا عنوان ہے اور اطاعت و فرمانبرداری کا شعار ہے۔ حضرت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے تلبیہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے: " لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ "

"حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، حمد و ثنا، نعمتیں اور فرماں روائی تیری ہی ہے، تیرا (ان میں) کوئی شریک نہیں"۔[1] (صحیح مسلم)

توحید کا علم بلند کرنے کے لئے ہیں اس بیت اللہ کی بنیادی اٹھائیں گی جیسا کہ تعمیر کعبہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا﴾

"اور جبکہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔" (الحج:26)

اہل قبور کو پکارنے سے کیا حاصل؟:

ان سب امور کے طے ہونے اور دو پہر کے آفتاب کی طرح واضح ترین ہونے کے باوجود بعض لوگ اس چشمہ توحید کی صفائی کو مکدر وگدلا کرتے رہتے ہیں اور اس کے جمال و رونق کو داغدار کرنے کے لئے کئی طرح کے شائبے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ کیا قبر والے لوگوں کو پکارنا کرو، پتھروں اور پردوں کو چھونا اور اس سے قضاء حاجات اور دفع بلاء کا سوال کرنا کسی قسم کا فائدہ دے سکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں غیرت مند مسلمان شریعت کے بعض پیروکاروں کی یہ پتلی حالت، ان کے توحید سے تہی دست ہونے اور شرک میں لت پت ہونے کو دیکھ کر خون کے آنسو رونے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں اللہ ہی مددگار ہے۔

عقیدہ و اخلاق کا بہترین نمونہ:

تمام اہل اسلام پر عموما اور مسجد حرام میں خانہ کعبہ کا حج کرنے کے لیے آنے والے حجاج کرام پر خصوصا یہ واجب ہے کہ اللہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر اسلام کے اخلاق اور کردار کا بہترین نمونہ پیش کریں۔ اپنے آپ کو اللہ کا مطیع و فرمابردار بنائیں، اس کی توحید کا ثبوت دیں اور اس کی عبودیت و بندگی میں صدق دل اور خلوص نیت سے کام لیں۔ اس کے ساتھ ہی نبی اکرم ﷺ کی سنت اور وطریقہ کو بھی مضبوطی سے تھامے رکھیں اور وسطیت و اعتدال اور میانہ روی میں اسلام کا جو منہج حقیقی ہے اس کا التزام و پابندی کرے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمائے: ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾

"ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے۔" (البقرہ:143)

اسی طرح عمدہ اخلاق کو اپنائیں اور بہترین عادات و اطوار اختیار کریں۔

ذاتی و جماعتی اصلاح اور اتحاد مسلم کا نقطہ آغاز:

اے امت اسلام! یہ حج اس امت کے جلیل القدر اور عظیم الشان اجتماعات میں سے ایک ہے۔ اس عالمگیر اجتماع میں مسلمان زمین کے

---

[1] صحیح مسلم:1218۔

مشرق ومغرب سے یہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور حجاج کرام کو دیکھنے والا اس واضح صورت کو دیکھ لیتا ہے جو کہ امت مسلمہ کے تلخ وشیریں تمام واقعات وحالات کی عکاسی کر رہی ہوتی ہے اس لیے یہ ایک انتہائی اہم ترین و بہترین نقطہ آغاز ہے کہ اسی سے امت اپنی تمام جوانب اور شعبوں میں اپنے حالات کی اصلاح کا عہد کر لے۔ امت مسلمہ کے حالات واستقراء کا احاطہ کرنے والا شخص اس وقت افسوس کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کے بہت سارے گوشے میں اس کی حالت بہت پتلی ہو چکی ہے۔ شریعت اسلامیہ کے قائم کردہ بکثرت سنگ میل اور مینارے مٹتے جا رہے ہیں اور گمراہی وخواہشات نفس کی پیروی غلامی نے شریعت کی شفافیت کو گدلا کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کی وحدت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ اس کی عظمت اور شان وشوکت کے موتیوں کا پر جمال ہار ٹوٹ رہا ہے۔ ان کے راستے الگ الگ اور ان کی آراء میں اختلاف پیدا ہو چکا ہے۔ امت مصائب ومشکلات میں مبتلا ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے بکثرت ملکوں میں فتنہ سر اٹھارہا اور سینگ نکال رہا ہے اور ادنی وگھٹیا قسم کے حقیر لوگوں نے مفاد عامہ کے معاملات میں دخل در معقولات شروع کر دیا ہے اور دلوں میں مفاد پرستی و خودغرضی اور قلوب ونفوس کے بیمار لوگوں نے اندھیروں کے چمگادڑ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو روشنی اور کھلی فضاؤں کے طاقتور گدھ سمجھنا شروع کر دیا ہے اور غلو ومبالغہ آمیزی اور تکفیریت و دہشت گردی بڑھ رہی ہے اور پرامن ملک کو بھی اس تشدد اور دہشت گردی سے نہیں بچ پائے۔

اسیرانِ زلف...:

ان فتنوں میں مزید اضافہ کرنے والی چیز یہ ہے کہ امت مسلمہ کے بکثرت افراد موجودہ گلوبلائزیشن کی زلفوں کے اسیر ہو گئے ہیں۔ جس نے صرف گندے مغربی کلچر کی ترویج اور اشاعت اور گندے کردار کو عام کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تو عقول وافکار کی حدود بھی بھول گئے ہیں اور اخلاقی اقدار کو مادی ضروریات کی نذر کر دیا ہے۔ جو وحی ربانی کی ہدایات سے روگردانی کر گئے ہوئے ہے اور یہ بات مغرب کی اندھی تقلید اور تابع مہمل بننے کا واضح انکشاف کر رہی ہے جو کہ جسد امت میں دراڑیں پیدا کر رہی ہے، اسے ضعف وکمزوری اور شکست خوردگی میں مبتلا کر گئی ہے۔ لہٰذا یہ حج ایک عظیم موقع ہے کہ ہمیں اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہے کہ امت کی اصلاح وسدھار، اس کی سعادت وخوش حالی اس کی عزت وشوکت اور اس کی قیادت وسیادت کا دارومدار اس کے اپنے عقیدہ کو مضبوطی سے اپنائے رکھنے اور اپنے دین کے ثوابت و امتیازات اور اصول وقواعد پر جمے رہنے پر ہے۔

عبودیت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ:

حجاج کرام کی یہ حالت کتنی عظیم الشان ہے جب وہ اپنے رب کی عبودیت و بندگی کی تعبیر کے طور پر اس کے احکام واوامر کا التزام پابندی کر رہے ہوتے ہیں اور وہ کتنے ہی عمدہ حال میں ہوتے ہیں جب کہ وہ اپنے رسول ﷺ سے محبت کے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں اور مناسک و اعمال حج میں اور دیگر امور میں آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان کی تعبیر کرتے ہیں وہ کتنے جلیل القدر ہے کہ وہ بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں تا کہ وہ اعمال حج کو صحیح شرعی طریقے کے مطابق ادا کر سکیں اور ان کا شعار کتنا خوبصورت ہے جب کہ وہ اللہ کی توحید کے نعرے بلند کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اللہ وہ ذات ہے کہ اس سے محبت کرنے والوں نے اس کے گھر کا حج کیا۔اس کے لئے تلبیہ کہا اور احرام باندھا۔اللہ نے انہیں دعوت دی اور وہ اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے اور جب انہوں نے اسے پکارا تو وہ ان کے بہت ہی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوگیا۔

باطل نعروں اور غیر اخلاقی امور سے دور:

ہمیں اللہ سے امید ہے کہ ہمارے برادران حجاج کرام کے دل اطاعتِ الٰہی میں لگے ہوئے ہیں،وہ عبادت کے ذریعے قرب الٰہی پالنے میں مصروف ہیں،وہ ہر قسم کے باطل نعروں سے دست کش ہیں اور وہ تمام گالی گلوچ اور لعن طون سے بیزار ہیں۔ہر قسم کی دینی خلاف ورزیوں سے باز رہتے ہیں اور تمام غلاظتوں سے دور بھاگتے ہیں اور تمام ہدایات وتعلیمات کو پوری پابندی سے اپنائے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ مقام تمام جگہوں سے اس اعتبار سے بھی اوپر ہے کہ یہاں سے نجات اور کامیابی پانے والے منہج ربانی کے مطابق ڈھالنے اور اپنی اصلاح ودرستگی کرنے کی نداء لگائی جائے اور وہ ہے کتاب وسنت پر عمل اور وہ بھی عین اسی انداز سے جس انداز سے سلف صالحین امت نے سمجھا اور اپنایا۔

ایک ہو مسلم.....:

اے امت اسلامیہ!اے حجاج بیت اللہ الحرام!اے کعبہ کا طواف کرنے والوں کی جماعتو!بیت اللہ کے سرے قیام وتہجد گزاری کرنے والو! اے اللہ کے اس حرم پاک میں رکوع اور سجدے کرنے والو!اے وہ لوگوں جو کہ روئے زمین کے دور دراز علاقوں سے آئے ہو!اور اس بیت اللہ العتیق کے چاروں طرف جمع ہو گئے ہو!آپ کا یہ خانہ کعبہ بھی کا صرف ایک ہی قبلہ وکعبہ ہے اور آپ کی یہ امت بھی ایک ہی امت ہے تو پھر کس شرعی سبب کی بنا پر آپ باہم اختلافات میں مبتلا ہیں؟اور کون سے علمی تقاضے کی رو سے آپ باہم متفرق ہے؟اور کس منطقی موجب کی بنا پر باہمی تنازعات میں گھرے ہوئے ہیں؟جب کہ آپ سب اپنے اس ایک ہی قبلہ کے سامنے جمع ہوتے ہیں اور آپ جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف منہ کرتے ہیں اور اس کی جانب کو باعثِ برکت سمجھتے ہیں۔کیا آپ جانتے نہیں اور آپ کو اس بات کا یقین نہیں کہ آپ کو جو اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس حکم کی مخالفت کروگے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تمہاری ہیبت واقبال جاتے رہے گا اور تم پر دشمن مسلط ہو جائے گا اور ایک اسی طرح موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا : كِتَابَ اللهِ

میں تمہارے مابین وہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ تم میرے بندے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے اور وہ اللہ کی کتاب۔"[1]

اور مستدرک حاکم کی صحیح سند والی ایک روایت میں:کتاب اللہ کے ساتھ ہی دوسری چیز سنت اور سنت رسول ہیں۔

سنتی کے الفاظ بھی ہے اور اس میں دو چیزیں چھوڑ کر جانے کا ذکر ہے جنہیں اپنانے والے کع ہرگز گمراہ نہ ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

یہ نفرتیں کدورتیں چھوڑیں:

اے اللہ کے حضور کھڑے ہونے والو!اپنے رخ اللہ کے حرم کی طرف کرنے والو!کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ تم خود بھی متحد ہو جاؤ اور باہمی

[1] ترمذی:3786۔

نفرتیں کدورتیں ختم کر دو اور اپنے مشترکہ مسائل کو مل کر حل کرو اور ایک دوسرے کو بے یارو مددگار چھوڑ کر ذلیل وخوار نہ ہو جاؤ اور اس اتحاد و اتفاق کے بغیر آپ کے موجودہ مصائب ومسائل کا دوسرا کوئی حل نہیں جو تمہیں بچا سکے۔

خونِ مسلم کی حرمت: حرمتِ کعبہ سے بڑھ کر:

اے اللہ کی حرمت والی چیزوں کے تقدس کا پاس کرنے والو! کیا آپ یہ نہیں جانتے کہ اس گھر کی حرمت اللہ کے نزدیک بہت ہی زیادہ ہے اور کسی مسلمان کے خون کی حرمت اللہ کے یہاں اس خانہ کعبہ کی حرمت سے بھی زیادہ ہے، اس گھر کی حقیقی تعظیم کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو کہ خون مسلم کی حرمت وتعظیم بھی کرتے ہیں اور ان کی حرمتوں کا تحفظ کرتے ہیں اور ہر ممکن طریقہ سے بقدر استطاعت ان کی حرمتوں کا دفاع کرتے ہیں بلکہ مسلمان تو اپنے مسلمان بھائی کی حرمت وخون کے لئے دل و جان لڑا دیتا ہے اور اپنے جگر گوشے کو قربان کر دیتا ہے کہ کوئی ان کی طرف بڑھے۔ مسلمان کی آن بچالیتا ہے چاہے جان چلی جاتی ہی کیوں نہ رہے۔ وہ اس کا کیا کرے کہ خود مسلمانوں میں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو کہ اپنے ہی مسلمانوں کے جان ومال کو اپنے لئے مباح سمجھنے لگے ہیں یا ایسے لوگوں کی مدد کرتے ہیں یا خاموشی اختیار کئے جاتے ہیں اور ان افعال کا ارتکاب کرنے والوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ کیا حضرت محمد ﷺ نے ایک موقف کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا: " فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَأَعْرَاضَكُمْ، عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ."

" پس تمہارا خون، تمہارے اموال۔ محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ (ابن ابی بکرہ نے) یہ بھی کہا کہ اور تمہاری عزت تم پر (ایک کی دوسرے پر) اس طرح باحرمت ہیں جس طرح اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں اور اس مہینہ میں ہے آگاہ ہو جاؤ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم میں سے بعض بعض دوسرے کی گردن مارنے لگے۔"[1] (صحیح بخاری)

ہمارے اپنے مسلمانوں نے خود اپنے ہی بھائیوں کی گردنیں ماریں، اپنے ہی بھائیوں کے لئے خارجیت وتکفیر کی راہ اختیار کی۔ اپنے ہی معاشرے میں فساد مچایا اور دھماکے کیے اور اپنے ہی ملک ووطن میں تخریب کاری کی اور تباہی مچائی۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسجد اقصیٰ کی بھی حالت دیکھو:

اے احرام پوش لوگو! اے اس حرم طاہر کے کونے کونے کی حرمت بجالانے وا! آپ لوگ اس مسجد حرام جیسی ہی ایک دوسری مبارک مسجد۔ مسجد اقصیٰ۔ کے حالات کی خبر کیوں نہیں لیتے؟ کیا اس کے کونے کونے کی بے حرمتی نہیں کی جا رہی ہیں؟ کیا وہ مسجد اس حال میں نہیں کہ اس کی حرمت سلب لی گئی ہے اور وہ بے یارو مددگار ہے؟ ہم اپنے رب سے شکایت کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے کافی اور وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان تمام تر حالات کے باوجود ہمیں اللہ سے بڑی امید ہے کہ تاریک اندھیری رات کے بعد سپیدہ صبح نمودار ہونے ہی والا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری:

حجاج ہراول دستہ بنیں:

اے حجاج بیت اللہ! ہم آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر یہ دعوت دیتے ہیں کہ اس امت کے حالات کو سنوارنے والوں سے آپ ہراول دستہ بن جائے اور اس کے احوال کو سدھارنے اور اسے نپٹنے میں تعاون کرنے والوں کا آگے والا لشکر و دستہ بن جائے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾

"کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں۔" (الرعد:11)

نئی زندگی اور دعاء ومناجات:

آپ اپنے آئندہ ایام کا اس طرح استقبال کریں کہ اپنی زندگی کا ایک نیا روشن صفحہ کھولیں جس میں بہت بڑے بڑے اور جلیل القدر اعمال کا اندراج ہو اور اللہ تعالی آپ کی نگرانی وحفاظت فرمائے یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ اپنی حالت کی اصلاح کرنے اور سر پڑی بلاء ومصیبت کو رفع کروانے کے اسباب وذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ اللہ سے دعاء ومناجات کرنا اور اس کے سامنے گڑگڑانا وزاری کرنا ہے۔ اللہ سے پورے یقین قبولیت کے ساتھ دعائیں کریں اور اپنی دعاؤں میں اپنے ان بھائیوں کے لیے بھی خصوصی دعائیں کریں جو کہ فلسطین کی مبارک سرزمین اور روادی دجلہ وفرات والے ملک عراق میں اور دوسرے مصیبت زدہ ممالک میں ہے جہاں زلزلوں اور سیلابوں نے تباہی مچارکھی ہیں اور بکثرت دعائیں کرے تا کہ اللہ تعالی تمام مصائب وآفات اور مشکلات کو دور فرمادے۔

بقول شاعر:

فراق کا وقت آنے سے پہلے ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہم لوگ دوبارہ ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ ٹوٹ پھوٹ کا مداوا واصلاح ہوجائیں گی، توبہ کرلینے والے کی توبہ قبول ہوجائیں گی، خطا وغلطی کرنے والے کو آزادی مل جائیگی اور اہل شقاوت اَصحابِ سعادت ہوجائیں گے۔"

یہ کیسے زیب دیتا ہے؟:

جس پر اللہ اپنے فضل وکرم سے یہ انعام کرے کہ اسے حج کی وجہ سے گناہوں سے پاک کردے جیسے پہلے دن کا بچہ ماں کے پیٹ سے بے گناہ جنم لیتا ہے۔ اس شخص کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے مستقبل کی زندگی میں اپنے نامہ اعمال کے صفحات کو گناہوں اور سیاہ کاریوں سے سیاہ کردے؟ وہ اپنی بقیہ زندگی میں اللہ کی ناراضگی والا کام کرے اور اس کی بنائی ہوئی حدود کو پھلانگنے کی جرأت کرے؟ خبردار ہمیں ہر حرام کام سے پوری طرح باز آجانا چاہئے اور ہر مجرمانہ فعل کو چھوڑ دینا چاہیے اور اپنے آپ کو ہر خیر وبھلائی اور شرف وفضیلت والے اعمال سے مزین کرنا چاہیے۔ ہر شر وذلالت سے گریز کریں۔ اس امت پر جو مصائب ومشکلات نازل ہوئی ہیں یہ انفرادی خلاف ورزیوں اور اجتماعی لاپرواہیوں کا ہی نتیجہ ہے۔ لیکن اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہیں اور نہ ہی اس کے فضل وکرم سے ناامید ہیں۔ فتح ونصرت، صبر واستقامت کے ساتھ ہی ملتی ہے اور کرب وبلاء کے بعد کشائش وفراخی آتی ہے اور تنگی کے بعد ضرور ہی آسانی ملتی ہے۔

حج سے سبق حاصل کریں:

اے اہل ایمان! یہ اس حج کے تابناک چراغ سے حاصل کردہ چند کرنیں اور جھلکیاں ہیں اور یہ حجاج کرام کے لئے روشنیاں، نصیحت اور منہاج وطرزِ عمل ہے۔ امت اسلامیہ جوکہ اپنی تاریخ کے انتہائی خطرناک مرحلے سے گزر رہی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عظیم و مقدس فریضہ حج سے وحدت وعزت، خودداری وشوکت، باہمی الفت ومحبت، اخوت وبھائی چارگی، مودت ورأفت اور دلوں کی صفائی وستھرائی جیسے دروس واسباق حاصل کرے تاکہ اللہ کے فضل وکرم سے امت کو سعادت وخوش حالی حاصل ہو کیونکہ حج، اس کی روحانیت اور اس کے دروس وعبرتیں اس امت کی بیماریوں کا بہترین علاج ہے اور ان میں اختلافات ونزاعات کی راہوں کا دفاع بھی پایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ امت کے لئے اس کی عظمت رفتہ کی بازیابی کی دلیل بھی ہے۔

حج کی صحیح ادائیگی:

اے حجاج بیت اللہ! اللہ نے جس طرح اس اسلامی شعار وحکم کو مقرر فرمایا ہے۔ اس کی اسی طرح تعظیم کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

"یہ سن لیا اب اور سنو! اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے یہ ہے۔" (الحج:32)

اس فریضہ کی ادائیگی اس طرح کرے جس طرح کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسے ادا فرمایا تھا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث کی رو سے یہ بھی فرما دیا تھا: لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ.

"مجھ سے اپنے اس حج کے مناسک وہ احکام سیکھ لو۔"[1] (بخاری ومسلم)

اس حج کے ارکان وواجبات، آداب ومستحبات اور تمام احکام میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی وخلاف ورزی نہ کریں۔ اللہ دلوں کے قصد وارادہ کو جاننے والا ہے اور وہی سیدھی راہ حق کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

"حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرلے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے۔" (البقرہ:197)

اللہ والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے رہو، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرکے اس کا قرب حاصل کرو اور اس کی معصیت ونافرمانی نہ کرو خصوصاً ان مبارک ایام اور مقدس مقامات میں تو اس پر خصوصی توجہ دو۔

فضیلت واعمال عشرہ ذوالحج:

مسلمان پیارے بھائیو! یہ اللہ کا فضل وکرم اور اس کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے کہ آج کل امت اسلامیہ ایسے خوشبو سے معطر روشن اور

---

[1] صحیح مسلم:1297۔

فضیلت والے ایام سے گزر رہی ہے کہ عشرہ ذوالحجہ شروع۔اس کی عظمت شان وقدرومنزلت کو چار چاند لگانے کے لیے اللہ تعالی نے اپنی محکم کتاب مبین میں ان کی قسم کھائی ہے۔چنانچہ ارشادالہی ہے:﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾

"قسم ہے فجر کی!اور دس راتوں کی!" (الفجر:1-2)

اور فرمایا ہے:﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ﴾

"اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں" (الحج:28)

ادھر صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:" مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ " فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ

"ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہوں"،لوگوں نے عرض کیا:اللہ کے رسول!اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں،سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال دونوں لے کر اللہ کی راہ میں نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا"۔[1] (صحیح بخاری)

اللہ اکبر!کس قدر فضیلت وعظمت ہے اور یہ پورا موسم حج خیر وبھلائی کے کاموں سے بھرا ہوا ہے۔اس مبارک عشرہ اول ذی الحجہ میں تمام نیک اعمال کا بکثرت کرنا مستحب ہے خصوصاً تکبیرات کہنا چنانچہ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مرفوعاً بیان کی ہے جس میں ہے:

ان دس دنوں میں بکثرت تکبیر(اللہ اکبر) تہلیل(لاالہ الااللہ) تحمید(الحمدللہ) کہا کرو۔

امام بخاری لکھتے ہیں کہ:وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکلا کرتے اور تکبیریں کہا کرتے تھے اور انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تکبیر کہنے لگتے تھے"[2] (صحیح بخاری)

اس اثر کو ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر نے الشافی میں اور قاضی ابوبکر مروزی نے العیدین میں روایت کیا ہے جیسا کہ فتح الباری میں ابن رجب حنبلی نے کہا ہے.الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد

اے اہل ایمان!ان قیمتی مواقع کو غنیمت سمجھے،یہ تو محض چند دن ہی ہیں لیکن ان میں اعمال بڑے عظیم الشان اور ان کے اجر وثواب بڑے جلیل القدر ہیں.

---

[1] صحیح بخاری:969۔

[2] صحیح بخاری:969۔

مناسکِ حج کا انتہائی مختصر خاکہ:

حجاج بیت اللہ حرام! ان مبارک دنوں کو اعمال صالحہ کے ساتھ معمور کر کے گزاریں۔ جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ آجائے حجاج کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں اور 8,9 کی درمیانی رات وہاں گزاریں اور جب 9 ذوالحجہ کا سورج طلوع ہو جائے تو منی سے عرفات کی طرف چل نکلے اور جب سورج ڈھل جائے تو نماز ظہر وعصر وجمع وقصر کر کے باجماعت پڑھیں اور اس عظیم مقام والے میدان میں وقوف کرے اور ذکر و دعا میں مشغول رہیں۔ یوم عرفہ کو اللہ جتنے بندوں کو نارِ جہنم سے آزاد کرتا ہے اتنا کسی دوسرے دن میں آزاد نہیں کرتا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے سب سے افضل دعا وذکر جو میں اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہ سلام نے کیا ہے وہ ہے: لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ".جب سورج غروب ہو جائے تو عرفات سے مزدلفہ کی جانب متوجہ ہو جائے اور وہاں (9،10 کی درمیانی شب) لیلۃ العید گزاریں اور عید کی صبح (دس ذوالحجہ کو) جمرہ عقبہ پر حجاج کرام سات سات کنکریاں ماریں اور پھر باقی مناسک واعمال ذبح قربانی، سر منڈوانا یا بال چھوٹے کروانا اور طواف افاضہ کرنا وغیرہ انجام دیں. ارشاد الٰہی ہے:﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

”پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔“ (الحج:29)

خود سیکھنا اور علماء سے پوچھنا:

اللہ کے بندو! خبر دار رہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رہو اور حج کے مناسک و اعمال سیکھ لو اور جو مسئلہ مشکل نظر آئے وہ اہل علم سے پوچھ لو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔“ (النحل:43)

اللہ تعالیٰ تمام حجاج کرام کا حج قبول فرمائے، اسے حج مبرور بنائے، ان کی سعی کو بھی شرف قبولیت سے نوازے، ان کے گناہ بخشے اور انہیں صحیح سلامت اور غنیمتوں کے ساتھ واپس ان کے ملک کو لوٹائے، وہ اجر ثواب لے کر جائیں۔ وزر وگناہ نہ اٹھا لے جائیں۔ وہی سب سے بہترین ذات جس سے سوال کیا جائے اور وہی صاحب جود وکرم ہے کہ جس سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

انسداد دہشتگردی کانفرنس الریاض کے تناظر میں اسباب، انعقاد، ثمرات وغیرہ

امام وخطیب: فضیلۃ الشیخ صالح بن حمید حفظہ اللہ

24/12/1425ھ، 4/2/2005ء

نیک و بد کا بدلہ اور سفر آخرت:

لوگو! میں خود کو اپنے آپ کو اور آپ سب کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت وتاکید کرتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ سب پر رحم فرمائے۔ اللہ سے ڈرتے رہا کریں۔ انسان کی ایک ایک سانس اسے موت کی طرف لئے چلے جانے والے قدموں کی طرح ہے اور دل کی دھڑکنیں، اس کی عمر کی گھڑیوں کو گنتی رہتی ہے۔ اب اس دنیا کو چھوڑنے والا اس سے مانوس کیسے ہوسکتا ہے اور آگ سے گزرنے والا اس سے پر امن کیسے ہو سکتا ہے؟ دن مہینے کی کمر توڑ جاتے ہیں اور مہینے سالوں کا خاتمہ کئے جاتے ہیں اور سال عمر کو مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ جس سے علالی منصب و بلند مرتبہ چاہیے اسے اعلی اعمال و کردار اپنانا چاہیے اور جو سو یارہ گیا وہ مراد کو نہ پاسکا بلکہ نام مراد رہ گیا اور جس نے سستی کو اپنا لیا اس کی امیدوں کے پھول کبھی نہ کھلنے پائے۔ باری تعالی ہے: ﴿مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهِۦ وَمَنۡ أَسَآءَ فَعَلَيۡهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّٰمٖ لِّلۡعَبِيدِ﴾ ”جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ (حم السجدہ:46)

سب کی مشترکہ ذمہ داری:

مسلمانو! ذمہ داری بہت ہی عظیم و بھاری ہے اور تمام انسان ایک ہی کشتی سفینے میں سوار ہیں۔ جس نے اس سفینے کو دیوار میں سوراخ کیا وہ خود بھی غرق ہوا اور دوسروں کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ لاپرواہی و سستی معاملے کے ہاتھ سے نکل جانے کا ایک سبب ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں لاقانونیت وانارلی پیدا ہوتی ہے۔

ذمہ داری کا سنجیدہ احساس اور نتائج کی خطرناکی ہر صاحب فکر و دانش اور ہر اس شخص کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی امت مسلمہ کے معاملات پر نظر رکھے، ان میں دلچسپی لے، افراد امت کو نصیحت کرے اور ان کی خیر خواہی کو اپنائے اور اس کے ڈھانچے کا تحفظ کرنے میں کوشاں رہے، اپنے رب کی کتاب قرآن کریم پر دوسرے لوگوں کے ساتھ رہے اور دین اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو پکڑے رہے اور توحید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

عظیم معاملہ اور مفاد عامہ:

برادران اسلام! یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ اسے نہ تو الفاظ میں سمیٹا و بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس موضوع کو چند صفحات میں مکمل کرنا ممکن ہے بلکہ یہ ایک سنجیدہ لمحہ فکریہ چاہتا ہے اور پھر ایسے لمحات کا تکرار چلتا رہے اور ردِ فعل کی حدود سے تجاوز کر جانے والے طے شدہ پروگرام مطلوب ہے جو کہ دین وامت اور ممالک کی مصلحت بلکہ پوری نوع انسانی اور تمام بنی نوع بشر کی مصلحت محض چند افراد یا اداروں کی مصلحت

سے بہت ہی بلند و بالا ہے۔

سعودی عرب:

جب ذمہ داری کا تذکرہ ہو اور امت کے ڈھانچے کی بات نکلے تو حرمین شریفین والی یہ مملکت سعودی عرب جو کہ حرمین شریفین کی خادم ہے، انہیں اپنی آغوش میں لیے ہوئی ہے اور ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ جو تمام مسلمانوں کا دھڑکتا ہوا دل ہے یہ مملکت پنی ذمہ داری کی حامی بھر تی، اس کی تاکید کرتی نظر آتی ہے اور اس سلسلے میں اپنی پیش قدمی کے دلائل مہیا کر دیتی ہے۔

انسدادِ دہشت گردی کانفرنس:

اس کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کی اہلیت اور اس کے اسلامی و عالمی موقع و مقام کے پیش نظر ہی اس ملک نے ایک عالمی سطح کی انسداد دہشت گردی کانفرنس کی دعوت دے دی جس میں دنیا بھر میں ایک قائدین، سیاست دان اور مفکرین جمع ہوتا کہ سب مل کر اس مسئلہ پر بحث اور اس کا حل تلاش کریں جس نے لوگوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں، جس کی بھڑکائی ہوئی آگ سے ملک کے ملک اور علاقوں کے علاقے جل رہے ہیں جس میں بے شمار جانیں ضائع ہو چکی ہیں، املاک تباہ ہوئی ہیں اور بکثرت مقامات پر معاملہ گڑبڑ ہو چکا ہے اور کوئی تدبیر ہاتھ نہیں آرہی اور حالات بدل چکے ہیں امن و امان درہم برہم ہو چکا ہے۔

بروقت دعوت:

انسداد دہشت گردی کانفرنس کی دعوت اس وقت دی گئی ہے جبکہ حالات سخت دگرگوں اور تغیرات و انقلابات زوروں پر ہیں بلکہ طمع و لالچ ہے تنازعات و اختلافات ہیں، آویزشوں کی آگ بھڑکی ہوئی ہے اور لوگوں کے باہمی اختلافات سے فائدہ اٹھانے کا رویہ عام ہے۔ اس ملک سے اس اہم موضوع پر اجتماع و کانفرنس کی دعوت رونما ہوئی ہے اور یہ ملک وہ پہلا ملک ہے جسے دہشت گردی کی آگ میں سب سے پہلے جھلسنا پڑھا تھا بلکہ اس کے آثار و نتائج کا پہلا نشانہ یہ مملکت ہی ہے۔ لیکن ہر صاحب عقل و دانش اور عادل و منصف مزاج شخص کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ یہی مملکت اللہ کے فضل و کرم سے اسلام کا آخری گہوارہ بھی ہے جبکہ یہی دعوت کا منبع و سرچشمہ اور لوگوں کے لئے دارالامان اور ضعیف اور بے بس لوگوں کی مددگار ہے۔ یہ حکومت سعودی عرب زخموں کا علاج کرنے والا دست شفقت ہے۔ اسی سے نیکی و احسان کے بہت سارے کاموں کا آغاز ہوا اور ساری دنیا کے کونے کونے میں نیکی اور بھلائی کے کاموں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ ملک خیر و بھلائی کا مصدر و منبع ہے۔

نشانہ دہشت گردی اور ربانی پروانہ امن:

جب اس ملک کی دینداری، اس کی فعلی صداقت، اس کے اعمال و خدمات کے نتائج و ثمرات، اس کے مضبوط مواقف اور اس کے منہج کی سلامتی واضح ہوگئی تو اس کے دشمنوں نے اپنی دہشت گردی کے تیروں کا رخ اس کی طرف کر دیا اسے نشانہ بنالیا۔ وہ اس ملک کو توڑنا چاہتے ہیں، اس کے امن و امان کو تہہ و بال کرنے کے درپے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس ملک میں بھی تغیر و تبدل رونما ہو لیکن اللہ کے فضل و کرم سے

اوراس کی مدد سے ان کے خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکیں گے اور ہم اللہ کے حضور اس بات سے بری ہونے کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم یہ بات کسی کا دل جیتنے کیلئے یا کسی کی چاپلوسی کے طور پر کہہ رہے ہوں ۔اللہ اپنی پناہ میں رکھے ایسا ہرگز نہیں ہے ۔بلکہ یہ بات یقینی اور مبنی بر تحقیق ہے اور آثار وسنن میں نظر کے نتیجے میں کہہ رہے ہیں کیونکہ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے، بے آسرا لوگوں کا سہارا بنتا ہے، فقراء و ناداروں کو کپڑا پہناتا ہے، مہمان کی میزبانی کرتا ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتا ہے اسے اللہ ہرگز رسوا نہیں کرتا۔

خیرات و برکات اور حسن عاقبت وانجام:

اسی طرح جس کی نیکیاں بکثرت ہوگی اس کی آخرت بھی اللہ کے فضل و کرم سے اچھی ہوگی ۔اسے اللہ تعالی دنیاو آخرت میں سلامتی عطا فرمائے گا اوراس کے دین، اہل وعیال اور گھربار کی اللہ تعالی مغفرت فرمائے گا ۔ہم اللہ کے کرم واحسان سے اپنے رب کی طرف سے نازل شدہ خیر وبرکت دیکھ اور پارہے ہیں ۔اپنے رزق میں برکت دیکھ رہے ہیں اور اپنے ملک میں صلاح و بھلائی پاتے ہیں اور اللہ کے فضل و اکرام سے حسن عاقبت اور عمدہ انجام پر بھی مطمئن ہیں بلکہ یہ سب ہی ہے جس نے اس عالمی کانفرنس کے انعقاد پر لوگوں کو دعوت دینے کا داعیہ پیدا کیا ہے تا کہ اپنی ذمہ داری کے شعور کا ثبوت دیا جاسکے اور خیر و بھلائی کی محبت کا اظہار ہو اور امن وسلامتی پھیلے، حق کا بیان ہو، التباس کا ازالہ ہو جائے اور شکوک وشبہات کا خاتمہ ہوسکے۔

انعقاد کانفرنس کے اسباب:

1) فراہمی امن:

اس کانفرنس کی دعوت کیوں دی گئی؟ اس لیے کہ امن و امان تو ہر کسی کا انتہائی عزیز مطالبہ ہے ۔وہ انسانی زندگی کی درستگی کا باعث بنیاد اور تہذیب وتمدن کی اساس ہے ۔امن کی ضرورت غذا کی حاجت سے بھی مقدم ہے امن و امان کے بغیر نہ کھانے کا مزا ہے نہ جینے میں لذت، نہ رات کی نیند میں چین اور نہ کسی بھی وقت دل کو سکون و راحت.

2) دہشت گردی کی تباہ کاریاں:

اس اجتماع کا انعقاد کیوں کیا جارہا ہے؟ اس لئے کہ دہشت گردوں نے دنیا کے بکثرت ممالک میں تباہیاں مچارکھی ہیں بلکہ یہ تو بین البراعظمی (کانٹینٹل) قسم کی وباء بن چکی ہے ۔اس کا نہ اپنا کوئی وطن ہے، نہ جنس ونسل اور نہ ہی کوئی دین ہے ۔لہٰذا ساری دنیا کے عوام معاشروں اور حکومتوں اور اداروں کا فرض ہے کہ وہ اس شر کی راہ میں بند باندھیں جو کہ لوگوں کے امن واستقرار کے لیے چیلنج بنا ہوا اور وہ للکار رہا ہے اور جس میں تمام ممالک کی عوام کا سکون واطمینان غارت کر رکھا ہے۔

3) ایک منظم عالمی نظم ونسق:

اس اجتماع، ندائے عام اور عالمی سطح کی کانفرنس کے نتیجے میں عام قسم کے باہمی تعلقات، اپنی حدود سے تجاوز کر کے ایک منظم عمل عالمی وعلمی تنظیم وتنسیق اور عالمی وعوامی تعاون باہمی کی شکل اختیار کر جائیں گے اور یہ سب لوگ، ان کے ماہرین، ایکسپرٹس اور فیصلہ ساز وقانون ساز

لوگوں کا اس مسئلہ کے حل میں ایک فعال اشتراک و حصہ شامل ہو جائے گا۔

4) خونریزی وفساد انگیزی:

یہ اجتماع کیوں کیا جا رہا ہے؟ اس کانفرنس کے انعقاد کا سبب کیا ہے؟ یہ سب اس لیے ہے کہ دہشت گردی تو جانوں کی تباہی کئے چلی جا رہی ہے، بے گناہ لوگوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے، اس کے بے شمار مفاسد ونقصانات ہیں اور بکثرت مصائب بھی اسی کے نتیجے میں رونما ہوتے ہیں۔ زمین میں فساد و بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اہل ایمان اور دوسرے پر امن لوگوں کو خوف زدہ و ہراساں کیا جاتا ہے۔ عالمی سطح کے طے شدہ مواثیق ومعاہدہ کو توڑا جاتا ہے اور حکام وامراء کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی جاتی ہے۔

5) دخل اندازی وتسلط کا ازالہ:

اس دہشت گردی کے نتیجے میں بہت سارے شر بردوش اور برے افعال کا ارتکاب ہوتا ہے جو کہ کئی فتنوں کو جنم دیتے ہیں، دھڑے بندی پیدا کرتے ہیں اور کئی طرح کی آویزشیں پہلے سے موجود ہیں یہ دہشت گردی وتخریب کاری دوسرے کئی ابواب شر کھول دیتی ہے اور لاقانونیت وانارکی کو ہوا دیتی ہے۔ اس قسم احمقانہ اقدامات نے دشمنوں کی دخل اندازی ہی نہیں بلکہ ان کے تسلط کی راہ ہموار کر دی ہے انہیں ایک ذریعے کا کام دیا ہے اور اہل وطن وافراد اور خاندان کے خلاف انتقام کی آگ کو بھڑکایا ہے۔

6) أعداء دین کی جگالی:

کیا ان انتہا پسندوں اور غلو کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ان کرتوتوں سے اور دہشت گردی وتخریب کاری سے صرف ایک حاقد وحاسد دشمنوں اور کینہ پروروں کو ہی فائدہ پہنچ رہا ہے؟ اور ان کی ان حرکتوں سے وہ لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں جو یہ چاہتے ہیں بلکہ انہیں یہ پسند ہے کہ امت مسلمہ کی حالت بگڑ جائے اور یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کی گردن مارنے لگیں؟ کیا یہ لوگ اس بات کو محسوس نہیں کر رہے کہ آج امت اسلامیہ، اسکے علمائے دین، قائدین، سیاست دان اور دعاۃ ومبلغین بلکہ نوجوانان امت ایک چونگم جیسی چیز بن چکے ہیں جنہیں منہ میں لیے اعداء دین دشمنان اسلام سر عام جگالی کرتے پھرتے ہیں اور ذرائع ابلاغ و وسائل نشر واشاعت (میڈیا) انہیں خوب گھسیٹ ورگڑ رہے ہیں؟ یہ غارت ہوں بلکہ ان کے لئے ہلاکت وبربادی ہے کیا یہ لوگ امت مسلمہ کو ان تباہیوں کے گڑھوں میں دھکیلنا چاہتے ہے یں جو کہ دین کا سر مونڈ کر رکھ دیں اور لاقانونیت پھیل جائے؟ یہ ملکوں کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھنے کے متمنی ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہو جائیں اور عزتیں وآبروئیں داغدار ہوں۔ یہ لوگ ان فتنوں کے دروازے کھولنا چاہتے ہیں جن کا ایندھن لوگ، ان کی املاک اور مما لک ہیں۔

متفقہ مذمت:

اے مسلمانو! اپنے بندوں پر اللہ کی نعمتوں اور اس کے لطف وکرم اور رحمت میں سے یہ بھی ہے کہ اس دہشت گردی کی مذمت ونکیر پر تمام اہل علم انفرادی واجتماعی طور پر پوری طرح متفق ہیں بلکہ آج کے اس دور میں کوئی بھی ایسا صاحب علم نہیں کہ جس کے بات کو معتد بہ قرار دیا گیا

ہواوراس نے اس دہشت گردی کی مذمت نہ کی ہو،ان کے مزعومات اورشبہات کاردعمل نہ کیا ہواوران کے افعال وکردارکو مجرمانہ شمارنہ کیا ہواور یہ تصوربھی کیسے کیا جاسکتا ہے کہ عالم تو کجا محض عقلمند شخص ہی ان کے افعال اور کرتوتوں کو جائز قرار دے؟ جبکہ انہوں نے پرامن لوگوں کو خوفزدہ وہراساں کیا،معاہدات کوتوڑا،اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے انحراف کیا،اپنے حکام وامراء کےخلاف بغاوت وسرکشی کی۔مسلمانوں کو کافرقراردیااورزمین میں فساد وبگاڑ پیدا کرنے کی کوششیں کیں۔

مذمت کے دلائل:

1) قرآن کریم سے:

ان کے مجرمانہ افعال واحمقانہ حرکات کےغلط ہونے اوران کی ان کاوشوں کے قابل مذمت ہونے کے دلائل کتاب وسنت میں اتنے ہیں ان کا شمار بھی ناممکن ہے اور اتنے مشہور ومعروف ہوچکے ہیں کہ اب انہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا:﴿وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"اور جوکوئی کسی مومن کوقصداً قتل کرڈالے،اس کی سزادوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا،اس پر اللہ تعالیٰ کاغضب ہے،اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اوراس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔" (النساء:93)

تمام مسلمان اہل علم کواس بات کا بخوبی علم ہے کہ کسی کو ناحق قتل کردینا کبیرہ گناہوں میں سے بھی بڑے بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے بلکہ یہ تو اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

"اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کردیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے۔" (الفرقان:68)

2) حدیث شریف سے:

ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کاارشادگرامی ہے:أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ : الشِّرْكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ

کبیرہ گناہوں میں سے بھی بڑے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ شرک کرنااورکسی کوقتل کرنا ہے۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: إِنَّ مِنْ وَرَطَاتِ الْأُمُورِ ، الَّتِي لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهُ فِيهَا ، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهِ.

"ہلاکت خیز امورمیں سے جن میں پھنس جانے کے بعد نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رہتا ہے کہ ناحق طور پرکسی حرمت والے خون کو بہایا قتل کیا جائے۔"[2] (صحیح بخاری)

---

[1]) صحیح بخاری:5977۔

[2]) صحیح بخاری:6863۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا، أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا

"ہر گناہ کو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے سوائے اس آدمی کے جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے جان بوجھ کر کسی مومن آدمی کو قتل کیا ہو۔"[1]

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا فَاعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ، لَمْ يَقْبَلِ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا

"جس نے کسی مومن کو ناحق قتل کر دیا اور وہ اس کے قتل کرنے پر خوش ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نفل قبول کرے گا نہ فرض۔[2]

(اس کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔)

جبکہ سنن ترمذی میں ایک حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ

"اگر زمین وآسمان کی تمام مخلوقات بھی کسی مومن کو قتل کرنے میں شریک ہو اللہ ان سب کو جہنم میں جھونک دے۔"[3] (ترمذی)

صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔

"جس نے کسی معاہد (غیر مسلم) کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھے گا جبکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آرہی ہوگی۔"[4] (صحیح بخاری)

ان دہشت گرد تخریب کار لوگوں کے ٹولے نے ناجائز طور پر لوگوں کے اموال تلف کئے ہے اور ناحق ان کی املاک تباہ کیں گویا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہی نہیں: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا

تمہارے خون، اموال اور آبروئیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے جس طرح کہ تمہارا یہ دن (یوم عرفہ) تمہارے اس ماہ (ذوالحجہ) میں اور تمہارے شہر (مکہ مکرمہ) میں حرمت والا ہے۔[5]

گویا کہ انہوں نے وہ حدیث نہیں سنی جس میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ۔

"ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون و مال اور آبرو حرام ہے۔"[6]

ان لوگوں نے پرامن شہریوں کو ہراساں کیا جب کہ نبی اکرم ﷺ نے اس فعل سے سختی کے ساتھ منع فرما رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا۔

---

[1] ابوداؤد: 4270۔
[2] ابوداؤد: 4270۔
[3] ترمذی: 1398۔
[4] صحیح بخاری: 3166۔
[5] ترمذی: 3087۔
[6] صحیح مسلم: 2564

"کسی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو خوفزدہ اور ہراساں کرے۔"[1]

انہوں نے لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے حالانکہ ہتھیار اٹھانا کسی کو قتل کرنا کسی کے قتل پر تعاون کرنا تو بہت بڑی بات ہے۔ نبی ﷺ نے تو محض کسی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے سے بھی سختی کے ساتھ باز رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: لَا يُشِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى أَخِيهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ.

"تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ کے ساتھ اشارہ بھی نہ کرے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کو چھین کر چلا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔"[2]

اس سے بڑھ کر اور وعید کیا ہوسکتی ہے؟ ہم گمراہی اور بے یارو مددگار رہ جانے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

ذمی ومعاہدین اور مستامنین کے حقوق:

اے مسلمانو! غیر مسلم ذمیوں (اہل ذمہ) معاہدین (اہل عہد ومعاہدہ) اور مستامنین (پروانہ امن) کے حقوق اسلام میں پوری طرح محفوظ ہے اسلامی ممالک میں ان کے خون محفوظ ہیں اور ان کے اموال قابل احترام ہیں اور ان معاملات میں وہ مسلمانوں کے برابر حقوق رکھتے ہیں اور اس پر عمومی نصوص شریعت کے علاوہ ذمی ومعاہدین کے بارے میں خصوصی احکام موجود ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾

"آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (یعنی جن کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمادیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ، اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ۔" (الأنعام:151)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾

"اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کردیا۔" (المائدہ:32)

تیسرے مقام پر اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾

---

[1] ابوداود: 5004۔
[2] صحیح مسلم: 2617۔

اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔" (المائدہ:45)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا.

"جس نے کسی اہل معاہدہ افراد کو قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا جبکہ اس کی خوشبو کے چالیس سال کی مسافت سے آرہی ہوگی"[1]

دین اسلام میں ایسے کفار کو بھی اذیت پہنچانا جائز نہیں اور نہ ہی ان کے مال و جان، املاک اور اہل وعیال پر کسی طرح کی زیادتی کرنا روا ہے۔ السنن الکبری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: من كانت له ذمتنا فدمه كدمائنا

" جسے ہم نے عہد و ذمہ دے رکھا ہے اس کا خون اسی طرح حرمت والا ہے جیسا کہ خود ہمارا خون ہے۔"[2]

ذمی، معاہد اور مستامن کفار کے ساتھ بھی نیکی اور عدل و انصاف کا معاملہ کرنا طے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

"جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالی تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالی تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" (الممتحنہ:8)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عادلانہ موقف:

اب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا موقف بھی سن لے وہ قیدیوں کی رہائی کے معاملے میں مذاکرات کرتے ہوئے فرمایا:

ہم صرف تب راضی ہے جب سارے کے سارے قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے جن میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہے کیونکہ وہ ہمارے ذمی ہیں اور ہم اہل ذمہ یا اہل ملت کسی بھی قیدی کو تمہاری قید و بند میں نہیں چھوڑیں گے۔"

یہ بات انہوں نے اس وقت ہیں جبکہ وہ صلیبی جنگوں میں اہل صلیب سے برسرِ پیکار تھے۔

حاکم کی بغاوت وسرکشی:

یہ بعض نصوص واحکام اور علماء ومحققین میں سے بعض لوگوں کے کلام سے لیے گئے چند وشذرات الذہب ہیں۔ کیا اب بھی اس ٹولے کے لوگ اللہ سے نہیں ڈریں گے؟ جبکہ اور ان میں سے ہی ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے حاکم کی اطاعت سے سرتابی کی اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہوئے جبکہ یہ کبیرہ گناہوں میں سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ خَرَجَ

---

[1] صحیح بخاری:3166۔
[2] سنن الدارقطنی:3/ 68

مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

جو اطاعت امیر سے نکل جائے اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کرلے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔[1]

لاحول لاقوۃ الاباللہ

یہ ایسے جرائم ہیں جن پر صرف وہی لوگ اقدام کرسکتے ہیں جن کی بصیرت جواب دے گئی اور مٹ چکی ہو اور ان کے لئے برے عمل کو مزین کردیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے ہو۔

سب کا مشترکہ واجب:

مسلمانو! خطرات بہت زیادہ ہیں اور مسئولیت و ذمہ داری کا سچا احساس اور اپنی مہم کا شعور ہم سب پر یہ چیز واجب کردیتے ہیں کہ ہم ہر گمراہ کن فتنوں کے مقابلے میں بیدار مغزی سے کام لیں، تشدد پر مبنی طرز عمل سے ہوشیار رہے اور دہشت گردی وتخریب کاری والے گروہ سے باخبر رہیں۔ یہ فساد فی الارض سبھی لوگوں کو اپنا نشانہ بنالیتا ہے اور اس کے نتائج و آثار بھی سبھی لوگوں کو للکار رہے ہیں۔ نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی واجب ہے، انہیں وعظ ونصیحت کی جائے اور انہیں ایسی تعلیم سے مزین کیا جائے کہ وہ اللہ کے احکام اور اس کی حرمتوں کی تعظیم کرنے لگیں اور اس کے منع کردہ امور میں بچیں اور اس کے غضب وناراضگی سے خبردار رہیں۔

ہماری ذمہ داری:

ہمیں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ کلمہ حق کا سامنا کریں اور ہر عالم و معلم، واعظ وخطیب اور مفکر وقلمکار اس ذمہ داری کو نبھائے۔ علماء ومفکرین، اہل قلم واصحاب رائے دین وملک اور اخلاقی اقدار کے پاسبان ہوتے ہیں۔ ان پر یہ اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی کریں، انہیں علم وثقافت سے مالامال کریں اور انہیں شاذ افکار والے منحرف نظریات کے مالک، خودغرض اور خواہشات نفس کے غلاموں کے پیچھے بلاسوچے سمجھے چل نکلنے سے بچائیں۔

صحیح استعمال:

منبر ومحراب، ذرائع ابلاغ و وسائل نشر (میڈیا) اور (اسکولوں کالجوں کے) تعلیمی کورسز سے صحیح کام لینا ضروری ہے اور اس بات پر توجہ دی جائے دوسروں کے حقوق کا تحفظ کرنا چاہیے، قوت جمع کرنا چاہیے، اتحاد و اتفاق کی سنجیدہ کوشش کرنا چاہیے اور مسلمانوں کی صفوں میں شیرازہ بندی کی مخالفت کرنی چاہیے۔ باہمی اختلاف کے آداب کی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔ دعوت الی اللہ کا کام کو باحسن طریقے سرانجام دیا جائے اور اچھے طریقے سے مناظرہ ومذاکرہ کیا جائے اور تعمیری اور وبامقصد گفت وشنید اور مذاکرات ہونے چاہیے۔

والدین کا فرض:

والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں پر توجہ دیں، انہیں تباہ کن افکار ونظریات کے مالک لوگوں کے ہتھے نہ چڑھنے دیں نہ ہی منحرفانہ

[1] صحیح مسلم:1848۔

مناہج اور غلط مسالک والوں کے ہاتھوں میں کھلونا بننے دیں۔ انہیں مشکوک قسم کے اجتماعات میں شریک نہ ہونے دیں اور نہ ہی ایسے ٹورز میں نکلنے دیں جن کا ہدف غیر معلوم کیونکہ یہ سب گمراہ کرنے والوں کے پھندے اور درندہ صفت بھیڑیوں کے جال ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل، علماء اور ماہرین تعلیم وتربیت لوگوں کے مابین تعلقات کا دائرہ بہت ہی وسیع بنیادوں پر قائم ہونا چاہیے۔

خیر خواہی وخیر سگالی:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ذہن میں از بر رکھیں اور اپنی امت وقوم اور ائمہ وحکام کے ساتھ خیر خواہی کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

”بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے، حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔“ (البقرہ: 204-205)

یہ اَفعال؟:

مسلمانو! یہ غلو ومبالغہ آمیزی، تشدد و انتہا پسندی، دہشت گردی اور تخریب کاری، دھماکے، تباہی و بربادی، دوسروں پر بلا جواز حملے، خونریزیاں اور نظام عام سے بغاوت وسرکشی کرنا یہ سب ایسے افعال ہیں کہ یہ عظیم اخلاقی اقدار کو ہزیمت ومات نہیں دے سکتے نہ ہی بلند و بالا کارناموں اور ترقیوں کی کمر توڑ سکتے یا راہ روک سکتے ہیں۔ یہ نہ کسی قوم کو آزادی دل سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مذہب ونظریئے کو جبراً کسی پر نافذ کر سکتے ہیں نہ ہی یہ کسی جماعت کی مدد ونصرت کر سکتے ہیں۔

انکے حتمی نتائج:

یہ تشدد و دہشت گردی کبھی قابل احترام قانون کی حیثیت اختیار نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی قابل قبول طریقہ بن سکتے ہیں چہ جائیکہ انہیں عقیدہ و مذہب کا درجہ دیا جا سکے۔ غلو ومبالغہ آمیزی، تشدد وانتہا پسندی اور دہشت گردی وتخریب کاری صرف فساد اور بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور تباہی و بربادی لاتے ہیں۔ یہ تشدد اور دہشت گردی دنیا کے کسی بھی مقام پر کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکے اور نہ ہی پوری تاریخ میں اپنے اہداف و مقاصد کے حصول میں سرخرو ہوئے ہیں بلکہ یہ خود اپنے ہی لوگوں کا خاتمہ کرتے ہیں اور ان لوگوں کی عدوانی طبیعتوں اور خون آشام روحوں کا ثبوت مہیا کرتے ہیں اور ان کے افکار ونظریات کا پتا دیتی ہیں۔

مٹھی بھر لوگ:

عقل و دانش اور احساسات و جذبات سب کے سب اس فکر کے انکار ومذمت پر متفق ہیں اور اس سے اور اس کو اپنانے والے لوگوں سے برأت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ افعال شذوذ وفطری پن کی علامت ہیں اور انفرادیت کا مظہر ہیں اور ہمارا مسلم معاشرہ

ان مٹھی بھر شاذ فطرت لوگوں کو اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دے گا کہ وہ پورے معاشرے کی ڈگر کو بدل دینے کی ڈکٹیشن دیں یا اسلام کے مسلمہ اصولوں میں تشکیک کی چارہ سازی کریں۔

آگاہی و بیخ کنی:

مسلمانو! جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب ہم سب پر واجب ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کریں اور نیکی وتقوی کے معاملات میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور دین و دنیا، عوام اور ممالک کے لیے خطرہ بننے والے اس پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر رکھنے کی بھرپور سعی کریں، اس بے کار انداز کی خطرناکی سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس تاریک و مہلک راہ پر چڑھ چکے ہیں اور ان لوگوں کی بھی رہنمائی کریں جن پر بعض افکار میں التباس ہوگیا ہے یا وہ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکے ہیں اور جو شخص اپنے باطل عمل ونظریہ پر مصر رہے اس کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ وہ کسی مجرمانہ کاروائی کی پلاننگ کر رہا ہے اس کے بارے میں حکومت کے متعلقہ اداروں میں خبر دینا واجب ہے تا کہ اس کے شر سے بچا جا سکے، خونریزیوں کو روکا جاسکے اور امت کا تحفظ کیا جا سکے۔

اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اللہ سے ڈرتے رہا کرے اور حق پر متفق و قائم رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“ (المائدہ:2)

وصل الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين